

# وَقَارُ الْفَتَاوَى

جلد سوم

مفتی اعظم پاکستان

حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: بزم وقار الدین

مدنی مدرسہ ضیاء القرآن، متصل جامع مسجد گلشنالہ بلاک ۲، گلستان مصطفیٰ (نیڈل فی ایریا)، کراچی ۳۸۔

اللہ تعالیٰ جب کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ  
عطا فرماتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، مقدمہ، باب فضل العلماء)

# وَقَارُ الْفَتَاوَى

جلد سوم

مفتی اعظم پاکستان

حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

WWW.NAESEISLAM.COM

رتبہ و حزن

مولانا محمد شعیب قادری رضوی

خطیب و امام جامع مسجد گلشن بلاک ۴، گلستان مصطفیٰ، کراچی۔

ناشر: بزم وقار الدین

مدنی مدرسہ ضیاء القرآن، متصل جامع مسجد گلشن بلاک ۴، گلستان مصطفیٰ (فیڈرل بی ایریا)، کراچی ۳۸۔

# جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب	.....	وقار الفتاویٰ (جلد سوم)
مؤلف	.....	مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ
ترتیب و تخریج	.....	مولانا محمد شعیب قادری رضوی۔ فاضل دارالعلوم امجدیہ کراچی۔ خطیب و امام جامع مسجد گلشن، بلاک ۴، گلستان مصطفیٰ، کراچی۔
کیوزنگ	.....	محمد عادل قادری معاون مدرس جامع انوار القرآن گلشن اقبال، کراچی۔
اشاعت اول	.....	صفر المظفر ۱۴۲۱ھ بمطابق مئی ۲۰۰۰ء
تعداد	.....	2000
قیمت	.....	250 روپے
ناشر	.....	بزم وقار الدین، مدنی مدرسہ ضیاء القرآن، متصل جامع مسجد گلشن، بلاک ۴، گلستان مصطفیٰ، کراچی۔

ISLAM ONLINE : <http://www.islamol.com>

E-mail : [info@memon.net.pk](mailto:info@memon.net.pk)

## التماس

اس کتاب کو مرتب کرنے میں انتہائی محنت اور کوشش کی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود ممکن ہے کہ اس میں کوئی غلطی یا خامی رہ گئی ہو۔

لذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی غلطی نوٹ کریں تو ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسکی تصحیح کی جاسکے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ”وقار الفتاویٰ“ کو مقبول عام بنائے اور مؤلف کیلئے صدقہ جاریہ اور ترقی درجات کا ذریعہ ہو۔ آمین

بزم وقار الدین

## اظہار تشکر

بزم وقار الدین! مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد وقار الدین علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات میں، ان کے نام مبارک کی مناسبت سے قائم کی گئی۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس ذات کریم نے اپنے حبیب ﷺ کے صدقے اراکین بزم وقار الدین کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے اثاثہء علم یعنی آپ کے دیئے گئے فتاویٰ کی اشاعت کریں۔ وقار الفتاویٰ مکمل (جو تین جلدوں پر مشتمل ہے) کا مواد، صرف وہ فتاویٰ ہیں، جو مفتی اعظم نے دارالعلوم امجدیہ کراچی، پاکستان میں بحیثیت مفتی دیئے۔ جب کہ مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے، بنگلہ دیش سابقہ مشرقی پاکستان میں، ۱۹۴۹ء تا ۱۹۷۱ء تقریباً ۲۲ سال خدمات دین متین بحیثیت مفتی و مدرس اور شیخ الحدیث انجام دیں اور اس سے پہلے یعنی ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۸ء تقریباً ۱۱ سال بریلی شریف دارالعلوم منظر الاسلام میں بحیثیت صدر مدرسین راہنمائی فرماتے رہے۔

وقار الفتاویٰ کا جملہ مواد مفتی اعظم کی حیات ہی میں کتابت کروادیا گیا تھا۔ ۱۹۹۳ء میں حضرت کا وصال ہو گیا (ان اللہ وانا الیہ راجعون)۔

وقار الفتاویٰ جلد اول کی ترتیب و تخریج اور تدوین کے کام کا باقاعدہ آغاز جون ۱۹۹۶ء میں ہوا اور الحمد للہ مئی ۲۰۰۰ء کو تیسری اور آخری جلد مکمل ہو کر مارکیٹ میں آگئی ہے۔ اب انشاء اللہ العزیز! حضرت کے مواعظ حسہ کو وقار المواعظ کے نام سے کتابی شکل دینی ہے۔ ہم حضرت کے تمام مریدین و معتقدین سے گزارش کرتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس قبلہ مفتی اعظم کا کوئی علمی اثاثہ ہو تو وہ ہمیں دے دیں تاکہ اسے شامل کتاب کر دیا جائے۔

ہم اپنے ان تمام احباب کے ممنون ہیں، جنہوں نے اس علمی کام میں قدمیں، سخیے اور درہمے ہمارے ساتھ تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

اراکین بزم وقار الدین

## حرف آخر

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على رسوله الكريم  
وعلى اله واصحابه اجمعين

اللہ تبارک و تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس ذات و حدہ لا شریک نے اپنے حبیب ﷺ کے صدقے و قار الفتاویٰ کی ترتیب و تخریج کی سعادت مجھے عطا فرمائی، جو کہ ایک عظیم علمی و فقہی ذخیرہ ہے۔

وقار الفتاویٰ کی تیسری اور آخری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، جو معاملات پر ایک مدلل اور محقق فتاویٰ ہے۔ تخریجی کام کو اس جلد میں پہلی دونوں جلدوں سے مزید بہتر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس جلد میں معاملات کے حوالے سے بعض سوالات و جوابات ایسے ہیں، جو آپ کو دیگر فتاویٰ میں نہیں ملیں گے۔ میں ان تمام علمائے کرام اور اداروں کا بے حد ممنون ہوں، جنہوں نے تخریجی کام میں میری علمی سرپرستی فرمائی اور ساتھ ہی میں ہزم وقار الدین کے جملہ اراکین کا بھی مشکور ہوں، جن کا مالی و اخلاقی تعاون برابر جاری رہا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے اس جلد کو بھی پہلی اور دوسری جلد کی طرح نافع خلاق بنائے اور قیامت تک لوگ اس عظیم فقہی و علمی ذخیرے سے فیضیاب ہوتے رہیں اور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کیلئے صدقہ جاریہ اور ترقی درجات کا ذریعہ بنے۔ آمین۔

محمد شعیب قادری

مرتب و قار الفتاویٰ

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## فہرست و وقار الفتاویٰ

### جلد سوم

- 1 ..... کتاب النکاح
- محرمات کا بیان
- 1 ..... منحرّم کی تعریف
- 2 ..... دو سگی بہوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کا حکم
- 3 ..... دو سگی بہوں سے ایک ساتھ نکاح کا حکم
- 4 ..... سگی خالہ سے نکاح کا حکم
- 5 ..... پھوپھی سے نکاح کا حکم
- 6 ..... سوتیلی خالہ سے نکاح کا حکم
- 7 ..... چار سے زیادہ بیویوں اور باندیوں کا حکم
- 8 ..... نکاح پر نکاح
- 9 ..... نکاح رجسٹرڈ کی شرعی حیثیت
- 10 ..... بیوی کی موجودگی میں سالی سے نکاح اور بیوی کو طلاق تفویض کرنا
- 11 ..... سوتیلی ساس کے محرم ہونے کا حکم

## حرمت مصاہرت کا بیان

- 11 ..... حرمت مصاہرت کی تعریف ..... ۱۲
- 13 ..... ساس کو بری نیت سے ہاتھ لگانے والے کے نکاح کا حکم ..... ۱۳
- 14 ..... ساس سے ناجائز تعلقات اور سالی سے نکاح کا حکم ..... ۱۴
- 15 ..... بہو کے ساتھ زنا اور اسکے نکاح کا حکم ..... ۱۵
- 16 ..... بیٹی کو شہوت سے ہاتھ لگانے والے کے نکاح کا حکم ..... ۱۶
- 18 ..... غلطی سے بیٹی کو ہاتھ لگانا اور حرمت مصاہرت ..... ۱۷
- 18 ..... زانیہ کی لڑکی سے زانی کے لڑکے کے نکاح کا حکم ..... ۱۸

## کفو کا بیان

- 20 ..... صرف اپنی ہی برادری میں نکاح کرنے کا حکم ..... ۱۹
- 21 ..... سید زادی سے غیر سید کے نکاح کا حکم ..... ۲۰
- 23 ..... سید زادی سے نکاح اور رعایت کا حکم ..... ۲۱
- 23 ..... غیر کفو میں منعقدہ نکاح کے باطل ہونے کا حکم ..... ۲۲
- 25 ..... مرتدہ زندقہ سے نکاح کا حکم ..... ۲۳
- 29 ..... گمراہ فرقوں سے رشتہ داری کا حکم ..... ۲۴
- 30 ..... شیعہ لڑکے سے سنی لڑکی کے نکاح کا حکم ..... ۲۵
- 30 ..... سنی لڑکے کا شیعہ لڑکی سے نکاح کا حکم ..... ۲۶
- 31 ..... تفضیلی شیعہ کا سنی لڑکی سے نکاح ..... ۲۷
- 32 ..... شیعہ لڑکی کو سنی کر کے نکاح کرنے کا حکم ..... ۲۸
- 33 ..... شیعہ کے ساتھ نکاح کو جائز سمجھنے والے کا حکم ..... ۲۹



- ۳۰ ..... مسلمان سے کمیونسٹ ہونے والے کے نکاح کا حکم 34
- ۳۱ ..... سنی لڑکی کا بد عقیدہ لڑکے سے نکاح کا حکم 34
- ۳۲ ..... سنیہ کا غیر سنی سے نکاح کا حکم 36
- ۳۳ ..... شیعہ سے سنی ہو جانے کے بعد سنیہ سے نکاح کا حکم 37

### نکاح اور ولدیت کا بیان

- ۳۴ ..... نکاح نامہ پر ولدیت میں سوتیلے باپ کا نام لکھوانا 39
- ۳۵ ..... غلط ولدیت لکھوانے کا حکم 40
- ۳۶ ..... نکاح کے وقت غلط ولدیت لکھوانے کا حکم 41
- ۳۷ ..... نکاح میں ولدیت لکھوانے کا حکم 42
- ۳۸ ..... ولدیت کو بدلنے کا حکم۔ نکاح کے وقت غیر والد کی ولدیت لکھوانا 43

### نکاح، وکالت اور گواہی کا بیان

- ۳۹ ..... نکاح میں وکالت اور قبول کا حکم 45
- ۴۰ ..... وکیل کے جائے قاضی کا قبول کروانا 46
- ۴۱ ..... دولہا کا وکیل بنانے کا حکم 47
- ۴۲ ..... فلم، حیض میں نکاح اور نکاح کے گواہوں کا رشتہ دار ہونا 48
- ۴۳ ..... بغیر گواہوں کے نکاح کا حکم 49
- ۴۴ ..... نکاح میں خنثی (بیچرے) کی گواہی کا حکم 50
- ۴۵ ..... ایجاب و قبول کیلئے مجلس واحد کا حکم 51
- ۴۶ ..... ٹیلی فون پر نکاح کا حکم 51

## مہر کا بیان

- 53 ..... مہر کی مقدار اور اقسام ..... ۳۷
- 54 ..... مہر کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار ..... ۳۸
- 55 ..... نامعلوم مہر کی ادائیگی کا حکم ..... ۳۹
- 56 ..... شوہر کی استطاعت سے زیادہ مہر نیز ادائیگی میں نیت کا حکم ..... ۵۰
- 57 ..... بغیر مہر نکاح اور مہر مثل کی تعریف ..... ۵۱
- 58 ..... مہر کی مقدار میں اختلافی صورت کا حکم ..... ۵۲
- 59 ..... مہر! قسطوں میں ادا کرنا ..... ۵۳
- 59 ..... مہر کی معافی کیلئے بیوی پر دباؤ ڈالنا ..... ۵۴
- 60 ..... بیوی کا مہر معاف کرنا اور پھر مطالبہ کرنا ..... ۵۵
- 61 ..... مہر کے ساتھ دینار و درہم لگانے کا حکم ..... ۵۶
- 62 ..... رخصتی سے پہلے طلاق اور ادائیگی مہر ..... ۵۶
- 62 ..... طلاق کے بعد مہر مؤجل کی ادائیگی کا حکم ..... ۵۸
- 63 ..... طلاق کی صورت میں مہر کی ادائیگی ..... ۵۹
- 64 ..... خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ..... ۶۰
- 65 ..... بتیس روپے مہر باندھنے کا حکم ..... ۶۱

## رضاعت کا بیان

- 66 ..... رضاعی بہن سے نکاح کا حکم ..... ۶۲
- 67 ..... رضاعی ماں ہونے کا اقرار پھر انکار کرنا ..... ۶۳

- 68 ..... ثبوت رضاعت کیلئے صرف مرضعہ کے قول کی شرعی حیثیت ..... ۶۴
- 69 ..... مجنونہ! کی گواہی سے ثبوت رضاعت کا حکم ..... ۶۵
- 70 ..... ماموں زاد رضاعی بہن سے نکاح کا حکم ..... ۶۶
- 70 ..... خالہ زاد رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح کا حکم ..... ۶۷
- 71 ..... چچا زاد رضاعی بہن سے نکاح ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ ..... ۶۸
- 72 ..... علانی (باپ جانی) رضاعی بھائی کی بیٹی سے نکاح کا حکم ..... ۶۹
- 73 ..... رضاعی خالہ زاد سے نکاح کا حکم ..... ۷۰
- 74 ..... رضاعی بہن کی سوتیلی بہن سے نکاح کا حکم ..... ۷۱
- 75 ..... دادی کے دودھ پینے والوں کے آپس میں نکاح کا حکم ..... ۷۲
- 75 ..... والد کی رضاعی بھانجی سے نکاح کا حکم ..... ۷۳
- 76 ..... دودھ شریک کے علاوہ دوسرے بہن بھائیوں سے نکاح کا حکم ..... ۷۴
- 77 ..... رضاعی ماموں سے نکاح کا حکم ..... ۷۵
- 78 ..... بچے کو طویل وقفہ کے بعد دودھ پلانا ..... ۷۶
- 78 ..... شوہر کا بیوی کو خون دینا ..... ۷۷
- 79 ..... بھانجے کی رضاعی بہن سے نکاح کا حکم ..... ۷۸
- 79 ..... بہن کی رضاعی بہن سے نکاح کا حکم ..... ۷۹
- 80 ..... بیوی کا دودھ پینے والے کا حکم ..... ۸۰
- 80 ..... ماموں زاد رضاعی بہن سے نکاح کا حکم ..... ۸۱

## نکاح کا بیان

- 82 ..... نکاح سے پہلے کلمہ شریف پڑھانے کا حکم ..... ۸۲

- 83 ..... مسجد میں نکاح اور دنیاوی باتیں ..... ۸۳
- 84 ..... بد عقیدہ قاضی سے نکاح پڑھوانے کا حکم ..... ۸۴
- 85 ..... نکاح حرہ (آزاد عورت) میں اسکے اذن اور عدم اذن کا حکم ..... ۸۵
- 86 ..... لڑکی کیلئے اپنی پسند کی شادی کرنے کا حکم ..... ۸۶
- 87 ..... بالغہ کا والدین کی مرضی کے بغیر نکاح ..... ۸۷
- 87 ..... نکاح بالغہ میں اسکی مرضی کا حکم ..... ۸۸
- 88 ..... بالغہ کا نکاح اور والدین کی ذمہ داری ..... ۸۹
- 89 ..... نابالغ اور نابالغہ کے نکاح کا حکم ..... ۹۰
- 90 ..... نابالغ کا بغیر ولی کے نکاح ..... ۹۱
- 91 ..... بلوغ کے بعد فسخ نکاح کا حکم ..... ۹۲
- 92 ..... مطلقہ کی عدت میں اس کی بہن سے نکاح کا حکم ..... ۹۳
- متعلقاتِ نکاح**
- 94 ..... دوسری شادی کیلئے پہلی بیوی کی رضامندی ..... ۹۴
- 95 ..... دلال کے ذریعہ عورت خرید کر نکاح کرنا ..... ۹۵
- 96 ..... عدم نکاح کی صورت میں مال دینے کا حکم ..... ۹۶
- 97 ..... عدم عمل زوجیت اور فسخ نکاح کا حکم ..... ۹۷
- 98 ..... خنثی (بیجڑے) کے نکاح کا حکم ..... ۹۸
- 100 ..... زنا سے حاملہ کے نکاح کا حکم ..... ۹۹
- 101 ..... مطلقہ ممانی سے نکاح کا حکم ..... ۱۰۰
- 102 ..... نانا کے سگے بھتیجے سے نکاح کا حکم ..... ۱۰۱

- 102 ..... پھوپھی زاد کی بیٹی سے نکاح کا حکم - ۱۰۲
- 103 ..... پھوپھی زاد بھائی کی بیٹی سے نکاح - ۱۰۳
- 104 ..... لڑکی کا رشتہ دینے پر لڑکے سے روپے لینے کا حکم - ۱۰۴
- 105 ..... غیر مسلم زوجین میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے کے بعد نکاح کا حکم - ۱۰۵
- 106 ..... کافر سے مسلمان ہونے والے کے نکاح کا حکم - ۱۰۶
- 108 ..... شادی شدہ عورت کا گھر سے غائب ہونا - ۱۰۷
- 109 ..... باندی سے بغیر نکاح مباشرت کا حکم - ۱۰۸
- 110 ..... شادی بیاہ اور فضول خرچی ..... - ۱۰۹
- 112 ..... دو بہوں کے دو لہے بدلنے کا حکم - ۱۱۰
- 114 ..... سگے خالو سے اپنی بیٹی کا نکاح کروانے کا حکم - ۱۱۱
- 114 ..... گمشدہ شوہر کی بیوی کے عقد ثانی کا حکم - ۱۱۲
- 116 ..... بیوی کا شوہر کی داڑھی موٹا دینا اور نکاح کا حکم - ۱۱۳
- 116 ..... ”نیوتا“ کی شرعی حیثیت ..... - ۱۱۴
- 117 ..... شادی میں لڑکی والوں کا لڑکے والوں سے خرچ لینا - ۱۱۵
- 118 ..... سالی سے زنا کرنے والے کے نکاح کا حکم - ۱۱۶
- 119 ..... جنت کی ازدواجی زندگی ..... - ۱۱۷
- 120 ..... بغیر شب زفاف ولیمہ کا حکم ..... - ۱۱۸
- 121 ..... شوہر کا نکاح سے انکار ..... - ۱۱۹

## ضبط تولید (برتھ کنٹرول)

- 122 ..... مانع حمل ادویات فروخت کرنے کا حکم ..... ۱۲۰
- 123 ..... مانع حمل ادویات استعمال کرنے کا حکم ..... ۱۲۱
- 124 ..... عدم استقرار حمل کیلئے چھلا وغیرہ استعمال کرنا ..... ۱۲۲
- 125 ..... تنگی رزق کے خوف سے منصوبہ بندی کا حکم ..... ۱۲۳
- 127 ..... کثرت آبادی کی وجہ سے نس بندی کا حکم ..... ۱۲۴

## رسوماتِ شادی

- 129 ..... دولہا دلہن کے لئے اسٹیج بنانے کا حکم ..... ۱۲۵
- 130 ..... سرابندی کا حکم ..... ۱۲۶
- 131 ..... نکاح کے موقع پر سہرا اور گانے باجے کا حکم ..... ۱۲۷
- 132 ..... شادی بیاہ میں شرکت کی شرائط ..... ۱۲۸
- 133 ..... منگنی میں لڑکے اور لڑکی کا ایک دوسرے کو انگوٹھی پہنانے کا حکم ..... ۱۲۹
- 134 ..... لڑکی والوں سے سامانِ جینز کا مطالبہ کرنا ..... ۱۳۰
- 135 ..... کثرتِ جینز، سونے کی انگوٹھی، پینڈ، رت چگا اور مہندی کا حکم ..... ۱۳۱
- 136 ..... لڑکی کی شادی میں دعوت کا حکم ..... ۱۳۲
- 137 ..... ولیمے کی شرعی حیثیت ..... ۱۳۳
- 138 ..... عقیقہ کا گوشت ولیمہ کے کھانے میں مکس کرنا ..... ۱۳۴
- 138 ..... کھڑے کھڑے کھانے پینے کا حکم ..... ۱۳۵
- 139 ..... عقیقہ کے حصوں اور گوشت کے استعمال کا حکم ..... ۱۳۶
- 140 ..... عقیقہ کے گوشت سے ولیمہ اور تحائف کا حکم ..... ۱۳۷

## پردے کا بیان

- ۱۳۸۔ احکام پردہ ..... 141
- ۱۳۹۔ شرعی پردے کی کیفیت ..... 144
- ۱۴۰۔ چہرے کے پردے کا حکم ..... 145
- ۱۴۱۔ بوڑھی عورت کیلئے پردے کا حکم ..... 146
- ۱۴۲۔ پردے کی نیت سے موزے، دستانے اور چشمہ پہننے کا حکم ..... 146
- ۱۴۳۔ پردے کیلئے برقعہ پہننا ..... 147
- ۱۴۴۔ عورتوں کا دوکاندار سے بے پردہ چیز خریدنے کا حکم ..... 148
- ۱۴۵۔ منگیتر سے پردہ کا حکم ..... 148
- ۱۴۶۔ گھر میں دوپٹے کا استعمال ..... 149
- ۱۴۷۔ سالی کو بہنوئی سے پردے کا حکم ..... 150
- ۱۴۸۔ قریبی نامحرم رشتہ داروں سے پردے کا حکم ..... 150
- ۱۴۹۔ اجنبیہ کو بری نیت سے دیکھنے کا حکم ..... 151
- ۱۵۰۔ بے پردہ محافل میں شرکت کا حکم ..... 152
- ۱۵۱۔ اختلاط مرد و عورت والی محافل میں شرکت ..... 152
- ۱۵۲۔ حالت نماز میں عورت کیلئے لباس کی حدود ..... 153
- ۱۵۳۔ محلے میں لاؤڈ اسپیکر لگا کر عورتوں کا میلاد اور نعت خوانی کرنا ..... 154
- ۱۵۴۔ لے پالک اور داماد کے محرم ہونے کا بیان ..... 154
- ۱۵۵۔ عورتوں کا تعویذات کیلئے ائمہ اور پیروں کے پاس بے پردہ جانا ..... 155
- ۱۵۶۔ عورت کا شوہر اور تقریبات کیلئے میک اپ کرنے کا حکم ..... 156
- ۱۵۷۔ منہ بولے بھائی سے پردے کا حکم ..... 157

- 158 ..... عدت اور غیر عدت میں پردے کا حکم ..... ۱۵۸  
 158 ..... عورت کا غیر محرم سے ہاتھ ملانے کا حکم ..... ۱۵۹

## 2 ..... کتاب الطلاق

### طلاق رجعی اور بائن کا بیان

- 159 ..... طلاق بائن پر بائن کے مرتب ہونے کا حکم ..... ۱۶۰  
 160 ..... طلاق بائن کا حکم ..... ۱۶۱  
 161 ..... رجوع کرنے کا طریقہ ..... ۱۶۲  
 161 ..... طلاق رجعی میں مطلقہ کیلئے زیب و زینت کا حکم ..... ۱۶۳  
 162 ..... رجوع کے بعد تین طلاقوں کے مالک ہونے کا حکم ..... ۱۶۴  
 163 ..... اپنی بیوی سے کہنا کہ تو میرے لئے حرام ہے ..... ۱۶۵

### طلاق ثلاثہ کا بیان

- 164 ..... ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے کا شرعی حکم ..... ۱۶۶  
 165 ..... غیر مدخولہ پر طلاق ثلاثہ واقع ہونے کا حکم ..... ۱۶۷  
 166 ..... غیر مدخولہ پر طلاق ثلاثہ واقع ہونے کی دو صورتیں ..... ۱۶۸  
 167 ..... ایک ہی لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دینے کا حکم ..... ۱۶۹  
 169 ..... حدیث رکناہ اور طلاق ثلاثہ ..... ۱۷۰  
 171 ..... طلاق مغالطہ ..... ۱۷۱  
 171 ..... طلاق ثلاثہ کے بعد ایک ساتھ رہنے کا حکم ..... ۱۷۲



- 173 ..... ایک لفظ میں بولی گئی طلاق ثلاثہ کا حکم
- 174 ..... طلاق ثلاثہ کے بارے میں غیر مقلدین کی ہٹ دھرمی

### طلاق مکروہ کا بیان

- 177 ..... زبردستی طلاق دلوانے کا حکم
- 179 ..... طلاق مکروہ سے بچنے کیلئے تبدیلی مسک کا حکم
- 179 ..... زبردستی طلاق دلوانے کا حکم
- 180 ..... قتل کرنے کی دھمکی دے کر طلاق دلوانے کا حکم

### طلاق معلق کا بیان

- 182 ..... طلاق معلق کی مختلف صورتیں
- 184 ..... طلاق معلق بالوقت کا حکم
- 185 ..... طلاق معلق اور تعلیق کو زبردستی ختم کرنے کا حکم
- 186 ..... تین فور سے طلاق معلق کا حکم
- 189 ..... طلاق معلق کو باطل کرنے کا حکم
- 190 ..... طلاق مغالطہ معلقہ سے بچنے کا حیلہ
- 192 ..... طلاق معلقہ مغالطہ سے بچنے کی صورت
- 193 ..... طلاق معلق کی ایک صورت
- 194 ..... قطع تعلق اور وقوع طلاق کا حکم
- 195 ..... کسی کے نکاح کے ثبوت اور عدم ثبوت پر طلاق معلق کا حکم

## خلع کا بیان

- 189 ..... خلع کی درست صورت ..... 189
- 199 ..... خلع میں مال لینے کا حکم ..... 190
- 200 ..... خلع اور مال مکروہ ..... 191

## عدت کا بیان

- 202 ..... عدت کہاں گزاری جائے؟ ..... 192
- 203 ..... عدت کی چند پابندیاں ..... 193
- 203 ..... معتدہ کا سرمہ و تیل لگانے اور غیر محرم سے بات کرنے کا حکم ..... 194
- 204 ..... زمانہ عدت کا خرچہ کتنا اور کس پر واجب ہے؟ ..... 195
- 205 ..... زمانہ عدت کا خرچ اور مکان کس کے ذمہ ہے؟ ..... 196
- 205 ..... عدت والی کیلئے گھر سے نکلنے اور نہ نکلنے کی صورتیں ..... 197
- 206 ..... عمر حیض میں انقطاع حیض اور عدت ..... 198
- 207 ..... نو مسلم منکوحہ کی عدت کا حکم ..... 199
- 209 ..... رخصتی سے قبل، مقتول کی بیوہ کی عدت کا حکم ..... 200
- 210 ..... حاملہ کی عدت کا حکم ..... 201
- 210 ..... نامرد کی طلاق کی عدت کا حکم ..... 202
- 211 ..... معتدہ کا زیباش کرنا اور نکاح میں شرکت ..... 203
- 212 ..... عدت میں سر سے پردہ کرنے کا حکم ..... 204
- 212 ..... عدت میں دیور وغیرہ سے پردہ ..... 205

213 ..... ۲۰۶ - عدت میں نکاح کرنے والی اور اس کو جائز سمجھنے والوں کا حکم

### حلالہ کا بیان

214 ..... ۲۰۷ - حدیث سے حلالہ کا ثبوت

216 ..... ۲۰۸ - حلالہ کی تعریف

216 ..... ۲۰۹ - حلالہ کی نیت سے نکاح کرنا

217 ..... ۲۱۰ - اعلانیہ نکاح حلالہ کرنے کا حکم

218 ..... ۲۱۱ - حلالہ کی چند صورتیں

221 ..... ۲۱۲ - حرمت لہدی والی مطلقہ سے حلالے کا حکم

### 3 ..... کتاب الحقوق

### حقوق العباد کا بیان

222 ..... ۲۱۳ - حقوق اللہ کی ادائیگی اور حقوق العباد میں کوتاہی

225 ..... ۲۱۴ - دوسرے کا حق مارنے کی مذمت، اپنا حق لینے کا حکم

226 ..... ۲۱۵ - والدین کی خدمت اور بیوی بچوں کی ان سے علیحدگی

228 ..... ۲۱۶ - مطلقہ ماں اور باپ کے حقوق

229 ..... ۲۱۷ - والدین کا اولاد کے مال میں تصرف اور ہبہ کی ہوئی چیز کی واپسی کا حکم

230 ..... ۲۱۸ - ولدیت کو بدلنے کا حکم

230 ..... ۲۱۹ - تربیت اولاد اور والدین کی ذمہ داری

231 ..... ۲۲۰ - مرحوم پر بے عمل اہل و عیال کا وبال

- 232 ..... ۲۲۱۔ تادیب کیلئے دوسرے کی اولاد کو مارنے کا حکم
- 232 ..... ۲۲۲۔ بہن کو بہن تسلیم نہ کرنے کا حکم
- 234 ..... ۲۲۳۔ یتیم کی سرپرستی کا حکم
- 234 ..... ۲۲۴۔ دوسروں کے متعلق غلط گمان رکھنا
- 235 ..... ۲۲۵۔ موجودہ دور میں غلام اور باندی بنانے کا حکم
- 236 ..... ۲۲۶۔ جہاد کی تعریف نیز کفار سے ہاتھ آنے والے مال کا حکم
- 237 ..... ۲۲۷۔ ذات و قبیلے
- 238 ..... ۲۲۸۔ غیر مسلم کو دعوت دینا اور اسکی دعوت قبول کرنے کا حکم
- 239 ..... ۲۲۹۔ تارکین فرائض سے تعلقات منقطع کرنے کا حکم
- 240 ..... ۲۳۰۔ حاملہ کو طلاق اور نو مولود کی پرورش کا حکم
- 241 ..... ۲۳۱۔ طلاق کی صورت میں بچوں کی پرورش کا بالترتیب حقدار کون؟
- 242 ..... ۲۳۲۔ بد عقیدہ باپ کی طرف اولاد لوٹانے کا حکم
- 242 ..... ۲۳۳۔ جو پچھ ختنہ کیا ہوا پیدا ہوا اس کی دوبارہ ختنہ کا حکم
- 243 ..... ۲۳۴۔ اولاد کو غیر مسلم ماں کے حوالے کرنے کا حکم
- 244 ..... ۲۳۵۔ بہہ کر کے واپس لینے کا حکم

## میاں بیوی کے حقوق

- 246 ..... ۲۳۶۔ بیوی کے نفقہ اور سامان جینز کی ملکیت کا حکم
- 247 ..... ۲۳۷۔ از خود ناراض ہو کر جانے والی بیوی اور مطالبہ خرچ
- 248 ..... ۲۳۸۔ سامان جینز کی ملکیت کا حکم
- 249 ..... ۲۳۹۔ رخصتی سے قبل مطلقہ کے مہر اور نفقہ کا حکم

- 249 ..... ۲۴۰ - عورت کا اپنے سر کے ساتھ اکیلے گھر میں رہنا
- 250 ..... ۲۴۱ - والدہ کے کہنے پر بیوی کو مارنا
- 251 ..... ۳۴۲ - بیوی کو ماں کہنے کا حکم
- 251 ..... ۲۴۳ - ماں کے کہنے پر طلاق دینے کا حکم
- 252 ..... ۲۴۴ - معذور شوہر سے، بیوی کا طلاق طلب کرنا
- 253 ..... ۲۴۵ - شوہر یا بیوی کے مرنے کے بعد ایک دوسرے کو دیکھنے اور چھونے کا حکم
- 254 ..... ۲۴۶ - طلاق کی صورت میں سامان جہیز کی ملکیت کا حکم
- 255 ..... ۲۴۷ - شوہر کی طرف سے ملنے والے سامان کی ملکیت کا حکم
- 256 ..... ۲۴۸ - میسکے میں بیوی کے نفقہ (خرچ) کا ذمہ دار کون؟
- 257 ..... ۲۴۹ - عورت کی فطرت
- 258 ..... ۲۵۰ - محمد! نام رکھنے کی نیت اور اسکی برکات

#### 4 ..... کتاب البیوع

#### تجارت کا بیان

- 260 ..... ۲۵۱ - بیع کی تعریف اور بیع در بیع کا حکم
- 261 ..... ۲۵۲ - تجارت میں منافع کی حد
- 262 ..... ۲۵۳ - سودا نہ ہونے کی صورت میں بیانہ کی رقم کا حکم
- 263 ..... ۲۵۴ - ادھار میں زیادہ قیمت پر بیچنے کا حکم
- 264 ..... ۲۵۵ - بیع (بیچنے والی چیز) کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا
- 266 ..... ۲۵۶ - مکان کی زمین بیچنا اور ملبہ نہ بیچنے کا حکم

- 268 ..... ۲۵۷۔ فلیٹ پر قبضہ سے پہلے اسے بیچنے کا حکم
- 269 ..... ۲۵۸۔ کھڑی فصل کو بیچنے کا حکم
- 270 ..... ۲۵۹۔ کھیت ہٹائی پر دینے کا حکم
- 270 ..... ۲۶۰۔ قسطوں پر بیچنے اور خریدنے کا حکم
- 271 ..... ۲۶۱۔ معاہدے سے انحراف کا حکم
- 275 ..... ۲۶۲۔ تجارت بڑھانے کیلئے انعامی کوپن جاری کرنا
- 275 ..... ۲۶۳۔ انعام کا لالچ دے کر قرض لینے کا حکم
- 276 ..... ۲۶۴۔ زمین ہٹائی پر دینے کا حکم
- 278 ..... ۲۶۵۔ سامان کھیل کی تجارت کا حکم
- 278 ..... ۲۶۶۔ مشکوک ذرائع آمدنی کا حکم
- 279 ..... ۲۶۷۔ مشترکہ کاروبار پھر الگ الگ ہونے کا حکم
- 280 ..... ۲۶۸۔ قرض یا عطیہ کو واپس لینے کا حکم

### مضاربت کا بیان

- 282 ..... ۲۶۹۔ شرائط مضاربت ..... [WWW.NAFSEISLAM.COM](http://WWW.NAFSEISLAM.COM)
- 284 ..... ۲۷۰۔ بیع مضاربت میں نفع معین کرنا
- 285 ..... ۲۷۱۔ مضاربت میں فریق ثالث کی رائے کا حکم
- 286 ..... ۲۷۲۔ مضاربت میں دونوں طرف نقصان برداشت کرنے کا حکم

### شفعہ کا بیان

- 288 ..... ۲۷۳۔ حق شفیعہ کی شرائط

290 ..... ۲۷۴۔ شفعہ سے بچنے کیلئے حیلے سے زمین بچنے کا حکم

## سود کا بیان

291 ..... ۲۷۵۔ سودی رقم کا حکم

292 ..... ۲۷۶۔ بینک کو سود کا اڑھ کننے کا حکم

293 ..... ۲۷۷۔ پی، ایل، ایس سے منافع اور غیر ملکی اداروں کو زکوٰۃ دینا

294 ..... ۲۷۸۔ سودی کاروبار کرنے والی کمپنیوں سے شراکت

295 ..... ۲۷۹۔ جی، پی فنڈ پر سود اور پنشن کی خرید و فروخت کا حکم

297 ..... ۲۸۰۔ جی پی فنڈ پر لگنے والے سود کا حکم

299 ..... ۲۸۱۔ پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ

300 ..... ۲۸۲۔ کے ڈی اے ملازمین کا پراویڈنٹ فنڈ

302 ..... ۲۸۳۔ بیسی کی رقم میں کمی و زیادتی کا حکم

303 ..... ۲۸۴۔ انشورنس کمپنی سے ملنے والے کمیشن کا حکم

304 ..... ۲۸۵۔ سیونگ سرٹیفیکیٹ کی شرعی حیثیت

305 ..... ۲۸۶۔ ہاؤس بلڈنگ کا قرض اور واپسی کا طریقہ

307 ..... ۲۸۷۔ تاج کمپنی سے ملنے والے منافع اور اس کی مطبوعات کا حکم

308 ..... ۲۸۸۔ انعامی بانڈ کو زیادتی کے ساتھ پھنایا خریدنا

308 ..... ۲۸۹۔ لاٹری کی شرعی حیثیت

310 ..... ۲۹۰۔ پی، ایل، ایس سے منافع اور غیر ملکی اداروں کو زکوٰۃ دینا

311 ..... ۲۹۱۔ سودی کاروبار کرنے والی کمپنیوں سے شراکت

## رشوت کا بیان

- ۲۹۲۔ رشوت کی تعریف ..... 313
- ۲۹۳۔ نوکری کیلئے رشوت دینا ..... 315
- ۲۹۴۔ غیر مسلم سے رشوت لینے کا حکم ..... 316
- ۲۹۵۔ قلیل آمدنی کی وجہ سے رشوت لینے کا حکم ..... 316
- ۲۹۶۔ حصول ملازمت کیلئے رشوت دینا ..... 318

## ملازمت کا بیان

- ۲۹۷۔ معاہدہ ملازمت ..... 319
- ۲۹۸۔ معاہدے کی اہمیت ..... 320
- ۲۹۹۔ ملازمت اور پابندی وقت ..... 322
- ۳۰۰۔ بینک میں ملازمت کا حکم ..... 323
- ۳۰۱۔ بینک کے ملازم کی تنخواہ کا حکم ..... 324
- ۳۰۲۔ بینک ملازم کے یہاں دعوت میں شرکت کا حکم ..... 325
- ۳۰۳۔ انشورنس کمپنی میں کام کرنا ..... 326
- ۳۰۴۔ سود کی کتابت اور ملازمت ..... 327
- ۳۰۵۔ ملازمت میں ناجائز کام کرنا ..... 327
- ۳۰۶۔ داڑھی اور ملازمت ..... 328
- ۳۰۷۔ قرض کی وصولی کیلئے کمیشن پر ملازم رکھنے کا حکم ..... 329
- ۳۰۸۔ بروکر! کی اجرت سے ملازمین کو کمیشن دینے کا حکم ..... 329



- 330 ..... مع تنخواہ طویل رخصت کا حکم ..... ۳۰۹
- 331 ..... کمپنی کی اجازت کے بغیر اور ٹائم کا معاوضہ لینا ..... ۳۱۰
- 332 ..... اصل ڈیوٹی چھوڑ کر دوسری ڈیوٹی کی تنخواہ کا حکم ..... ۳۱۱
- 332 ..... مخلوط سرمایہ رکھنے والی کمپنی میں ملازمت کا حکم ..... ۳۱۲
- 334 ..... دفتر وغیرہ سے بلا اجازت ٹیلیفون کرنا ..... ۳۱۳
- 335 ..... یونس اور چھٹیوں کی تنخواہ کا حکم ..... ۳۱۴

## 5 ..... کتاب الحدود

### حدود کا بیان

- 337 ..... قاتل اور قتل کروانے والے کا حکم ..... ۳۱۵
- 338 ..... غیر ارادی قتل کا کفارہ ..... ۳۱۶
- 339 ..... قصاص صرف تلوار سے لینے کا حکم ..... ۳۱۷
- 343 ..... بلاوجہ کافر کو قتل کرنے کا حکم ..... ۳۱۸
- 343 ..... ضارب و مضروب کیلئے حکم ..... ۳۱۹
- 344 ..... رجم و سنگسار کا بیان ..... ۳۲۰
- 346 ..... حد قذف ..... ۳۲۱
- 347 ..... تہمت لگانے والے کیلئے شرعی حکم ..... ۳۲۲
- 348 ..... جانور کے ساتھ بد فعلی ..... ۳۲۳

## قسم اور گواہی کا بیان

- 350 ..... ۳۲۴۔ حلف پر فیصلہ صادر کرنا۔
- 351 ..... ۳۲۵۔ صرف دعویٰ پر فیصلہ صادر کرنے کا حکم۔
- 352 ..... ۳۲۶۔ خدا اور رسول! کو حاضر و ناظر کہہ کر جھوٹی گواہی دینا۔
- 353 ..... ۳۲۷۔ ایفائے عہد۔
- 354 ..... ۳۲۸۔ قسم کا بیان۔
- 354 ..... ۳۲۹۔ جھوٹی قسم کا حکم۔
- 355 ..... ۳۳۰۔ عمل مستقبل کیلئے کھائی جانے والی قسم کا حکم۔
- 356 ..... ۳۳۱۔ امین (امانت دار) سے چوری ہونے والے مال کے تاوان کا حکم۔
- 357 ..... ۳۳۲۔ امانت ضائع ہونے پر امین سے تاوان لینے کا حکم۔

## 6 ..... کتاب الفرائض

### زندگی میں تقسیم وراثت کا بیان

- 358 ..... ۳۳۳۔ زندگی میں تقسیم وراثت کے بارے میں اصول۔
- 361 ..... ۳۳۴۔ زندگی میں تقسیم وراثت اور وراثت کو قبضہ دینے کا حکم۔
- 361 ..... ۳۳۵۔ اپنی اولاد میں سے کسی کو دینا اور کسی کو نہ دینے کا حکم۔
- 362 ..... ۳۳۶۔ نافرمان اولاد کو میراث سے محروم کرنے کا حکم۔
- 363 ..... ۳۳۷۔ عاق! کی شرعی حیثیت۔
- 364 ..... ۳۳۸۔ مورث کا برابر تقسیم نہ کرنا۔

## وصیت کا بیان

- 366 ..... ۳۳۹۔ مرحوم کی وصیت کی شرعی حیثیت
- 368 ..... ۳۴۰۔ تقسیم وراثت اور متوفی کی وصیت پر عمل
- 369 ..... ۳۴۱۔ وارث کیلئے وصیت کا حکم
- 370 ..... ۳۴۲۔ وراثت میں وقف اور وصیت کا فرق
- 372 ..... ۳۴۳۔ تقسیم وراثت میں ہبہ اور وصیت کا حکم
- 374 ..... ۳۴۴۔ وقف کیلئے کی گئی وصیت کا حکم
- 375 ..... ۳۴۵۔ مکان کی پرانی اور نئی قیمت سے ترکہ پانے کا حکم
- 376 ..... ۳۴۶۔ کسی کے پلاٹ پر قبضہ رکھ کر وراثت پانے کا حکم

## تقسیم وراثت کی مختلف صورتوں کا بیان

- 377 ..... ۳۴۷۔ تقسیم وراثت کی مختلف صورتوں کا بیان
- 379 ..... ۳۴۸۔ تقسیم وراثت کی صورتیں اور اصول

## ورثاء کے حقوق کا بیان

- 399 ..... ۳۴۹۔ تقسیم وراثت میں مساوات کا حکم
- 400 ..... ۳۵۰۔ حق وراثت کس کس کو حاصل ہے؟
- 402 ..... ۳۵۱۔ تقسیم وراثت میں ورثاء کو بتدریج حصے دینے کا حکم

- 404 ..... ۳۵۲۔ کسی وارث کا حق روکنے کا حکم
- 406 ..... ۳۵۳۔ دادا کی وراثت میں پوتے کا حق
- 406 ..... ۳۵۴۔ تقسیم وراثت میں ورثاء کی رضامندی کا حکم
- 409 ..... ۳۵۵۔ کسی کے ترکہ پر ناجائز قبضہ کرنے کا حکم
- 411 ..... ۳۵۶۔ ورثاء میں سے کسی وارث کے حق پر ناجائز قبضے کا حکم
- 412 ..... ۳۵۷۔ حق وراثت اور ملکی قوانین
- 414 ..... ۳۵۸۔ اختلاف ملک اور حق وراثت
- 416 ..... ۳۵۹۔ سوتیلی اولاد میں تقسیم وراثت
- 418 ..... ۳۶۰۔ وراثت میں سوتیلی اولاد کا حق
- 418 ..... ۳۶۱۔ لے پالک کا ترکہ میں حصہ
- 420 ..... ۳۶۲۔ مرحوم کی ملکیت میں آنے والی تمام چیزوں کی تقسیم کا حکم
- 421 ..... ۳۶۳۔ بیوی کے ترکہ میں شوہر کا حصہ
- 422 ..... ۳۶۴۔ مجنونہ بیوی کا ترکہ حاصل کرنے کا حکم نیز ولی کی ترتیب
- 423 ..... ۳۶۵۔ گھڑی والی چیز میں ورثاء کا حق
- 424 ..... ۳۶۶۔ گھڑی اور ترکہ ..... WWW.NAFSEISLAM.COM
- 425 ..... ۳۶۷۔ وراثت میں باپ اور بھائی کے ورثہ کا حکم
- 426 ..... ۳۶۸۔ بھائی اور نواسے کی وراثت کا حکم

## متفرقات .....7

- 428 ..... ۳۶۹۔ کعبہ کی شبیہ اور اس کا احترام

- 429 ..... غیر مسلم کو سلام کا جواب دینے کا حکم - ۳۷۰
- 430 ..... دین اور دنیا کے بارے میں دوسروں کو آئیڈیل بنانا - ۳۷۱
- 431 ..... بغیر تعلیم کے معالج بننے کا حکم - ۳۷۲
- 433 ..... علم جفر اور دیگر علوم - ۳۷۳
- 435 ..... پیوں کو لکھنا سکھانے کا حکم - ۳۷۴
- 435 ..... طلبہ کیلئے سفری رعایتی کارڈ - ۳۷۵
- 436 ..... کرکٹ وغیرہ کھیلنے اور دیکھنے کا حکم - ۳۷۶
- 437 ..... وصیت نامہ کی شرعی حیثیت - ۳۷۷
- 438 ..... جسم پر انٹ سیاہی سے نام وغیرہ کندہ کروانا - ۳۷۸
- 439 ..... سیاہ خضاب لگانے کا حکم - ۳۷۹
- 440 ..... گناہ کی تعریف - ۳۸۰
- 440 ..... جادو اور بے مقصد علم حاصل کرنے کا حکم - ۳۸۱
- 442 ..... بسم اللہ کے بجائے اسکے اعداد لکھنے کا حکم - ۳۸۲
- 443 ..... میت پر رونے کا حکم - ۳۸۳
- 444 ..... نماز کے بعد مصافحہ کا حکم - ۳۸۴
- 448 ..... امام زین العابدین کو امام ماننے کا حکم - ۳۸۵
- 448 ..... باہر کے لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانا - ۳۸۶
- 450 ..... حالت نماز میں دونوں ہاتھوں سے کپڑا وغیرہ درست کرنا - ۳۸۷
- 451 ..... اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت کا حکم - ۳۸۸
- 452 ..... مسافر کیلئے قصر کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ - ۳۸۹
- 452 ..... کچھ پونجی رکھنے والوں کیلئے زکوٰۃ کا حکم - ۳۹۰

- 453 ..... ۳۹۱۔ کھڑے کھڑے کھانے پینے کا حکم
- 454 ..... ۳۹۲۔ حج بدل سے حاجی کملوانے کا حکم
- 455 ..... ۳۹۳۔ امامت اور مذہبی پابندیاں
- 455 ..... ۳۹۴۔ برتن وغیرہ پر نام لکھوا کر تحفے میں دینا
- 456 ..... ۳۹۵۔ منٹ! کی نماز جنازہ کا حکم
- 457 ..... ۳۹۶۔ بدوق سے کئے گئے شکار کا حکم
- 458 ..... ۳۹۷۔ عورت کی حکمرانی اور مجرم کو شہید کہنا
- 459 ..... ۳۹۸۔ عصبیت پھیلانے والوں سے تعاون کا حکم
- 460 ..... ۳۹۹۔ ناصح! کو نصیحت کا ثواب
- 461 ..... ۴۰۰۔ لقطہ (گری پڑی چیز) کو اٹھانے کا حکم
- 461 ..... ۴۰۱۔ مسجد میں دوبارہ جماعت کرانے کا حکم

## ماخذ و مراجع

WWW.NAESEISLAM.COM

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

## ماخذ و مراجع

کرمانی	مسلم شریف	القرآن
ارشاد الساری	ترمذی شریف	ترجمہ (کنز الایمان)
نووی شرح مسلم	سنن ابو داؤد	تفاسیر
کتاب الاذکار للامام نووی	سنن ابن ماجہ	کبیر
مرقات شرح مشکوٰۃ	سنن نسائی	ابن کثیر
اشعة اللمعات	سنن دارمی	تفسیر صاوی
شفاء السقام فی زیارة خیر الانام	مشہد امام احمد بن حنبل	تفسیر خازن
فقہ و اصول فقہ	مشکوٰۃ المصابیح	تفسیر مدارک
فتاویٰ قاضی خان	مؤطا امام محمد	جلالین
فتاویٰ ہزازیہ	مؤطا امام مالک	روح المعانی
خلاصۃ الفتاویٰ	طحاوی شریف	روح البیان
بدائع الصنائع	مصنف عبد الرزاق	خزان العرفان
منک	مصنف ابن ابی شیبہ	تفسیر فتح القدیر
ہدایہ	الجامع الکبیر للسیوطی	بیضاوی
کنز الدقائق	طبرانی	تفسیرات احمدیہ
نور الایضاح	الیسہقی	الاتقان فی علوم القرآن
تنویر الابصار	شروحات حدیث	حدیث
در مختار	عینی شرح بخاری	بخاری شریف
رد المختار (شامی)	فتح الباری	

تمیین الحقائق

حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار

مراقی الفلاح

حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح

فتح القدیر

بحر الرائق

درر شرح غرر

ملتقى البحر

مجمع الاظهر

فتاوی السندیہ (عالمگیری)

در ملتقى

مینیة المصلی

غنیة المتملی

عنایہ

فتاوی عزیزیه

فتاوی رضویہ

بہار شریعت

فتاوی رشیدیہ

نور الانوار

مسلم الثبوت

فواتح الرحموت

مختصر المعانی (علم المعانی)

ضیاء القلوب فی لباس المحبوب

## متفرق کتب

حصن حصین

اسد الغابۃ فی سیرۃ الصحابة

سیرت حلبی

شرح عقائد

شرح نبراس

شرح مواقف

سیرت حلبیہ

قصیدہ بردہ شریف

شفاء شریف

شفاء السائل

سبحان السبوح عن الکذب

المقبوح

الخصائص الجبرای

جذب القلوب الی دیار المحبوب

کشف القناع عن اصول السماء

مستطاب سیر الاولیاء

قصیدۃ العثمان

حسام الحرمین

مدارج النبوة

تطہیر الجنان

نیل الاوطار

قصیدہ امام زین العابدین

الدر الثمن

فیصلہ ہفت مسئلہ

کتاب التعریفات

شرح فقہ اکبر

تاریخ الخلفاء

احکام شریعت

حدائق بخشش

الحجۃ الفاتحہ

جاء الحق

ارمغان حجاز

ملفوظات شاہ محمد الیاس

تحذیر الناس

براہین قاطعہ

حفظ الایمان

تقویۃ الایمان



# کتاب النکاح

## مُحَرَّمَاتِ کَابِیَان

### مَحْرَم کی تعریف

الاستفتاء:

WWW.NAFSEISLAM.COM

جناب مفتی صاحب!

شریعت کی نظر میں محرم کسے کہتے ہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

سائل: محمد ذیشان صدیقی، گلشن بہار، اورنگی ٹاؤن، کراچی

الجواب:

ایسے رشتہ دار، جن سے ہمیشہ نکاح حرام ہے، انہیں محرم کہا جاتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## دو سگی بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ایک آدمی کے عقد میں دو سگی بہنیں ہیں اور وہ دونوں زندہ اپنے شوہر کے عقد میں ہیں اور ان سے اولادیں بھی ہیں۔ ان دونوں عورتوں کے والدین بھی ایک ہی ہیں، یعنی سوتیلے پن کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان دونوں بہنوں کی اولاد میں سے ایک لڑکی کا رشتہ طے ہو گیا ہے، اسکی شادی میں جن شادی شدہ لوگوں نے شرکت کی آیا ان لوگوں کا نکاح ٹوٹ جائے گا یا قائم رہے گا؟

سائل: محمد شوکت، نار تھ ناظم آباد، کراچی

الجواب:

قرآن کریم میں ہے:

وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ

(سورة (۲) النساء، آیت: ۲۳)

اور دو بہنیں اکٹھی کرنا (یعنی حرام کر دیا گیا ہے نکاح میں دونوں بہنوں کا جمع کرنا) (کنز الایمان)

اس شخص کو فوراً دوسری بہن کو جدا کر دینا چاہیے اور جب تک یہ اسے جدا نہ کر دے، اس وقت تک اسے اپنی بیوی سے صحبت کرنا حرام ہے۔ جس بہن سے پہلے نکاح ہوا وہ صحیح ہے دوسری سے نکاح باطل اور حرام قطعی ہے۔ ان دونوں بہنوں سے اس شخص کی جو اولاد ہوئی ان کا نسب اس سے بہر حال ثابت ہو جائے گا۔ فتاویٰ شامی میں ہے:

ان الدخول فی النکاح الفاسد موجب للعدة وثبوت النسب ومثل له فی البحر هناك بالتزویج بلا شهود وتزوج الاختین معاً

(جلد (۲) کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب عدة المنکوحة الخ، صفحہ: ۶۵۹،

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اگر نکاح فاسد میں وطی کی گئی تو عدت واجب ہو جائے گی اور نسب بھی ثابت ہو جائے گا ایسا ہی بحر میں ہے

مزید یہ کہ اگر بغیر گواہوں کے نکاح ہو یا دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کیا تو دخول سے عدت اور نسب ثابت ہو جائیں گے۔

اس شخص نے جس لڑکی کی شادی کی وہ جائز تھی۔ لہذا جن لوگوں نے اسکی شادی میں شرکت کی وہ بھی جائز ہوئی، انکے نکاح کے منقطع ہونیکا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

## دو سگی بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کا حکم

الاستفتاء:

محترم مفتی صاحب!

زید کی شادی نسیم سے عرصہ چار سال قبل ہوئی تھی۔ اب زید نے نسیم کی سگی بہن حلیمہ سے بھی نکاح کر لیا ہے۔ اس طرح دونوں سگی بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھے ہوئے ہے۔

(۱) کیا نسیم کا نکاح زید کے ساتھ باقی رہایا منسوخ ہو گیا؟

(۲) کیا حلیمہ کا نکاح زید سے جائز ہے یعنی وہ دونوں بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھ سکتا ہے؟

(۳) جن صاحب نے نکاح پڑھایا وہ مسجد کے پیش امام ہیں۔ ان کے علم میں ہے کہ زید کی دونوں

بیویاں سگی بہنیں ہیں۔ ان پیش امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

سائل: محمد جمالی، عثمان، کورنگی، کراچی

الجواب:

صورت مسئلہ میں زید کا اپنی بیوی کی موجودگی میں اسکی سگی بہن اور اسی طرح باپ میں شریک بہن اور ماں میں شریک بہن، ان تینوں سے نکاح حرام ہے۔ قرآن کریم نے اس جمع کرنے کو حرام قرار دیا ہے:

وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ

(سورة (۴) النساء، آیت: ۲۳)

اور نکاح میں دو بہنیں اکٹھی کرنا (حرام ہے) (کنز الایمان)

جس شخص نے یہ جانتے ہوئے کہ پہلی بیوی کی موجودگی میں، اسکی بہن سے نکاح کر رہا ہے، نکاح پڑھایا بلکہ جو لوگ اس نکاح کو جائز سمجھ کر اس میں شریک ہوئے، ان سب پر لازم ہے کہ بالا اعلان توبہ کریں اور اپنے نکاح بھی دوبارہ کریں۔ نکاح کرنے والے کی پہلی بیوی کا نکاح بھی اس صورت میں منسوخ ہو گیا، جب کہ بیوی کی بہن کے نکاح کو جائز جان کر نکاح کر لیا تھا۔ لہذا اس پر فرض ہے کہ دوسری بہن جس کا نکاح باطل تھا، فوراً جدا کرے پھر بالا اعلان توبہ کرے اور پہلی بیوی سے دوبارہ نکاح کرے۔ جب تک یہ سب کام نہ کرے اس وقت تک اہل محلہ رشتہ دار اور دوسرے مسلمان اس سے اپنے تعلقات منقطع کر لیں، اس سے مانا جلنا چھوڑ دیں۔ ورنہ یہ بھی گناہ میں شریک ہوں گے۔ اور جب تک وہ امام جس نے نکاح پڑھایا بالا اعلان توبہ نہ کرے اور اگر شادی شدہ ہے تو دوبارہ نکاح نہ کرے، اس وقت تک اس کے پیچھے نماز باطل ہے۔

## سگی خالہ سے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
حقیقی خالہ سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ نیز اس نکاح کی اگر انتہائی قلبی خواہش ہو تو کیا کوئی ممکنہ صورت جواز نکل سکتی ہے؟ امید ہے تسلی بخش جواب دیں گے۔

سائل : یوسف مرزا، ایم اے جناح روڈ، کراچی

الجواب :

قرآن کریم میں ہے :

وخلتکم

(سورة (۴) النساء، آیت : ۲۳)

اور تمہاری خالائیں (تم پر حرام کر دی گئیں) (کنز الایمان)

لہذا صورت مسئلہ میں یہ شادی نہیں ہو سکتی اور جواز کی قطعاً کوئی ممکنہ صورت نہیں۔ کیونکہ سگی خالہ

سے نکاح ناجائز و حرام ہے۔ اس کو جو حلال سمجھے گا، وہ کافر ہو جائے گا۔

## پھوپھی سے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
پھوپھی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

سائل : مولوی غلام قادر خطیب ابراہیمی مسجد، کراچی

الجواب :

پھوپھی کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) باپ کی حقیقی بہن (۲) باپ کی ماں شریک بہن (۳) باپ کی باپ شریک بہن۔

ان تینوں سے نکاح حرام ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے :

وَعَمَتُكُمْ

(سورة (۴) النساء : آیت : ۲۳)

یعنی تمہاری پھوپھیاں (تم پر حرام ہیں) (کنز الایمان)

لہذا کوئی شخص اپنی پھوپھی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ محل نکاح نہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

## سویتی خالہ سے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

زبیدہ اور روپنہ کے والد ایک ہیں اور دونوں کی والدہ الگ الگ ہیں۔ کیا زبیدہ کے لڑکے فاروق سے روپنہ

کی شادی یعنی سویتی خالہ سے شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں۔

سائل : محمد، قصر ارشاد منزل، نیا آباد، کراچی

الجواب :

قرآن کریم میں محرمات (وہ عورتیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے) کے ذکر میں فرمایا:

”وخلتکم“

(سورة (۲) النساء: آیت: ۲۳)

اور تمہاری خالائیں بھی حرام ہیں۔

خالائیں تین قسم کی ہوتی ہیں۔

(۱) ماں کی سگی بہن (۲) ماں کے باپ میں شریک بہن (۳) ماں کی ماں میں شریک بہن، جن کے باپ

الگ الگ ہوں۔ تینوں قسم کی خالائیں حرام ہیں۔ لہذا صورت مسئلہ میں زہیدہ کے لڑکے کی شادی روپنہ سے نہیں ہو سکتی

ہے۔ یہ اسکی خالہ ہے اور وہ اس کیلئے حرام ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## چار سے زیادہ بیویوں اور باندیوں کا حکم

الاستفتاء :

محترم جناب مفتی صاحب!

جناب عالی دریافت طلب امر یہ ہے کہ چار بیویوں سے زیادہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور باندیوں کی تعداد کے

بارے میں کیا حکم ہے؟ نیز باندی سے بغیر نکاح ہم بستری کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ جواب دیکر مشکور فرمائیں۔

سائل: بندہ خدا

الجواب :

ایک شخص ایک وقت میں چار بیویاں رکھ سکتا ہے، اس سے زیادہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ باندیوں کیلئے کوئی

پابندی نہیں جتنی چاہے خرید سکتا تھا یا مال غنیمت سے حصہ میں آجائیں۔ جس سے چاہے صحبت کر سکتا تھا۔ یہ حکم اس لئے

ختم ہو گیا ہے کہ اب کہیں جماد ہوتا ہے نہ مال غنیمت ملتا ہے اور نہ ہی باندیاں ہاتھ آتی ہیں۔ بعض ملکوں میں اب بھی کچھ

عورتوں کو باندی بنا کر بچھا جاتا ہے مگر وہ باندیاں نہیں ہوتی ہیں۔ بعض ممالک سے لوگ عورتیں بھگا کر لے آتے ہیں اور انھیں بیچ دیتے ہیں، ان کیلئے سیکڑوں برس پہلے ہمارے فقہاء نے لکھ دیا تھا کہ ان کو بغیر نکاح کے ہاتھ لگانا بھی جائز نہیں ہے۔

## نکاح پر نکاح

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ہندہ کا نکاح والدین کی رضا مندی سے زید سے نابالغی کے وقت ہو چکا تھا۔ اب بلوغ کے بعد جب زید بارات لیکر ہندہ کو لینے گیا (شادی کی تاریخ ہندہ کے والدین نے مقرر کی ہوئی تھی) جب بارات پہنچی تو ہندہ کے والدین نے اس کا نکاح عمر سے کر دیا تھا۔ کیا زید کے نکاح میں ہوتے ہوئے ہندہ کا نکاح عمر سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

سائل : علی زمان، آزاد کشمیر

الجواب :

نابالغی کی حالت میں باپ اپنی لڑکی کا نکاح کسی سے کرادے گا تو وہ نکاح لازم ہو جاتا ہے۔ لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد بھی کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے کہ وہ اسکو فسخ کر سکے۔ اور منکوحہ عورت کا نکاح کسی دوسرے سے حرام ہے۔ یہ دوسرا نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے :

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ

(سورة (۴) النساء، آیت : ۲۴)

اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں۔ (کنز الایمان)

لہذا ہندہ کا نکاح جس دوسرے شخص سے کیا گیا ہے، وہ باطل ہے۔ ان میں فوراً جدائی کروادینا لازم ہے ہندہ اپنے پہلے شوہر کی منکوحہ ہے اور اسی کی رہے گی۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## نکاح رجسٹرڈ کی شرعی حیثیت

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ :

زید اور خالد کا نکاح بالترتیب ہندہ اور فریدہ سے ہوا۔ قاضی صاحب نے گواہان، وکلاء اور مجلس عام کی موجودگی میں نکاح پڑھایا۔ زید کی بیوی ہندہ کی رخصتی ہو گئی جبکہ خالد کی بیوی فریدہ کی رخصتی بعد میں ہونا طے پائی۔ جب مدت معینہ کے بعد خالد کی طرف سے رخصتی کا مطالبہ ہوا تو فریدہ کے سر پرستوں نے اس رشتہ اور رخصتی سے انکار کر دیا۔ اور اب وہ اس لڑکی کا رشتہ کسی اور جگہ کر دینا چاہتے ہیں۔ لڑکی کے رشتہ داروں کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ نکاح کی اطلاع رجسٹرار کے ہاں نہیں دی گئی تھی۔ لہذا وہ نکاح کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

(۱) آپ شرعی اعتبار سے بتائیں کہ کیا رجسٹرار کے ہاں اندراج نہ کروانے سے نکاح کی شرعی حیثیت متاثر ہوتی ہے اور کیا اس لڑکی کا نکاح کسی اور جگہ ہو سکتا ہے؟

(۲) کیا زید اور ہندہ کا نکاح بھی غیر شرعی تھا اور ہندہ کی رخصتی شرعی اعتبار سے غلط تھی؟ جبکہ ہندہ ایک لڑکے کی ماں بن گئی ہے۔ بیٹنوا و تو جروا

سائل: محمد ماجد خان، پشاور

الجواب :

WWW.NAFSEISLAM.COM

یہ صحیح ہے کہ شریعت کے قواعد کے مطابق بالغ لڑکی کا نکاح، اسکی رضامندی سے کفو میں دو گواہوں کی موجودگی میں اس طرح ایجاب و قبول کروانے سے ہو کہ دو عاقل و بالغ، مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں یہ ایجاب و قبول سن لیں، تو یہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ نکاح صحیح ہونے کیلئے رجسٹرڈ کرنا شرعی ضروری نہیں ہے۔ نکاح رجسٹرڈ کرائے بغیر بھی صحیح ہو جاتا ہے۔ البتہ قانونی طور پر یہ عمل ضروری ہے۔

خالد اور فریدہ کے نکاح کا ثبوت صرف قاضی کے حلفیہ بیان سے نہیں ہوگا۔ وہ دونوں گواہ، جن کے سامنے نکاح ہوا تھا یا دوائیے شخص، جو مجلس نکاح میں شریک تھے، شرعی شہادت دیں تو یہ نکاح ثابت ہو جائے گا۔ جس لڑکی کا نکاح ہو چکا، جب تک اسکو شوہر کی طرف سے طلاق نہ ملے یا اسکا شوہر فوت نہ ہو جائے، اس کا کسی



دوسرے شخص سے نکاح قطعاً حرام ہوگا۔ قرآن کریم میں ہے :  
وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ

(سورة (۴) النساء، آیت ۲۴)

اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں۔ (کنز الایمان)

## بیوی کی موجودگی میں سالی سے نکاح اور بیوی کو طلاق تفویض کرنا

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک شخص اپنی بیوی کی حقیقی بہن کو لے کر فرار ہو گیا۔ اور پھر سالی کے ساتھ نکاح کر لیا اور اس سے دو بچے بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ کیا شخص مذکور کی پہلی بیوی اس کے نکاح میں ہے یا نہیں؟ پہلی بیوی سے جس وقت نکاح ہو رہا تھا، قبل نکاح ایک حلف نامہ تحریر کر کے دیا تھا کہ اگر میں اپنی بیوی کو اطلاع دئے بغیر کہیں چلا جاؤں یا نان و نفقہ سے محروم رکھوں، تین ماہ تک خبر گیری نہ کروں تو تین ماہ کے بعد میری بیوی خود مختار ہوگی۔ چاہے میرے نکاح میں رہے یا نہیں اور اپنی مرضی سے دوسرا نکاح کر لے۔ ایسی صورت میں پہلی بیوی کسی دوسرے شخص سے شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟ بیینوا و توجروا

سائل: سید احمر، کورنگی، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

صورت مسئلہ میں یہ شخص فعل حرام کا مرتکب ہوا ہے۔ اپنی بیوی کی موجودگی میں اس کی بہن سے یعنی اپنی سالی سے اس کا نکاح ہوا ہی نہیں۔ اور اس سے جو بچے پیدا ہوئے ہیں، وہ سب ولد الزنا ہیں۔ اگر واقعی اس شخص نے ایسا حلف نامہ لکھا ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو اس کے مطابق بیوی یہ عمل کر سکتی ہے کہ گواہوں کے سامنے اپنے آپ کو طلاق دے دے اور اس طلاق کی عدت گزارنے کے بعد دوسرے شخص سے شادی کر لے۔

## سوتیلی ساس کے محرم ہونے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ:

میرے سر کی سوتیلی ماں میرے لئے محرم ہے یا نہیں؟ اگر محرم ہے تو مرنے کے بعد کیا میں

اس کو قبر میں اتارنے کا حقدار ہوں یا میت بہوئی ہم سے زیادہ حقدار ہے؟ جبکہ ہمارے محلے کے علماء کہتے ہیں کہ بہوئی نا محرم ہے۔

میرے سر کی دو بیویاں ہیں دوسری بیوی کی لڑکی سے میری شادی ہوئی ہے۔ کیا پہلی والی بیوی

میرے لئے محرم ہے یا نا محرم؟ مرنے کے بعد میں اس کو قبر میں اتار سکتا ہوں یا نہیں؟

مسائل: حاجی رحیم داد خاں، کوہستان، فرید کالونی، کراچی

الجواب:

بیوی کی دادی محرمات میں سے ہے۔ سر کی دوسری بیوی محرمات میں نہیں ہے۔ لہذا مسائل کیلئے

سر کی دوسری بیوی یعنی سوتیلی ساس سے پردہ ہے اور مر جائے تو قبر میں بھی نہیں اتار سکتا۔ سائل اور میت کا

بہوئی بھی محرم نہیں ہے۔ محرم وہ شخص ہوتا ہے، جس سے ہمیشہ نکاح حرام ہو۔ لہذا یہ دونوں شخص میت کو قبر میں نہیں اتاریں گے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

# حرمت مصاہرت

## حرمت مصاہرت کی تعریف

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

WWW.NAFSEISLAM.COM

مسئلہ یہ ہے کہ ایک مرد اور عورت شیطانی بھکاوے میں شہوتاً جذبات سے مغلوب ہو کر بے اختیار ایک دوسرے سے بغلگیر ہو گئے۔ جبکہ ان کی نیت ایسا کرنے کی قطعاً نہ تھی۔ جیسے ہی ان کو غلطی کا احساس ہوا، علیحدہ ہو گئے۔ زنا میں مرتکب نہیں ہوئے۔ اپنے کئے پر نادم ہیں اور توبہ و استغفار اور صدقہ کرنے کیلئے بھی تیار ہیں۔ اب کیا وہ مرد اس عورت کی بیٹی یا بہن سے نکاح کر سکتا ہے؟ جبکہ ان کے درمیان اور کوئی حرمت نکاح والی بات نہیں پائی جاتی۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

سائل: عثمان ایڈووکیٹ، کراچی

## الجواب:

مرد و عورت ایک دوسرے کو شہوت سے چھوڑیں یا ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھیں تو عورت کے اصول و فروع مرد پر حرام ہو جائیں گے۔ اور مرد کے اصول و فروع عورت پر حرام ہو جائیں گے۔ اس کو ”حرمت مصاہرت“ کہتے ہیں۔ احناف کے نزدیک حلال طریقہ پر چھوا ہو یا حرام طریقہ پر، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ اور یہ حرمت ہمیشہ کیلئے ہوگی۔ اس کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا:

وحرم ایضا بالصہریة اصل مزنیته واصل مموسته بشهوة واصل ماسته  
 وناظرة الی ذکره والمنظورة الی فرجها  
 سرالی رشتہ میں زانیہ کے اصول اور جس کو شہوت سے چھوا گیا، اسکے اصول اور شہوت سے چھونے والی کے اصول اور مرد کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھنے والی کے اصول اور وہ عورت، جس کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھا گیا، اسکے اصول حرام ہیں۔  
 علامہ شامی نے فرمایا:

قال فی البحر اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علی  
 اصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسبا  
 ورضاعا كما فی الوطی الحلال

(جلد ۲) کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، صفحہ: ۳۰۳،

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

بحر الرائق میں حرمت مصاہرت کے بارے میں ہے کہ حرمت مصاہرت چار طرح کی ہے۔ کہ زانیہ عورت زانی کے باپ دادا اور اوپر تک اور زانی کے بیٹے اور پوتے اور نیچے تک نسب اور رضاعت میں حرام ہو جاتی ہے اور اسی طرح زانی کیلئے زانیہ کے اصول و فروع نسب اور رضاعت میں حرام ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ جائز وطی میں ہوتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## ساس کو بری نیت سے ہاتھ لگانے والے کے نکاح کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید نے اپنی بیوی کی ماں یعنی اپنی ساس کو شہوت سے چھو لیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا نکاح برقرار رہا یا نہیں؟ اور اگر نکاح فسخ ہو گیا ہو تو کیا اس کی سابقہ بیوی سے اس کے بھائی کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

سائل: محمد اکرم، موسیٰ لین، کراچی

الجواب:

قرآن کریم نے ان عورتوں کو حرام کیا ہے، جن کی ماں کے ساتھ نکاح کر کے وطی کر لی گئی ہو اور شہوت سے چھونا بھی وطی کے حکم میں ہوتا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک یہی حکم ناجائز طریقہ پر وطی کرنے یا شہوت سے چھونے کا ہے۔ لہذا جب بیوی کی ماں کو شہوت سے چھو لیا تو بیوی اسی وقت حرام ہو گئی اور بیوی کی ماں تو پہلے سے ہی حرام تھی۔ اب یہ دونوں ماں بیٹی ہمیشہ کیلئے حرام ہو گئیں کہ ان سے نکاح کی کوئی صورت نہیں ہے۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا اور شامی میں بھی ہے:

ولا فرق فیما ذکر و بین المس و النظر بشهوة بین عمد و نسیان و خطاء

واکراه

(جلد ۲) کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، صفحہ: ۳۰۶،

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

کسی عورت کو شہوت کے ساتھ مس کیا یا دیکھا حرمت ثابت ہو جائے گی اگرچہ یہ کام جان بوجھ کر کیا

ہو، بھولے سے ہو، غلطی سے ہو یا زبردستی کرایا گیا ہو، یعنی ہر صورت میں حرمت ثابت ہو جائے گی۔

اسکی بیوی کے متار کے (علیحدگی) اور عدت گزارنے کے بعد اس شخص کا بھائی نکاح کر سکتا ہے۔  
عدت "متار کے" کے بعد شروع ہوگی۔ متار کے کا طریقہ یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے کہہ دے "میں نے  
اپنی بیوی کو چھوڑ دیا۔ وہ جس سے چاہے شادی کر سکتی ہے۔"

واللہ تعالیٰ اعلم

## ساس سے ناجائز تعلقات اور سالی سے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:  
ایک شخص کی شادی ہوئی۔ اس کے دو بچے بھی ہیں۔ شادی کے تقریباً دو سال کے بعد اس شخص کے  
ناجائز تعلقات اپنی ساس سے قائم ہو گئے اور چند ماہ کے بعد وہ شخص ملک سے باہر چلا گیا۔ یہاں اسکی بیوی کا انتقال  
ہو گیا۔ اب اس شخص نے اپنی سالی سے نکاح کر لیا ہے اور پھر ملک سے باہر چلا گیا ہے۔ اب عرصہ دو سال کے بعد وہ  
واپس آ گیا ہے اور اپنی بیوی کے ساتھ رہ رہا ہے اور اپنی ساس کے ساتھ تعلقات پر سخت نادم ہے اور سچے دل سے  
توبہ کر چکا ہے۔ آپ فرمائیے کہ اس کا موجودہ نکاح جائز ہے اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ رہ سکتا ہے یا نہیں۔ ساس اور  
سر سے اب کوئی آنا جانا نہیں ہے۔ براہ کرم جلد جواب دیں۔

سائل: محبوب علی خان

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب :

ساس سے ناجائز تعلقات رکھنے کی وجہ سے اسکی پہلی بیوی بھی حرام ہو گئی تھی اور اب سالی سے بھی  
نکاح حرام ہے۔ ان کو فوراً علیحدہ ہو جانا چاہیے۔ یہ حرمت! لبدی حرمت ہے۔ اس کے حلال ہونے کی کوئی  
صورت نہیں ہے۔

نوٹ :

تفصیل اسی باب کے پہلے سوال کے جواب میں ملاحظہ کیجئے۔ (مرتب)

واللہ تعالیٰ اعلم

## بہو کے ساتھ زنا اور اسکے نکاح کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

مجھ سے میرے شوہر مسکمی مبین خان نے کہا ”اب تیری اس گھر میں کوئی اہمیت نہیں ہے“۔ چونکہ میرے باپ نے تجھے زبردستی خراب کیا ہے، اس لئے میں تجھے طلاق دیتا ہوں“۔ اور پھر تین بار لفظ طلاق کہا۔ جبر و ظلم شوہر کے والد نے کیا اور سزا مجھے دی گئی۔ میرے چار کمسن بچے ہیں۔ دو لڑکیاں اور دو لڑکے۔ ان کا مستقبل اور میری زندگی کی تباہی کا ذمہ دار کون ہے؟ حکم خدا اور حکم رسول سے آگاہ فرمائیں۔ تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔

سائلہ: ممتاز بیگم بنت عبدالشکور، اورنگی ٹاؤن، کراچی

الجواب:

صورت مسئلہ میں شوہر کے باپ نے، اپنی بہو سے زنا کیا، اس وجہ سے یہ عورت زانی کے بیٹے (جس کے نکاح میں تھی اور اس کے دوسرے بیٹوں کیلئے) حرمت لہدی کے ساتھ حرام ہو گئی اور شوہر کے باپ پر پہلے ہی سے حرام تھی۔ مصاہرت کے بعد وہ محل طلاق نہیں رہتی۔ اس لئے طلاق واقع ہونے کا سوال ہی نہیں ہے۔ بلکہ متارکہ کرنا ہوتا ہے۔ اوپر کے الفاظ اور پھر طلاق کے الفاظ سے متارکہ کا مفہوم ادا ہو جاتا ہے۔

نوٹ: متارکہ کا مفہوم اسی باب کے دوسرے سوال کے جواب میں دیکھئے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

اس لئے عدت کا شمار اسی وقت سے ہو گا جب سے اس نے یہ الفاظ کہے ہیں۔ تین حیض گزر جانے کے بعد یہ عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ مگر شوہر اول سے کبھی بھی نکاح نہیں ہو سکتا۔ سات برس کی عمر تک لڑکے اور نو برس کی عمر تک لڑکیاں ماں کے پاس رہیں گی۔ اس کے بعد تمام اولاد کو باپ کے حوالے کر دیا جائے گا۔ زمانہ عدت میں بیوی کا خرچہ شوہر دے گا اور بچے جب تک ماں کی تربیت میں رہیں گے، ان کا خرچہ بھی بقدر استطاعت شوہر پر واجب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## بیٹی کو شہوت سے ہاتھ لگانے والے کے نکاح کا حکم

الاستفتاء:

مکرمی جناب مفتی صاحب!

تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو شہوت سے ہاتھ لگا دے تو ایسی صورت میں اسکی بیوی یعنی لڑکی کی والدہ اس پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائے گی۔ بشرطیکہ لڑکی کی عمر نو سال یا اس سے زیادہ ہو۔

اس ضمن میں چند سوالات ارسال خدمت ہیں۔ ازراہ نوازش، ان کے جوابات مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

(۱) اس فتویٰ کے نافذ ہونے کیلئے کہ لڑکی کی عمر نو سال یا اس سے زیادہ ہو۔ کیا یہ شرط اس قیاس پر مبنی نہیں ہے کہ اس عمر میں لڑکیاں اکثر بالغ ہو جاتی ہیں؟ یعنی کیا اصولی طور پر اسکا تعلق لڑکی کی بلوغت (یعنی حیض آنے) سے ہے جیسا کہ اکثر گرم ممالک میں خصوصاً عرب میں ایسا ہوتا ہے کہ ۹ سال کی بچیاں بالغ ہو جاتی ہیں یا یہ شرط ہر علاقے سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں کیلئے ہے؟

(۲) یہ فتویٰ قرآن اور احادیث مبارکہ کے مطابق ہے یا اسکی بنیاد فقہ و اجتہاد پر ہے؟ اگر یہ اجتہادی مسئلہ ہے تو اس اجتہاد کی نسبت کس ہستی سے ہے؟

(۳) اس معاملے میں چاروں فقہاء یعنی حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی میں باہم اتفاق ہے یا کچھ اختلاف ہے؟ اگر اختلاف ہے تو کیا ہے؟

نوٹ:

ان استفسارات کا مقصد شریعت کے کسی حکم سے انحراف یا راہ فرار اختیار کرنا نہیں ہے۔ بلکہ مسائل اپنی تشفی اور ذاتی معلومات کیلئے ان جوابات کا خواہاں ہے۔

سائل: محمد حنیف، ناظم آباد، کراچی



## الجواب :

حرمت مصاہرت کا معنی یہ ہے کہ سر، دامادی کے رشتہ کی وجہ سے جو حرمت ہوتی ہے، اسکے بارے میں تمام امت کا اس امر پر اتفاق ہے، کہ جس عورت سے وطی کر لے گا، اس عورت کی ماں اور بیٹی وطی کرنے والے پر حرام ہو جاتی ہیں۔ اگر حلال طریقہ پر وطی نہ ہو بلکہ زنا کے طور پر ہو تو اسکی وجہ سے حرمت ہوتی ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ حرام وطی سے بھی حرمت ہو جاتی ہے۔ باقی تینوں ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ حرام وطی سے حرمت نہیں ہوتی ہے۔ اس اختلاف کے باوجود ایک اور مسئلے پر ائمہ اربعہ کا اتحاد ہے۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے اگر زنا کیا، اس زنا سے لڑکی پیدا ہوئی، یہ زانی پر حرام ہے یا زانا سے لڑکا پیدا ہوا وہ لڑکا اس عورت پر حرام ہے، جس سے یہ پیدا ہوا، ان دونوں مسئلوں میں زنا کو بھی حرمت کا سبب، سب نے مانا ہے۔

اسی بناء پر حنفیہ کہتے ہیں کہ وطی حرام بھی حرمت کا سبب بنتی ہے۔ جس عورت سے زنا کرے گا اس کی ماں اور اسکی بیٹی دونوں زانی پر حرام ہو جائیں گی۔ اور وطی کے حکم میں دواعی (اسباب) وطی بھی ہوتے ہیں یعنی وہ کام جو وطی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اسی لئے شہوت سے کسی عورت کو چھونا اور اسکی شرمگاہ کو دیکھنا بھی حرمت مصاہرت کا سبب ہوتا ہے۔ چونکہ شہوت سے چھونا سبب حرمت بنتا ہے اس لئے اس لڑکی یعنی بیٹی کو چھونے سے حرمت ہوگی جو قابل شہوت ہو۔ چھوٹی لڑکی کے چھونے سے حرمت مصاہرت نہیں ہوتی۔ نو سال کی شرط مشہات ہونے کیلئے لگائی گئی ہے۔ اور یہ حدیث بھی منصوص ہے۔ فتح القدیر میں ہے :

وقد روی اصحابنا احادیث کثیر منها قال رجل یا رسول اللہ ﷺ انی زنیتم بامرأة فی الجاهلیة افانکح ابنتها؟ قال: لا اری ذالک ولا یصلح ان تنکح امرأة تطلع من ابنتها علی ما تطلع علیہ منها

(جلد ۳) فصل فی بیان المحرمات، صفحہ: ۱۲۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ) اور تحقیق ہمارے اصحاب سے کثیر احادیث مروی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک شخص نے عرض کی اے اللہ کے رسول (ﷺ) بے شک زمانہ جاہلیت میں، میں ایک عورت سے زنا کا مرتکب ہوا۔ کیا میں اسکی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہوں؟

## غلطی سے بیٹھی کو ہاتھ لگنا اور حرمتِ مصاہرت

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

زید رات کو اندھیرے میں اپنی بیوی کو اٹھانے کیلئے گیا۔ اچانک غلطی سے اپنی لڑکی پر ہاتھ پڑ گیا۔ لڑکی کی عمر تقریباً ساڑھے آٹھ سال ہے۔ آیا بیوی زید پر حرمتِ ابدی سے حرام ہو گئی یا نہیں؟ اور لڑکی اس عمر میں مشہات کملائے گی یا نہیں؟ نیز لڑکی کی عمر کے بارے میں وضاحت فرمادیں کہ آیا اس عمر میں بالغہ مانی جائے گی یا نہیں؟

سائل : محمد انور بیگ، اسٹیل ٹاؤن، کراچی

الجواب :

حرمتِ مصاہرت شہوت کے ساتھ چھونے سے بھی ہو جاتی ہے۔ مگر چھونے میں شرط یہ ہے کہ سینہ اور چہرے کے علاوہ بدن کے کسی حصے کو کپڑے کے اوپر سے اگر چھولے اور کپڑا اتنا موٹا ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہو تو پھر حرمتِ مصاہرت نہیں ہوتی۔ اور حرمتِ مصاہرت میں ارادہ اور بلا ارادہ سے کچھ فرق نہیں پڑتا اور جس کو چھوا اس کا مشتمی (جسے دیکھ کر شہوت ہو) ہونا بھی شرط ہے۔ مشتمی ہونے کیلئے نابالغ لڑکی کی عمر کا تعین تو نہیں کیا جاسکتا۔ ڈیل ڈول جشہ اور ملکی آپ وہوا کے فرق سے حالت بدلتی رہتی ہے۔ صورتِ مسئلہ میں بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ اٹھانے کیلئے چھونا شہوت کے ساتھ نہ تھا لہذا حرمتِ مصاہرت نہ ہوگی۔

## زانیہ کی لڑکی سے زانی کے لڑکے کے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک شخص کے ایک عورت سے ناجائز تعلقات تھے، اس زانیہ کی لڑکی اور زانی کے لڑکے کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

## الجواب:

صورت مسئلہ میں زانیہ کی لڑکی سے زانی کے لڑکے کا نکاح جائز نہیں۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ نے فتاویٰ شامی میں لکھا:

یحرّم کل من الزانی والمزنیة علی اصل الآخر وفرعه رضاعاً

(جلد (۲) کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، صفحہ: ۳۰۳،

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی زانی اور زانیہ کی تمام اولاد ہر ایک کی اصول اور فروع پر حرام ہیں رضاعت پر قیاس کرتے ہوئے۔



## کفو کا بیان

صرف اپنی ہی برادری میں نکاح کرنے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے ہمارے برادری میں ایک مسئلہ بڑی خرابیاں پیدا کر رہا ہے۔ لہذا گزارش یہ ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلے پر غور کر کے آپ ہمیں قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ کیا کرنا چاہیے؟

سوال یہ ہے کہ ہمارے برادری کی جماعت نے ایک پابندی یہ لگائی ہوئی ہے کہ ہم اپنی لڑکی برادری کے علاوہ کسی اور برادری میں نہیں دے سکتے۔ چاہے وہ لڑکی اپنے ماں باپ کے گھریلو ٹھہری ہو جائے۔ اور اگر لڑکی خود اپنی پسند سے غیر برادری میں شادی کرے یا ماں باپ کروادیں تو جماعت کے عہدیداران ان کو جماعت سے نکال دیتے ہیں اور بالکل قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ان کے یہاں میت بھی ہو جائے تو جماعت سے باہر نکالا ہوا شخص میت میں نہیں آسکتا اور اگر میت میں وہ شخص آتا ہے، تو جماعت کے عہدیداران خود بھی اور دوسرے رشتہ داروں کو بھی میت سے اٹھ جانے کا کہتے ہیں۔ برائے مہربانی تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: محمد احمد، صدر، کراچی

## الجواب :

شادی ہر مسلمان سے جائز ہے۔ قرآن کریم میں مطلقاً بیان فرمایا گیا :

فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ

(سورة (۴) النساء، آیت: ۳)

تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمھیں خوش آئیں۔ (کنز الایمان)

لیکن شریعت کا منشاء یہ ہے کہ نکاح ہمیشہ کیلئے ہو۔ اور میاں بیوی کے تعلقات خوش گوار رہیں۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ دونوں کارہن سمن، عادات کھانا پینا وغیرہ ایک سا ہو۔ اسی لئے کفایت (برابری) ہونے کی شریعت میں شرط لگائی گئی ہے۔ یعنی دونوں خاندان عزت، شرافت، دینداری، مالداری اور صنعت و حرفت میں برابر ہوں۔ لیکن ماں باپ اگر راضی ہوں اور اپنی بالغ لڑکی کی شادی کی اجازت قبل نکاح دیدیں تو اپنی برادری سے مذکورہ بالا باتوں میں کم درجہ کے لوگوں سے بھی جائز ہے۔

لہذا برادری کو ایسی پابندی لگانا کہ اپنی برادری سے باہر لڑکی کی شادی نہیں کی جائے گی، غلط ہے۔ اپنی برادری کی برابر حیثیت والی برادری یا اس سے اعلیٰ برادری میں شادی کرنے پر تو کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔ کم درجہ کیلئے پابندی لگائی جاسکتی ہے مگر جب لڑکی کے والدین راضی ہوں تو برادری اس تیسری صورت میں بھی، ان پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی، جبکہ اس پابندی سے خراب اثر پڑتا ہو کہ لڑکیاں بغیر شادی عمر گزار دیں۔ تو پابندی لگانا گویا فتنوں کا دروازہ کھولنا ہے۔ جو ماں باپ اپنی لڑکی کی شادی غیر برادری میں کر دیں، ان سے تعلقات اس طرح منقطع کرنا کہ شادی بیاہ اور میت میں بھی شریک ہونے کو ممنوع قرار دے دیا جائے، حرام ہے۔ کسی جائز کام پر اس قسم کی پابندی لگانے والے سخت گناہ گار ہیں، انھیں توبہ کرنی چاہیے اور حکم شریعت کے خلاف پابندی کو فوراً ختم کر دینا چاہیے

## سیدزادی سے غیر سید کے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

محترم و معظّم مفتی صاحب!

جناب عالی گذارش ہے کہ علمائے دین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ :

غیر سید، سید زادی سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلے کی وضاحت کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ میرے خالہ زاد بھائی کا نکاح ایک سید زادی سے ہوا۔ چند لوگ یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ از روئے شرع غیر سید کا نکاح ایک سید زادی سے نہیں ہو سکتا۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس بارے میں فتویٰ جاری فرمائیں۔

سائل: محمد ریاض خان، ریلوے کالونی، کراچی

الجواب:

نسب میں کفائت (برابری) کا اعتبار ہے۔ اور کفائت ولی کا حق ہے۔ علامہ علاء الدین <sup>حصکتی متوفی</sup> ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا:

والکفاءة هي حق الولي لا حقيها

(بر حاشیہ شامی، جلد (۲) کتاب النکاح، باب الكفاءة، صفحہ: ۳۲۲،

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اور کفو محض ولی کا حق ہے عورت کا حق نہیں۔

لہذا نکاح سے پہلے لڑکی کے اولیاء شوہر کو شخصی طور پر جانتے ہوئے اور یہ بھی جانتے ہوئے کہ یہ سید نہیں ہے اگر نکاح کی اجازت دے دیں تو یہ نکاح جائز ہے اور بغیر اجازت اولیاء سید زادی کا نکاح غیر سید سے باطل ہے۔ علامہ علاء الدین <sup>حصکتی متوفی</sup> ۱۰۸۸ھ در مختار میں لکھا:

ويفتي في غير الكفو لعدم جوازه اصلا وهو المختار للفتوى

اور مذہب مختار میں ولی کی رضامندی کے بغیر غیر کفو میں نکاح اصلاً جائز نہیں۔

جواز کی صورت مندرجہ ذیل ہے، جسے علامہ سید محمد امین ابن عابدین المعروف علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ

نے در مختار کی درج بالا عبارت کے تحت فتاویٰ شامی میں لکھا:

وانما تحل في الصورة الرابعة وهي رضا الولي بغير الكفو مع علمه بانه

كذلك

(جلد (۲) کتاب النکاح، باب الولی، صفحہ: ۳۲۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اور جو تھی صورت ہی حلال ہے اور وہ یہ ہے کہ ولی غیر کفو میں جانتے ہوئے کہ وہ کفو نہیں، راضی ہو۔  
لہذا ولی کی اجازت سے سید زادی کا نکاح غیر سید سے ہوا تو یہ نکاح جائز ہے۔ جو لوگ پروپیگنڈہ کر رہے  
ہیں، انھیں حکم شرع سے آگاہی نہیں۔

## سید زادی سے نکاح اور رعایت کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
ایک شخص جو پٹھان خاندان سے ہے، اس کا نکاح سید زادی سے از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟  
جبکہ طرفین اس میں راضی ہوں اور کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو۔ بعد نکاح کیا سید زادی کو نسبتاً دوسری خواتین  
کے زیادہ اختیار ہے۔ کیونکہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے۔ بیینوا وتوجروا  
سائل : عبدالوہاب، پیر کالونی، کراچی

الجواب :

سید زادی کا نکاح غیر سید سے اس صورت میں جائز ہے کہ جب لڑکی کے اولیاء نکاح سے پہلے رضامندی  
کا اظہار کر دیں۔ اور اگر اولیاء کی رضامندی کے بغیر کوئی سید لڑکی غیر سید سے شادی کرے گی تو صحیح مذہب پر نکاح  
فاسد ہے۔ سید زادی کو نکاح کے بعد حقوق زوجیت اور طلاق کے معاملے میں کوئی خصوصی فضیلت نہیں ہوتی ہے۔

## غیر کفو میں منعقدہ نکاح کے باطل ہونے کا حکم

الاستفتاء :

خالدہ نے ایک غیر معروف اور چلتے پھرتے لڑکے زید سے نکاح کر لیا۔ خالدہ کی عمر ۲۶ سال ہے جبکہ زید  
کی عمر ۳۵ سال۔ نکاح والدین اور عزیز رشتہ داروں کی اجازت کے بغیر چھپ کر کیا گیا۔ والدین کو چھ ماہ بعد

معلوم ہوا۔ اس رشتے سے والدین سخت پریشان ہیں۔ خاندان اور برادری میں ذلت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ کیونکہ آج تک خاندان سے باہر لڑکی کا رشتہ نہیں ہوا۔ اب لڑکی کے والدین اپنے خاندان کے لڑکے سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ جس رشتہ پر لڑکی بھی رضامند ہے اور اپنے کئے پر نادم ہے۔ لڑکی ابھی تک ماں باپ کے گھر پر ہی ہے۔ ایک دن بھی لڑکے کے ہاں نہیں رہی۔

زید محکمہ دستکاری میں ملازم ہے اور معمولی تنخواہ پاتا ہے۔ جبکہ لڑکی اسکول میں ٹیچر ہے اور باپ زمیندار ہے۔ لڑکے کے گھر بار کا کوئی پتہ نہیں۔ کیونکہ اس نے بھی یہ نکاح چھپ کر کیا ہے۔ کیا یہ نکاح جائز ہے، کیا لڑکی اپنے خاندان میں رشتہ کر سکتی ہے؟ شریعت کی رو سے جواب سے نوازیں۔

### الجواب :

بالغہ لڑکی کو بغیر اجازت ولی نکاح کر لینے کا حق، اس صورت میں ہے کہ وہ کفو میں شادی کرے۔ کفو کا مطلب یہ ہے کہ لڑکا ذات، برادری، دینداری، مال و دولت، صنعت و حرفت اور شکل و صورت میں لڑکی کے مثل یا لڑکی سے اعلیٰ مرتبہ کا ہو۔ اگر لڑکی بغیر اجازت ولی اپنے سے کم درجے کے مرد سے یعنی غیر کفو سے شادی کرے، جس سے شادی کرنا لڑکی کے خاندان والوں کیلئے باعث عار و ذلت ہو تو ایسا نکاح باطل ہوتا ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔ علامہ سید محمد امین المعروف علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے فتاویٰ شامی میں لکھا :

فان حاصله ان المرأة اذا زوجت نفسها من كفو لزم على الاولياء وان

زوجت من غير كفو لا يلزم او لا يصح

لیکن علامہ شامی اسی صفحہ پر لکھ چکے ہیں۔

اما على رواية الحسن المختارة للفتوى من انه لا يصح

(جلد ۲) کتاب النکاح، باب الکفاءة، صفحہ: ۳۴۴، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی پس اسکا حاصل یہ ہے کہ اگر عورت اپنا نکاح کفو میں کر لے تو اولیاء پر لازم ہے یعنی اولیاء اس نکاح کو

باطل نہیں کر سکتے اور اگر غیر کفو میں کر لے تو لازم نہ ہوگا یعنی اس نکاح کو اولیاء باطل کر سکتے ہیں یا یہ کہ یہ نکاح ہی

منعقد نہ ہوگا۔ لیکن حضرت حسن بن زیاد علیہ الرحمۃ کی روایت کے مطابق فتویٰ یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔



لہذا صورت مسئلہ میں مذہب مختار پر یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا ہے۔ اب اولیاء اجازت بھی دے دیں جب بھی یہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔

## مرتدہ زندقہ سے نکاح کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ایک مرتدہ زندقہ خاندان (محمد جو پوری کو نبی ماننے والا) میرے پڑوس میں آباد ہوا۔ ایک سیاہ فام لڑکی کی شادی کا مسئلہ تھا۔ کمال چالاکی سے لڑکی کی ماں نے میرے لڑکے کو قرآن پڑھانے کی فرمائش کر دی۔ اس طرح لڑکے اور لڑکی میں قرب پیدا کیا گیا۔ شیطان ایسے مواقع سے غافل کہاں رہتا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد لڑکے نے مجھ سے کہا کہ میں لڑکی کو مسلمان کر لیتا ہوں اور میں اس سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ لڑکا خود فرائض دین سے غافل، نماز کے وقت شطرنج میں وقت برباد کرنے والا، کیا ۷ دین کی ہوگی؟ محض جنسی لگاؤ تھا۔ میرے انکار پر لڑکے کے ماموں نے یہ نکاح کروادیا۔ اور دلیل یہ دی کہ کسی نو مسلم کے ایمان پر شک کرنا گناہ ہے۔ جیسے کہ قرآن میں ہے

انَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ

یعنی بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔

میرا استدلال یہ ہے کہ آقائے دو جہاں سرور کائنات ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ ولا تنوا کلوہم ولا تنشاربوہم ولا تنفکحوہم یعنی بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ کھاؤ، پیو اور نہ نکاح کرو۔

تو پھر ہم کو اس کی پابندی کرنی چاہیے۔ لڑکی کے صدق دل سے ایمان لائینی تصدیق مشکل ہے۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں بے شمار لوگ کلمہ گو تھے لیکن انکو مسلمان نہ سمجھا گیا، جس کی قرآن حکیم نے بی شمار آیات سے خبر دی۔ چنانچہ ایک مجلس میں نبی کریم ﷺ نے تقریباً ۷۰ اشخاص کو نام بنام لیکر مجلس سے نکال دیا تھا۔ عبد اللہ ابن خطل کو فتح مکہ کے دن عام معافی کا اعلان کرنے کے بعد بھی اس کو پناہ نہ دی گئی، اس مرتدہ کو معافی سے مستثنیٰ رکھا گیا جب یہ مرتدہ خانہ کعبہ میں پہنچ کر پناہ کا خواہاں ہوا تو بھی اس کو پناہ نہ دی گئی بلکہ حضور ﷺ کے حکم پر وہیں خانہ کعبہ میں اسکی گردن مار دی گئی۔

منافقوں سے ہوشیار رہنے کیلئے جو بے شمار آیات سورۃ منافقون، سورہ توبہ اور سورہ بقرہ میں وارد ہوئی ہیں، ان کی روشنی میں ایک نو مسلم مرتدہ خاندان کی لڑکی پر بھروسہ کرنا ویسا ہی نہیں ہے جیسے جنگل میں اندھیری رات میں لکڑی یارسی کے ٹکڑے کو بلا تحقیق اٹھا لینا جو ممکن ہے کہ سانپ ہو۔ ارشاد مصطفوی بھی ہے کہ: دع ما یریبک الی ما لا یریبک (ترمذی) یعنی جو تم کو شک میں ڈالے اسکو چھوڑ کر یقینی امر کو اختیار کرو۔ سورہ ممتحنہ میں ارشاد ہوا ہے کہ ”اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو۔“

بتلائے کہ اس گھر میں رہنے والی لڑکی کا کس طرح امتحان لیا جاسکتا ہے؟ امام مالک، امام حنبل اور ایک روایت کے تحت امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال کے مطابق زندیق کی توبہ قبول نہ کی جائے (فقہ علی مذاہب اربعہ) ایسی صورت میں جبکہ لڑکا قادری حنبلی المسلک ہے۔ اس کا یہ نکاح صحیح ہو یا نہیں نیز والد کی مرضی کے بغیر لڑکے کا نکاح کر لینا موجب اس کی نافرمانی کو ظاہر کرتا ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جو اب باصواب عنایت فرمائیں۔

سائل: سید ریاست علی، گلشن اقبال، کراچی

الجواب:

توبہ کے متعلق مطلقاً شریعت کا قانون یہ ہے کہ جو گناہ بالا اعلان کیا جائے، اسکی توبہ بھی بالا اعلان کی جائے گی اور جو گناہ چھپ کر کیا جائے، اس کی توبہ چھپ کر بھی کی جاسکتی ہے۔ حدیث میں فرمایا:

اِذَا عَمِلْتَ سَيِّئَةً فَأَخِذْ بِهَا تَوْبَةً سِرًّا بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِيَةَ بِالْعَلَانِيَةِ

(الجامع الصغير للسيوطي، المجلد الاول، صفحہ: ۱۱۷، دار الفکر، بیروت)

یعنی جب تم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کر لو۔ پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ اور اعلانیہ گناہ کی

اعلانیہ۔

اور یہ بھی شرط ہے کہ پہلے گناہ چھوڑے اسکے بعد توبہ کرے اور آئندہ کے لئے یہ پختہ ارادہ کرے کہ یہ گناہ پھر کبھی نہ کروں گا، مگر مرتد اور زندیق کے احکام جدا ہیں۔ ”مرتد! اسکو کہتے ہیں کہ پہلے بالا اعلان مسلمان تھا اس کے بعد کوئی کلمہ کفر زبان سے نکالایا پھر کوئی ایسا عمل کیا جس کی وجہ سے حکم کفر اس پر لگایا گیا۔“

”زندیق! وہ ہے کہ کفریات اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہے اور اس کا اظہار بھی اقوال و افعال سے کرتا رہتا ہے اور کسی امر دین کا قائل نہیں ہے۔“

ان دونوں کی توبہ کا حکم یہ ہے کہ ان کی توبہ دنیا میں قبول نہیں کی جائے گی۔ زندیق کی توبہ قبول نہ ہونے کے بارے میں تو ائمہ اربعہ کا مسلک یہ ہے۔ اور مرتد کی توبہ میں کچھ اختلافات ہیں مگر توہین نبی کر کے مرتد ہوا، اس میں بھی تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ دنیا میں اسکی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ ابن تیمیہ جیسے محدث نے اس مسئلے پر کئی سو صفحات کی ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام ہے ”الصارم المسلول علی شاتم الرسول (ﷺ)“۔ اس میں تمام ائمہ کا توہین نبی کر نیوالے کی توبہ قبول نہ ہونے پر اتفاق نقل کیا اور شاتم رسول کی سزا قتل بیان کی۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا:

وفي الفتح وفي المنافق الذي يبطن الكفر ويظهر الاسلام كالزنديق الذي

لا يتدين بدين

فتح القدير میں ہے کہ منافق وہ ہے کہ جسکے باطن میں کفر ہے اور ظاہر میں اسلام مثل زندیق کے کہ جو کسی دین کے ساتھ اپنی وابستگی نہیں رکھتا۔

در مختار کی اس عبارت پر سید محمد امین ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ المعروف علامہ شامی نے لکھا:

ای فی الفتح حیث قال ویجب ان یکون حکم المنافق فی عدم قبولنا توبته کالزندیق لان ذالک فی الزندیق لعدم الاطمینان الی ما یظهر من التوبة اذا کان یخفی کفره الذی هو عدم اعتقاده دینا

یعنی جیسا کہ صاحب فتح القدير نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک منافق کی توبہ قبول نہیں مثل زندیق کے۔ بسبب فقط ظاہری توبہ جبکہ اسکے دل میں کفر چھپا ہوا ہے اور یقین کی کیفیت نہ ہونے کی وجہ سے زندیق کے حکم میں ہے۔

چند سطور بعد علامہ شامی نے کچھ ایسے گروہوں کا تذکرہ کیا جن کی تفصیل صاحب مواقف نے بیان کرنے کے بعد لکھا، جنہیں علامہ شامی نے ان الفاظ میں نقل کیا:

ونقل عن علماء المذاهب الاربعة انه لا یحل اقرارهم فی دیار الاسلام بجزية ولا غیرها ولا تحل مناکحتهم ولا ذبائحتهم وفيهم فتوى فی الخيرية ایضا

فراجعها والحاصل انهم يصدق عليهم اسم الزنديق و المنافق و الملحد و لا يخفى ان اقرارهم بالشهادتين مع هذا الاعتقاد الخبيث لا يجعلهم في حكم المرتد لعدم التصديق و لا يصح اسلام احدهم ظاهرا الا بشرط التبرى عن جميع ما يخالف دين الاسلام لانهم يدعون الاسلام ويقرون بالشهادتين و بعد الظفر بهم لا يقبل توبتهم اصلا

(جلد ۳) کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب في الفرق بين الزنديق و المنافق،

صفحة: ۲۶، ۲۲۵، مكتبة رشيدية، كوئٹہ)

چاروں مذہب کے ائمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ بے شک ان کا اقرار دین اسلام میں جزیہ اور بغیر جزیہ کے درست نہیں۔ ان سے نکاح کرنا اور ان کا بیچہ حلال نہیں فتاویٰ خیر یہ میں بھی ایسا ہی فتویٰ ہے۔ جو چاہے اسکی طرف رجوع کرے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان پر زندقہ، منافق اور ملحد کا نام صادق آتا ہے۔ اور پوشیدہ نہیں کہ شہادتین کا اقرار اس برے عقیدے کے ساتھ انھیں مرتد کے حکم میں داخل نہیں کرتا بسبب عدم تصدیق کے۔ اور نہ ان میں سے ظاہر کسی کا اسلام صحیح ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ دین اسلام سے مخالفت رکھنے والی چیزوں سے برأت کا اظہار کریں اس لئے کہ وہ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور شہادتین کا اقرار کرتے ہیں اور اگر اس اقرار سے انحراف کیا تو ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔

شیخ منصور ابن یونس حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الروض المربع بشرح زاد

WWW.NAFSEISLAM.COM

المستقنع میں لکھا:

ولا تقبل في الدنيا توبة زنديق وهو المنافق الذي يظهر الاسلام ويخفي

الكفر بل يقتل لكل حال لان هذه الاشياء تدل على فساد عقيدته

اور دنیا میں زندقہ کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی یہ وہ منافق ہے جو اسلام ظاہر کرتا ہے اور کفر پوشیدہ

رکھے ہوئے ہے۔ ہر حال میں اس کو قتل کر دیا جائے گا اس لئے کہ یہ چیزیں اس کے فساد عقیدہ پر دلالت کرتی ہیں۔

ان عبارات کی روشنی میں صورت مسئلہ کا یہ حکم معلوم ہوا کہ محمد جو نیوری کے مذہب کے ماننے والی

قادیانی سے بھی بدتر مرتد یا زندقہ ہے۔ محمد جو نیوری نے تو قادیانی سے پہلے نبوت کا دعویٰ کر کے ایک بدترین مذہب

کی بنیاد ڈالی۔ لہذا اسکے مذہب کی کسی عورت یا مرد کی توبہ مذہب صحیح پر تو ائمہ اربعہ کے نزدیک قبول ہی نہیں، جیسا

کہ اوپر عبارات میں مذکور ہے۔ یہ توبہ کا طریقہ جو سوال میں مذکور ہے محض شادی کیلئے دھوکہ بازی ہے۔ اس میں عقائد فاسدہ سے براءت کا اظہار ہے اور نہ بالاعلان توبہ ہے۔ لہذا یہ توبہ قابل قبول نہیں اور یہ نکاح باطل محض ہے۔ پھر اس گناہ کے روکنے کیلئے باپ کو حکم دینا تو ضروری تھا اور بیٹے پر لازم تھا کہ وہ باپ کی فرمانبرداری کرتا اور اس نکاح سے باز رہتا۔

## گمراہ فرقوں سے رشتہ داری کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
آیا مسلک اہلسنت وجماعت (بریلوی) کیساتھ تعلق رکھنے والا آدمی کسی غیر مقلد، دیوبندی یا اہل حدیث کو اپنی بیٹی کا رشتہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور آیا ان سے رشتہ لے بھی سکتا ہے یا نہیں؟  
براہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں مطلع فرمائیں۔

سائل : محمد وارث علی وارثی، لیاقت آباد، کراچی

الجواب :

احادیث میں امت کی فرقہ بندی کی خبر دی گئی ہے اور فرمایا ”میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے۔ بہتر جہنمی ہوں گے اور ایک جنتی ہوگا۔“

(ابو داؤد، حصہ دوم، کتاب الديات، باب شرح السنة، صفحہ ۲۸۳،

مکتبہ حقانیہ، ملتان)

امت کے صالحین اور فقہاء کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ اس جنتی فرقہ کا نام اہل سنت وجماعت ہے اور گمراہ فرقوں کے بارے میں احادیث میں جو احکام بیان فرمائے، ان میں یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ اہل سنت وجماعت کو شادی بیاہ کرنا جائز نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## شیعہ لڑکے سے سنی لڑکی کے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 ایک شیعہ گھرانے کا لڑکا جسکی منگنی ایک سنی گھرانے کی لڑکی سے ہوئی ہے ، مگر اب لڑکی کے والدین  
 نکاح دینے سے انکار کر رہے ہیں۔ اس بناء پر کہ شیعہ و سنی کے مابین مناکحت ناجائز ہے۔ جبکہ شیعہ لڑکے کا یہ کہنا ہے  
 کہ ”میں خلفائے راشدین علیہم السلام رضوان کا احترام کرتا ہوں تاہم حضرت علی کو سب سے افضل قرار دیتا ہوں۔ ایام  
 محرم یعنی شہدائے کربلا علیہم السلام رضوان کی نیاز دیتا ہوں“ ازروئے شرع مطہرہ جو اب باصواب بصورت تحریر عنایت  
 کریں کہ اس عقیدے اور نظریے کے حامل لڑکے ساتھ ایک صحیح العقیدہ لڑکی کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :

کسی شیعہ مرد سے سنی لڑکی کا نکاح باطل ہے۔ جب لڑکے کا خاندان شیعہ ہے تو اسکا یہ قول قابل قبول  
 نہیں ہے کہ ”میں خلفائے راشدین علیہم السلام رضوان کا احترام کرتا ہوں“ اس لئے کہ شیعہ مذہب میں ”تقیہ“ فرض  
 ہے۔ اور تقیہ کے معنی جھوٹ بولنے اور دھوکہ دینے کے ہیں۔ اس لئے ان کی کوئی بات قابل قبول نہیں  
 مسلمانوں کو انکے دھوکہ میں نہیں آنا چاہیے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

## سنی لڑکے کا شیعہ لڑکی سے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 سنی لڑکا کسی شیعہ لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کسی آدمی نے شیعہ لڑکی کے ساتھ شادی

کر لی شادی سے پہلے اس آدمی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ لڑکی شیعہ ہے۔ شادی کے کچھ عرصہ کے بعد اس کو پتہ چلا کہ لڑکی شیعہ ہے۔ تو اب وہ کیا کرے؟ اس آدمی کا وہی نکاح رہے گا یا اسکو دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا یا صرف اس لڑکی کو اپنے عقیدے پر لانا کافی ہوگا؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: سید محمد شفیق الرحمان بخاری

الجواب:

اس زمانے کے شیعہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا انکار کرتے ہیں، ان پر اور دوسرے صحابہ پر ”تبراء“ کرتے ہیں۔ لہذا کسی سنی لڑکے کا شیعہ لڑکی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ جو نکاح ہوا ہے، وہ باطل ہے۔ ان کو فوراً جدا ہو جانا چاہیے۔ شیعہ لڑکی اگر اب سنی ہونے کا اقرار بھی کرتی ہے تو جو نکاح پہلے ہوا، وہ باطل ہو چکا، وہ اس اقرار سے صحیح نہیں ہوگا۔ اگر یہ اطمینان ہو جائے کہ واقعی اس نے اپنا مذہب بدل لیا ہے، تو دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔ مگر شیعہ مذہب میں ”اتیقہ“ کرنا فرض ہے یعنی جھوٹ بول کر اپنا کام نکالنا۔ لہذا اس لڑکی کے اب سنی ہونے کے اقرار کو بھی نہیں مانا جائے گا۔

## تفضیلی شیعہ کا سنی لڑکی سے نکاح

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ: ایک شخص یہ کہتا ہے کہ ”میں تبرائی شیعہ نہیں ہوں بلکہ تفضیلی شیعہ ہوں“۔ اور وہ شخص ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے جو اہلسنت وجماعت حنفی مسلک رکھتی ہے۔ کیا ایک تفضیلی شیعہ کا نکاح اہلسنت وجماعت لڑکی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سائل: حشمت اکبر، کراچی

الجواب:

شیعہ لڑکے سے سنی لڑکی کا نکاح باطل ہے۔ اس لئے کہ شیعہ آجکل عام طور پر تبرائی اور حضرت ابو بکر

حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے منکر ہیں۔ اور ان ہستیوں کی سب و شتم کرنے والے ہیں۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر قذف (تہمت) لگانے والے ہیں۔ تفضیلی شیعہ کا بھی یہی حال ہے۔ ان تمام عقائد کو عالمگیری و شامی وغیرہ کتب فقہ میں کفریات میں شمار کیا ہے۔

(عالمگیری، جلد (۲) کتاب البیوع، الباب التاسع فی احکام المرتدین،

مطلب موجبات الکفر، صفحہ: ۲۶۴، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اور کسی کافر سے کسی مسلمان کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ شیعہ کے یہاں ”تقیہ“ یعنی جھوٹ بولنا فرض ہے۔ تفضیلی شیعہ کا بھی یہی حکم ہے۔ یہ لوگ سنی لڑکی سے شادی کرنے کیلئے جھوٹ بول کر اپنے آپ کو تفضیلی بتاتے ہیں۔ اس لئے ان کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

## شیعہ لڑکی کو سنی کر کے نکاح کرنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید جو اہلسنت و جماعت سے تعلق رکھتا ہے، اس نے شیعہ رافضی عورت سے شادی کی۔ وہ کہتا ہے کہ اس نے سنی کر کے شادی کی ہے۔ جبکہ اس کے پاس اس کی کوئی دلیل، گواہ یا تحریر نہیں ہے۔ تو اس کی شادی کا کیا جواز ہے؟ اس کی اولاد کو کیا سمجھنا چاہیے؟

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

ضروریات دین جن کو ماننا ایمان کیلئے ضروری ہے۔ اور ان میں سے کسی کا انکار کرنا کفر ہے۔ ابو بکر صدیق کی خلافت اور انکے صحابی ہونے کی تصدیق بھی ان ہی ضروریات میں سے ہے نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی، جس کی شہادت قرآن نے دی ہے، ماننا بھی انہیں میں سے ہے۔ شیعہ بہت سی باتوں میں اختلاف کے ساتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا بھی انکار کرتے ہیں۔ اور انہیں خائن و غاصب مانتے ہیں۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اب بھی تہمتیں لگاتے ہیں۔ اس لئے ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہوں نے اپنا کلمہ بھی علیحدہ کر لیا۔ اور اذان میں بھی تبدیلی کر لی۔ لہذا کسی مسلمان کا نکاح کسی شیعہ لڑکی سے نہیں ہو سکتا اور



چونکہ شیعوں کے مذہب میں ”تقیہ“ کرنا یعنی اپنے مذہب کو چھپالینا اور جھوٹ بولنا ان کے عقائد میں فرائض میں شامل ہے، اس لئے ان کے قول پر بھی یقین کرنا مشکل ہے۔ جس شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے شیعہ عورت کو مسلمان کر کے شادی کی ہے۔ اور کوئی ثبوت بھی پیش نہیں کرتا ہے، وہ جھوٹا ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔ اور اولاد کا نسب دعویٰ سے ثابت نہیں ہو سکتا۔

## شیعہ کے ساتھ نکاح کو جائز سمجھنے والے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
شیعہ لڑکی یا لڑکے کا نکاح سنی لڑکے یا لڑکی سے جائز ہے یا ناجائز؟ اور جو اہل تشیع کے ساتھ نکاح کرنے کو جائز سمجھے، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا و توجروا

سائل : عبد الحفیظ، عثمان آباد، کراچی

الجواب :

شیعہ لڑکی سے سنی لڑکے کا نکاح باطل ہے۔ اس لئے کہ شیعہ آجکل عام طور پر تبرائی اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے منکر ہیں۔ اور ان ہستیوں کو سب و شتم (گالی گلوچ) کرنے والے ہیں۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر قذف لگانے والے ہیں۔ تفضیلی شیعہ کا بھی یہی حکم ہے۔ ان تمام عقائد کو عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں کفریات میں شمار کیا ہے۔ جیسے ما سبق جواب سے ظاہر ہے۔ اور کسی کافر سے مسلمان کا نکاح نہیں ہو سکتا ہے۔ جو ایسے لوگوں کو مسلمان سمجھے گا اور جانتے ہوئے ان کے ساتھ مسلمان لڑکی کے نکاح کو جائز™™ کر پڑھائے اور جو اس نکاح کو جائز™™ کر اس میں شریک ہوں گے، ان سب پر یہی حکم ہوگا، جو ”تبراء“ کرنے والوں کا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## مسلمان سے کمیونسٹ ہونے والے کے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

اگر ایک مسلمان شادی شدہ کمیونسٹ ہو جائے، خدا اور رسول کے خلاف خرافات بولے تو ایسے شخص کا نکاح باقی رہتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے؟ شرعی لحاظ سے اگر نکاح ٹوٹ گیا اور بیوی کو علم ہو جائے کہ میرا نکاح ٹوٹ گیا ہے، تو ایسی صورت میں بیوی کو کیا کرنا چاہیے؟ اس مسئلے سے آگاہ کریں۔

الجواب :

اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں خرافات بجنے والا اسی وقت کافر اور مرتد ہو جاتا ہے۔ مرتد کا نکاح ختم ہو جاتا ہے، اسکی بیوی کو علم ہونے کے بعد اسکے ساتھ رہنا حرام ہے۔ اور زوجیت کے تعلقات قائم کرنا زنا ہے۔ اسے فوراً جد ہو جانا چاہیے اور قاضی کے پاس دعویٰ دائر کر کے مفارقت (جدائی) کا حکم کروالینا چاہیے۔

## سنی لڑکی کا بد عقیدہ لڑکے سے نکاح کا حکم

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

میں ایک بالغہ باشعور لڑکی ہوں۔ میری عمر تقریباً بیس سال ہے۔ میرا مسلک، مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ جبکہ میرے والدین کا مسلک دیوبندی، جماعتی اور وہابی ہے۔ وہ مجھے کافر بھی کہہ چکے ہیں۔ میرے تمام رشتہ دار تقریباً وہابی، دیوبندی عقائد کے ماننے والے ہیں۔ مستقبل میں میرے والدین میری شادی انہی رشتہ داروں میں کریں گے، جبکہ میں کسی گستاخ رسول سے شادی کرنے کو بالکل تیار نہیں ہوں۔

(۱) دوران نکاح کیا میں نکاح قبول کروں یا رد کردوں؟ کیا بد عقیدہ لوگوں میں نکاح جائز ہے؟

(۲) کیا میں بالغ ہونے کے ناطے کسی سنی بریلوی لڑکے سے اپنے ایمان کی بقاء کیلئے اپنی مرضی سے

شادی کر سکتی ہوں جبکہ میرا یہ عمل والدین کی ناراضگی کا سبب ہوگا۔ برائے مہربانی جواب دے کر فرمائیں۔

سائلہ: عطر قادری

الجواب:

دیوبندی، وہابی، قادیانی، شیعہ اور غیر مقلد گمراہ فرقے ہیں، ان سب سے تعلقات رکھنا اور سلام کرنا منع ہے۔ حدیث شریف میں بد مذہب فرقوں کے بارے میں فرمایا گیا:

وان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم وان لقیتم فلا تسلموا علیہم

(ابن ماجہ، الحدیث الاخر من باب فی القدر)

یعنی اور یہ گمراہ لوگ بیمار ہو جائیں تو ان کی تیمارداری مت کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازے میں شرکت مت کرو اور اگر تم سے ملیں تو انہیں سلام بھی مت کرو۔

لہذا دیوبندی، وہابی فرقے کے کسی شخص سے کسی سنی کا نکاح جائز نہیں۔ اس لئے کہ دیوبندیوں نے اپنی کتابوں میں نبی کریم ﷺ کی شان میں جو گستاخی لکھی ہے وہ آج بھی چھپ رہی ہیں۔ اور ہر مسلمان ان کتابوں میں وہ بے ادبیاں اور گستاخیاں پڑھ سکتا ہے۔ اور علمائے حرمین وغیرہ نے ان گستاخانہ عبارات کے پیش نظر انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ لہذا کسی مسلمان کا نکاح ایسے شخص سے نہیں ہو سکتا جو دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ آپ جب بالغ ہیں تو آپ خود مختار ہیں۔ آپ کی مرضی کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ولی کو آپ پر جبر کرنے کا اختیار ہے۔ لہذا آپ پہلے ہی سے انکار کر دیں کہ میں کسی بد مذہب اور بد عقیدہ شخص سے نکاح نہیں کروں گی۔ ہدایہ میں ہے:

وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وان لم يعقد عليها ولي بکراً  
كانت او ثیباً

یعنی حرہ (آزاد) عاقلہ، بالغہ کا نکاح اسکی مرضی سے منعقد ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ باکرہ (کنواری) ہو یا ثیبہ (شادی شدہ) اگرچہ ولی اس عقد میں راضی نہ ہوں۔

## مسلمان سے کمیونسٹ ہونے والے کے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

اگر ایک مسلمان شادی شدہ کمیونسٹ ہو جائے، خدا اور رسول کے خلاف خرافات بولے تو ایسے شخص کا نکاح باقی رہتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے؟ شرعی لحاظ سے اگر نکاح ٹوٹ گیا اور بیوی کو علم ہو جائے کہ میرا نکاح ٹوٹ گیا ہے، تو ایسی صورت میں بیوی کو کیا کرنا چاہئے؟ اس مسئلے سے آگاہ کریں۔

الجواب :

اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں خرافات بچنے والا اسی وقت کافر اور مرتد ہو جاتا ہے۔ مرتد کا نکاح ختم ہو جاتا ہے، اسکی بیوی کو علم ہونے کے بعد اسکے ساتھ رہنا حرام ہے۔ اور زوجیت کے تعلقات قائم کرنا زنا ہے۔ اسے فوراً جدا ہو جانا چاہئے اور قاضی کے پاس دعویٰ دائر کر کے مفارقت (جدائی) کا حکم کروالینا چاہئے۔

## سنی لڑکی کا بد عقیدہ لڑکے سے نکاح کا حکم

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

میں ایک بالغہ باشعور لڑکی ہوں۔ میری عمر تقریباً بیس سال ہے۔ میرا مسلک، مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ جبکہ میرے والدین کا مسلک دیوبندی، جماعتی اور وہابی ہے۔ وہ مجھے کافر بھی کہہ چکے ہیں۔ میرے تمام رشتہ دار تقریباً وہابی، دیوبندی عقائد کے ماننے والے ہیں۔ مستقبل میں میرے والدین میری شادی انہی رشتہ داروں میں کریں گے، جبکہ میں کسی گستاخ رسول سے شادی کرنے کو بالکل تیار نہیں ہوں۔

(۱) دوران نکاح کیا میں نکاح قبول کروں یا رد کردوں؟ کیا بد عقیدہ لوگوں میں نکاح جائز ہے؟

(۲) کیا میں بالغ ہونے کے ناطے کسی سنی بریلوی لڑکے سے اپنے ایمان کی بقاء کیلئے اپنی مرضی سے

شادی کر سکتی ہوں جبکہ میرا یہ عمل والدین کی ناراضگی کا سبب ہوگا۔ برائے مربانی جواب دے کر فرمائیں۔

سائلہ : عطر قادری

الجواب :

دیوبندی، وھابی، قادیانی، شیعہ اور غیر مقلد گمراہ فرقے ہیں، ان سب سے تعلقات رکھنا اور سلام کرنا منع ہے۔ حدیث شریف میں بد مذہب فرقوں کے بارے میں فرمایا گیا :

وان مرضوا فلا تعودوہم وان ماتوا فلا تشہدوہم وان لقیتم فلا تسلما علیہم

(ابن ماجہ، الحدیث الاخر من باب فی القدر)

یعنی اور یہ گمراہ لوگ ہمارے ہو جائیں تو ان کی تیمارداری مت کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازے میں شرکت مت کرو اور اگر تم سے ملیں تو انہیں سلام بھی مت کرو۔

لہذا دیوبندی، وھابی فرقے کے کسی شخص سے کسی سنی کا نکاح جائز نہیں۔ اس لئے کہ دیوبندیوں نے اپنی کتابوں میں نبی کریم ﷺ کی شان میں جو گستاخی لکھی ہیں وہ آج بھی چھپ رہی ہیں۔ اور ہر مسلمان ان کتابوں میں وہ بے ادبیاں اور گستاخیاں پڑھ سکتا ہے۔ اور علمائے حرمین وغیرہ نے ان گستاخانہ عبارات کے پیش نظر انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ لہذا کسی مسلمان کا نکاح ایسے شخص سے نہیں ہو سکتا جو دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

آپ جب بالغ ہیں تو آپ خود مختار ہیں۔ آپ کی مرضی کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ولی کو آپ پر جبر کرنے کا اختیار ہے۔ لہذا آپ پہلے ہی سے انکار کر دیں کہ میں کسی بد مذہب اور بد عقیدہ شخص سے نکاح نہیں کروں گی۔ ہدایہ میں ہے :

وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وان لم یعقد علیها ولی بکراً کانت او ثیباً

یعنی حرہ (آزاد) عاقلہ، بالغہ کا نکاح اسکی مرضی سے منعقد ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ باکرہ (کنواری) ہو یا ثیبہ (شادی شدہ) اگرچہ ولی اس عقد میں راضی نہ ہوں۔

اسکے بعد فرمایا:

ولايجوز للولي اجبار البكر البالغة على النكاح  
یعنی جائز نہیں ہے ولی کو باکرہ بالغہ کو نکاح پر مجبور کرنا۔

(اولین، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء والاكفاء، صفحہ: ۱۳، ۱۴، ۱۵)

مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

لہذا صورت مسئلہ میں آپ اپنی مرضی سے کسی سنی صحیح العقیدہ شخص سے نکاح کر سکتی ہیں۔

## سنیہ کا غیر سنی سے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے علمائے حقہ اس مسئلے کے بارے میں کہ :

مسئلہ اہل سنت و جماعت (بریلوی) کی لڑکی کا نکاح ایک دیوبند یعنی کٹر غلام خانی (جو معمولات اہل سنت کو کفر و شرک کہتا ہے) مولوی کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہو سکتا تو جو شخص ایسا نکاح پڑھائے اسکے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

سائل: صوفی محمد علی ۱/۲ شیر شریف ضلع خوشاب

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب :

جس شخص کے متعلق یہ سوال ہے، اسکے عقیدے سے متعلق سائل نے لکھا کہ وہ اہل سنت کے معمولات پر عمل پیرا ہونے والے کو کافر و مشرک کہتا ہے۔ تو جو اہل سنت کو کافر کہے، وہ خود کافر ہے اور ایسا شخص جو اسلام کا دعویٰ کر کے کفر کرے وہ مرتد ہے اور مرتد کا نکاح اہل سنت کی لڑکی سے تو باطل ہے ہی، اس کا نکاح تو کسی مرتد سے بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا:

ويبطل منه اتفاقا ما يعتمد الملة وهي خمس النكاح والذبيحة والصيد

والشهادة والارث

یعنی مرتد کے وہ تصرفات اتفاقاً باطل ہیں جن کا دار و مدار ملت اسلام پر ہے اور وہ پانچ ہیں۔ نکاح، فقہ، شکار، گواہی اور وراثت۔ شامی نے درمختار کی عبارت ”النکاح“ پر لکھا:

ای ولو لمرتدة مثله

یعنی اگرچہ وہ اپنی جیسی مرتدہ سے نکاح کرے، وہ بھی باطل ہے۔

(جلد (۲) کتاب الجہاد، باب المرتد، مطلب جملة من لا یقتل اذا ارتد، صفحہ:

۳۳۰، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

## شیعہ سے سنی ہو جانے کے بعد سنیہ سے نکاح کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ایک نوجوان جو شیعہ مسلک سے تعلق رکھتا تھا مگر اس نے فقہ حنفی سے متعلق چند کتب کا مطالعہ کیا اور سنی حضرات کی صحبت میں رہنے سے اس کی عقیدت فقہ حنفی سے ہوتی گئی۔ چنانچہ اس نے شیعہ مسلک چھوڑ کر مسلک اہلسنت وجماعت کو اختیار کر لیا۔ وہ خلافت راشدہ پر یقین رکھتا ہے اور چاروں خلفاء کو برحق سمجھتا ہے، انھیں ایمان کا ستون جانتا ہے۔ تبراء، تقیہ اور متعہ سے دل سے توبہ کرتا ہے اور ان سے نفرت کرتا ہے۔ اللہ اب وہ سنی حنفی مسلمان ہے اور بہت سے افراد کے سامنے اپنے تبدیلی مسلک کا اس نے عملاً مظاہرہ کیا اس ماضی کی زندگی کے بارے میں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل سید المرسلین ﷺ میری توبہ قبول کرے اور جو مجھ سے دانستہ و نادانستہ گناہ ہوئے ہیں انھیں معاف فرمائے، آمین۔

اب کچھ عرصہ بعد متذکرہ نوجوان مسلک اہل سنت میں شادی خانہ آبادی کرنا چاہتا ہے۔ آیا ایسا شخص سنیہ

لڑکی سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ جو اب دے کر ممنون و مشکور فرمائیں۔ بینوا و توجروا

سائل: محمد بیگ نیازی، لائڈھی کالونی، کراچی

## الجواب :

اگر واقعی یہ شخص صدق دل سے ایمان لایا ہو اور بالاعلان فرقہ شیعیت کے تمام عقائد کفریہ سے برات کا اظہار اور ان کی تکفیر کرتا ہو۔ اور مذہب شیعیت سے بھی بیزاری کا اظہار کرتا ہو تو اس کا مسلمان ہونا تسلیم کر لیا جائے گا، اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا معاملہ کیا جائے گا اور جہاں پر وہ شادی کرنا چاہتا ہے، وہ لوگ بھی مطمئن ہوں تو شادی جائز ہوگی۔





# نکاح اور ولدیت

نکاح نامہ پر ولدیت میں سوتیلے باپ کا نام لکھوانا

نافس اسلام

الاستفتاء :

WWW.NAFSEISLAM.COM

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک محترمہ کی شادی کے کچھ عرصہ کے بعد، ان کے شوہر سے اختلافات ہو جانے کی صورت میں، طلاق واقع ہو گئی۔ جبکہ ان دونوں کی ایک بچی بھی تھی، جو کہ طلاق کے بعد ماں کے پاس رہی۔ عدت کے بعد بچی کی ماں نے دوسرا نکاح کر لیا اور بچی کے تمام دستاویزات میں اس کے سوتیلے باپ کی ولدیت لکھی گئی۔ اب اس بچی کے بالغ ہونے کے بعد جب اس کی شادی ہو رہی ہے تو کیا نکاح میں ولدیت اس کے سوتیلے باپ کی لکھی جائے گی، اس صورت میں شریعت کی رو سے کوئی حرج تو نہیں ہے؟ اور اگر شرعی طور پر ایسا ممکن نہیں تو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ نکاح کے وقت تو ولدیت اصل ہی استعمال کی جائے، جبکہ اس کے نکاح نامہ میں، اسکے سوتیلے باپ کا ہی نام درج

کر لیا جائے۔ کیونکہ شرعی طور پر نکاح نامہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جبکہ ہمارے موجودہ نظام میں، اس کو ضروری تصور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ نکاح نامہ میں صحیح ولدیت درج ہونے کی وجہ سے بقیہ تمام دستاویزات سے وہ مختلف ہوگا اور اس سے مسائل درپیش ہوں گے۔ اس مسئلے کا شرعی حل بتا کر مشکور کریں۔

سائل: نعیم اللہ خان، پی ای سی ایچ ایس سوسائٹی، کراچی

## الجواب:

نسب کا دار و مدار ولدیت پر ہوتا ہے، اس لئے ہر جگہ جو حقیقی باپ ہے، اس کا نام لکھنا چاہیے تھا دستاویزات میں جو سوتیلے باپ کا نام لکھا، وہ غلط ہے۔ حدیث میں باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف نسب کرنا سخت ممنوع ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے، اس سے توبہ کرنی چاہیے۔ نکاح کی صحت کیلئے دونوں کا ایک دوسرے کے نزدیک متعارف ہونا شرط ہے۔ لہذا لڑکی سے جب وکالت حاصل کی جائے گی اور وکیل خاص شوہر کو بتائے گا، تو لڑکی جس نام سے مشہور ہے اور پہچانی جاتی ہے، اس نام سے بتائے گا اور سوتیلے باپ کی طرف نسبت سے مشہور ہے تو اس نام کی طرف نسبت کر کے ایجاب کر سکتے ہیں، پھر بھی مناسب یہ ہے کہ اس کی سوتیلی بیٹی بتا کر تعارف کروادیا جائے اور اگر اپنے اصل باپ کی نسبت سے مشہور ہے تو اس کا نام لے کر قبول کر لیا جائے۔ نکاح نامہ میں اصل باپ کا نام لکھا جائے اور سوتیلے باپ کی پرورش کردہ بیٹی لکھ دیا جائے۔

## غلط ولدیت لکھوانے کا حکم

### الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :-

گزارش ہے کہ میں انڈیا سے پاکستان اپنے چچا کے پاس آیا ہوں، میرا نام آفتاب احمد خان ولد محمد اسماعیل خان ہے۔ میں نے اپنے کاغذات، پاسپورٹ، شناختی کارڈ وغیرہ میں ولدیت کی جگہ اپنے والد کے بجائے چچا کا نام لکھا ہے کیونکہ میرے والد انڈیا میں ہیں اور چچا پاکستان میں۔ میں نے چچا کی ولدیت اس لئے لکھی ہے تاکہ یہاں رہنے کی اجازت مل جائے۔ اب میرے تمام کاغذات آفتاب احمد خان ولد محمد حسن خان کے نام سے بنے ہوئے ہیں۔

میرے چچا نے ایک جگہ میرا رشتہ طے کیا ہے۔ اب میں یہاں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ نکاح نامے میں ولدیت میں اپنے والد کا نام محمد اسماعیل خان لکھواتا ہوں تو میرے تمام کاغذات غلط ثابت ہوں گے۔ کیا میں شریعت کی رو سے والد کی جگہ چچا کا نام لکھوا سکتا ہوں اور میرا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ براہ کرام اس مسئلے کا حل شریعت کے مطابق بتائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

سائل: آفتاب احمد خان

الجواب:

اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف بیٹے ہونے کی نسبت کرنا حرام ہے۔ حدیث میں اس کے بارے میں لعنت آئی ہے۔ نکاح میں لڑکی سے وکالت حاصل کرتے وقت، لڑکے کا تعین ضروری ہے۔ اگر لڑکا اسی طرح جانا پہچانا جاتا ہے کہ چچا کو باپ ہونے کے اعتبار سے لوگ جانتے ہیں، تو وکالت صحیح ہو جائے گی اور نکاح بھی صحیح ہو جائے گا۔ اور اگر لڑکی یا لڑکے کے گھر والے اس کے حقیقی باپ کے اعتبار سے جانتے ہیں اور چچا کا بیٹا نہیں سمجھتے ہیں، تو پھر وکالت چچا کا بیٹا بنا کر حاصل کرنا صحیح نہیں ہوگی اور جب وکالت صحیح نہیں ہوگی، تو نکاح بھی نہیں ہوگا۔

نکاح کے وقت غلط ولدیت لکھوانے کا حکم

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ:

زید! نے اپنے نکاح کے وقت اپنے حقیقی والد کے نام کے بجائے اپنے ماموں کا نام ولدیت میں لکھوایا کیونکہ زید اپنے ماموں کے یہاں پر وان چڑھا تھا۔ شادی کے گواہوں میں سے ایک گواہ اس بات کا علم رکھتا تھا بعد میں زید کی توجہ جب اس مسئلے کی طرف دلائی تو اس نے کہا کہ میں ہمیشہ اپنے ماموں کا نام والد کے طور پر لکھتا رہا۔ زید نے نکاح نامہ میں اپنے والد کا نام غلط لکھوایا ہے تو اس کا نکاح ہوایا نہیں، اب اس کیلئے شرعی مسئلہ کیا ہے؟ اگر وہ خطا کار ہے تو کیا اسے گواہ بھی اسے ساتھ شریک ہیں۔ جیسے ایک گواہ کو اسے حقیقی والد کا نام معلوم نہ تھا۔

سائل: عبداللہ حاجی عمر قریشی، پٹیل محلہ، بلدیہ ٹاؤن، کراچی

## الجواب :

قبول کرنے کیلئے شوہر چونکہ خود ہوتا ہے، وہ خود قبول کرتا ہے، اس لئے شوہر کے نام لینے یا اسکے والد کے نام لینے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے لڑکی سے وکالت کیلئے شوہر کو معین کر کے وکالت لینا ضروری ہے۔ لہذا شوہر اگر ماموں کا بیٹا ہونے سے مشہور ہے اور لوگ اسکا بیٹا سمجھتے ہیں اور لڑکی سے ماموں کا لڑکا بتا کر وکالت حاصل کی گئی ہے تو یہ وکالت صحیح ہو گئی۔ اور وکیل نے اسی کے ساتھ نکاح کر دیا تو یہ نکاح صحیح ہو گیا۔ اور اگر لڑکی شوہر کو ماموں کا بیٹا ہونے کے اعتبار سے نہیں جانتی تھی نیز شوہر اس طرح مشہور بھی نہ تھا بلکہ اپنے حقیقی باپ کی طرف نسبت سے مشہور تھا اور وکالت ماموں کی طرف نسبت کرنے کے ساتھ حاصل کی گئی تو جس سے نکاح کرنے کیلئے لڑکی نے وکیل مقرر کیا تھا، وکیل نے اسکے ساتھ نکاح نہ کیا، تو یہ نکاح فضولی ہوا تھا۔

نکاح فضولی امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس وقت صحیح ہو جاتا ہے، جب لڑکی رخصت ہو کر شوہر کے پاس چلی گئی اور اس نے اس نکاح کو رد نہیں کیا تھا، تو یہ نکاح رخصتی کی صورت میں ہو جاتا ہے۔ یہ نکاح کا حکم ہے۔ مگر حدیث میں ”اس شخص پر سخت مذمت آئی ہے کہ جو اپنے حقیقی باپ کے بجائے دوسرے شخص کی طرف نسبت کرے۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب من ادعی الی غیر ابیہ، صفحہ ۱۸۷،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

لہذا زید گناہ گار ہے، اسکو توبہ کرنی چاہیے۔

## نکاح میں ولدیت لکھوانے کا حکم

## الاستفتاء :

جناب عالی!

گزارش یہ ہے کہ ایک شخص نے بیوہ سے شادی کی۔ بیوہ کے تین چھوٹے بچے بھی تھے۔ سوتیلے باپ نے خود کو ان بچوں کا سگا باپ ظاہر کر کے قومی شناختی کارڈ، اسکول کارڈ، اسکول میں داخلے، اسکول سرٹیفیکیٹ اور ملازمت وغیرہ میں بچوں کی ولدیت میں اپنا نام لکھوایا ہے۔

- (۱) اب ان مذکورہ چوں میں سے ایک لڑکے کی شادی ہونے والی ہے، نکاح میں لڑکے کے نام کے ساتھ ولدیت میں سگے باپ کا نام لکھا جانا چاہیے یا سوتیلے کا۔
- (۲) شریعت کی رو سے لڑکی سے نکاح کے وقت اجازت لینے میں لڑکے کے نام کے ساتھ ولدیت میں سگے باپ کا نام لینا ضروری ہے یا سوتیلے باپ کی ولدیت لکھ دی جائے؟ کیونکہ مذکورہ بالا کاغذات وغیرہ میں لڑکے کے نام کے ساتھ ولدیت سوتیلے باپ کی لکھی ہوئی ہے۔

### الجواب :

- (۱) نسب کا دار و مدار ولدیت پر ہوتا ہے۔ اس لئے ہر جگہ جو حقیقی باپ تھا، اس کا نام لکھا جانا چاہیے تھا۔ شناختی کارڈ وغیرہ میں جو سوتیلے باپ کا نام لکھا تھا وہ غلط تھی۔ نکاح نامہ میں حقیقی باپ کا نام لکھیں۔
- (۲) نکاح صحیح ہونے کیلئے شوہر اور بیوی کے نام اس طرح لئے جائیں گے، جس طرح وہ پہچانے جاتے ہیں اور معروف ہیں۔ تاکہ وہ معین ہو جائیں۔ لڑکا جب مشہور اس طرح سے ہے کہ سوتیلے باپ کا بیٹا بتا کر لوگ پہچانتے ہیں اور اسکے حقیقی باپ کو کوئی پہچانتا نہیں ہے تو لڑکی سے وکالت حاصل کرتے وقت سوتیلے باپ کا نام لے کر وکالت حاصل کی جائے تاکہ وہ معین ہو جائے۔ اس صورت میں نکاح نامہ پر یہ لکھنا مناسب ہو گا کہ وکالت میں حقیقی باپ کا نام لکھنے کے بعد یہ لکھ دیں معروف ولد فلاں۔ یعنی سوتیلے باپ کی طرف نسبت کر دیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

### ولدیت کو بدلنے کا حکم

### نکاح کے وقت غیر والد کی ولدیت لکھوانا

### الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

میرے عزیز نے چند وجوہات کی بناء پر اپنا نام بمعہ ولدیت اپنے والد صاحب کی زندگی میں تبدیل کیا ہے

چونکہ ان کے والد صاحب فالج زدہ تھے اور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے فالج کی وجہ سے بات چیت بھی نہیں کر سکتے تھے غرض کہ کسی معاملہ میں بھی ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ لہذا نام کی تبدیلی کے بارے میں ان کی اجازت لینا ناممکن تھا۔ کچھ عرصہ قبل ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ اب چونکہ لڑکے کے تمام کاغذات وغیرہ نئے نام سے ہیں اور لڑکا اپنے نئے نام سے پہچانا اور پکارا جاتا ہے۔ کچھ دنوں بعد لڑکے کا نکاح ہونے والا ہے۔ لڑکے اور لڑکی کے اہل خانہ ایک دوسرے سے غوطی واقف ہیں اور لڑکی اور اس کے تمام لواحقین کو لڑکے کے نام سمعہ ولدیت کی تبدیلی کے بارے میں پورا پورا علم ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ لڑکے کا اس کے اور اسکے والد کے نئے نام سے مذکورہ لڑکی کے ساتھ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ اس میں کوئی شرعی رکاوٹ تو نہیں ہے؟ براہ کرم اس بارے میں فتویٰ سے نوازیں۔ عین نوازش ہوگی۔

سائل: احسان اللہ

### الجواب:

اپنے باپ کا نام بدل کر دوسرے کی طرف نسبت کرنا سخت حرام ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہ حدیث کی کتابوں میں سخت وعیدوں کی روایتیں ہیں اور یہ باپ کی حق تلفی ہے، اس سے توبہ کرنی چاہیے اور باپ کیلئے دعائے مغفرت کرنی چاہیے اور صدقات وغیرہ دیتا رہے تاکہ باپ کی جو حق تلفی کی ہے، اس کا بھی کفارہ ہو سکے۔ نکاح کے احکام میں ایجاب و قبول کے وقت شوہر سے قبول کروایا جاتا ہے۔ وہاں نہ نام لینے کی ضرورت پڑتی ہے نہ نام لینا شرط ہے۔ لڑکی سے وکالت حاصل کرتے وقت لڑکے کا نام لینا ضروری ہے۔ یہاں مقصد یہ ہے کہ معین شخص کیلئے وکالت حاصل کی جائے تو معین اس طرح ہو جاتا ہے کہ وہ شخص جس نام سے مشہور ہے۔ اور اس نام سے کچھ جانتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے ہیں تو معین نہیں ہوگا۔ مگر یہاں بھی ایک صورت ہے کہ وکیل لڑکی کے سامنے لڑکے کا نام نہ لے بلکہ مطلق وکالت حاصل کرے کہ میں جس سے چاہوں تمہارا نکاح کر دوں تو یہ مطلقاً ہو جائے گا اور اس شخص سے نکاح کر دے، تو یہ نکاح صحیح ہو جائے گا۔ نکاح نامہ میں جس نام سے مشہور ہے، وہ نام لکھ سکتے ہیں جبکہ شناختی کارڈ وغیرہ میں بھی تبدیل شدہ نام لکھا ہوا ہو۔

## نکاح، وکالت اور گواہی کا بیان

### نکاح میں وکالت اور قبول کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 ایک شخص نے اس طرح نکاح پڑھایا کہ جسکو وکیل بنایا تھا، اس نے لڑکی سے وکالت حاصل نہیں کی بلکہ  
 لڑکی سے یہ کہا تھا کہ ”فلاں ابن فلاں کے ساتھ اتنے مہر میں نکاح قبول ہے“۔ اس طرح تین مرتبہ لڑکی سے  
 قبول کروادیا۔ اس کے بعد قاضی نے وکیل سے وکالت حاصل کی نہ لڑکی سے۔ پھر لڑکے سے بھی قبول نہیں کروایا  
 بلکہ لڑکے کے بہنوئی کو جو دو لہا کے برابر بیٹھا تھا اس سے یہ کہا کہ ”فلاں بنت فلاں کو اتنے مہر پر تمہارے نکاح  
 میں دیا۔ کیا تمہیں قبول ہے؟ بہنوئی نے قبول کر لیا۔ کیا اس طرح نکاح منعقد ہوایا نہیں؟ جو اب عنایت فرما کر  
 مشکور کریں۔

سائل: بہزاد جاوید، سبزی منڈی، کراچی

## الجواب :

صورت مسئولہ میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں، ان کی روشنی میں لڑکی کا وکیل ہی نہیں بنا۔ اور قاضی بھی لڑکی کا وکیل نہیں تھا۔ لہذا قاضی نے دولہا کے بہوئی سے جب قبول کروایا تو وہ فضولی کا قبول تھا۔ ”فضولی“ اس کو کہتے ہیں جو ولی ہو، وکیل ہو اور نہ اصیل (ہذات خود) بغیر اختیار کے کسی کا عقد کرادے۔ فضولی کے عقود ائمہ شافعیہ یعنی امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کے نزدیک تو باطل ہیں۔ اور صاحب عقد کے اجازت دینے سے بھی صحیح نہیں ہوتے۔ حنفیہ کے نزدیک یہ عقد موقوف ہوتا ہے۔ صاحب عقد اگر اس کو جائز کر دے تو جائز ہو جاتا ہے۔ مگر صورت مسئولہ میں لڑکی کو تو معلوم ہی نہیں کہ اس کا عقد اسکے ہونے والے شوہر کے بہوئی سے کروادیا گیا ہے۔ لہذا اس کے جائز ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہ نکاح دولہا کے ساتھ ہوا نہ دولہا کے بہوئی کے ساتھ۔ خوش قسمتی کہ رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ ورنہ اس کا گناہ بھی قاضی کے سر ہوتا۔ اور اس کی جہالت کی وجہ سے یہ دونوں عمر بھر جو گناہ کرتے وہ سب قاضی کے نامہ اعمال میں لکھے جاتے۔ اب ان کو چاہیے کہ رخصتی سے پہلے صحیح طور پر دوبارہ نکاح کر لیں۔

وکیل کے بجائے قاضی کا قبول کروانا

WWW.NAFSEISLAM.COM

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

آجکل نکاح سے پہلے لڑکی سے اجازت لینے وکیل جاتا ہے اور نکاح قاضی صاحب پڑھاتے ہیں۔ کیا اس طرح نکاح صحیح ہوتا ہے۔ اگر نہیں ہوتا تو کوئی صورت بتائیں جو آسان بھی ہو اور عام فہم بھی۔



## الجواب :

جو شخص وکالت حاصل کرنے جائے اسے چاہیے کہ لڑکی سے اس طرح وکالت حاصل کرے کہ ”تم فلاں ابن فلاں کے ساتھ اتنے مہر پر نکاح کرنے کیلئے مجھے وکیل مقرر کرتی ہو“ جب وہ اس طرح سے وکیل مقرر کر دے تو وکیل کو چاہیے کہ وہ آکر قاضی سے کہے کہ ”میں فلاں کی لڑکی کے نکاح کا وکیل مطلق ہوں اور میں تمہیں نکاح کا وکیل مقرر کرتا ہوں“۔ اس کے بعد قاضی یہ کہے گا کہ ”میں نے اپنی مؤکلہ کا نکاح تمہارے ساتھ کیا“۔

## دولہا کا وکیل بنانے کا حکم

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
بالغ دولہا کی موجودگی میں اگر دولہا کے بجائے اس کا وکیل ایجاب و قبول کرے تو نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟ بینوا و توجروا  
سائل: زوار حسین عباسی، ناظم آباد، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

## الجواب :

جس طرح بالغ لڑکی اپنا وکیل مقرر کر سکتی ہے، اسی طرح بالغ لڑکا بھی اپنا وکیل مقرر کر سکتا ہے۔ نکاح فارم میں لڑکی اور لڑکے دونوں کے وکیل کرنے کے کالم مقرر ہیں۔ مگر لڑکی کا وکیل یا قاضی ایجاب کے وقت یہ کہے گا کہ ”میں نے اپنی مؤکلہ فلاں بنت فلاں کا نکاح تمہارے مؤکل فلاں ابن فلاں کے ساتھ کیا“۔ اور دولہا کا وکیل یہ کہے گا کہ ”میں نے اپنے مؤکل کیلئے قبول کیا“۔

# فلم، حیض میں نکاح

اور

## نکاح کے گواہوں کا رشتہ دار ہونا

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ:

(۱) فلم یا ڈرامے میں کسی غیر منکوحہ لڑکی کا نکاح کسی مرد کے ساتھ پڑھایا جائے تو وہ نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ بوقت نکاح گواہوں کی کافی تعداد موجود ہوتی ہے۔ آجکل اکثر اس قسم کے نکاح ڈراموں یا اس میں ہوتے ہیں۔ اور محض تفریحاً ہوتے ہیں۔ حقیقتاً کسی کی نیت نکاح کرنے کی نہیں ہوتی۔

(۲) اگر بوقت نکاح عورت حیض سے ہو تو نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟

(۳) اگر بوقت نکاح نکاح خواں کے علاوہ صرف دو لہمایا دو لہسن کے دو بھائی بطور گواہ ہوں تو نکاح

ہو جائے گا یا نہیں؟ دوسرے الفاظ میں نکاح کیلئے جو دو گواہ لازمی ہیں، ان میں کسی کا استثناء تو نہیں ہے؟ مثلاً دو لہمایا دو لہسن کا والد، چچا، ماموں اور بھائی وغیرہ گواہ ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بیٹنوا و توجروا

سائل: کیپٹن (ریٹائرڈ) زوار حسین عباسی، ناظم آباد، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

(۱) حدیث میں ایک قاعدہ بیان کیا گیا ہے، جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ

مذاق میں بھی ہو جاتی ہیں، جن میں ایک نکاح بھی ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں اس طرح سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔

(۲) حالت حیض میں بھی نکاح ہو جاتا ہے۔

(۳) نکاح کے گواہوں میں یہ شرط ہے کہ وہ مسلمان، عاقل اور بالغ ہوں۔ کسی کا رشتہ دار ہونے میں

کوئی حرج نہیں ہے۔

## بغیر گواہوں کے نکاح کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید اور خالدہ دونوں نے ایک مجلس میں بغیر گواہوں کے نکاح کیا۔ یعنی باقاعدہ مہر کا تذکرہ کرتے ہوئے ایجاب و قبول کیا۔ اب معلوم کرنا ہے کہ بغیر گواہوں کے نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اگر یہ نکاح نہیں ہوا تو زید اور خالدہ کا حیثیت میاں بیوی زندگی گزارنا شریعت کے نقطہ نظر سے کیسا ہے؟ خالدہ اور اسکے پہلے شوہر کی اولاد کا نان و نفقہ زید پر واجب ہو گا یا نہیں؟ زید اور خالدہ سے پیدا ہونے والی اولاد صحیح النسب ہو گی یا نہیں؟

سائل: محمد مجید، ساہیوال

الجواب:

حدیث شریف میں ہے۔ اس حدیث کو امیر المؤمنین فی الحدیث امام ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اپنی صحیح بخاری میں نقل کیا:

لا یجوز نکاح بغیر شاہدین

(جلد ۱) کتاب الشہادات، باب شہادة القاذف والسارق والزانی، صفحہ: ۳۶۱،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

WWW.NAFSEISLAM.COM

یعنی بغیر دو گواہوں کے نکاح جائز نہیں۔

شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی ابن ابی بکر الفرغانی متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا:

ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاہدین عاقلین بالغین

مسلمین رجلین او رجل وامرأتین

(اولین، کتاب النکاح، صفحہ: ۳۰۶، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

یعنی مسلمانوں کا نکاح منعقد نہیں ہوتا جب تک کہ دو آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان مرد گواہ یا ایک مرد

اور دو عورتیں موجود نہ ہوں۔

لہذا صورت مسئولہ میں یہ نکاح ہوا ہی نہیں۔ زید پر ان میں سے کسی کا نفقہ واجب نہیں۔ ان سے ہونی والی اولاد ناجائز ہے۔

## نکاح میں خنثی (بیچڑے) کی گواہی کا حکم

الاستفتاء:

محترم مفتی صاحب! السلام علیکم

ایک مسئلہ درپیش ہے برائے مہربانی اسکا شرعی جواب دیکر شکریہ کا موقع دیں۔ شادی میں دو لہما دلہن کی طرف سے جو دو گواہ ہوتے ہیں کیا ان میں کوئی ایک خنثی (بیچڑا) ہو سکتا ہے یا کہ نہیں؟  
سائل: اکبر خان، لائڈھی، کراچی

الجواب:

ایجاب و قبول کے وقت دو عاقل بالغ آزاد مسلمان مرد گواہ یا ایک مرد اور دو عورتوں کا موجود ہونا شرط ہے۔ خواہ یہ دونوں گواہ شوہر کی جانب سے ہوں یا دلہن کی طرف سے یا کسی بھی جانب سے نہ ہوں۔ اگر ایک خنثی، ایک عورت اور ایک مرد ہوں، جب بھی نکاح جائز ہو جاتا ہے۔ علامہ علاء الدین <sup>حصکتھی</sup> متوفی ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا:

وخنثی کانثی لو مشکلا والا فلا اشکال  
یعنی خنثی اگر مشکل (یعنی جس کا مرد یا عورت ہونے کا پتہ نہ چلے) ہے تو وہ مؤنث کی طرح ہے ورنہ اس میں کوئی مشکل و پیچیدگی نہیں۔

اس پر علامہ ابن عابدین المعروف علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا:

فيقبل مع رجل وامرأة في غير حد و قود

(جلد (۴) کتاب الشہادات، باب القبول وعدمہ، صفحہ: ۴۱۹،

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی خنثی کی گواہی حد و اور قصاص کے علاوہ مرد و عورت کے ساتھ قابل قبول ہے۔

## ایجاب و قبول کیلئے مجلس واحد کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

قاضی صاحب نکاح اس طرح پڑھاتے ہیں کہ لڑکی سے ایجاب دو گواہ کی موجودگی میں کروایا جاتا ہے۔ اسکے بعد قاضی صاحب ان دو گواہوں کے ساتھ کچھ گھر کے لوگوں کو لے کر دس پندرہ میل دور جا کے لڑکے (دولہا) کا نکاح پڑھاتے ہیں۔ اس کے بعد لڑکی کو دولہا کے ساتھ رخصت کر دیتے ہیں۔ از روئے شرع شریف نکاح منعقد ہو یا نہیں؟

الجواب :

نکاح اور دیگر تمام عقود میں یہ شرط ہے کہ ایجاب و قبول دونوں ایک مجلس میں ہوں۔ مجلس بدل جانے کے بعد عقد باطل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے نکاح میں لڑکی کا وکیل ہوتا ہے اور وکیل خود ایجاب کرتا ہے یا قاضی کو اپنا وکیل کرتا ہے اور قاضی ایجاب کرتا ہے اور شوہر قبول کرتا ہے۔ اس طرح ایجاب و قبول ایک ہی مجلس میں ہو جاتے ہیں۔ صورت مسئلہ میں جو صورت بیان کی گئی ہے اس طرح تو عقد نہیں ہو سکتا۔ لیکن قاضی دولہا کے پاس جا کر کیا الفاظ بولتا ہے۔ اور دولہا قبول کرتا ہے، اس کی مختلف صورتیں ہوں گی۔ جب تک واضح صورت نہ ہو کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

## ٹیلی فون پر نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ٹیلی فون پر نکاح کرنا کیسا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

سائل: سید محمد اسلم غزالی، بلاک ۱۳، فیڈرل بی ایریا، کراچی

## الجواب:

نکاح صحیح ہونے کی بہت سی شرطیں ہیں۔ ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ایجاب و قبول دونوں ایک مجلس میں ہوں۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ ایجاب و قبول کے الفاظ دو عاقل و بالغ مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ایک ساتھ سنیں۔ ٹیلی فون پر ظاہر بات ہے کہ مجلس ایک نہیں ہے۔ لہذا پہلی شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے نکاح باطل ہے۔ اور دوسری شرط بھی نہیں پائی جاتی ہے اس لئے کہ ٹیلی فون سے ایک آدمی سنتا ہے، اگر قاضی نے سنا تو گواہوں نے کچھ نہ سنا اور جب گواہ سنیں تو دوبارہ ٹیلی فون کرنے والا لے گا اس نے نئے الفاظ سنے وہ جو پہلے والے نے نہ سنے تھے اسی طرح دوسرا گواہ بھی سنے گا اس لئے دونوں گواہوں کا ایک ساتھ سننا بھی نہیں پایا جائے گا۔

اور تیسری وجہ باطل ہونے کی یہ ہے کہ ٹیلی فون پر صرف آواز سنی جاتی ہے، کون شخص قبول کر رہا ہے؟ یہ معلوم نہیں ہوتا ہے اور صرف آواز سے یہ متعین نہیں کیا جاسکتا کہ یہ فلاں شخص کی آواز ہے اس لئے کہ آواز دوسرے کی طرح بنائی جاسکتی ہے۔ لوگ جانوروں کی آوازوں کی اس طرح نقل کرتے ہیں کہ اگر سامنے نہ ہو تو پہچانا نہیں جاسکتا کہ یہ آواز جانور کی ہے یا انسان نقل کر رہا ہے۔ بہر حال ٹیلی فون پر نکاح باطل ہے۔ اسکے صحیح ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر کوئی ایسی ہی مجبوری ہے کہ نکاح جلد کرنا ہے اور شوہر یہاں نہیں آسکتا ہے تو یہ کر سکتے ہیں کہ شوہر وہاں سے کسی شخص کی معرفت یہاں اپنے والد بھائی وغیرہ کسی کو وکیل مقرر کر دے اور شرائط لکھ دے کہ فلاں شخص کی بیٹی فلاں نام والی کے ساتھ میرا نکاح آپ قبول کر لیجئے اتنے مہر پر۔ اسکے بعد قاضی نکاح پڑھاتے وقت اس وکیل سے یہ کہے گا کہ ”فلاں بنت فلاں کا نکاح اتنے مہر پر میں نے تمہارے مؤکل فلاں شخص کے ساتھ کیا۔“ وکیل کہے گا کہ ”میں نے اپنے مؤکل فلاں شخص کیلئے قبول کیا،“ تو یہ نکاح صحیح ہو جائے گا۔ اسی لئے نکاح کے فارم میں جس طرح لڑکی کے وکیل کا کالم ہے اسی طرح لڑکے کے وکیل کا کالم بھی بنا ہوا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## مہر کا بیان

مہر کی مقدار اور اقسام

مفتی اسلام

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

WWW.NAFSEISLAM.COM

دارالعلوم امجدیہ، کراچی

مہر کی اقسام اور مہر کی مقدار تفصیل سے تحریر کیجئے۔

سائل: روشن علی، جیکب لائن، کراچی

الجواب:

مہر کی دو قسمیں ہیں۔ معجل اور مؤجل۔ معجل کے معنی یہ ہیں کہ بیوی جب مانگے گی اس وقت دینا ہوگا اور اس کے مطالبے کیلئے بیوی اپنے نفس کو روک سکتی ہے کہ جب تک شوہر وہ ادا نہ کر دے بیوی کو ہاتھ نہ لگائے۔ اس کو ”عند الطلب“ بھی کہتے ہیں۔ اور دوسری قسم مؤجل ہے۔ اس کے معنی ہمارے یہاں کے عرف میں یہ ہیں کہ

جب طلاق یا موت واقع ہو، تو دیا جائے گا۔ لہذا تفریق سے پہلے یہی اسکا مطالبہ کر سکتی ہے اور نہ اس کیلئے اپنے نفس کو روک سکتی ہے۔ نصف معجل اور نصف مؤجل بھی ہو سکتا ہے۔ مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم چاندی ہے، جس کا وزن دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی بنتا ہے۔ چاندی کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ اس کے اعتبار سے کم سے کم مہر کی مقدار بھی کم زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ آج کے زمانے میں کم سے کم مہر کی مقدار ایک سو پچیس روپے ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم

## مہر کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

آجکل شادی کی غیر ضروری رسوم میں ایک اہم فریضہ کو غیر اسلامی رنگ دیکر اس قدر الجھایا جا رہا ہے کہ اب فرض بھی رسوم کی شکل میں دکھائی دے رہا ہے۔ اس معاملے میں آپ کی رہنمائی چاہتا ہوں۔ حسب ذیل مسئلہ کا حل اس طرح تحریر فرمائیں جو ہر دور میں کام آسکے اور پھر اس کے بعد کوئی حجت باقی نہ رہے۔  
مہر کے متعلق یہ بات جاننا چاہتا ہوں کہ اس زمانہ میں اور آنے والے زمانہ میں مہر چاندی اور سونے کے حساب سے کیا ہونا چاہیے؟ اور اگر سونے اور چاندی کے بدلے مہر میں روپے وغیرہ دئے جائیں تو اسکی ادائیگی کی کیا صورت ہو؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ فقہ حنفیہ میں مہر کی رقم ہزاروں یا لاکھوں کے حساب سے دینا کیسا ہے؟ جو اب جلد ارسال فرمائیں۔

سائل: حافظ عبدالستار

الجواب :

شرعاً مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم چاندی ہے جو ہمارے یہاں کے وزن کے حساب سے دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی بنتی ہے یا اس کی قیمت۔ چاندی کی قیمت میں اس روز کا اعتبار ہوگا، جس روز نکاح ہوا تھا۔ اور اگر مہر میں مقرر کی گئی تھی تو جس روز مہر ادا کرے گا اس دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا یا چاندی دے گا۔



مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار معین نہیں ہے۔ لیکن مہر کی مقدار اتنی ہونی چاہیے کہ جس کو شوہر ادا کر سکے اور شوہر کی نیت بھی یہ ہونی چاہیے کہ ادا کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار مقرر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تاکہ لوگ اس سے زیادہ مہر مقرر نہ کریں۔ اس وقت وہاں ایک عورت کھڑی ہوئی تھی، کہا آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔

اس لئے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَأَتَيْتُمْ إِحْدَهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا

(سورة (۴) النساء، آیت: ۲۰)

یعنی اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ (کنز الایمان)

اس سے معلوم ہوا کہ مہر زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا خلیفۃ المسلمین کو یہ حق حاصل نہیں کہ ہمارے حق

میں کوئی پابندی لگائیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔

(تفسیر مظہری، جلد (۲) آیت مذکورہ) (تفسیر خزائن العرفان بر حاشیہ

ترجمہ کنز الایمان، آیت مذکورہ)

نام معلوم مہر کی ادائیگی کا حکم

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

میری شادی میں مہر شرعی مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن نکاح نامہ وغیرہ موجود نہیں ہے اور مہر کی رقم کتنی تھی یہ

بھی ہم میں سے کسی کو یاد نہیں۔ اب میں اس قرض سے سبکدوشی چاہتا ہوں تو اس کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ جواب باصواب عنایت فرمائیں۔

سائل: بندہ خدا

## الجواب:

شریعت نے مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم چاندی مقرر کی ہے۔ اس کا وزن ہمارے یہاں کے حساب سے دو تولے، ساڑھے سات ماشے ہوتا ہے۔ لہذا اگر اس طرح نکاح ہوا تھا کہ مہر شرعی ہو گا، تو دس درہم چاندی کی جتنی قیمت بازار میں ہے، وہ دینا ہوگی۔ جس دن ادا کرے گا، اس دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

## شوہر کی استطاعت سے زیادہ مہر نیز ادا ایگی میں نیت کا حکم

## الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: مہر کتنا ہونا چاہیے؟ امیر لوگوں کی طرف دیکھ کر غریب لوگوں نے بھی مہر زیادہ رکھنا شروع کر دیا ہے، جس کو غریب آدمی ادا کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ ایسی صورت میں لڑکی والوں کو مہر کس قدر باندھنا چاہیے؟ آیا ہونے والے شوہر کی استطاعت کے مطابق یا جتنا چاہیں باندھ سکتے ہیں؟ اس بارے میں حکم شرع سے آگاہ فرمائیں۔

سائل: گل زماں، محلہ صوفی سید محمود، راولپنڈی

WWW.NAFSEISLAM.COM

## الجواب:

شریعت میں مہر کی کم سے کم مقدار کا تعین ہے۔ لیکن زیادہ کا کوئی تعین نہیں کیا گیا۔ مگر یہ خیال رکھنا چاہیے کہ مہر اتنی مقدار میں باندھا جائے کہ شوہر باسانی ادا کر سکے اور شوہر کی نیت یہ ہونی چاہیے کہ میں مہر ادا کروں گا۔ اگر مہر قبول کر لیا اور ارادہ یہ ہے کہ دوں گا نہیں، تو حدیث شریف میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔ ابو یعلیٰ و d انی نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ عورت کو مہر میں سے کچھ نہیں دوں گا تو جس وقت مرے گا، زانی مرے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## بغیر مہر نکاح اور مہر مثل کی تعریف

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

دارالعلوم امجدیہ، کراچی

مجھے ایک مسئلے کا جواب چاہیے، جس کا تعلق نکاح سے ہے۔ میرا ایک لڑکی سے رشتہ طے ہوا اور نکاح دو تین سال بعد ہونا طے پایا۔ یہ لڑکی میری خالہ زاد بہن ہے اور میرے گھر میں اس کا آنا جانا ہے۔ دل میں محبت رکھنے کی بناء پر اپنی نگاہوں پر قابو نہ رکھ سکا۔ ایک اچھے ماحول کو اپنائے ہوئے کچھ عرصہ ہوا ہے۔ اس ماحول کی برکت سے معلوم ہوا کہ وہ ابھی میرے لئے غیر محرم ہے اور اس کو دیکھنا میرے لئے جائز نہیں۔ گناہ سے بچنے کیلئے میں نے چاہا کہ خاموشی سے نکاح کر لیا جائے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل طریقہ پر ہم نے نکاح کر لیا۔ پہلے خطبہ نکاح پڑھا گیا۔ گواہوں میں ایک مرد و دو عورتیں تھیں جو عاقل، بالغ، آزاد، صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہیں۔ ایجاب و قبول کے الفاظ یہ تھے۔ ”میں نے تم سے نکاح کیا“ ”مجھے قبول ہے“ یہ الفاظ ہم نے تین مرتبہ دہرائے جو کہ گواہوں نے سنے کیا اس طرح ہمارا نکاح ہو گیا اور اب ہم ایک دوسرے کیلئے غیر محرم ہیں یا نہیں؟ مہر کے بارے میں یہ فیصلہ ہوا کہ یہ معاملہ بعد میں طے کر لیں گے۔ میں مردینے کا پوری طرح پابند ہوں۔ آپ جو اب ارشاد فرمائیں، تمام عمر احسان مندر ہوں گا۔ خصوصاً ایجاب و قبول کے الفاظ کے بارے میں وضاحت فرمائیں کہ درست تھے یا نہیں؟ لڑکی عاقلہ، بالغہ ہے۔ جواب اپنے دستخط اور اسٹامپ سمیت ارسال فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔ اللہ عز و جل آپ کا سینہ مدینہ بنائے۔

سائل: سید حامد علی قادری

الجواب:

صورت مسئلہ میں نکاح صحیح ہو گیا۔ اور ایجاب و قبول کے الفاظ بھی صحیح تھے۔ مہر کا تذکرہ نہ ہونے کے باوجود نکاح ہو جاتا ہے۔ اب دونوں رضامندی سے مہر کی مقدار مقرر کر لیں۔ ورنہ ”مہر مثل“ لازم ہوگا۔ مہر مثل کا

مطلب یہ ہے کہ لڑکی کی بہوں میں جو حسن و جمال، دینداری، ہنر مندی، اور مالداری میں اس لڑکی کی مثل ہوں، ان کا جو مہر تھا وہی اس لڑکی کا بھی ہوگا۔

## مہر کی مقدار میں اختلافی صورت کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
میری بیوی اکثر و بیشتر گھر سے دوسروں کے یہاں چلی جاتی ہے۔ میں نے اسے بارہا تنبیہ کی لیکن وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آتی۔ میں اس کی حرکتوں سے تنگ آ گیا ہوں اور اسے طلاق دینا چاہتا ہوں۔ ہمارا نکاح ہنگال میں ہوا تھا اور نکاح نامہ وغیرہ نہیں بنایا گیا تھا، جو گواہ وغیرہ تھے، وہ سب کے سب ہنگال میں ہی ہیں۔ میری بیوی کہتی ہے کہ ”مہر پچاس ہزار روپے مقرر ہوا تھا“ جبکہ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ ”مہر پانچ سو روپے اور دو دینار مقرر ہوا تھا“ ایسی صورت میں کس طرح طلاق دیکر اس عورت سے جان چھڑاؤں؟ صحیح جواب عنایت فرمائیں۔ میری ایک چھوٹی بچی بھی ہے۔ اسکی پرورش وغیرہ میرے پاس ہوگی یا اسکے پاس؟

سائل : محمد تسنیم، اورنگی ٹاؤن، کراچی

مفتی اسلام

الجواب :

صورت مسئلہ میں عورت کو مہر کی مقدار ثابت کرنے کیلئے گواہ پیش کرنے ہوں گے۔ مہر کی جو مقدار گواہوں سے ثابت ہو جائے گی، شوہر پر اسکا ادا کرنا واجب ہو جائے گا۔ اور اگر عورت کے پاس گواہ نہ ہوں تو شوہر کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا۔

عورت سے جان چھڑانے کیلئے خلع کرنا ہوگا اور خلع بیوی کی رضا مندی سے ہو سکتا ہے، وہ جتنے مال پر خلع کرے گی شوہر اسے قبول کرے گا تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ بچی نو برس تک اپنی ماں کی پرورش میں رہے گی اور اس مدت میں بچی کا خرچ اس کے باپ کو ادا کرنا ہوگا۔ اگر بچی کی ماں نے کسی ایسے شخص سے شادی کی جو اس لڑکی کیلئے غیر محرم ہو تو یہ بچی، اس سے واپس لے لی جائے گی۔

## مہر! قسطوں میں ادا کرنا

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اور ابھی تک مہر ادا نہیں کیا تو مہر کی پوری رقم کس طرح ادا  
 کریں، شوہر کا کہنا ہے کہ ”میں مہر کی رقم ماہانہ قسط کی شکل میں ادا کروں گا“ کیا یہ درست ہے؟  
 سائل: غلام رسول

الجواب:

شوہر پر مطلقہ عورت کی مدت عدت کا نان و نفقہ واجب ہے۔ طلاق دینے کے بعد شوہر پر مہر ادا کرنا بھی  
 واجب ہے۔ دوسرے قرضوں کی طرح یہ بھی ایک قرض ہے۔ شوہر کے انکار یا تنگدستی سے اس کی ادائیگی پر کوئی  
 فرق نہیں پڑتا، یعنی اس کا ادا کرنا بہر حال ضروری ہے۔ لیکن مطلقہ اگر یہ جانتی ہے کہ شوہر سابق یکمشت مہر ادا  
 کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کو مہلت دیدے۔ اور اگر معاف کر دے تو یہ بہت بڑے  
 ثواب کا کام ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: **وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ  
 تَعْلَمُونَ** ○  
 WWW.NAFSEISLAM.COM

(سورة (۲) البقرة، آیت: ۲۸۰)

اور اگر قرض دار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک۔ اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لئے بھلا  
 ہے اگر جانو! (کنز الایمان)

## مہر کی معافی کیلئے بیوی پر دباؤ ڈالنا

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
ہم نے اپنی ہمیشہ کا نکاح ایک پڑھے لکھے اور کھاتے پیتے آدمی سے کیا۔ رخصتی کے بعد دوسرے دن ہم  
گئے تو ہمیشہ کی زبانی معلوم ہوا کہ شوہر صاحب! کا شدید اصرار تھا کہ حق مہر جو دس ہزار روپے رکھا ہے، وہ معاف  
کر اور اگر تم معاف نہیں کرو گی تو تم میرے لئے حرام ہو۔ اب شادی کو تقریباً چھ ماہ ہو چکے ہیں۔ ایک ماہ ہماری  
ہمیشہ ان کے پاس رہی اور حقوق زوجیت بھی ادا ہوئے۔ مگر مہر معاف کر نیکا اصرار برابر ہو رہا ہے۔ اب انہوں نے  
ہمیشہ کو میسج بھیج دیا ہے اور کہتے ہیں کہ ”جب مہر معاف کر دے گی تو لے آؤں گا“۔ کیا ان کا مہر معاف کرنے کا اصرار  
صحیح ہے جب کہ وہ کھاتے پیتے آدمی ہیں۔ مہربانی فرما کر اس کا جواب جلد دیجئے۔

سائل: سید صدیق علی، نیو کراچی

الجواب:

قرآن و حدیث میں مہر کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ شوہر کے ذمہ اس کا ادا کرنا فرض ہے، اور مہر بیوی کا حق  
ہے۔ شوہر پر لازم ہے کہ وہ بیوی کا حق ادا کرے، شوہر کا بیوی سے مہر معاف کرنے کا مطالبہ جائز نہیں ہے۔ یہ تو  
مہر کے معاف کروانے کا حکم ہوا۔ مگر شوہر نے جو لفظ کہا اگر تم معاف نہیں کرو گی تو تم میرے لئے حرام ہو، اس میں  
طلاق کا احتمال بھی ہے۔ لہذا اس کیلئے شوہر دارالافتاء آئے تو بالمشافہ اس بارے میں گفتگو کر کے ہی کچھ بتلایا جاسکتا ہے  
کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔

## بیوی کا مہر معاف کرنا اور پھر مطالبہ کرنا

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

مؤرخہ ۸۲-۱-۶ کو میری شادی ہوئی تھی اور مجھ پر ۱۵۰۰۰۰ روپے کا مہر مؤجل عائد تھا جو کہ میری بیوی نے مجھے ۸۲-۳-۱ کو تحریری طور پر معاف کر دیا تھا اور مؤرخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۸۳ کو میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ اب بیوی کا مطالبہ ہے کہ میرا مہر مجھے دیا جائے۔

برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں بتلایا جائے کہ یہ حق مہر مؤجل معاف ہو چکا ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر لڑکی نے مخوشی بلا جبر و اکراہ مہر معاف کرنے کے بارے میں لکھ دیا تھا، تو مہر معاف ہو گیا۔ معاف کرنے کے بعد دوبارہ، اس کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے۔

## مہر کے ساتھ دینار و درہم لگانے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

آجکل بعض لوگوں میں مہر مقرر کرتے وقت طرفین کی جانب سے سکہ رائج الوقت کے علاوہ ایک یا دو دینار یا درہم کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً گیارہ ہزار روپے اور دو دینار۔ طے کرتے وقت یہ ذکر نہیں کیا جاتا کہ سونے چاندی کا دینار و درہم دیا جائے گا یا کاغذ کا۔ جب لڑکا اپنی بیوی کو مہر ادا کرے گا تو مذکورہ دینار یا درہم کو کس طرح ادا کرے گا۔ سونے چاندی کا یا کاغذ کا۔ جبکہ لڑکی موجودہ دینار کی جگہ سونے کے سکے کی مالیت کا مطالبہ کر رہی ہے۔ اور لڑکا کہہ رہا ہے کہ عرب ممالک میں جو کاغذ کے دینار چلتے ہیں، وہی دوں گا۔ از روئے شرع جواب عنایت کریں۔

سائل: رجب علی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

الجواب:

اسلام میں درہم و دینار سے مراد سونے اور چاندی کے وہ سکے ہیں، جن کا تذکرہ احادیث اور فقہ کی کتابوں میں ہے اور جن کے وزن کو بہت سے مسائل میں مقدار بیان کرنے کیلئے ذکر کیا جاتا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں

بھی مہر کے ساتھ درہم و دینار کا تذکرہ کیا جاتا ہے، اس سے مراد سونے کا دینار ہوتا ہے۔ ایک دینار آج کل کے حساب سے ساڑھے چار ماشے کا ہے اور نصف دینار دو ماشہ دو رتی کا ہوتا ہے۔ ایک درہم تین ماشہ ایک رتی کا ہوتا ہے۔

## رخصتی سے پہلے طلاق اور ادائیگی مہر

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید کا نکاح ہندہ سے حق مہر مبلغ ۵۰،۰۰۰ روپے میں طے ہوا۔ اور ابھی رخصتی نہیں ہوئی۔ اب زید اپنی بیوی کو

طلاق دینا چاہے تو کیا مہر کی رقم دینی ہوگی یا نہیں؟

نوٹ: جس وقت نکاح ہوا تو قاضی صاحب نے زید کے والد سے پوچھے بغیر ہندہ کے خالہ زاد بھائی کے کہنے پر حق مہر لکھ دیا تھا۔

سائل: احسان الحق، گلستان جوہر، کراچی

الجواب:

نکاح کے بعد اگر یہ میاں بیوی تنہائی میں جمع نہ ہوئے ہوں، ایسی صورت میں شوہر طلاق دے دے تو آدھا مہر واجب ہوگا ورنہ پورا مہر۔ نکاح پڑھانے والا شوہر سے قبول کراتے وقت لڑکی کا نام مع ولدیت اور مقدار مہر بتا کر قبول کرواتا ہے۔ لہذا جو مہر زبان سے بیان کیا گیا وہ مانا جائے گا۔ اگر لکھی ہوئی مقدار اور زبانی مقدار میں فرق ہے تو جو مقدار زبان سے بیان کی گئی ہے، اس کا اعتبار ہوگا۔ اور اگر زبان سے مقدار بیان نہ کی گئی اور لڑکی سے وکالت حاصل کرتے وقت مہر کی مقدار معین پر وکالت حاصل کی گئی تھی لیکن قبول کے وقت مقدار معین میں تبدیلی کر دی تو یہ نکاح مؤکلہ کی مرضی کے خلاف ہوگا، جس کا وکیل کو اختیار نہ تھا۔ اگر لکھی گئی مقدار کو شوہر کے سامنے بیان نہ کیا گیا اور مجلس نکاح میں ہی شوہر نے اس مقدار کو دیکھ کر دستخط کر دیئے جب بھی اس مقدار پر نکاح ہو گیا۔



## طلاق کے بعد مہر مؤجل کی ادائیگی کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: مہر مؤجل اگر زیادہ ہو اور تین طلاق دینے کے بعد اگر کوئی شخص یکمشت ادا نہ کر سکے تو اس کیلئے ادائیگی کی آسان صورت کیا ہے؟

الجواب:

مہر قرض ہے اور طلاق دینے کے بعد اس کا ادا کرنا فرض ہے۔ قرض کی ادائیگی جتنی جلدی ہو سکے، ضروری ہے۔ لیکن اگر واقعی وہ شخص یکمشت ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے، تو قرآن کریم میں اس کے متعلق ارشاد ہے:

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَإِنْ تصدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

تَعْلَمُونَ ۝

(سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۸۰)

اور اگر قرض دار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک۔ اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لئے بھلا ہے اگر جانو! (کنز الایمان)

لہذا شوہر کی تنگدستی و عدم استطاعت کی صورت میں مطلقاً واجب ہے کہ وہ اسے اس وقت تک مہلت دے، جب تک اسے استطاعت حاصل ہو۔ اور شوہر پر بھی یہ لازم ہے کہ اسے قرض <sup>TM</sup> کر جلد سے جلد ادا کرنے کی کوشش کرے۔

## طلاق کی صورت میں مہر کی ادائیگی

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید نے اپنی بیوی مسما ہندہ کو جذبات میں آکر ایک ہی دفعہ میں کہہ دیا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں۔ طلاق کے وقت صرف زید کی والدہ تھیں۔ ان کے پانچ بچے ہیں جو کہ سب نابالغ ہیں۔ اس صورت حال میں زید اور ہندہ بہت پریشان ہیں کہ چوں کہ مستقبل کا کیا بنے گا؟ کیا حلالہ کے علاوہ کوئی اور صورت ہے کہ یہ معاملہ حل ہو جائے ہندہ کا مہر ۵۰۰۰ روپیہ عند الطلب ہے، شوہر کہتا ہے کہ ”میں نے معاف کر لیا ہے“ جبکہ ہندہ کہتی ہے کہ سترہ سال کے عرصہ میں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ کیا مہر کی ادائیگی شوہر پر واجب ہے؟

الجواب:

صورت مذکورہ میں زید کی بیوی کو تین طلاقیں واقع ہو گئی ہیں۔ اور وہ اپنے شوہر پر حرمتِ مغلطہ سے حرام ہو گئی ہے۔ اب ان دونوں کا نکاح بھی بغیر حلالہ کے نہیں ہو سکتا۔ عند الطلب جو مہر ہوتا ہے، اس کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ جب عورت مانگے گی تو دینا ہوگا اور طلاق کے وقت تو یہ مہر ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اب اختلاف کی صورت میں کہ بیوی نے مہر معاف کیا ہے یا نہیں؟ تو شوہر کو دو گواہوں سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ بیوی نے مہر معاف کر دیا تھا۔ اور اگر گواہ نہ ہوں تو بیوی کو قسم دی جائے گی کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ میں نے مہر معاف نہیں کیا تھا، تو شوہر کو مہر دینا ہوگا۔

خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

حضرت فاطمہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بوضو چار سو مثقال مہر ہوا تھا۔ تو کیا آپ وضاحت کریں گے کہ مثقال کیا ہے؟ اس وقت کیا قیمت تھی، اور اب کیا قیمت ہے؟

سائل: سید علی الدین احمد، کورنگی، کراچی

الجواب:

مثقال، تول کا ایک وزن ہے۔ بیس مثقال کے ساڑھے سات تولے ہوتے ہیں۔ حضرت علی سے حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد بوض چار سو مثقال چاندی ہوا تھا۔ اب چاندی کی قیمت مارکیٹ میں جس حساب سے ہو، جوڑی جائے۔ مارکیٹ میں چاندی کی قیمت کم زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ اس وقت چاندی اور سونا خود سکہ کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔ نوٹ یا اور کوئی سکہ ان کی جگہ مستعمل نہیں تھا کہ جس کی قیمت متعین کی جائے۔ مذکورہ بالا حساب سے چار سو مثقال کے ایک سو پچاس تولے ہوتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## بتیس روپے مہرباندھنے کا حکم

الاستفتاء:

محترم و مکرم جناب مفتی محمد وقار الدین صاحب!

مسئلہ ذیل میں ہماری رہنمائی کیجئے:

نکاح میں بتیس روپے مہرباندھا گیا تھا۔ اور اب ہم طلاق دیں تو مہر کی کتنی رقم ادا کرنی پڑے گی۔ مہربانی فرما کر تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: نیک محمد ولد بابو دین، لائڈھی، کراچی

الجواب:

مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے یعنی دو تولہ ساڑھے چار ماشے چاندی یا اس کی قیمت۔ مارکیٹ میں موجودہ دور میں دو تولہ ساڑھے چار ماشے چاندی کی قیمت تقریباً ایک سو پچھتر روپے ہوتے ہیں۔ بتیس روپے مہر شرعاً درست نہ تھا۔ لہذا صورت مسئلہ میں شرعی مہر یعنی دو تولہ ساڑھے چار ماشے چاندی کی قیمت ایک سو پچھتر روپے تقریباً ادا کرنی ہوگی۔

# نکاح اور رضاعت

## رضاعی بہن سے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
زید کے ماموں کی لڑکی نے زید کی چھوٹی بہن زینت کے ساتھ دودھ پیا ہے۔ کیا از روئے شرع زید اپنی  
ماموں زاد سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

سائل : خالد جاوید، صدر، کراچی

الجواب :

زید! کے ماموں کی جس لڑکی نے زید کی ماں کا دودھ پیا ہے اگرچہ زید کے ساتھ نہ پیا ہو، وہ زید کی  
رضاعی بہن ہے اور رضاعی بہن اس طرح حرام ہے، جس طرح حقیقی بہن۔ لہذا صورت مسئولہ میں اس لڑکی کا  
نکاح زید سے نہیں ہو سکتا۔ البتہ زید کے ماموں کی دوسری لڑکیاں جنہوں نے زید کی ماں کا دودھ نہیں پیا ہے، ان  
میں سے کسی ایک کے ساتھ زید کا نکاح جائز ہے۔

## رضاعی ماں ہونے کا اقرار پھر انکار کرنا

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک عورت نے اپنی خواہر زادی (بھانجی) کو دودھ پلایا۔ اس کا اس عورت نے خود اقرار بھی کیا اور دو سال تک بھر پور انداز میں اس کو تسلیم بھی کرتی رہی۔ خاندان کے بقیہ افراد نے بھی اس کو تسلیم کر لیا۔ اس عورت نے اقرار اس انداز میں کیا کہ یہ چچی مجھے بہت پسند ہے میں اپنے بچے سے اس کا رشتہ کر دیتی۔ مگر اس نے میرا دودھ پیا ہے۔ بعد ازاں اس مرضعہ (دودھ پلانے والی) کے شوہر کے بھائی کیلئے اس رشتہ کی بات چلی تو اس عورت نے حلفاً (قسم کھا کر) اپنا بیان تبدیل کر لیا کہ اس نے میرا دودھ نہیں پیا۔

جواب طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا اس عورت کا رشتہ کے حصول کیلئے بیان تبدیل کرنا جائز ہے؟ اسکے انکار کے باوجود خاندان کے معززین اس انکار کو ضد پر محمول کرتے ہیں۔ کیا خاندان والے، اس چچی کے اس رشتہ میں شرکت کر سکتے ہیں؟ نیز یہ کہ اس چچی کا نکاح مرضعہ کے شوہر کے سگے بھائی سے جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم جواب دیکر عند اللہ ماجور ہوں۔

سائل: عبدالحق، آزاد

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب :

کسی عورت کا کسی بچے سے متعلق، اپنا دودھ پلانے کے اقرار کے بعد پھر انکار کرنا، اسکے پہلے اقرار کی آیب ہے۔ لہذا اس کا انکار مان لیا جائے گا۔ علامہ ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ نے فتاویٰ شامی میں لکھا :

ونص فی الرضاع علی انها اذا قالت هذا ابني رضاعا واصرت علیہ جاز

له ان يتزوجها لان الحرمة ليست اليها قالوا وبه يفتى في جميع الوجوه

(جلد ۲) کتاب النکاح، باب الرضاع، صفحہ: ۴۲۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

یعنی رضاعت کے بارے میں ثابت ہے کہ جب کسی عورت نے کہا کہ یہ میرا رضاعی بیٹا ہے پھر اس قول

سے انکاری ہوئی تو اس لڑکے کا اس عورت سے نکاح جائز ہے کیونکہ حرمت اس عورت کی طرف سے نہیں ہوئی

اور فقہاء نے کہا کہ ان صورتوں میں یہی فتویٰ دیا جائے گا۔  
لہذا صورت مسئلہ میں جب وہ عورت اپنے شوہر کے بھائی سے، اس لڑکی کی شادی کرنا چاہتی ہے، تو یہ  
شادی جائز ہے۔ اور لوگوں کو اس میں شرکت کرنا بھی جائز ہے۔

## ثبوت رضاعت کیلئے صرف مرضعہ کے قول کی شرعی حیثیت

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید اور ہندہ چچا زاد ہیں۔ دونوں کی آپس میں شادی کرنے کا خیال ہے۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ چچی  
جان یہ فرماتی ہیں کہ ”لڑکی کی والدہ جب بیمار تھی تو میں نے لڑکی کو صرف بہلانے کیلئے دودھ پلایا ہے۔“ لیکن اس  
دودھ پلانے کا علم باپ کو ہے نہ لڑکی کی والدہ کو۔ ایسی صورت میں اب آپ بتائیں کہ یہ شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟  
سائل: عبدالرشید، شرف آباد، کراچی

الجواب:

رضاعت کے ثبوت کیلئے دو عادل مردوں یا ایک عادل مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔ لیکن  
نکاح سے پہلے اگر کوئی عورت یہ کہتی ہے کہ ”میں نے اس بچے کو دودھ پلایا ہے“ اور وہ بظاہر قابل اعتماد ہے تو یہ بچہ  
اس کا رضاعی بیٹا ہو جائے گا اور دودھ پلانے والی کے لڑکے کی شادی اسکی لڑکی سے جس کو دودھ پلانے کے متعلق یہ  
کہتی ہے، جائز نہیں ہے۔ شامی میں ہے:

فی محرّمات الخانیة ان کان قبلہ والمخبر عدل ثقة لا یجوز النکاح

(جلد ۲) کتاب النکاح، باب الرضاع، صفحہ: ۴۴۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی فتاویٰ قاضی خان میں جو محرّمات کی تفصیل بیان کی گئی ہے اس میں ہے کہ نکاح سے پہلے یہ خبر دی گئی

اور خبر دینے والا قابل اعتبار ہے تو نکاح جائز نہیں۔  
لہذا صورت مسئلہ میں نکاح جائز نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## مجنونہ! کی گواہی سے ثبوت رضاعت کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
ایک مجنونہ (پاگل) عورت ایک شیر خوار بچے کو گود میں لے کر کہیں چلی گئی۔ چند گھنٹے کے بعد واپس آئی۔  
جب دریافت کیا کہ تو بچے کو لیکر اتنی دیر کہاں چلی گئی تھی یہ بھوک سے پریشان ہو گئی۔ مجنونہ نے جواب دیا کہ میں  
نے اس کو اپنی ماں سے دودھ پلایا ہے اور کھانا بھی کھلایا ہے۔ اس بات کا کسی نے بھی اعتبار نہیں کیا۔  
اب سوال یہ ہے کہ وہ لڑکی جس نے مجنونہ کی ماں کا دودھ پیا ہے، دودھ پلانے والی کے لڑکے کے ساتھ  
مذکورہ بالا لڑکی کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ صرف ایک بار پینے کا ذکر ہے۔ اور وہ بھی ایک مجنونہ کا قول ہے، دوسری  
کوئی گواہی نہیں اور مجنونہ کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔

سائل : محمد عبدالحق، کورنگی، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب :

رضاعت کا ثبوت بھی اسی طرح دو گواہوں سے ہوتا ہے، جس طرح کہ مال کا ثبوت دو مرد گواہوں یا دو  
عورتوں اور ایک مرد کی گواہی سے ہوتا ہے۔ صورت مسئلہ میں صرف ایک مجنونہ عورت کی گواہی ہے، جو ناقابل  
قبول ہے۔ لہذا اس لڑکی کا نکاح، اس لڑکے سے جائز ہے۔

## ماموں زاد رضاعی بہن سے نکاح کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:  
میری والدہ صاحبہ نے میری ماموں زاد بہن کو دودھ پلایا اور دودھ صرف ایک مرتبہ پلایا۔ اب میرے والد اس لڑکی سے میرے بڑے بھائی کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ آپ سے التماس ہے کہ وضاحت کے ساتھ فقہ حنفی کی روشنی میں جواب دیں کہ یہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ اسی طرح رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔ صورت مسئولہ میں، جس لڑکی نے آپ کی والدہ کا دودھ پیا ہے، وہ آپ سب بہن بھائیوں کی رضاعی بہن ہو گئی۔ رضاعی بہن سے بھی نکاح حرام ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَإِخْوَاتِكُم مِّن الرِّضَاعَةِ

(سورۃ النساء، آیت: ۲۳)

WWW.NAFSEISLAM.COM

(اور تم پر حرام کر دی گئی ہیں) تمہاری رضاعی بہنیں۔

ایک مرتبہ دودھ پلانے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ چاہے تصوراً پیا ہو یا زیادہ۔ لہذا صورت مسئولہ میں یہ نکاح نہیں ہو سکتا۔

## خالہ زاد رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح کا حکم

الاستفتاء:

جناب مفتی صاحب! السلام علیکم



آپکی خدمت میں ایک مسئلہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔ امید ہے کہ آپ مجھ کو نھوس جو اب دے کر میری پریشانی دور کر دیں گے۔

مسئلہ کچھ یوں ہے کہ میری امی نے میری شادی خالہ کی لڑکی سے طے کی ہوئی ہے اور خالہ کے لڑکے نے جو کہ لڑکی کا بڑا بھائی ہے میری ماں کا دودھ پیا ہے، تو ایسی صورت میں میری شادی میری خالہ کی لڑکی سے ہو سکتی ہے یا نہیں؟ شریعت کی رو سے جواب دیجئے۔ آپ کا ممنون ہوں گا۔

سائل: انجم

الجواب:

آپ کی خالہ کا وہ لڑکا جس نے آپ کی والدہ کا دودھ پیا ہے، صرف وہ آپ کے والدین کا رضاعی بیٹا ہو گیا۔ اس کی شادی اپنی رضاعی ماں کی کسی لڑکی سے نہیں ہو سکتی۔ اس لڑکے کے دوسرے بہن بھائی جنہوں نے دودھ نہیں پیا، ان سے رضاعت کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ وہ حسب سابق خالہ خالہ کی بہن بھائی ہیں۔ لہذا ان کی شادی آپس میں جائز ہے۔

چچا اور رضاعی بہن سے نکاح ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

الاستفتاء:

مفتی اسلام

جناب مفتی وقار الدین صاحب!

شیخ الحدیث و مفتی، دارالعلوم امجدیہ، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

جناب عالی گزارش یہ ہے کہ میرا لڑکا، جسکی عمر جب تقریباً ۱۰ ماہ تھی، اس وقت میری طبیعت انتہائی ناساز ہوئی، جسکی وجہ سے میری بھانج نے میرے پچے کو چند دن دودھ پلایا۔ اب جبکہ میرا لڑکا جوان ہو گیا ہے، میں نے اپنی بھانج کی لڑکی سے اسی لڑکے کا نکاح کر دیا ہے۔ نکاح کرنے کے بعد میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ میرے لڑکے نے میری بھانج کا دودھ پیا تھا۔ لہذا اب جناب سے گزارش ہے کہ ہم کو اس سلسلے میں آپ اطمینان دلائیں جس پر ہم آپ کے بڑے ممنون ہوں گے۔

سائلہ: کوثر جہاں، کراچی

الجواب :

لڑکے کی والدہ اور لڑکی کی والدہ جس نے لڑکے کو دودھ پلایا تھا اور لڑکی کا والد سب دار العلوم امجدیہ کے دارالافتاء میں آئے اور سب نے حلفیہ بیان دئے کہ اسی لڑکے نے لڑکی کی والدہ کا دودھ پیا تھا۔ یہ نصاب شہادت ہے۔ ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہیں۔ لہذا رضاعت ثابت ہے۔ رضاعی بہن سے نکاح باطل ہے۔ حدیث میں فرمایا۔ اس حدیث کو ابو الحسنین امام مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ نے اپنی صحیح مسلم میں نقل کیا ہے۔ نیز اس حدیث کو امام حناری نے کتاب الشہادات اور کتاب النکاح، ابن ماجہ نے کتاب النکاح مؤطا امام مالک میں کتاب الرضاع میں بھی نقل کیا ہے :

یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب

(کتاب الرضاع، فصل یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب،

صفحہ: ۴۶۷، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی حرام ہے رضاعت سے جو حرام ہے نسب سے۔

اس لئے یہ نکاح فوراً منسوخ کر دینا چاہیے۔ ابھی رخصتی نہیں ہوئی ہے، لڑکی کا نکاح جہاں چاہیں کر سکتے ہیں،

اس میں عدت نہیں ہے۔

علاقہ (باپ جانی) رضاعی بھائی کی بیٹی سے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک شخص کی دو بیویاں ہیں۔ اس کی ایک بیوی کا دودھ زید نے پیا۔ کافی عرصہ بعد اس کی دوسری بیوی کا

دودھ خالد نے پیا۔ معلوم یہ کرنا ہے کیا زید کی بیٹی کا نکاح خالد سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سائل : محمد عبدالحق، مظفر آباد

## الجواب :

صورت مسئلہ میں زید اور خالد آپس میں ایک دوسرے کے علاقائی (باپ ایک، مائیں الگ الگ ہوں) رضاعی بھائی ہو گئے۔ لہذا ان دونوں میں سے کوئی بھی اپنے رضاعی بھائی کی بیٹی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ جس طرح نسب میں گئے بھائی کی بیٹی سے نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی بھائی کے بیٹے سے بھی نکاح حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے :

یحرم من الرضاۃ ما یحرم من النسب

(کتاب الرضاۃ، فصل یحرم من الرضاۃ ما یحرم من النسب،

صفحہ: ۴۶۷، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی جو نسب سے حرام ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہیں۔

جب یہ دونوں عورتیں ایک ہی شخص کے نکاح میں ہیں تو ان میں سے ہر ایک عورت کا دودھ پینے والے، ان دونوں لڑکوں کے درمیان بھی حرمت رضاعت ثابت ہو گئی۔ صاحب ہدایہ شیخ الاسلام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا :

لبن الفحل یتعلق بہ التحريم

(اولین، کتاب الرضاۃ، صفحہ: ۳۵۱، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

یعنی حرمت رضاعت کا تعلق اور سبب حرمت شوہر ہے یعنی اس دودھ کا سبب شوہر ہی ہے۔

## رضاعی خالہ زاد سے نکاح کا حکم

## الاستفتاء :

جناب مفتی صاحب!

زید نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے۔ آیا زید کی شادی اس کی خالہ زاد سے ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سائل: محمد جاوید، گلشن اقبال، کراچی

## الجواب :

زید نے جب اپنی ثانی کا دودھ پیا، تو وہ اپنی ماں سمیت تمام ماموں اور خالائوں کا رضاعی بھائی ہو گیا۔ اور ماموں اور خالائوں کی تمام اولاد اس کے بھتیجے اور بھانجے ہیں۔ بھتیجی و بھانجی جس طرح نسب میں حرام ہیں اسی طرح رضاعت سے بھی حرام ہیں۔ حدیث میں ایسا ہی حکم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## رضاعی بہن کی سوتیلی بہن سے نکاح کا حکم

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
میں نے اپنے بیٹے بشیر احمد کی منگنی اسکی ممانی حمیرہ زوجہ غلام محمد کی بیٹی سے کی۔ دو ماہ بعد پتہ چلا کہ بشیر احمد نے حمیرہ اپنی بی بی کا دودھ پیا ہے۔ جس لڑکی کے ساتھ دودھ پیا ہے، اس کی شادی کسی اور سے ہو گئی ہے۔ لیکن اب ہم غلام محمد کی دوسری زوجہ یعنی عائشہ غلام محمد کی بیٹی سے بشیر احمد کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہمیں بتائیے کہ کیا یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

سائل : محمد بخش، میانوالی، ۵ ب

WWW.NAFSEISLAM.COM

## الجواب :

بشیر احمد نے جب حمیرہ بی بی کا دودھ پیا تو حمیرہ بی بی اس کی رضاعی ماں اور اسکی تمام اولادیں دودھ پینے سے پہلے کی یا بعد کی اس کے شوہر سے یا دوسرے شوہر سے، سب بشیر احمد کے بھائی بہن ہو گئے۔ لہذا حمیرہ کی کسی لڑکی سے بشیر احمد کا نکاح نہیں کیا جاسکتا۔ غلام محمد حمیرہ کا شوہر، بشیر کا رضاعی باپ ہے، اسکی دوسری بیوی سے، جو لڑکی پیدا ہوئی، وہ بشیر کی باپ میں شریک رضاعی بہن ہے، اس سے بھی نکاح حرام ہے۔ جس طرح نسب سے باپ میں شریک یا ماں میں شریک یا دونوں میں شریک تینوں قسم کی بہنیں حرام ہیں۔ اسی طرح دودھ کے رشتہ سے بھی تینوں قسم کی بہنیں حرام ہیں۔ حدیث میں فرمایا :

یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب

(کتاب الرضاعت، فصل یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب،

صفحہ: ۴۶۷، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

جورشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## دادی کا دودھ پینے والوں کے آپس میں نکاح کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ: ہندہ نے اپنے دو حقیقی بیٹوں کی اولاد کو بچپن میں دودھ پلایا۔ دونوں میں سے ایک لڑکا اور دوسری لڑکی ہے۔ اور دودھ پلانے میں چھ سات برس کا وقفہ ہے۔ کیا ان دودھ شریک چچا زاد کا نکاح آپس میں ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سائل: محمد یامین قادری

الجواب:

دادی نے اپنے جس پوتے پوتی کو دودھ پلایا ہے، یہ اسکے رضاعی بیٹے اور بیٹی بن گئے اور یہ دونوں آپس میں رضاعی بھائی بھن ہو گئے۔ جس طرح اسکے بھن بھائی کا آپس میں نکاح حرام ہے۔ اسی طرح رضاعی بھائی اور بھن کا ایک دوسرے کے ساتھ نکاح حرام ہے۔

## والد کی رضاعی بھانجی سے نکاح کا حکم

الاستفتاء:

محترم مفتی صاحب!  
السلام علیکم

ہمارے والد نے اپنی بہن کا دودھ پیا ہے۔ اب ہم اپنے بھائی کی شادی اپنی رضاعی دادی کی نواسی سے کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل: عبدالرشید، موسیٰ لین، کراچی

الجواب:

آپ کے والد نے اپنی جس بہن کا دودھ پیا ہے وہ آپ کے والد کی رضاعی والدہ اور آپ کی رضاعی دادی ہوئیں۔ آپ کی رضاعی دادی کی اولادیں چچا اور پھوپھی ہوئیں تو جس طرح نسب چچا اور پھوپھی کی اولاد سے نکاح جائز ہے اسی طرح رضاعی چچا اور پھوپھی کی اولاد سے بھی نکاح جائز ہے۔

دودھ شریک کے علاوہ دوسرے بہن بھائیوں سے نکاح کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ:

زید نے اپنی ممانی کا دودھ پیا ہے اور جس بھئی کے ساتھ پیا ہے، اس سے تو نکاح جائز نہیں ہے۔ لیکن کیا زید کا نکاح اسکی رضاعی ماں (ممانی) کی دوسری کسی لڑکی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ کسی نے فتویٰ دیا ہے کہ جائز ہے۔ اس لئے بہن نے زید کی شادی بھائی کی دوسری بھئی کے ساتھ کر دی ہے۔ لہذا آپ سے درخواست ہے کہ وضاحت کریں کہ کیا شرعی نقطہ نظر سے یہ شادی جائز ہے یا نہیں؟

سائل: ڈاکٹر محمد شفیع القدر وارثی

الجواب:

جس لڑکے نے اپنی ممانی کا دودھ پیا ہے، اس ماموں اور ممانی کی تمام اولاد دودھ پلانے سے پہلے کی ہوں یا بعد کی، اس شوہر سے ہوں یا دوسرے شوہر سے، وہ سب اس دودھ پینے والے لڑکے کیلئے رضاعی بھائی، بہن ہو گئے۔ ان کی کسی لڑکی کی شادی زید سے نہیں ہو سکتی۔ زید کے دوسرے بہن بھائی جنہوں نے اس ممانی کا دودھ نہیں پیا ہے، اس سے رضاعت کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ وہ پہلے کی طرح پھمیرے میسرے بہن بھائی ہیں۔ ان کے نکاح آپس میں جائز ہیں۔

## رضاعی ماموں سے نکاح کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

میرے بھائی کے لڑکے اور میری بہن کی لڑکی دونوں نے میری ماں کا دودھ پیا ہے۔ لہذا ان دونوں کا

نکاح تو ناجائز ہے۔ لیکن کیا بہن کی دوسری لڑکی سے بھائی کے لڑکے کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سائل: شبیر، کھارادر، کراچی

الجواب:

آپ کے بھائی کے جس لڑکے نے آپ کی ماں کا دودھ پیا ہے، یہ لڑکا اس کا رضاعی بیٹا ہو گیا۔ اور اس دودھ پلانے والی کی تمام اولاد اسکے رضاعی بہن بھائی ہو گئے۔ اور یہ دودھ پینے والا اپنی پھوپھی کی بیٹی اور بیٹوں کا رضاعی ماموں ہو گیا۔ تو جس طرح سگی بھانجی سے نکاح حرام ہوتا ہے، اسی طرح رضاعی رشتہ کی بھانجی سے بھی نکاح حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے، اور اس حدیث کو استاد الحدیثین ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے جامع الترمذی میں نقل کیا ہے:

ان اللہ حرّم من الرضاع ما حرّم من النسب

(جلد ۱) ابواب الرضاع، باب ما جاء يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب،

صفحہ: ۱۳۶، فاروقی کتب خانہ، ملتان)

بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائے رضاعت سے وہ (رشتے) جو حرام فرمائے نسب سے۔

## بچے کو طویل وقفہ کے بعد دودھ پلانا

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
ایک عورت اپنے شیر خوار بچے کو ۲۴ گھنٹے دودھ نہیں پلاتی ، تو کیا اس بچے کیلئے ، ماں کا دودھ حرام  
ہو جاتا ہے ؟

سائل : محمد اور ریس ، بلد یہ ٹاؤن ، کراچی

الجواب :

چوبیس گھنٹے بچے کو دودھ نہ پلانے سے اس عورت کا دودھ بچے کیلئے حرام نہیں ہو جاتا ، وہ دودھ حلال رہتا  
ہے۔ لہذا وہ بچے کو دودھ پلا سکتی ہے۔

## شوہر کا بیوی کو خون دینا

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
کیا مرد اپنی بیوی کو خون دے سکتا ہے ؟ اس حالت میں جبکہ ڈاکٹری ٹیسٹ میں صرف خاوند ہی کا خون ملتا  
ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

سائل : محمد مسعود

الجواب :

اگر شوہر اپنی بیوی کو خون دے دے تو اس سے نکاح میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔  
نوٹ : انتقال خون سے متعلق حکم وقار الفتاویٰ جلد اول ”حرام“ کی بحث میں دیکھئے۔ (مرتب)

واللہ تعالیٰ اعلم



## بھانجے کی رضاعی بہن سے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

میں اپنے لڑکے کی شادی اپنے بڑے بھائی کی لڑکی سے کرنا چاہتا ہوں۔ ان دونوں میں تو رضاعت کا کوئی رشتہ نہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ میرے نواسے نے اپنی نانی کا دودھ پیا اپنی خالہ کے ساتھ اور اسی نواسے نے بڑے بھائی کی بیوی کا بھی دودھ پی لیا ہے۔ اس طرح اس نواسے نے نانی اور دادی دونوں کا دودھ پی لیا ہے۔ تو کیا اس کے دودھ پینے کی وجہ سے میرے لڑکے کی شادی بھائی کی لڑکی کے ساتھ کرنے میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟

سائل : محمد زمان، ضلع مانسہرہ، سرحد

الجواب :

صورت مسئلہ میں آپ کے لڑکے کی شادی آپ کے بھائی کی لڑکی سے شرعاً جائز ہے۔ آپ کے نواسے کا اپنی نانی اور آپ کی بھابھی کا دودھ پینے سے ان دونوں کی شادی میں کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ جن کے بارے میں آپ نے سوال کیا جبکہ ان دونوں میں سے کسی نے دودھ نہ پیا ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم

WWW.NAFSEISLAM.COM

## بہن کی رضاعی بہن سے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک لڑکی جس نے اپنی ممانی کا دودھ پیا ہے، اس لڑکی کا بھائی ممانی کی بیٹیوں سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا

سائل : عبدالشکور ولد عبدالغفور، بہادر آباد، کراچی

الجواب :

جس لڑکی نے ممانی کا دودھ پیا وہ ممانی کی رضاعی بیٹھی ہو گئی۔ اور ممانی کی تمام اولادوں کی رضاعی بہن ہے۔ اس کا نکاح ممانی کے کسی لڑکے سے نہیں ہو سکتا۔ اس لڑکی کے دوسرے بہن بھائی جنہوں نے ممانی کا دودھ نہیں پیا ہے، ان سے رضاعت کا رشتہ ثابت نہیں ہوا۔ ان کی ممانی کی تمام اولاد سے شادی جائز ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں دودھ پینے والی لڑکی کے بھائی کی شادی ممانی کی سب لڑکیوں سے جائز ہے۔

## بیوی کا دودھ پینے والے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 زید کے یہاں بیٹا پیدا ہوا، چچہ اپنی ماں کا دودھ پیتا تھا۔ کچھ روز بعد زید نے بچے کو ماں کا دودھ پلانا چھڑوا دیا۔ اور ڈبے کا دودھ پلانا شروع کر دیا۔ زید نے خود اپنی بیوی کا دودھ پینا شروع کر دیا، جس طرح چچہ پیتا ہے۔ زید کے اس عمل اور اس کے نکاح کے بارے میں حکم شرع سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب :

نکاح کی حرمت اس صورت میں ہوتی ہے، جب دودھ پینے والے کی عمر ڈھائی سال سے کم ہو، اور جب ڈھائی سال سے زیادہ ہو جائے تو دودھ پلانا اس وقت ناجائز ہوتا ہے۔ لہذا شوہر کا یہ فعل گناہ ہے، اسے اس فعل سے باز رہنا چاہیے۔ مگر اس فعل کی وجہ سے نکاح پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

## ماموں ز اور رضاعی بہن سے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

میرے ماموں نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کی ہیں۔ پہلی والی ممانی کا میں نے دودھ پیا ہے۔ کیا دوسری ممانی کی لڑکی سے میرا نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

جس طرح پہلی ممانی کی لڑکی سے نکاح حرام ہے، اسی طرح دوسری ممانی کی لڑکی سے بھی نکاح حرام ہے۔ اس لئے کہ دوسری ممانی کی لڑکی بھی اس کی رضاعی بہن ہے۔ رضاعت میں شوہر کا اعتبار ہوتا ہے۔ پہلی ممانی کا دودھ پینے کی وجہ سے ماموں اس کا رضاعی باپ ہے۔ اور دوسری ممانی کی لڑکی رضاعی باپ کی بیٹی ہے تو یہ لڑکی رضاعی باپ میں شریک ہوئی۔ جس طرح نسب میں تینوں بہنیں یعنی حقیقی بہن، باپ میں شریک بہن اور ماں میں شریک بہن حرام ہیں اسی طرح رضاعت میں بھی تینوں قسم کی بہنوں سے نکاح حرام ہے۔ ہدایہ میں ہے:

ولبن الفحل متعلق به التحريم

(اولین، کتاب الرضاع، صفحہ: ۳۵۱، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

یعنی حرمت رضاعت کا تعلق اور سبب حرمت شوہر ہے یعنی اس دودھ کا سبب شوہر ہی ہے۔

لہذا سوتیلی رضاعی بہن سے بھی نکاح نہیں کیا جاسکتا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

## نکاح کا بیان

نکاح سے پہلے کلمہ شریف پڑھانے کا حکم

مفتی اسلام

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع اس مسئلے کے بارے میں کہ: کیا نکاح صحیح ہونے کیلئے، نکاح سے پہلے کلمہ شریف پڑھانا ضروری ہے یا نہیں؟

سائل: عبدالرزاق قادری، حیدرآباد

الجواب:

نکاح صحیح ہونے کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ کلمہ بھی پڑھایا جائے۔ لیکن آج کل زبان آزاد ہے اور جو منہ میں آتا ہے انسان بول دیتا ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ کلمہ اور استغفار پڑھا دیا جائے۔ لیکن بغیر پڑھائے بھی نکاح ہو جاتا ہے

## مسجد میں نکاح اور دنیاوی باتیں

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ان مسائل کے بارے میں کہ:

آج کل مساجد میں نکاح کی تقاریب منعقد ہوتی ہیں۔ کیا شریعت کے لحاظ سے نکاح کا مسجد میں منعقد کیا جانا

ضروری ہے؟ یا اس تقریب کو کہیں بھی منعقد کیا جاسکتا ہے؟

آج کل مساجد میں جو نکاح کی تقریب منعقد ہوتی ہے، اس میں شرکت کرنے والے مسلمان بھائی، بلند

آواز کے ساتھ ایک دوسرے سے کاروباری اور مختلف دنیوی موضوعات پر گفتگو کرتے ہیں اور مذاق بھی کرتے ہیں

، جس سے مساجد کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ سلسلہ گفتگو خطبہ نکاح کے دوران بھی جاری رہتا ہے۔ اس

بارے میں مندرجہ ذیل سوالات کے جو بات شریعت مطہرہ کی روشنی میں مرحمت فرمائیں۔

(۱) مساجد کو بے حرمتی سے چھانے کیلئے اگر نکاح کی تقریب مساجد سے باہر منعقد کی جائے، تو کیسا

ہے؟

(۲) اگر مسجد میں نکاح کے دوران شرکاء، مسجد کی بے حرمتی کے مرتکب ہوں، تو کیا وہ گناہگار

ہوں گے اور اگر ایسا ہے تو ان لوگوں کے گناہ کا وبال اس شخص کے سر بھی ہوگا، جس نے نکاح کی تقریب مسجد میں

منعقد کی؟

سوالات کا مفصل جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

سائل: محمد عارف، عبدالشکور، بہاؤ الدین منڈی، پنجاب

الجواب:

(۱) مسجد میں نکاح کی تقریب منعقد کرنا ضروری نہیں، مستحب ہے۔ شادی ہال یا گھر میں بھی تقریب

نکاح منعقد کی جاسکتی ہے۔

(۲) مسجد کے آداب کے خلاف کرنے والے گناہ گار ہوں گے۔ لیکن شرکاء کی ناجائز باتوں کی وجہ سے مسجد میں نکاح کرنے کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ لوگوں کو ناجائز باتوں سے روکا جائے گا۔

## بد عقیدہ قاضی سے نکاح پڑھوانے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ :  
سنی صحیح العقیدہ مسلک اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھنے والے لڑکے اور لڑکی کا نکاح کسی دیوبندی، وہابی، نجدی قاضی نے پڑھایا۔ مختار مذہب کے مطابق یہ نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟ بالفرض اگر یہ نکاح صحیح نہ ہو، تو کیا کسی صحیح العقیدہ سنی قاضی سے دوبارہ پڑھوانا ہوگا؟ جواب بالصواب سے نواز کر شکر یہ کاموقع عنایت فرمائیں۔  
سائل: ابو الزاهد عبدالمصطفیٰ، مری

الجواب :

جو وہابی، نجدی وغیرہ ان توہین آمیز عبارات کو نہیں جانتے ہیں، جن کی وجہ سے، ان عبارات کے لکھنے والوں پر حکم کفر دیا گیا ہے، ایسے قاضی سے نکاح پڑھوایا، جب تو اس نکاح میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ اور اگر یہ نکاح پڑھانے والا ان عبارات کو جانتا ہے اور پھر بھی ان کے لکھنے والوں کو مسلمان جانتا ہے تو یہ بھی کافر ہو جائے گا لیکن نکاح پھر بھی صحیح ہوگا۔ اس لئے کہ مرتد کو وکیل بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگرچہ اچھا نہیں ہے کہ کسی ایسے شخص کا کہ جسکے عقیدے میں خرابی ہے احترام کیا جائے اور اس سے نکاح پڑھوایا جائے۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ نے فتاویٰ عالمگیری میں لکھا :

وتجوز وكالة المرتد بان وكل مسلم مرتدا وكذا لو كان مسلما وقت  
التوكيل ثم ارتد فهو على وكالته الا ان يلحق بدار الحرب فتبطل وكالته كذا  
في البدائع

(جلد ۲) کتاب الوكالة، الباب الاول، صفحہ: ۵۶۳، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی مرتد کی وکالت جائز ہے کہ جب مسلمان نے مرتد کو وکیل بنایا اور اسی طرح اگر وہ شخص وکالت کے وقت مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا تو بھی وہ اپنی وکالت پر برقرار رہے گا مگر جب وہ دارالحدیث چلا جائے تو اسکی وکالت باطل ہو جائے گی اسی طرح بدائع صنائع میں بھی ہے۔

## نکاح حرہ (آزاد عورت) میں اسکے اذن اور عدم اذن کا حکم

الاستفتاء :

میں، محمد اقبال نے تقریباً ڈیڑھ سال قبل اپنے بیٹے محمد الطاف کیلئے مکھن خان ولد محمد ایوب کی بیٹی شاہدہ پروین کا رشتہ مانگا، جس کو مکھن خان نے بخوشی تسلیم کیا اور توشیح نکاح کیلئے میں باقاعدہ جرگہ لیکر گیا، جس میں کافی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ اور روبرو مسلمان گواہان کے سنت نبوی کے مطابق باقاعدہ نکاح ہوا۔ مولوی صاحب نے مکھن خان کو کہا ”اس طرح تو نے اپنی بیٹی شاہدہ سب شرائط کے ساتھ محمد اقبال کے بیٹے محمد الطاف کو دیدی۔“ اقبال نے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کیلئے الطاف کو قبول کیا۔ اس طرح باقاعدہ نکاح ہوا۔ اب ڈیڑھ سال بعد محمد مکھن خان نے انکار کر دیا۔ جواب طلب یہ ہے کہ آیا نکاح جسکو فقہاء نے اس انداز میں بیان کیا ہے ”الزکاح ینعقد بايجاب وقبول و بحضور الشاہدین“ یعنی نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول سے منعقد ہو جاتا ہے۔ تو آیا لڑکی بغیر طلاق یا اجازت کے کسی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟ اگر کر سکتی ہے تو کس رو سے؟

سائل: محمد صدیق، کریم آباد، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب :

سوال میں یہ لکھا ہے کہ لڑکی کے باپ مکھن خان سے مولوی صاحب نے کہا کہ ”تو نے اپنی بیٹی شاہدہ کو سب شرائط کے ساتھ محمد اقبال کے بیٹے الطاف کو دیدی“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی کے باپ سے ایجاب کروایا گیا ہے۔ بالغ لڑکی کا ایجاب وہ خود کرے گی یا اسکا وکیل۔ ولی یا جنہی کو کسی بالغہ، عاقلہ کی طرف سے ایجاب کرنے کا حق نہیں ہے۔ اس طرح یہ نکاح فضولی ہوا۔ نکاح فضولی کا حکم یہ ہے کہ ”اس نکاح کے بعد جب لڑکی کو خبر دی جائے کہ تیرا نکاح تیرے باپ نے کر دیا ہے اور وہ اس پر اپنی رضامندی کا اظہار کرے تو یہ نکاح جائز

ہو جاتا ہے۔ اور رضامندی کا اظہار نہ کرے تو نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ اگر باپ نے لڑکی سے پہلے وکالت حاصل کی تھی تو اس وکالت کا ثبوت لڑکی کے اقرار یا گواہوں سے ہو جائے گا، تو یہ نکاح صحیح ہوگا۔ اب جو صورت ہوگی، اس کا حکم ویسا ہی ہوگا کہ اگر پہلا نکاح صحیح ہو گیا تھا تو دوسرا نکاح باطل ہے اگر پہلا نکاح باطل ہے تو دوسرا نکاح صحیح ہے۔

## لڑکی کیلئے اپنی پسند کی شادی کرنے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک نوجوان لڑکی اپنے دوست لڑکے کے ساتھ فرار ہو گئی۔ عرصہ پانچ ماہ سے وہ اسکے ساتھ رہ رہی ہے۔ اس لڑکی نے اپنے ماں باپ سے صاف کہہ دیا کہ ”میں نے اس سے نکاح کر لیا ہے۔ اگر مجھے ہائی کورٹ میں بھی جانا پڑا تو میں عدالت میں کہہ دوں گی کہ میں نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا ہے اور اس کے ساتھ رہوں گی“ اس کے والدین اس سے کبھی کبھی ملتے بھی ہیں۔ کیا ماں باپ کی بغیر اجازت اور رضامندی کے شرع محمدی میں یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سائل: محمد ایوب الرحمان اوکاڑوی، خطیب جامع مسجد صابری، سعید آباد، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب :

لڑکی کا نکاح اس کے علم اور اجازت سے ہی ہوتا ہے۔ لہذا وہ اپنی مرضی سے اگر کسی شخص سے گواہوں کے سامنے نکاح کرتی ہے، تو اسکے جائز ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ جس سے وہ نکاح کر رہی ہے، وہ قومیت، مال و دولت اور دین داری میں اس کے برابر ہو۔ اگر اپنے سے کم مرتبہ والے سے شادی کرے گی تو پہلے باپ کی اجازت لینا ضروری ہے۔ صحیح مذہب میں بغیر اجازت ولی جو لڑکی اپنے سے کم درجے کے آدمی سے نکاح کرے گی وہ نکاح باطل ہے۔ اور کم درجے کا نہیں تو جائز ہے مگر ماں باپ کی عدم رضامندی سے نکاح کرنا اچھی بات نہیں ہے۔



## بالغہ کا والدین کی مرضی کے بغیر نکاح

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

میں نے اپنے لڑکے کا رشتہ محمد اشرف کی لڑکی سے طے کیا۔ برادری کے متفقہ فیصلے کے مطابق برادری کے سامنے محمد اشرف نے اپنی لڑکی زاہدہ کی اجازت دی کہ میں نے محمد عارف ولد محمد خان کو اپنی لڑکی دے دی۔ لیکن اب لڑکی کا تایا اس رشتہ میں رکاوٹ بن رہا ہے۔ وہ کسی دوسرے شخص سے زاہدہ کا نکاح کروانا چاہتا ہے جبکہ لڑکی کے والدین اب بھی یہ رشتہ ہمیں دینے کیلئے تیار ہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ نکاح والدین کی مرضی کے خلاف ہو سکتا ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

سائل : محمد خان، ہاتھ آئی لینڈ

الجواب :

سائل کی زبانی معلوم ہوا کہ لڑکی کی عمر سولہ سال ہے، تو لڑکی بالغہ ہے۔ بالغہ کا نکاح اسکی اجازت کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ لہذا لڑکی جس جگہ نکاح کرنے پر راضی ہو گئی، اس جگہ نکاح کیا جائے گا۔ مگر باپ نے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرنے کیلئے لڑکی کو سمجھا کر اسی جگہ شادی کرنے پر راضی کرنا چاہیے اور تایا کو باپ کی موجودگی میں کوئی حق حاصل نہیں ہے، اس لئے اسے معاملے میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

## نکاح بالغہ میں اسکی مرضی کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

عاقلاً بالغہ لڑکی کی رضا مندی کے بغیر نکاح منعقد ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر نکاح منعقد ہو گیا تو لڑکی کے انکار پر قائم بھی رہا یا ٹوٹ گیا؟ اگر نکاح منعقد ہی نہیں ہوا یا منعقد تو ہوا مگر لڑکی کے انکار پر ٹوٹ گیا اور ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکی کو اپنی بیوی جان کر صحبت کی تو یہ گناہ میں شمار ہو گا یا نہیں؟ گناہ کی صورت میں لڑکی کے

پر کیا سزا واجب ہوگی یا مہر مقرر واجب ہوگا؟ اب لڑکی کا والد طلاق اور حق مہر کا مطالبہ کرتا ہے، جو کہ چالیس ہزار روپیہ ہے، جبکہ لڑکے کا والد بھی فوت ہو گیا ہے۔

سائل: عبدالغفور، لیاری، کراچی

الجواب:

کسی بالغ لڑکی کا نکاح اسکی رضامندی کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے۔ صاحب ہدایہ شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا:

لا يجوز للولي اجبار البكر البالغة على النكاح

(اولین، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء والا کفاء، صفحہ: ۲۱۲، مکتبہ شرکت

علمیہ، ملتان)

یعنی ولی کیلئے بالغہ باکرہ کو نکاح پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے۔ یعنی بالغہ باکرہ عورت کا نکاح ولی زبردستی بغیر

اجازت نہیں کر سکتا۔

لہذا صورت مسئلہ میں جو لکھا ہے، اگر وہ صحیح ہے تو اس لڑکی کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا تھا، اگر پہلے اس

نے انکار کر دیا تھا، جب تو ظاہر ہے۔ اور اگر پہلے انکار نہ کیا تھا، جب بھی باپ کا اپنی بالغہ بیٹی کا نکاح منعقد کروانا

نکاح فضولی تھا۔ نکاح فضولی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ جب لڑکی کو بتایا گیا اور اس نے انکار کر دیا تو وہ نکاح ختم ہو گیا

۔ اسکے بعد شوہر کے گھر بھیج دینا اور شوہر کا اس سے وطی کرنا حرام اور ظلم ہوا۔ مگر وطی ہونے کے بعد اس پر عدت

واجب ہو جائے گی۔ عدت کے بعد یہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے کفو میں نکاح کر سکتی ہے، اور غیر کفو میں ولی کی

اجازت سے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

بالغہ کا نکاح اور والدین کی ذمہ داری

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ:

اگر کوئی لڑکی والدین کے بے حد کوشش کے باوجود شادی سے انکار کرتی ہے۔ جبکہ وہ ایک تعلیم یافتہ لڑکی ہے اور اسلامیات میں ایم اے کیا ہے۔ انکار کیلئے جو جواز پیش کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ”فی زمانہ لوگوں کی ذریعہ آمدنی حلال نہیں ہے اور میں کسی طرح بھی حرام کا لقمہ نہیں کھا سکتی۔ اب اسکے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور والدہ حیات ہیں۔ ان کی یہ کوشش ہے کہ لڑکی عقد کیلئے راضی ہو جائے تاکہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے احکامات کے پیش نظر ہم اپنے فرض سے ڈوش ہو جائیں۔ آپ سے یہ وضاحت چاہئے کہ اگر لڑکی شادی نہیں کرتی تو والدین کو قیامت کے دن یا قبر میں کسی قسم کی جواب دہی یا سزا تو نہ ہوگی؟

سائل: سید محمد علی، شاہ B کالونی، کراچی

الجواب:

بالغہ لڑکی پر کسی کو نکاح کے معاملے میں جبر کرنے کا حق حاصل نہیں رہتا ہے۔ اس کو سمجھا کر شادی کیلئے آمادہ کیا جائے۔ اگر وہ مان لے تو اسے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے احکام پر عمل کرنے اور والدین کی فرمانبرداری کا ثواب مل جائے گا اور اس فتنہ کے دور میں غیر شادی شدہ لڑکی کا گناہ میں واقع ہونے سے حفاظت بھی ہو جائے گی۔ اگر سمجھانے پر بھی نہ مانے تو والدین پر کوئی گناہ نہیں؟

نابالغ اور نابالغہ کے نکاح کا حکم

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب! السلام علیکم

بعد سلام عرض ہے کہ زید کی لڑکی، جس کی عمر نو سال ہے اور بجز کالڑکا، جس کی عمر ۱۳ سال ہے۔ کیا

شرعی اعتبار سے ان دونوں کی شادی جائز ہے؟

سائل: محمد دین بیٹی والا، بنارس کالونی منگا پیر روڈ، کراچی

## الجواب :

نکاح کا حکم تو یہ ہے کہ بالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح، ان کی اجازت سے ہوگا۔ ان کی بغیر اجازت نہیں ہو سکتا۔ اور نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح، ان کے والد، دادا، بڑے بھائی اور چچا جو ولی ہوگا، اس کی اجازت سے ہو سکتا ہے۔ ولی کی اجازت کے بغیر نابالغ اپنا نکاح کرے تو نہیں ہو سکتا۔ بالغ ہونے کی علامتیں یہ ہیں کہ عورت کو حیض آجائے یا حمل قرار پا جائے تو وہ بالغ مانی جاتی ہے اور لڑکے کو احتلام ہو جائے، تو بالغ ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ علامتیں نہ پائی جائیں تو پندرہ سال کی عمر میں دونوں بالغ ہو جاتے ہیں۔ لہذا اس لڑکے اور لڑکی میں اگر علامات بلوغ پائی گئی ہوں تو ان کی مرضی سے نکاح ہو سکتا ہے۔ اور اگر علامات بلوغ نہیں پائی گئیں، تو جو ولی قریب تر ہوگا، اسکی اجازت سے نکاح ہو سکتا ہے۔ اسکی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## نابالغ کا بغیر ولی کے نکاح

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 دو بچیوں کی شادی ہوئی، جس میں ایک لڑکی بالغ تھی جبکہ دوسری نابالغ تھی۔ لڑکے اور لڑکی سے ایجاب و قبول کروایا گیا۔ جبکہ چھوٹی لڑکی اور لڑکے کے ایجاب و قبول کے وقت لڑکے کے والد موجود تھے اور نہ ہی لڑکی کے والد۔ چھوٹے لڑکے سے قبول کروایا گیا تو لڑکے نے انکار کر دیا اور چھوٹی لڑکی سے بھی ایجاب نہیں کروایا گیا۔ مگر نکاح خواں کہتا ہے کہ ”نکاح ہو گیا“ نکاح ہونے کے کچھ عرصہ بعد لڑکے کی بہن نے لڑکی والوں کو آکر بتایا کہ میرا بھائی کہتا ہے کہ میرا نکاح نہیں ہوا۔ اس لئے بالغ ہونے پر دوبارہ نکاح کرائیں گے۔ لڑکے کو فارم ہر دستخط کرنے کیلئے قلم دیا گیا تھا تو لڑکے نے قلم لینے سے انکار کر دیا اور ہاتھ پیچھے کھینچ لیا تھا۔ لہذا معلوم کرتا ہے کہ شریعت محمدی کے تحت یہ نکاح ہوا یا نہیں اور اگر نکاح ہو گیا تھا تو لڑکے کے بعد میں انکار کرنے پر یہ نکاح قائم رہا یا نہیں؟

الجواب:

تابلغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح ولی کی اجازت سے ہی ہو سکتا ہے۔ بغیر اجازت ولی تابلغ کے نکاح کی کوئی صورت نہیں۔ اگرچہ وہ تابلغ نکاح کی اجازت بھی دے دیں، جب بھی انکا نکاح باطل ہے۔ لہذا اگر واقعی ایسا ہی ہوا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی ابن ابی بکر الفرغانی متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا:

ويجوز نكاح الصغير والصغيرة اذا زوجها الولي بکرا كانت الصغيرة او

ثيبا

(اولین، کتاب النکاح، باب فی الاولیاء والاکیفاء، صفحہ: ۳۱۶، مکتبہ شرکت علمیہ

، ملتان)

یعنی تابلغ لڑکے اور تابلغ لڑکی کا نکاح جائز ہے جبکہ انکا نکاح انکے ولی نے کیا ہو۔ خواہ وہ تابلغہ باکرہ

(کنواری) ہو یا ثیبہ (شادی شدہ)

## بلوغ کے بعد فسخ نکاح کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ:

تابلغہ لڑکی کا نکاح اگر باپ یا دادا کر دیں، بعد میں اسکو اگر فسخ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں یا نہیں۔

سائل: بندہ خدا

الجواب:

شریعت میں، باپ، دادا اگر تابلغہ لڑکی کا نکاح کروادیں تو وہ لازم ہو جاتا ہے۔ لڑکی کو تابلغ ہونے کے بعد اسکے فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی ابن ابی بکر الفرغانی متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا:

فان زوجهما الاب او الجد يعنى الصغير و الصغيرة فلا خيار لهما بعد

بلوغهما

(اولين، كتاب النكاح، باب فى الاولياء والاكفاء، صفحه: ۳۱۷، مكتبه شركت علميه

، ملتان)

يعنى نابالغ لڑكى يا لڑڪه ڪا نڪاح ڄب باپ دادا نه ڪروا ڏيا تو انھنن نابالغ ٻون ڪه بعد (نڪاح ڪو فسخ ڪرڻ

ڪا) اختيار نهين رھتا۔

والله تعالى اعلم

## مطلقه ڪي عدت ميں اس ڪي بهن سے نڪاح ڪا حڪم

الاستفتاء:

جناب مفتي صاحب!

السلام عليكم

برائے کرم حسب ذیل مسائل پر فتویٰ صادر فرمائیے:

زيد ڪي منڪوحه هنده سخت بیمار تھی۔ اس نے زيد کو ترغيب ڏي ڪه وه اس ڪي سڱي بهن زينب سے نڪاح ڪر لے

۔ زيد نے هنده ڪي زندگي ميں هي اس ڪو طلاق ڏے ڪر اس ڪي عدت ختم ٻون ڪه پھلے هي زينب سے نڪاح ڪر ليا۔

زينب سے نڪاح ڪه ڇھ ماہ بعد هنده ڪا انتقال ٻو ڪيا۔ براہ کرم قرآن و سنت ڪي روشني ميں فتويٰ ڏيڃھ ڪه ڪيا زيد ڪا نڪاح

زينب سے جائز ھے؟ اگر زينب سے ڇھ ٻيدا ٻو اتو وه ولد الحرام ڪلائي ڪيا نهين؟ اگر ڇھ ڪا عقيقه ڪيا جائے تو صحيح ھے يا

غلط؟ اس ڇھ ڪه عقيقه ڪا گوشت کھانا جائز ھے يا نهين؟ اگر زينب ڪا نڪاح صحيح نهين ھے تو چونڪه اب هنده مر چڪي ھے،

ڪيا اب دوباره نڪاح ڪر ليا جائے؟

سائل: مختار احمد، منگھو پير ڪالوني، ڪراچي

الجواب :

زید کا اپنی بیوی کی سگی بہن سے بیوی کو طلاق دینے کے بعد عدت میں نکاح فاسد تھا۔ اب دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے۔ نکاح فاسد میں جو اولاد پیدا ہوتی ہے، وہ ثابت النسب ہو جاتی ہے۔ لہذا اس کا عقیدہ بھی صحیح ہے اور اس عقیدہ میں گوشت کھانا بھی جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم باہ



## متعلقاتِ نکاح

دوسری شادی کیلئے پہلی بیوی کی رضامندی

مفتی اسلام

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب! [WWW.NAFSEISLAM.COM](http://WWW.NAFSEISLAM.COM)  
ایک شخص نے ایک شادی کی ہے، اب وہ دوسری شادی بھی کرنا چاہتا ہے۔ اگر اس کی پہلی بیوی اسے نکاح  
ثانی کی اجازت نہ دے تو شریعت کی رو سے وہ دوسرا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

سائل: سید عبدالقادر، جوڑیا بازار، کراچی

الجواب:

قرآن کریم نے آزاد مرد کو چار شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔

(سورۃ النساء، آیت: ۳)



اس میں پہلی بیوی کی رضامندی یا عدم رضامندی کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ہاں یہ تاکید فرمائی ہے کہ جب چند بیویاں ہوں تو ان میں عدل کرے گا۔ سب کے ساتھ یکساں برتاؤ اور بدو و باش رکھے گا اور اگر برابری نہیں کرے گا تو اس پر حدیثوں میں سخت وعیدیں ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## دلال کے ذریعہ عورت خرید کر نکاح کرنا

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ :

ہمارے ہاں ایک حاجی صاحب ہیں۔ انہوں نے تربیلا ڈیم کے قرب و جوار میں چند حضرات سے واقفیت بنا رکھی ہے، ان کا کام یہ ہے کہ شادی کے خواہشمند حضرات کے رشتے وغیرہ طے کروانا۔ لیکن وہ عورت قیمت لیکر دلاتے ہیں۔ اور پیسے پوچھ لیتے ہیں کہ : تمہیں کتنی رقم تک کی عورت چاہئے مثلاً دس ہزار، بیس ہزار یا پچاس ہزار۔ پھر حاجی صاحب شادی کے خواہشمند کا شناختی کارڈ اور نقد ایک ہزار لیکر تربیلا ڈیم کی جانب روانہ ہو جاتے ہیں وہاں کے واقف کار لوگوں کو شناختی کارڈ اور ایک ہزار روپیہ پہلی قسط دیکر ساتھ ہی ساتھ شادی کے خواہشمند آدمی کے ساتھ طے شدہ رقم بھی بتا دیتے ہیں مثلاً ہمیں بیس ہزار روپے تک کی عورت چاہئے۔ اس کے بعد وہاں کے لوگ عورت کی تلاش کرتے ہیں، عورت مل جانے پر حاجی صاحب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ شادی کے خواہشمند آدمی کو ہمراہ لائیں اور عورت کو لیجائیں۔ اطلاع ملنے پر حاجی صاحب شادی کے خواہشمند آدمی کو ہمراہ لے کر وہاں جاتے ہیں اور رقم ادا کر کے عورت اپنے ساتھ لے آتے ہیں۔

اب کوئی ثبوت نہیں کہ یہ عورت بیوہ ہے، خاوند زندہ ہے یا اغوا شدہ ہے صرف اور صرف قیمت ادا کی اور عورت حاصل کی، بعد میں اپنے گھر آکر نکاح کر لیا جاتا ہے۔

براہ کرم قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیل سے وضاحت فرمادیں کہ آیا شرعی احکام کی رو سے ان صاحب کا فعل جائز ہے یا نہیں؟

سائل : حاجی راجوی ولد عبدالمجید مرحوم، مکوٹ ڈاک خانہ ملوک براستہ سگھوی، ضلع جہلم

## الجواب :

حرہ یعنی آزاد عورت محل بیع نہیں ہے کہ دور غلامی ختم ہو چکا ہے۔ عورت کے بھائی کیلئے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بہن کا نکاح کرنے کیلئے شوہر سے یا اسکے والد سے کسی قسم کی رقم کا مطالبہ کرے جب بھائی کیلئے جائز نہیں ہے تو کسی اجنبی کیلئے تو یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ علامہ ابن نجیم متوفی ۷۷۰ھ نے بحر الرائق میں لکھا ہے :

لو خطب امرأة فی بیت اخیها فابی الاخ الا ان یدفع الیہ دراهم فدفع ثم تزوج كان للزوج ان یسترد ما دفع له اور اسکے حاشیہ میں لکھا :

ای قائما او هالکا لانه رشوة

(جلد (۳) کتاب النکاح ، باب المهر ، صفحہ : ۱۸۶ ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ )  
ترجمہ : اگر کسی خاتون کو اس کے بھائی کے گھر میں پیغام نکاح دیا گیا اور بھائی نے عقد دینے سے انکار کر دیا مگر یہ کہ اس کو کچھ رقم دی جائے تو بھوئی کو حق ہے کہ اپنے (سالے) سے رقم کی واپسی کا مطالبہ کرے۔ یعنی اگرچہ وہ رقم اسکے پاس رہی ہو یا ضائع ہو گئی ہو (وہ واپس کرنی ہے) کیونکہ وہ رشوت تھی۔ لہذا اس سلسلہ میں جتنی رقم لوگوں سے لی گئی ہے اسکا انھیں لوگوں کی طرف لوٹا دینا واجب ہے اور آئندہ اس مذموم فعل کو ترک کر دینا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے۔ اسلام میں اس طرح کے فعل کوئی گنجائش نہیں ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

## عدم نکاح کی صورت میں مال دینے کا حکم

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ :

زید نے اپنے لڑکے گوہر خان کا نکاح مسماة عزیزہ بیگم بنت شیر خان سے اس شرط پر کیا تھا کہ میں اپنی لڑکی

نبی ملی آمنہ کا نکاح بالغ ہونے کے بعد منور خان بن شیر خان سے کروں گا بصورت عدم ایفاء عمد مبلغ ۳۰۰۰ روپے ادا کروں گا، جسکی باقاعدہ تحریر موجود ہے اور میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں یہ حلفیہ بیان ہے یعنی اس میں کسی قسم کی کمی و زیادتی نہیں ہوگی۔ اب حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ عزیزہ بیگم کو طلاق ہو چکی ہے اور منور خان کا نکاح بھی دوسری جگہ ہو چکا ہے اور نبی ملی آمنہ بھی وہاں نکاح کرنے میں راضی نہیں۔ لہذا دوسری شرط مبلغ ۳۰۰۰ روپے کے متعلق زید پر از روئے شرع کیا حکم ہے؟

علاوہ ازیں زید نے عزیزہ بیگم کی شادی کے وقت عزیزہ بیگم کے والد شیر خان کو مبلغ ۶۰۰ روپے نقد، ڈیڑھ تولہ سونا اور مبلغ ۵۰۰ روپے کھانے وغیرہ کیلئے دیئے۔ اس شرط پر کہ نبی ملی آمنہ کے نکاح کے وقت یہ چیزیں شیر خان واپس کرے گا۔ تسلی بخش جواب سے مطمئن فرمائیں۔

### الجواب:

نبی ملی آمنہ کا نکاح منور خان ولد شیر خان کے ساتھ نہ کرنے کی صورت میں تین ہزار روپے دینے کی شرط باطل ہے۔ اس لئے کہ مال، مال کے نقصان کے بدلے میں لازم ہوتا ہے۔ یہاں یہ صورت نہیں ہے تو اب اگر آمنہ نبی ملی آمنہ کا نکاح نہ کورہ شخص سے نہ کیا گیا تو مال دینا لازم نہیں ہوگا۔ یعنی زید پر تین ہزار روپے دینا لازم نہیں۔ عزیزہ بیگم کی شادی کے وقت جو مال دیا گیا تھا، اس کا لوٹانا اس شرط کے ساتھ مشروط تھا کہ آمنہ نبی ملی کی شادی کے وقت لوٹایا جائے گا۔ جب آمنہ نبی ملی کی شادی منور خان ولد شیر خان سے نہ کی گئی تو شرط نہ پائی گئی۔ لہذا اس مال کا لوٹانا بھی واجب نہ ہوگا۔

## عدم عمل زوجیت اور فسخ نکاح کا حکم

### الاستفتاء:

محترم مفتی صاحب!

میری شادی میرے والدین نے چھن میں ہی کر دی تھی۔ دو سال قبل رخصتی ہوئی۔ اسکے کچھ ہی عرصہ

بعد میری بیوی نے مجھ سے ناراضگی کے سبب خودکشی کی کوشش کی، جسے اللہ کے کرم سے چھلایا گیا۔ مگر اسکے اس عمل سے میری، میرے والدین اور میرے خاندان کی سخت تذلیل ہوئی۔ میں نے اپنی بیوی سے اپنی ناراضگی کا اظہار کچھ اس طرح سے کیا کہ تقریباً دس ماہ تک اس سے کلام نہیں کیا اور نہ ہی حق زوجیت ادا کیا۔ مگر والدین کے سمجھانے پر میں نے اپنی روش چھوڑ دی۔

اب آپ سے سوال یہ ہے کہ میں نے دس ماہ تک جو حق زوجیت سے کنارہ کئے رکھا، کیا میرا یہ عمل کسی طرح بھی نکاح میں رکاوٹ کا سبب ہے؟ اور میرے نکاح میں کسی قسم کا فرق پیدا ہو گیا ہے۔ مجھے آپ سے رجوع کرنے کا خیال اس لئے آیا کہ پچھلے دنوں اخبار میں آیا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے یہ فیصلہ جاری کیا ہے کہ مخصوص مدت کیلئے قیدیوں کو اپنی بیویوں کے ساتھ رہنے کی اجازت دی جائے کیونکہ اگر تین ماہ تک کوئی شخص بلا عذر حق زوجیت ادا نہ کرے تو خود بخود اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو میرے مسئلے پر روشنی ڈالئے۔

### الجواب :

صورت مسئلہ میں نکاح میں شرعاً کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔ اگر قسم کھا کر بیوی سے یہ کہا جاتا کہ ”میں چار مہینے تک تمہارے قریب نہیں ہوں گا“ تو اس صورت میں یہ ”ایلاء“ ہوتا۔ قرآن کریم میں ہے :

لِلَّذِينَ يُؤَلُّونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ

(سورة (۲) البقرة، آیت : ۲۲۶)

ترجمہ : وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس نہ جانے کی انھیں چار مہینے کی مہلت ہے۔

جس کا حکم یہ ہے کہ اگر شوہر، ان چار مہینوں میں کسی دن بھی قرابت نہ کرے تو قسم کی یہ مدت پوری ہونے پر بیوی کو طلاق بائنہ ہو جاتی ہے۔ چونکہ صورت مسئلہ میں ایسا کوئی امر نہیں۔ لہذا نکاح باقی ہے۔ اس میں کوئی حرج واقع نہیں ہوا۔ تین ماہ تک حق زوجیت ادا نہ کرے کی صورت میں نکاح ٹوٹ جانے کی بات درست نہیں ہے۔

## خنتی (بیچڑے) کے نکاح کا حکم

### الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک شخص نامرد ہے۔ اسے شادی کرنی چاہیے یا نہیں؟ اور اگر شادی کر لی ہے تو کیا عورت پابند ہے کہ اسکے نکاح میں رہے یا طلاق لینے کا حق رکھتی ہے؟

الجواب:

شوہر جب اس قابل نہیں ہے کہ وہ جماع کر سکے، تو اسکا حکم یہ ہے کہ عورت قاضی کے پاس دعویٰ کرے تو قاضی شوہر سے دریافت کرے گا۔ اگر وہ اپنے نامرد ہونے کا اقرار کرے تو قاضی ایک سال کی مہلت دے دیگا کہ وہ اپنا علاج کرائے۔ اس ایک سال میں بیوی اسکے پاس رہے گی، اگر اس نے اس ایک سال میں جماع کر لیا تو عورت کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا اور اگر جماع نہ کیا اور عورت جدائی کی خواستگار ہے تو قاضی شوہر کو طلاق دینے کا حکم دے۔ اگر وہ طلاق دیدے تو اچھا ہے اور طلاق نہ دے تو قاضی تفریق کر دے گا۔ مگر تفریق کے مطالبے کا حق عاقلہ، بالغہ، آزاد لڑکی کو ہے۔ اسکے اولیاء کو یہ حق نہیں ہے۔ اگر لڑکی نابالغہ ہو جب بھی اسکے اولیاء کو حق نہ ہوگا، بلکہ لڑکی کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا۔ علامہ علاء الدین <sup>حصصکتفی متوفی ۱۰۸۸ھ</sup> نے در مختار میں لکھا ہے:

فرق الحاکم بطلبها لو حرة بالغه

اس پر شامی نے لکھا

فلو صغيرة انتظر بلوغها

(جلد ۲) کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ، صفحہ: ۶۲۲،

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی اگر بالغہ عورت خلع کا مطالبہ کرے تو قاضی شوہر کو طلاق دینے کا حکم دے گا بلکہ تفریق کروادے گا

اور اگر نابالغہ ہے تو اسکے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائیگا۔

لہذا اگر لڑکی راضی ہے تو کوئی دوسرا تفریق نہیں کروا سکتا ہے لیکن حالات کو دیکھتے ہوئے لڑکے کے

والدین لڑکے کو سمجھا کر طلاق دلوا دیں تاکہ لڑکی دوسری شادی کر کے اپنی زندگی گزار سکے۔

## زنا سے حاملہ کے نکاح کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید نے ایک غیر شادی شدہ لڑکی سے معاشرت شروع کیا۔ ہر دو کے والدین نے دونوں کا طبعی میلان دیکھ کر انکی منگنی کر دی۔ منگنی کے بعد زید لڑکی کے گھر آتا جاتا رہا۔ لڑکی کے اہل خانہ نے شرعی پردے کو ملحوظ نہ رکھا، اسی دوران لڑکی زید سے حاملہ ہو گئی۔ لڑکی کی ماں کے علم میں یہ بات آئی تو اس نے زید کے والدین سے اس کو اخفاء رکھتے ہوئے، ان پر شادی کیلئے دباؤ اور زور ڈالا۔ زید کے والدین نے زید کی اسی لڑکی سے دھوم دھام سے شادی کر دی۔ مناکحت کو تین ماہ ہوئے ہیں اور لڑکی پورے دنوں سے ہے۔ اب قرآن و حدیث کی روشنی میں کیا حکم ہے؟ کیا نکاح درست تھا؟ پیدا ہونے والے اس بچے کو زید اور اسکی منکوحہ کے پاس رہائش اور پرورش کا حق ہوگا؟ مدلل جواب سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب:

زنا سے حاملہ عورت کا نکاح جائز ہے۔ اگر زانی سے ہی نکاح ہوا تو اسے وطی کرنا بھی جائز ہے اور اگر غیر زانی سے نکاح ہوا تو نکاح جائز ہے مگر پیدا ہونے والے بچے تک وہ وطی نہیں کر سکتا ہے۔ علامہ علاء الدین <sup>حصکفی متوفی</sup> ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا:

صح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ ای الزنا وان حرم وطیہا  
ودواعیہ حتی تضع  
اور آگے لکھا:

لو نکحہا الزانی حل لہ وطیہا اتفاقاً

(بر حاشیہ شامی، جلد (۲) کتاب النکاح، مطلب مهم فی وطی السراری،

صفحہ: ۳۱۶، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی زنا سے حاملہ کا نکاح جائز ہے اگر غیر زانی سے ہوا تو وضع حمل تک وطی اور وطی کی طرف رغبت دلانے والی باتیں حرام ہیں۔ اور اگر خود زانی نے اس سے نکاح کر لیا تو وہ اس سے وطی بھی کر سکتا ہے۔ اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔

پیدا ہونے والا بچہ ولد الزنا ہوگا، اس کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہوگا، مگر جس ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا، اس کا بچہ تو بہر حال ہے۔ اس بچہ کی پرورش اور رہائش ماں کے ساتھ ہوگی۔

## مطلقة ممانی سے نکاح کا حکم

الاستفتاء:

جناب عالی مفتی صاحب!

عرض خدمت یہ ہے کہ کیا از روئے شریعت گئے ماموں کی مطلقة (طلاق شدہ) یعنی سابقہ ممانی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سائل: یوسف خان، کراچی

الجواب:

ممانی سے طلاق یا ماموں کی موت کے بعد نکاح جائز ہے۔ قرآن کریم نے محرمات کو گنتی کرنے کے بعد

فرمایا:

وَأَجَلَ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ

(سورة (۴) النساء، آیت: ۲۳)

یعنی جن کا حرام ہونا پہلے بیان کیا گیا، ان کے سوا تمہارے لئے حلال ہیں۔ اور محرمات میں ممانی کو شمار

نہیں کیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## نانا کے سگے بھتیجے سے نکاح کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
ہندہ! کا نکاح اس کے سگے نانا کے سگے بھائی کے بیٹے سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

حقیقی نانا کا بھائی نانا نہیں ہے۔ اور اس کے بیٹے حقیقی ماموں نہیں۔ لہذا ان سے نکاح جائز ہے۔ قرآن کریم میں محرمات کو بیان کر دینے کے بعد فرمایا:

وَأَحِلَّ لَكُمْ مِمَّا وَرَاءَ ذَلِكَ

(سورة (۴) النساء، آیت: ۲۴)

یعنی تمہارے لئے ان محرمات کے علاوہ دوسری تمام عورتیں حلال ہیں۔

## پھوپھی زاد کی بیٹی سے نکاح کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
زید کی ایک بھتیجی اور بھانجیا آپس میں میاں بیوی ہیں۔ ان کی لڑکی سے زید کے لڑکے کی شادی جائز ہے یا نہیں؟

سائل: عادل محمود حسن قریشی، جیکب لائن، کراچی



الجواب :

زید کے لڑکے کی شادی اس کے بھانجے اور بھتیجی کی لڑکی سے جائز ہے۔ چچا زاد اور پھوپھی زاد بہنوں سے نکاح جائز ہے۔ یہ لڑکی تو ان سے بھی نیچے ہے۔ قرآن کریم میں حرام عورتوں کو بیان کر کے فرمایا:

وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ

(سورة (۴) النساء، آیت: ۲۴)

اور ان محرمات کے سوا تمہارے لئے حرام ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## پھوپھی زاد بھائی کی بیٹی سے نکاح

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں کہ :

میرے والدین میرا نکاح میرے پھوپھی زاد بھائی کی بیٹی سے کر دینا چاہتے ہیں جبکہ لڑکی کی ماں بھی میری دوسری پھوپھی کی بیٹی ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ”یہ لڑکی تمہاری بھتیجی ہے۔ لہذا اس سے تمہارا نکاح صحیح نہیں“۔ صحیح جواب سے سرفراز فرمائیں۔

سائل : محمود علی، لیاقت آباد

الجواب :

صورت مسئلہ میں جس لڑکی سے، والدین آپ کی شادی کروانا چاہتے ہیں یہ لڑکی آپ کیلئے محرمات میں سے نہیں ہے۔ قرآن کریم میں محرمات کا ذکر کئے جانے کے بعد فرمایا گیا:

وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ

(سورة (۴) النساء، آیت: ۲۴)

## الجواب:

زید کے لڑکے کی شادی اس کے بھانجے اور بھتیجی کی لڑکی سے جائز ہے۔ چچا زاد اور پھوپھی زاد بہنوں سے نکاح جائز ہے۔ یہ لڑکی تو ان سے بھی نیچے ہے۔ قرآن کریم میں حرام عورتوں کو بیان کر کے فرمایا:

وَأَحْلَلْنَا لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ

(سورة (۴) النساء، آیت: ۲۴)

اور ان محرمات کے سوا تمہارے لئے حرام ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## پھوپھی زاد بھائی کی بیٹی سے نکاح

## الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں کہ:

میرے والدین میرا نکاح میرے پھوپھی زاد بھائی کی بیٹی سے کر دینا چاہتے ہیں جبکہ لڑکی کی ماں بھی میری دوسری پھوپھی کی بیٹی ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ”یہ لڑکی تمہاری بھتیجی ہے۔ لہذا اس سے تمہارا نکاح صحیح نہیں“۔ صحیح جواب سے سرفراز فرمائیں۔

سائل: محمود علی، لیاقت آباد

## الجواب:

صورت مسئلہ میں جس لڑکی سے، والدین آپ کی شادی کروانا چاہتے ہیں یہ لڑکی آپ کیلئے محرمات میں سے نہیں ہے۔ قرآن کریم میں محرمات کا ذکر کئے جانے کے بعد فرمایا گیا:

وَأَحْلَلْنَا لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ

(سورة (۴) النساء، آیت: ۲۴)

یعنی وہ محرمات جن کا ذکر ہو ان کے علاوہ عورتیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں۔  
لہذا یہ شادی ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں پھوپھی کی بیٹی سے بھی شادی ہو سکتی ہے۔ لوگوں کا یہ خیال غلط  
ہے۔ کیونکہ یہ لڑکی آپ کے رشتہ کی سگی بہن نہیں۔ ہاں سگی بہن سے نکاح حرام ہے۔

## لڑکی کا رشتہ دینے پر لڑکے سے روپے لینے کا حکم

الاستفتاء:

علمائے دین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟  
ایک لڑکی اور لڑکے کی شادی کا ہندو بست ہوا اور لڑکی کی عمر تقریباً ۲۰ سال ہے اور شادی پر لڑکی راضی  
ہے۔ اسکے باپ نے لڑکے سے ۳۰ ہزار روپیہ مانگا۔ اس نے ۳۰ ہزار دے دیا پھر بہانہ کیا کہ چالیس ہزار روپیہ چاہئے۔  
اس نے چالیس ہزار روپیہ بھی دے دیا۔ پھر یو لا گھر، یو او، گھر بھی یو ادا اور ابھی اس سے مزید ۵۰ ہزار روپیہ لینا چاہتا  
ہے۔ شریعت میں یہ جائز ہے یا نہیں؟

مفتی اسلام

الجواب:

صورت مسئلہ میں لڑکی کے باپ کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی لڑکی سے نکاح کرنے کیلئے شوہر سے یا  
اسکے والد سے کسی قسم کی رقم کا مطالبہ کرے۔ اس سلسلہ میں جتنا روپیہ لیا ہے اسکو لوٹا دینا واجب ہے۔ علامہ شیخ زین  
الدین المعروف ابن نجیم متوفی ۷۷۰ھ نے بحر الرائق میں لکھا:

لو خطب امرأة في بيت اخيها فابي الا ان يدفع اليه دراهم فدفعت ثم  
تزوج كان للزوج ان يسترد ما دفع له  
اور اسکے حاشیہ میں تحریر فرمایا گیا ہے:  
ای قائما او هالکا لانه رشوة

(جلد ۳) کتاب النکاح، باب المهر، صفحہ: ۱۸۶، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)  
یعنی اگر کوئی عورت اپنے بھائی کے گھر میں ہے اور اسکو نکاح کا پیغام دیا گیا اور بھائی نے انکار کر دیا مگر یہ کہ  
اسکو کچھ رقم دی جائے (ہونے والے شوہر نے) رقم دی پھر نکاح ہوا شوہر کو حق ہے کہ وہ دی گئی رقم کی واپسی کا  
مطالبہ کرے۔ اس پر محشی نے لکھا۔ یعنی چاہے وہ رقم اسکے پاس باقی ہو یا ختم ہو گئی ہو (وہ واپس کرے گا) کیونکہ وہ  
رشوت ہے۔

غیر مسلم زوجین میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے کے بعد نکاح کا حکم  
الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام متدرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ:  
ایک عیسائی عورت نسرین جسکی شادی ۱۹۸۰ء میں اسحاق گل مسیح سے ہوئی، جسکے چار بچے ہیں۔ مسماۃ  
نسرین اپنے خاوند کو بتلائے بغیر ایک مسلم شخص محمد صالح عرف سلیم کے ساتھ چلی گئی اور اپنے ساتھ ایک چار ماہ کی  
بچی بھی لے گئی۔ بعد میں نسرین نے عیسائی مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا اور محمد صالح عرف سلیم نے عدالت کی  
اجازت پر نکاح کر لیا۔ مسلمان ہونے یا نکاح ثانی سے متعلق اسحاق گل کو قطعی بے خبر رکھا اور اب یہ دونوں سلیم اور  
نسرین میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے لگے۔ جناب سے گزارش ہے کہ درج بالا صورت پر اسلامی رو سے روشنی  
ڈالیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

گورنمنٹ کورٹ، پاکستان

الجواب:

کافر میاں بیوی سے اگر ایک مسلمان ہو جائے تو دوسرے پر اسلام پیش کیا جائے گا۔ اور اسے مسلمان  
ہونے کی ترغیب دی جائے گی۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو وہ پہلے نکاح پر رہیں گے۔ جبکہ انکے مذہب کی بناء پر نکاح  
صحیح ہوا تھا اور اگر اسلام لانے سے انکار کر دے تو قاضی تفریق کر دے گا۔ اگر عورت مسلمان ہوئی تھی اور شوہر نے  
مسلمان ہونے سے انکار کیا تو قاضی کی تفریق ایک طلاق بائن کے حکم میں ہوگی۔ اگر دونوں میں نکاح کے بعد

مجامعت بھی پائی گئی تو عورت تین ماہواری عدت گزارنے کے بعد کسی مسلمان سے نکاح کر سکے گی اور اگر حاملہ ہوگی تو چھ ماہ پید ہونے کے بعد نکاح کر سکے گی۔ علامہ علاء الدین <sup>حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ</sup> نے در مختار میں لکھا:

وإذا أسلم أحد الزوجين المجوسيين أو امرأة الكتابي عرض الإسلام على الآخر وان أسلم فبها ولا بان ابني أو سكت فرق بينهما اس کے بعد لکھا۔ و التفریق بينهما طلاق يتقص العدد لو ابني لا لو ابت

اس پر علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا:

قال في البحر و اشار بالطلاق الى وجوب العدة عليها ان كان دخل بها (جلد ۲) کتاب النکاح ، باب نکاح الکافر ، صفحہ : ۴۲۲ ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

یعنی مجوسی زوجین میں سے ایک مسلمان ہو جائے یا کتابی کی بیوی مسلمان ہو جائے تو دوسرے پر اسلام پیش کیا جائے گا اگر اسلام لے آئے تو اچھا ہے اور اگر انکار کرے یا خاموش رہے تو دونوں میں جدائی کر دی جائے گی اور ان دونوں کی جدائی اس صورت میں طلاق مانی جائے گی جب بیوی مسلمان ہوئی اور شوہر نے انکار کیا اور اگر بیوی نے انکار کیا اور شوہر مسلمان ہو تو یہ تفریق طلاق نہیں ہوگی اس پر شامی میں ہے کہ بحر میں فرمایا کہ تفریق کو طلاق کہنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عدت واجب ہو جائے گی اگر صحبت ہو چکی تھی۔

لہذا صورت مسئولہ میں بیوی کا مسلمان ہونا تو صحیح تھا جب اس کے چند دن کے بعد شوہر نے مقدمہ دائر کر دیا تو اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ مسلمان ہونے کو تیار ہے۔ نہیں تو بیوی کو حج کے پاس درخواست دیکر تفریق کروانا چاہئے تھی جب تفریق ہو جاتی، اس کے بعد عدت گزارنے کے بعد کسی مسلمان سے نکاح کر سکتی تھی۔ یہاں تفریق کا حکم حج نے دیا نہ بیوی نے عدت گزار لی بلکہ بیس بائیس دن کے بعد نکاح کر لیا۔ لہذا یہ نکاح باطل ہے۔ لیکن بیوی کا مسلمان ہونا صحیح ہے۔ اس لئے حج سے تفریق کا آرڈر کروانے کے بعد عدت گزار کر دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔

## کافر سے مسلمان ہونے والے کے نکاح کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک عیسائی عورت اسلام لے آئی لیکن اسکا شوہر ابھی عیسائی ہے۔ تو کیا یہ عورت جو مسلمان ہو گئی ہے کسی مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا حکیم امجد علی صاحب اعظمی قدس سرہ نے بہار شریعت حصہ ہفتم، صفحہ ۲۲ پر مسئلہ لکھا ہے:

”مرد اور عورت کافر تھے دونوں مسلمان ہوئے تو وہی نکاح سابق باقی ہے۔ جدید نکاح کی حاجت نہیں اور اگر صرف مرد مسلمان ہو تو عورت پر اسلام پیش کریں اگر مسلمان ہو گئی تو فحشاء ورنہ تفریق کر دیں۔ یوں ہی اگر عورت مسلمان ہوئی تو مرد پر اسلام پیش کریں گے اگر تین حیض آنے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو نکاح باقی ہے ورنہ بعد کو جس سے چاہے نکاح کرے، کوئی اسے منع نہیں کر سکتا۔“

اب سوال یہ ہے کہ اگر عورت نے مرد پر اسلام پیش نہیں کیا اور عورت کو تین حیض بھی آگئے اب کیا وہ عورت دوسری جگہ کسی مسلمان سے نکاح کر سکے گی یا نہیں؟ جو اب باصواب سے مشرف فرمائیں۔

سائل: محمد نور عالم، جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد

الجواب:

بہار شریعت میں جو مسئلہ لکھا ہے، وہ صحیح ہے۔ اگر مسلمان ہونے والی عورت سے مجامعت (صحبت) ہو چکی تھی تو اسکی عدت تین ماہواری ہوگی۔ جب بیوی مسلمان ہو جائے تو شوہر پر اسلام پیش کیا جائیگا جیسا کہ بہار شریعت میں لکھا ہے، جب وہ مسلمان ہونے سے انکار کر دے گا تو تفریق کی جائے گی اور تفریق کے بعد تین ماہواری عدت گزارنا ہوگی۔ تفریق سے پہلے کے حیض عدت میں شمار نہیں ہوں گے۔ عدت ختم ہونے کے بعد وہ عورت کسی مسلمان سے شادی کر سکے گی۔ اسلام کون پیش کرے گا؟ یہ کام قاضی کا ہے۔ وہ شوہر کو طلب کر کے اسے بتائے گا کہ تیری بیوی مسلمان ہو گئی تو مسلمان ہو جائے گا تو یہ بیوی تیری زوجیت میں رہے گی۔ ورنہ جدائی کر دی جائے گی۔ لہذا اب قاضی نہ ہونے کی صورت میں عورت حج کے پاس درخواست دے، کہ وہ یہ کام کر دے۔

## شادی شدہ عورت کا گھر سے غائب ہونا

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل صورت حال کے بارے میں کہ :  
 ہندہ کا نکاح زید سے فقہ حنفی کی روشنی میں کر دیا گیا۔ لیکن ہندہ اپنے گھر میں مطمئن نہیں رہی شوہر اور  
 ساس وغیرہ کی طرف سے جارحیت اور طعنہ و تشیع ہوتی رہی اور جائین کی طرف سے تعلقات کی بہتری کی کوششیں  
 ہوتی رہیں لیکن بار آور ثابت نہ ہو سکیں۔ آخر کار ہندہ ان حالات سے تنگ آکر نامعلوم منزل کی طرف نکل گئی۔ اب  
 ۱۳ سال کے عرصہ کے بعد وہ بذات خود ہی لوٹ آئی۔ اس سے استفسار کیا گیا کہ اتنا عرصہ وہ کہاں رہی؟ تو اس نے  
 بتایا کہ میں ریل میں سوار ہوئی اس نے پشاور پہنچا دیا۔ چونکہ کسی خاص منزل کا تصور نہ تھا اور دماغی حالت بھی صحیح نہ  
 تھی۔ لہذا پشاور اترنے پر قناعت کی۔ پشاور میں ایک تبلیغی جماعت کے گروہ نے مجھے اجنبی سمجھ کر پوچھا کہ کون ہو  
 کہاں جاؤ گی؟ چونکہ میں صحیح جواب نہ دے سکی لہذا الزراہ ہمدردی و مدد اپنے گروہ میں شامل کر لیا اور گھریلو کام سپرد  
 کر دیا۔ یہ گھر پر وہ دار تھا اور میرے ساتھ دو اور مستورات بھی خدمت پر معمور تھیں۔ خوراک اور کپڑوں کے علاوہ  
 ۳۰۰ روپے ماہوار ملتے تھے۔

ایک روز میں بہت اداسی میں گریہ و زاری کر رہی تھی، میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے اپنے ماں  
 باپ بہت یاد آرہے ہیں، میں جانا چاہتی ہوں اگر نہیں ملیں گے تو واپس آ جاؤں گی۔ جماعت کو سکھر تبلیغی دورے پر جانا  
 تھا۔ لہذا انھوں نے میرے لئے بھی بذریعہ سڑک کراچی کا ٹکٹ لیا۔ جب سکھر آیا تو میں نے کہا کہ ”یہاں میرے  
 ماموں رہتے ہیں، میں بھی اتروں گی“ تو انہوں نے جواب دیا کہ ”ہم نے تمہارا ٹکٹ کراچی کا لیا ہے، تم کراچی جاؤ۔  
 اگر تمہارے ماں باپ مل جائیں تو اطلاع دے دینا“۔

کراچی اترنے پر وہ سب سے پہلے ماں باپ کے پتے پر پہنچی، لیکن وہ اس جگہ کو چھوڑ چکے تھے پھر وہ شوہر  
 کے پتے پر گئی، وہ بھی جگہ چھوڑ چکا تھا، آخر کار میں اپنے دادا کے پتے پر پہنچی۔ دادا کا معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ  
 انتقال کر گئے ہیں۔ ان کے نواسے یہاں رہتے ہیں۔ آخر وہ ان سے ملی اور ایک دوسرے کو پہچان گئے۔ پھر دیگر سب  
 رشتہ داروں سے ملاقات ہو گئی۔ ان حالات کے تحت جناب سے فتویٰ پوچھنا ہے کہ آیا یہ نکاح بغیر کسی فسق و فجور کے

قائم ہے یا طلاق واقع ہو گئی ہے۔

سائل: اقبال حسین ولد افضل حسین، کورنگی، کراچی

الجواب:

عورت! کا اس طرح شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے چلا جانا حرام ہے۔ اور وہ عورت سخت گناہ گار ہے۔ مگر اس سے نکاح میں کوئی فرق نہیں آتا۔ نکاح باقی ہے شوہر چاہے تو اسے رکھ سکتا ہے اور نہ رکھنا چاہے تو طلاق دے سکتا ہے مگر بغیر طلاق وہ عورت کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی۔ تعجب — جماعت پر ہے۔ اس واقعہ سے ان کے باطنی کردار کی قلعی کھل جاتی ہے کہ اجنبی عورت کو اتنے زمانے تک رکھا، جو کہ سخت گناہ ہے۔ اور حدیثوں میں فرمایا کہ ”جب کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں جمع ہوتا ہے تو تیسرا شیطان ہوتا ہے۔“

(ترمذی، حصہ دوم، ابواب الفتن، باب فی لزوم الجماعة، صفحہ: ۳۹،

فاروقی کتب خانہ، ملتان)

تبلیغیوں کی اس حرکت سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ان کے — دورے دھوکے کیلئے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

باندی سے بغیر نکاح مباشرت کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسئلے میں کہ:

کنیز (لونڈی) کے ساتھ بغیر نکاح مباشرت (وطی) جائز ہے یا نہیں؟

سائل: عبدالرحمن، کورنگی، کراچی

الجواب:

جب اسلامی جہاد ہوتا تھا، اس میں جو کافر عورتیں قید کی جاتیں تھیں ان کو جہاد کرنے والوں میں تقسیم



کر دیا جاتا تھا، وہ ان کے مالک ہو جاتے تھے۔ ان سے بغیر نکاح وطی کرنا جائز تھا۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ اس کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

(سورة (۴) النساء، آیت: ۳)

پھر اگر ڈرو کہ دو بیویوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو۔ (کنز الایمان)

نکاح میں بیوی پر شوہر کو ذات کی ملکیت حاصل نہ تھی، صرف منفعت کی ملکیت حاصل تھی، اسلئے اس سے صحبت جائز تھی باندیوں پر باندیوں کی ذات پر بھی ملکیت ان کے مولا (مالک) کو حاصل ہوتی ہے۔ لہذا بطریق اولیٰ ان سے صحبت جائز ہے۔ اب زمانہ دراز سے جماد اسلامی دنیا میں نہیں ہے۔ لہذا باندی اور غلام بھی نہیں ہیں۔ اب بعض عرب ممالک میں بعض عورتوں کو باندی کہہ کر فروخت کیا جاتا ہے، وہ بھگائی ہوئی عورتیں ہوتی ہیں۔ ان کو خریدنا اور ان سے وطی کرنا جائز ہے۔

## شادی بیاہ اور فضول خرچی

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

اسلام نے غیر شادی شدہ شخص کے بارے میں کیا حل پیش کیا ہے کہ وہ اپنی جنسی خواہش کو کس طرح پورا کرے کہ گناہ نہ ہو۔ قرآن کریم میں ہے کہ :

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَفْوَاجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعُدُونَ

(سورة (۲۳) المؤمنون، آیات: ۷، ۶، ۵)

اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا شرعی باندیوں پر، جو انکے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کا ذکر کیا ہے۔

- (۱) یہ کہ اپنی ازواج کے پاس آدمی جب جائے گا تو اس سے گناہ لازم نہیں آئے گا۔  
 (۲) دوسرے یہ کہ اگر شرعی لونڈیوں کے پاس جائے گا تو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔  
 اس سے ہٹ کر تمام طریقے ناجائز ہیں۔ مثلاً

(۱) ہاتھ سے اپنی حاجت کو پورا کرنا (۲) لواطت کرنا (۳) زنا کرنا۔

یہ وہ ذرائع ہیں، جن سے انسان اپنی خواہش کو پورا کر سکتا ہے لیکن یہ تمام ذرائع حرام ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”جو استطاعت رکھے وہ نکاح کرے اور جو نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے“ تو اب سوال یہ ہے کہ اس دور حاضر میں آپ جانتے ہیں جب تک انسان کے پاس اچھی خاصی رقم نہ ہو تب تک وہ نکاح نہیں کر سکتا۔ لہذا شریعت مظہرہ کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: نور محمد شاہ جہاں پوری، ملتان

### الجواب:

نکاح کیلئے شرعاً کثیر رقم ضروری نہیں۔ لوگوں کی حرص اور غیر ضروری اشیاء کی مانگ نے یہ صورت حال پیدا کی ہے۔ نکاح کیلئے استطاعت چاہیے اور شریعت میں استطاعت سے مراد یہ ہے کہ نکاح کرنے والا مرد نان و نفقہ ادا کر سکتا ہو۔ یعنی کم از کم یہ اخراجات پوری کرنے کی حد تک کما سکے۔ حدیث میں ہے، اس حدیث کو امیر المؤمنین فی الحدیث امام ابو عبد اللہ محمد اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے صحیح بخاری میں نقل کیا:

من استطاع البائة فلیتزوج فانه، اغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له، وجاء

(جلد ۱) کتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف علی نفسه العزوبة، صفحہ: ۲۵۵،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی تم میں سے جو شخص نان و نفقہ کی قدرت رکھتا ہو وہ نکاح کر لے کیونکہ یہ آنکھوں کیلئے پردہ اور شرمگاہ کی حفاظت ہے۔ اور جس میں یہ استطاعت نہ ہو وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ کسی حد تک شہوت نفسانیہ کو کم کرتا ہے۔

معصیت و برائی سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ اپنے اندر خوفِ خدا بھی پیدا کیا جائے اور تقویٰ اختیار کیا

جائے۔ لہذا مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کریں۔ معاشرے میں موجود خرابیوں، فضول خرچیوں، واہیات رسوم اور نام و نمود سے اجتناب کرتے ہوئے سنت کے مطابق عقد کریں۔ اور ناجائز حرکات کر کے جہنم کے عذاب کے سزاوار نہ بنیں۔

## دو بہنوں کے دو لہے بدلنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ نہ ب کے ایک علاقہ میں دو بہنوں کا ایک ساتھ عقد ہوا اور غلطی سے دونوں اپنے مخالف دولہا کے پاس چلی گئیں۔ چنانچہ یہ مسئلہ اخبارات کا موضوع بھی بنا رہا۔ درج بالا مسئلے کا دارالعلوم کورنگی کراچی والوں نے درج ذیل فتویٰ صادر کیا ہے۔ آپ کے فتوے کی بھی اشد ضرورت ہے۔

دارالعلوم کراچی کا فتویٰ درج ذیل ہے:

الجواب:

اس طرح سے ایک دلہن غلطی سے دوسرے کے گھر چلے جانے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ لہذا صورت مسئلہ میں اگر خلوت (دونوں میاں بیوی کا تنہائی میں جمع ہونا) ہو چکی تھی تو زید کے پاس جو عورت (بجہ کی بیوی) گئی ہے، وہ تین حیض عدت گزارے گی۔ لیکن اگر حمل ٹہر گیا ہے تو وضع حمل تک عدت گزارے گی۔ اور ”دوران عدت کا نفقہ بچہ کے ذمہ ہوگا“۔ عدت کے بعد وہ عورت بچہ کیلئے حلال ہو جائے گی۔ اسی طرح جو عورت یعنی زید کی بیوی بچہ کے پاس گئی ہے وہ بھی اسی طرح عدت گزارے گی پھر زید کیلئے حلال ہو جائے گی۔

دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ زید و بچہ دونوں اپنی اپنی بیویوں کو طلاق دیں یا نصف مہر پر خلع کر لیں اور ہر ایک اس عورت سے شرعی قاعدے کے مطابق نکاح کرے جو اس کے پاس آئی ہے۔ اس صورت میں عدت گزارنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ عدت کے اندر بھی نکاح ہو سکتا ہے۔

دارالعلوم امجدیہ کا جواب :

الجواب :

مذکورہ سوال کی دو صورتیں ہیں۔ دونوں شوہر ان میں سے جو صورت چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ جو شوہر، جس عورت کے ساتھ شب گزار چکا ہے، اسی کو اختیار کر لے، تو دونوں شوہر اپنی منکوہ بیویوں کو طلاق دے دیں۔ اب چونکہ ہر لڑکی جسکی منکوہ تھی اسکے ساتھ وطی نہ ہوئی اور نہ ہی خلوت صحیحہ (نکاح کے بعد میاں بیوی کا ایک ساتھ تنہائی میں جمع ہونا) اس صورت میں ان پر طلاق کی عدت واجب نہیں اس لئے طلاق کے بعد فوراً ہر ایک اس لڑکی سے نکاح کر لے جس کے ساتھ رات گزار چکا ہے۔ اس صورت میں آدھا مہر شوہر پر لازم ہوگا۔ قبل وطی طلاق دینے کا یہی حکم ہے۔ یا وہ دونوں لڑکیاں مہر معاف کر دیں یا نصف مہر پر خلع کر لیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ہر ایک اپنی منکوہ بیوی کو بھی رکھنا چاہتا ہے تو اس صورت میں یہ دونوں غلطی سے جس کے پاس شب گزار چکے ہیں فوراً اس سے جدا ہو جائیں اور اس صورت میں ہر ایک لڑکی کو اگر حمل نہ ٹھہرا ہو تو تین حیض عدت گزارنا ہوگی اور اگر حمل ہو تو پچھ ہونے تک عدت گزارنا ہوگی۔ عدت ختم ہونے کے بعد شوہر اپنی منکوہ بیوی کے ساتھ زندگی گزارے گا لیکن اس عدت کے زمانے کا نان نفقہ ان عورتوں کو نہیں ملے گا۔ دارالعلوم کورنگی والوں نے نفقہ دینے کا حکم اصل شوہر پر یعنی جو جسکی منکوہ تھی، لکھا ہے وہ غلط ہے۔

اصل شوہر پر نفقہ طلاق کی صورت میں واجب ہوتا ہے۔ یہاں شوہر نے نہ طلاق دی ہے نہ زمانہ عدت میں اپنے پاس رکھ سکتا ہے تو نفقہ کس بناء پر ہوگا؟ اور جسکے پاس عورت نے شب گزاری، اس پر بھی عدت کا نفقہ واجب نہیں ہے، اس لئے کہ وطی بالشبہ میں عدت کا نفقہ واجب نہیں ہوتا ہے۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ نے فتاویٰ شامی میں لکھا :

فی الخلاصة کل من وطئت بشبهة فلا نفقة لها لان زوجها ممنوع عنها  
بمعنی من جہتھا

(جلد ۲) کتاب الطلاق، باب النفقة، صفحہ: ۷۰۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی خلاصہ ۲۱ میں ہے کہ جس عورت سے شبہ میں وطی کی گئی، وہ نفقہ کی مستحق نہیں کیونکہ اس کے شوہر کو رکاوٹ اس کی طرف سے ہوئی ہے۔

## سگے خالو سے اپنی بیٹی کا نکاح کروانے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ :

زید اپنی بیٹی کا نکاح، اپنی سگی خالہ کے شوہر یعنی خالو سے کروانا چاہتا ہے، خالہ زندہ ہے۔ بچہ نے اعتراض کیا کہ جس طرح زید کی خالہ زید پر حرام ہے، اس طرح زید کی بیٹی زید کے خالو کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ زید کی ماں چاہتی ہے کہ میری بہن کی کوئی اولاد نہیں ہے، اس لئے میں اپنی پوتی کا نکاح بہنوئی سے کر دوں تاکہ اولاد ہو جائے، قرآن و حدیث کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمائیں کہ آیا یہی کمی موجودگی میں اس کی بہن سے نکاح جائز ہے؟

سائل: فضل احمد گلشن

الجواب :

صورت مسئلہ میں زید اپنی بیٹی کا نکاح سگی خالہ کی موجودگی میں اپنے خالو سے نہیں کروا سکتا۔ البتہ خالہ کے انتقال یا طلاق اور اسکی عدت کے بعد کروا سکتا ہے۔

(اس حکم کو سمجھنے کیلئے ایک آسان اصول یہ ہے کہ کوئی بھی شخص ایسی دو عورتوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا کہ اگر ان میں سے ایک کو مرد تصور کر لیا جائے تو ان دونوں کا آپس میں نکاح ناجائز ہو)

(مرتب)

## گمشدہ شوہر کی بیوی کے عقد ثانی کا حکم

الاستفتاء :

محترم جناب مفتی صاحب!

میری بہن رخسانہ بیگم کی شادی بنگلہ دیش میں عبدالکریم ولد محمد یسین کے ساتھ ہوئی تھی۔ شادی کے

صرف چار دن کے بعد محمد یسین میری بہن کو چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ ہم لوگوں نے اسکو نگلہ دیش کے تمام شہروں میں تلاش کیا۔ حتیٰ کے ہندوستان اور پاکستان میں بھی اس کا کھوج لگایا، مگر آج تقریباً نو سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی پتہ نہیں چلا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ چونکہ وہ لڑکا تھا۔ اسکے والدین ۱۹۷۱ء کے ہنگاموں میں مارے گئے تھے، اس لئے شادی کے موقع پر ایک صاحب اسکے سر پرست بنے تھے، ان سے معلوم کیا کہ وہ کہاں ہے تو انھوں نے شرم کے ساتھ کہا کہ ”میری لڑکی بھی اسکے ساتھ فرار ہو گئی ہے“ پھر بھی ہم نے اسکو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن آج تک اس کا کچھ پتہ نہیں چلا۔

اس وقت میری بہن میرے پاس رہتی ہے، نان و نفقہ کا ذاتی کوئی انتظام نہیں ہے، میری مالی حالت بھی مستحکم نہیں ہے۔ میری بہن بھی جوان ہے۔ عرصہ نو سال سے اکیلی رہتی ہے۔ اس پر فتن معاشرے میں بغیر خاوند رہنا بھی مشکل ہے۔ اس لئے براہ کرم مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں فقہ حنفیہ کے مطابق دوسری شادی (نکاح) سے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ جو اب عنایت فرمائیں۔ جبکہ میں نے اپنی بہن سے یہ دریافت کیا کہ آیا وہ دوسری شادی کرنا چاہتی ہے یا نہیں؟ تو اس نے دوسری شادی کیلئے رضامندی کا اظہار کیا ہے۔

سائل: محمد زبیر خان، کورنگی، کراچی

### الجواب:

حنفیہ کے مختار مذہب پر بیوی کی زوج مفقود کا اس وقت تک انتظار کرے گی، جب تک اسکے شوہر کے ہم عمر، ہم وطن میں سے کوئی بھی زندہ رہے گا تو جب اسکے ہم عمر سب انتقال کر جائیں گے تو اس مفقود (@) کی موت کا بھی حکم دے دیا جائیگا۔ صاحب فتح القدر نے اس کیلئے ستر سال کی عمر مقرر کی ہے۔ یعنی جب شوہر کی عمر ستر سال ہو جائے گی تو اس کی موت کا غالب گمان ہو جائے گا اور اسکی موت کا حکم دے دیا جائے گا۔ اس سے پہلے مفقود کی بیوی کسی سے نکاح نہیں کر سکتی ہے۔ موت کا حکم ہونے کے بعد موت کی عدت گزارے گی جو کہ چار مہینے دس دن ہے۔ اور پھر عدت ختم ہونے کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکے گی۔

## بیوی کا شوہر کی داڑھی مونڈ دینا اور نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
میں نے داڑھی رکھی تھی اور ڈیوٹی کے سلسلہ میں آزاد کشمیر چلا گیا واپسی تقریباً ۲ سال بعد ہوئی میری اہلیہ نے داڑھی کی شرعی حیثیت اور اہمیت سے لاعلمی کی بناء پر ریزر کے ذریعہ داڑھی کا کچھ حصہ مونڈ دیا۔ جس پر میں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور دل میں خیال کیا کہ اسے طلاق دے دوں۔ لیکن دوستوں نے اس سے منع کیا۔ جنوری 1989ء کے ”اخبار جہاں“ میں داڑھی مونڈنے کے متعلق ایک جواب میری اہلیہ کی نظر سے گذرا کہ داڑھی مونڈنے کا فعل، قبیح ہے۔ توبہ اور تجدید نکاح ضروری ہے۔ اس مسئلے سے سائل بھی لاعلم تھا اس لئے ۱۹۷۶ء سے ۱۹۸۹ء تک عمل زوجیت بھی ہوتا رہا۔ اب آپ ارشاد فرمائیں کہ کیا بیوی کے اس عمل سے ہمارا نکاح ختم ہو گیا تھا یا نہیں؟ تسلی بخش جواب سے نوازیں۔

الجواب :

کسی سنت کی توہین کرنا کفر ہے، یہ تو مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے۔ لیکن بیوی کا داڑھی مونڈ دینا، جبکہ اسکے ساتھ کوئی اور توہین کا قول نہ ہو تو اسکو توہین نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ یہ فسق اور گناہ ہے۔ جس طرح جو شوہر خود اپنی داڑھی مونڈتے یا منڈواتے ہیں، وہ گناہ گار ہیں۔ لہذا صورت مسئلہ میں بیوی کو توبہ کرنی چاہیے۔ تجدید نکاح ضروری نہیں۔

## ”نیوتا“ کی شرعی حیثیت

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

دور حاضر میں بے شمار غیر شرعی باتیں دیکھنے میں آتی ہیں جو مختلف برادریوں اور طبقوں میں رچ بس گئی ہیں۔ زید کی شادی ہوئی اور شادی میں کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ بحر نے طعام میں شرکت کی اور بطور ”نیوتا“ (شادی بیاہ کی تقریبات میں نقدی دینے کی رسم) زید کو ۲۵ روپے ادا کئے اور جب بحر کے گھر شادی ہوئی اور کھانے کا اہتمام ہوا اور زید نے شرکت کی تو اس نے ۲۵ روپے اپنا قرض یعنی اصل ادا کر کے مزید ۵ روپے زیادہ ادا کر دیئے۔ اس طرح کئی سالوں سے ہماری برادری میں اصل رقم سے زیادہ دینے کا رواج ہے۔

پوچھنا یہ ہے کہ جو رقم زیادہ دی گئی، قرآن و حدیث کی روشنی میں کہیں وہ سود کی شکل تو نہیں ہے، کیا شادی کی تقریبات اصل رقم سے زیادہ دینا جائز ہے یا نہیں یا جتنا روپیہ بطور نیوتا دیا اتنا واپس لیا جائے؟

سائل: شوکت علی، پیر کالونی، کراچی

الجواب:

جن لوگوں میں برادری نظام ہے، ان میں ”نیوتا“ قرض ہی شمار کیا جاتا ہے۔ وہ لکھ کر رکھتے ہیں۔ کس نے کتنا دیا ہے، اس کے یہاں شادی ہونے کی صورت میں اتنا ہی واپس کرتے ہیں۔ ان برادریوں میں نیوتا قرض ہی سمجھا جاتا ہے۔ لہذا کم یا زیادہ نہیں کر سکتے اصل سے زیادہ دیں گے تو وہ زیادتی سود شمار ہوگی۔ اور جن برادریوں میں ایسا کوئی برادری کا قانون نہیں ہے یا غیر برادری کے لوگ دوستی، تعلقات اور عقیدت کی وجہ سے شادی میں کچھ دیتے ہیں وہ ”ہدیہ“ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

WWW.NAFSEISLAM.COM

شادی میں لڑکی والوں کا لڑکے والوں سے خرچ لینا

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

شادی کے موقع پر لڑکی والے، لڑکے والوں سے روپے لے کر شادی کے اخراجات وغیرہ میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شریعت کیا حکم ہے؟

سائل: عبدالرشید رضوی، کلفٹن، کراچی



## الجواب :

شریعت میں شادی کا مقصد یہ نہیں ہے، جو آجکل ہم نے اپنا معمول بنا لیا ہے۔ مثلاً آرائش و زیبائش، کھانا، جینز، کپڑے اور زیورات وغیرہ کا جب تک انتظام نہ ہو، شادی نہیں ہوتی۔ ان رسم و رواج کی پابندی نے معاشرے میں، یہ خرابی پیدا کر دی کہ غریبوں کی لڑکیاں بیٹھی رہتی ہیں۔ مسلمانوں کو تو کوشش یہ کرنی چاہیے کہ معاشرے کی ان خرابیوں کے خلاف جدوجہد کریں اور سادگی کو اپنائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خود شادیاں کیں اور اپنی بیٹیوں کی شادیاں کیں۔ مسلمانوں کیلئے شریعت کا طریقہ باعث نجات ہے۔ لہذا یہ مجبوری، مجبوری کی تعریف میں نہیں ہے کہ ہم اتنا پیسہ تو خرچ نہیں کر سکتے ہیں لڑکے والوں سے لے لیں۔ شریعت میں اس کی کوئی صورت نہیں ہے۔ لڑکی کا مہر شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے، وہ وقت نکاح میں طے ہوتا ہے اور مطالبے کا حق شادی کے بعد یا تفریق کے بعد ہوتا ہے۔ سوال میں جو صورت آپ نے لکھی ہے، یہ بالکل حرام ہے اور رشوت ہے۔ الشیخ زین الدین المشہور ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ نے بحر الرائق میں لکھا:

لو خطب امرأة فی بیت اخیها فابی الا ان یدفع الیہ دراهم فدفع ثم تزوجها کان للزوج ان یسترد ما دفع له

(جلد ۳) کتاب النکاح، باب المہر، صفحہ: ۱۸۶،

مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی اگر کسی عورت کو شادی کا پیغام دیا جو اپنے بھائی کے گھر رہتی تھی بھائی نے شادی سے انکار کیا مگر یہ کہ شوہر اس کو کچھ روپے دے شوہر نے روپے دے دیئے تو شادی کے بعد شوہر وہ روپے لے لے گا۔  
بحر الرائق کے حاشیہ میں منیہ الخالق میں اس جگہ پر لکھا کہ ”یہ رشوت ہے“ اور اسی قول کو صاحب محیط کا مختار بتایا۔ لہذا یہ روپیہ لینا حرام ہے۔ اور اگر لے لیا تو واپس کرنا واجب ہے۔

سالی سے زنا کرنے والے کے نکاح کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں کہ :

(۱) سلیمہ اور کلیمہ دو بہنیں ہیں۔ سلیمہ کی شادی سلیم الدین سے اور کلیمہ کی شادی کلیم الدین سے ہوئی ہے۔ لیکن سلیم الدین اپنی سالی کلیمہ سے بھی زنا کا مرتکب ہو تا رہا۔ اب سلیمہ کو گناہ کا احساس ہوا تو توبہ و استغفار کرتا ہے۔ براہ کرم فتویٰ دیجئے کہ سلیم الدین کا نکاح سلیمہ سے برقرار رہا یا منسوخ ہو گیا۔

(۲) اگر نکاح منسوخ ہو گیا تو کیا سلیمہ کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے کیلئے حلالہ کی ضرورت پڑے گی یا ایسے

ہی تجدید نکاح ہو جائے گا؟

(۳) اسی طرح کلیمہ کا نکاح برقرار رہا یا اسے بھی تجدید نکاح کرنا پڑے گا؟

الجواب :

زنا حرام ہے۔ زنا کرنے والا سخت گناہ گار ہے۔ مگر سالی سے زنا کرنے کی وجہ سے زانی کا نکاح جاتا ہے اور نہ سالی کا۔ دونوں کو توبہ کرنی چاہیے، نکاح دونوں کے باقی ہیں۔ دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جنت کی ازدواجی زندگی

الاستفتاء :

WWW.NAFSEISLAM.COM کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ان مسائل کے بارے میں کہ :

(۱) خاوند کے جہنمی ہونے کی صورت میں جنتی بیوی کو کیا نعم البدل ملے گا؟

(۲) دنیا سے ایمان کے ساتھ رخصت ہونے والے جوڑے یعنی میاں بیوی کی جنت میں کیا حیثیت

ہوگی؟

(۳) دنیا میں ایک سے زیادہ خاوند ہونے کی صورت میں، جنتی عورت کس خاوند کو ملے گی۔ بشرطیکہ تمام

خاوند جنتی ہوں۔

سائل : محمد شفیع الدین، فیڈرل بی ایریا، کراچی

الجواب :

(۱) خاوند اگر ابدی جہنمی ہوگا، تو اس کی بیوی ایسے شوہر کو دے دی جائے گی، جس کی بیوی ابدی جہنمی

ہوگی۔

(۲) وہاں دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے رہیں گے۔ اور اس بیوی کو حوروں سے زیادہ خوبصورت

کر دیا جائے گا۔

(۳) سب سے آخر میں جس کی بیوی تھی، اس کو ملے گی۔

## بغیر شب زفاف ولیمہ کا حکم

### الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ :  
کسی لڑکی کا نکاح ایام حیض میں ہوا ابھی وہ پاک نہیں ہوئی تھی کہ ولیمہ کر دیا گیا پھر جب پاک ہوئی تو  
لڑکے والوں نے دوبارہ مختصر دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا اب لڑکے والے لڑکی والوں سے یہ کہتے ہیں کہ پہلی دعوت  
ولیمہ کا خرچ تم ادا کرو۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ لڑکے والوں کا مطالبہ درست ہے یا نہیں

؟

WWW.NAFSEISLAM.COM

### الجواب:

حالت حیض میں نکاح جائز ہے، اگر ایسا ہو گیا تو زوجین تنہائی میں کچھ وقت گزار لیں اگرچہ حقوق زوجیت  
ادانہ کریں، تو ولیمہ بھی ہو جائے گا، ولیمہ کو دوبارہ کرنے کی ضرورت نہ تھی، اسکے خرچہ کا مطالبہ لڑکی والوں سے کسی  
طرح نہیں کیا جاسکتا ہے۔

## شوہر کا نکاح سے انکار

## الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 زید نے اپنی بیوی کو لکھا کہ آپ میری منگولہ نہیں ہیں اور زید کے وکیل نے بھی نوٹس دیا کہ زید نے  
 طلاق دے دی۔ صورت ہالہ میں کیا طلاق ہو گی؟ وضاحت فرمائیں۔

سائل: ذوالفقار، کراچی

## الجواب:

شوہر نے اپنی بیوی کو یہ جملہ لکھا کہ آپ میری منگولہ نہیں ہیں اور وکیل نے طلاق کا نوٹس بھی دیا، تو یہ  
 کناہ ہے۔ اور اس سے طلاق بائن واقع ہو گی۔ عدت کے اندر وہ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے، عدت کی ضرورت نہیں  
 ہے۔ بہت عدت گزرنے کے بعد وہ بی شوہر سابق سے بھی اور اگلے علاوہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

## ضبط تولید (برتھ کنٹرول)

مانع حمل ادویات فروخت کرنے کا حکم

مفتی اسلام

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ :  
مانع حمل ادویات کا فروخت کرنا اور استعمال کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا ناجائز؟

سائل: رفیق احمد، کراچی

الجواب:

مانع حمل دواؤں کو فروخت کرنا جائز ہے۔ لیکن دواؤں کا استعمال کرنا، اس صورت میں جائز ہے کہ جب بیوی کی صحت اچھی نہ ہو۔ جلدی جلدی حمل ہونے سے اسکی صحت خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اسکو حمل روکنے والی دوائیں استعمال کرائی جاسکتی ہیں۔ اس قصد سے کہ آبادی کی کثرت ہونے کی صورت میں غذا کی کمی واقع ہوگی تو

ایسی صورت میں، ان دواؤں کا استعمال ناجائز ہے۔ حدیثوں میں ارشاد فرمایا کہ تم ایسی عورتوں سے شادی کرو جو محبت کرنے والی ہوں اور زیادہ بچے جننے والی ہوں، اس لئے کہ قیامت کے دن میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔

## مانع حمل ادویات استعمال کرنے کا حکم

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

جناب عالی!

آپ کی خدمت میں ایک استفتاء پیش خدمت ہے۔ امید ہے کہ اس کا جواب تسلی بخش عنایت فرمائیں گے۔ یہ بات تو تقریباً ہر مسلمان جانتا ہے کہ بچوں کی پیدائش کو روکنا اسلام میں ناجائز اور حرام ہے۔ سوال یہ ہے کہ عورت کو حمل ٹھہرنے کے بعد اگر اسقاط حمل کی گولیاں وغیرہ استعمال کرائی جائیں، تو وہ صریحاً ایک جان کا قتل ہوگا۔ لیکن اگر حمل سے پہلے یا یوں سمجھ لیجئے کہ زوجہ سے ہم بستری سے پہلے ہی ”برتھ کنٹرول“ گولیاں استعمال کی جائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے کسی بھی طرح سے بچے کی پیدائش کو نہیں روکا ہے۔ لیکن ایک سوال ذہن میں رہتا ہے اس لئے احتیاطاً معلوم کرنا چاہتا ہوں؟

سائل: بندہ خدا، سعودی عرب

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

برتھ کنٹرول! کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ حمل ہونے کو روکا جائے نہ یہ کہ حمل قرار پانے کے بعد ساقط کیا جائے۔ برتھ کنٹرول کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) آپریشن کر کے حمل کی صلاحیت کو ضائع کر دیا جائے۔ یہ ناجائز و حرام ہے اور ”مثلاً“ کے حکم میں ہے۔ مثلاً کے معنی یہ ہیں کہ کسی عضو کو ضائع کر دینا۔ اس میں بھی رحم کو ضائع کر دیا جاتا ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ایسی ادویات استعمال کی جائیں کہ جب تک دوا کا استعمال جاری رہے گا،

حمل قرار نہیں پائے گا۔ اور جب دوا کا استعمال بند کر دیا جائے گا، تو حمل قرار پاسکتا ہے۔ اس میں اگر کوئی معقول وجہ ہے مثلاً پہلا چھوٹا ہے دوبارہ حمل ہونے سے اس کی صحت خراب ہوگی یا بیوی کی صحت اچھی نہیں ہے کہ جلدی جلدی پچے کی پیدائش سے اس کی صحت اور خراب ہو جائے گی تو ان دواؤں کا استعمال جائز ہے۔ اور یہ بالکل ”عزل“ کے حکم میں ہے۔ جس کا تذکرہ احادیث میں ہے۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے فتاویٰ شامی میں لکھا:

يجوز لها سد فم رحمها كما تفعله النساء

(جلد (۲) کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطلب فی حکم اسقاط الحمل، صفحہ: ۴۱۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی اس کیلئے رحم کا منہ بند کرنا جائز ہے جیسے عورتیں کیا کرتی ہیں۔

لیکن حکومتیں جو برتھ کنٹرول پر روپیہ خرچ کر رہی ہیں اور لوگوں کو منصوبہ بندی کی ترغیب دلا رہی ہیں، ان کا منشاء یہ ہے کہ دنیا کی آبادی بڑھنے سے خوراک میں کمی واقع ہو جائیگی۔ اس قصد (ارادے) سے ان دواؤں کا استعمال ناجائز ہے۔ رزق کی ذمہ داری خالق کائنات نے اپنے ذمہ رکھی ہے، حکومتیں رازق نہیں ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

عدم استقرار حمل کیلئے چھلا وغیرہ استعمال کرنا

الاستفتاء:

جناب مفتی صاحب! مندرجہ ذیل مسئلے میں آپ کی رہنمائی درکار ہے۔

اگست ۱۹۸۳ کو بچے کی ولادت کے چند ماہ قبل میری اہلیہ کے ہاں اسقاط (حمل ضائع) ہو گیا۔ بچے دانی کو صاف کروایا گیا۔ ڈاکٹری ہدایت یہ تھی کہ ایک سال تک حمل قرار نہیں پانا چاہیے۔ اگر اس سے پہلے ایسا ہو گیا تو دوبارہ اسقاط ہونے کا خطرہ ہے۔ بطور احتیاط رحم کے منہ پر ”چھلا“ (رنگ) لگا دیا گیا۔ سال کے پورا ہونے پر میں نے اہلیہ سے کہا چھلا نکلوا دو! لیکن بار بار کہنے کے باوجود دو سال اور ایک ماہ اوپر ہو رہا ہے۔ وہ اس کیلئے تیار نہیں ہے۔ اس

صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ :

(۱) ڈاکٹری ہدایت سے ہٹ کر جو زیادہ عرصہ گذر گیا، اس میں جو وظیفہ زوجیت ادا کیا گیا کیا وہ گناہ میں

شمار ہوگا؟

(۲) آئندہ شوہر اور بیوی کے درمیان وظیفہ زوجیت کے تعلقات قائم ہونے چاہئیں یا نہیں؟

الجواب :

(۱) صورت مذکورہ میں کوئی گناہ نہیں اور گناہ کی کسی قسم سے اسکا تعلق نہیں۔

(۲) عمل زوجیت کو جاری رکھ سکتے ہیں۔ یہ جو عورت کے رحم کے ساتھ کیا گیا ہے اگر مصلحت کی وجہ

سے ایسا کیا۔ مثلاً بیوی کی صحت اچھی نہ تھی یا دوبارہ حمل ساقط ہونے سے، اس کی جان کو خطرہ تھا، تو یہ فعل بھی

جائز ہے اور اگر اس کی کوئی وجہ نہیں تھی، تو یہ فعل ناجائز ہے۔ یعنی چھلا گائے رکھنا۔

تنگی رزق کے خوف سے منصوبہ بندی کا حکم

الاستفتاء :

محترم جناب مفتی صاحب!

دین اسلام میں موجودہ حالات کے پیش نظر، خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :

جس ضرورت کے پیش نظر خاندانی منصوبہ بندی کرانے کا اعلان کیا جاتا ہے اور بے دریغ روپیہ اس پر

خرچ کیا جاتا ہے وہ اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے کہ رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ قرآن کریم میں ہے :

وَمَا مِنْ ذَاتِ بَيْتٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا

(سورة (۱۱) ہود، آیت : ۶)



ترجمہ: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔ (کنز الایمان)  
اس خوف سے کہ رزق میں کمی ہو جائے گی، خاندانی منصوبہ بندی کرنا ان کافروں کے نظریہ کے مطابق

ہے جن کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا:

وَلَا تَتْلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقْكُمْ وَإِيَّاكُمْ

(سورۃ (۱۷) بنی اسرائیل، آیت: ۳۱)

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے۔ ہم انہیں بھی روزی دیں گے اور تمہیں بھی۔ (کنز الایمان)  
لہذا اس نظریہ سے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنا حرام ہے اور اگر واقعی کوئی مجبوری ہے تو اسکی دو

صورتیں ہیں۔

(۱) آپریشن کر کے حمل کی صلاحیت کو ضائع کر دیا جائے تو یہ بھی ناجائز و حرام ہے اور مثلہ کے حکم میں ہے۔ مثلہ کے معنی یہ ہیں کہ کسی عضو کو ضائع کر دینا۔ اس میں بھی رحم کو ضائع کر دیا جاتا ہے، جو عضو کے ضائع کرنے کے حکم میں ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ایسی دوائیں استعمال کی جائیں کہ جب تک دوا کا استعمال جاری رہے، حمل قرار نہیں پائے گا۔ اور جب دوا کا استعمال بند کر دیا جائے، تو حمل قرار پا سکتا ہے۔ اس میں اگر کوئی معقول وجہ ہے مثلاً پہلا بچہ چھوٹا ہے فوراً دوبارہ حمل ہونے سے اس کی صحت خراب ہوگی یا بیوی کی صحت اچھی نہیں ہے کہ جلدی جلدی بچے کی پیدائش سے اس کی صحت اور خراب ہو جائے گی تو ان دواؤں کا استعمال جائز ہے۔ اور یہ بالکل ”عزل“ (شوہر مادہ منویہ کو باہر خارج کرے) کے حکم میں ہے۔ اور یہ جائز ہے۔ مسلمانوں کو بھی یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ نے امت کو حکم دیا ہے کہ ”ایسی عورتوں سے شادی کرو جو شوہروں سے محبت کرنے والی ہوں اور جن سے اولاد زیادہ ہو۔ اس لئے کہ قیامت کے دن میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔“ یعنی امت کی تعداد بڑھاؤ۔

(ابو داؤد، حصہ اول، کتاب النکاح، باب فی تزویج الایثار، صفحہ: ۲۸۷،

مکتبہ حقانیہ، ملتان)

یہ غیر مسلم حکومتوں کا فریب ہے اور وہ خاندانی منصوبہ بندی کیلئے مسلمان ممالک میں اس مقصد کیلئے زیادہ روپیہ خرچ کر رہی ہیں اور بالخصوص عیسائی برادری کو یہ خوف ہے کہ مسلمان آبادی کے اعتبار سے کہیں ہم سے زیادہ نہ ہو جائیں۔ ان کا منشاء یہ ہے کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھنے نہ پائے۔

## کثرتِ آبادی کی وجہ سے نس بندی کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) آیا مذہب اسلام میں ضبط تولید جائز ہے؟

(۲) ایک ایسا شخص جس کی معاشی حالت مزید اولاد کا بوجھ برداشت نہ کر سکتی ہو آیا وہ ضبط تولید کی راہ

اختیار کر سکتا ہے؟

(۳) کچھ ایسی بیماریاں جو طبی نقطہ نظر سے والدین سے اولاد میں منتقل ہو سکتی ہیں، آیا ایسی صورت میں

ہمارے مذہب میں ضبط تولید جائز ہے یا نہیں؟

آپ سے درخواست ہے کہ تمام جوابات کیلئے حوالے ضرور استعمال کریں تاکہ کسی سے گفتگو میں ان کتب

کا حوالہ دیا جاسکے۔ اس بات کو مد نظر رکھیں کہ ہم جس مادیت پرستی کے دور سے گذر رہے ہیں، اس میں دلیل بہت

ضروری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے مسائل کا حل ہمارے دین میں موجود ہے کیونکہ ہمارا مذہب کامل ہے۔

مسائل: نزہد محبوب، سراج الدولہ روڈ، کراچی

الجواب:

آجکل ”ضبط تولید“ کی جو مصلحت اور وجہ بیان کی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ دنیا کی آبادی بڑھ رہی ہے،

خوراک کم ہو رہی ہے۔ اس لئے ضبط تولید کیا جائے۔ یہ وجہ تو قرآن و حدیث کے بالکل خلاف ہے اور اس قصد سے

ضبط تولید ناجائز ہے۔ اس لئے کہ ”رزاق“ اللہ تعالیٰ ہے اور رزق پہنچانا اس نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ باقی کسی عذر کی وجہ

سے مثلاً ماں بچوں کو دودھ نہیں پلا سکتی یا باپ دودھ پلانے کا خرچہ نہیں پورا کر سکتا۔ حدیثوں میں مذکور ہے۔ علامہ

سید احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۰ھ نے حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار میں لکھا:

یباح لها ان تسد فم الرحم لئلا تحبل

(جلد (۲) کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، صفحہ: ۷۷، مکتبۃ العربیہ، کوئٹہ)

یعنی حرہ بیوی کیلئے یہ جائز ہے کہ رحم کے منہ کو بند کر دے تاکہ حمل نہ ہو۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ نے فتاویٰ شامی میں لکھا:

ومن الاعذار ان یقطع لبنها بعد ظهور الحمل ولیس لابی الصبی ما

یستاجر به الظئر ویخاف هلاکہ

(جلد (۲)، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطلب فی اسقاط الحمل،

صفحہ: ۴۱۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی عذر کی صورت یہ بھی ہے کہ عورت کا دودھ منقطع ہو جاتا ہے حمل ظاہر ہونے سے اور بچے کیلئے باپ

کے پاس اتنے پیسے نہیں کہ دودھ پلانے والی کو اجرت پر رکھے اور بچے کے ہلاک ہونے سے ڈرتا ہے۔



## رسوماتِ شادی

دولہا دلہن کے لئے اسٹیج بنانے کا حکم

مفتی اسلام

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اشرع مشین ان مسائل کے بارے میں کہ:

شادی کے دن دولہا اور دلہن کیلئے اسٹیج بنایا جاتا ہے۔ کیا یہ شریعت میں جائز ہے؟

سائل: محمد کریم موٹی والا، طارق روڈ، کراچی

الجواب:

دولہا، دلہن کیلئے اعزازی نشست بنادینے میں کوئی حرج نہیں۔ لہذا اسٹیج تو بنا سکتے ہیں، مگر اسراف

(ناجائز خرچ) ناجائز ہے، اس سے بچیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## سرابندی کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
سرلابند ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بعض علمائے دیوبند سرلابند ہونے کو حرام اور ناجائز قرار دیتے ہیں۔  
سائلین: جمعیت القریش، کراچی

الجواب:

شادی میں پھولوں کا سرلابند ہونا جائز ہے، شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ ”الاصل فی الاشیاء الاباحۃ“ یعنی  
اشیاء میں اصل اباحت (جواز) ہے۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں جب تک کسی چیز کی ممانعت نہ ہو اس وقت تک وہ جائز  
ہے۔ ممانعت ہونے کے بعد وہ ناجائز ہو جاتی ہے۔ یہ اصول فقہ حنفیہ کی کتابوں میں متعدد جگہ لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ  
علامہ سید محمد امین ابن عابدین (شامی) متوفی ۱۲۵۲ھ نے اس بات کو ثابت کرنے کیلئے ایک عنوان مقرر فرمایا

الاصل فی الاشیاء الاباحۃ

(جلد ۱) کتاب الطہارۃ، مطلب المختار ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ، صفحہ:

۷۷، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

بلکہ حدیث میں بھی یہ بات ہے اور اس حدیث کو صاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ

الخطیب متوفی: ۷۴۲ھ نے نقل کی: [WWW.NAFSEISLAM.COM](http://WWW.NAFSEISLAM.COM)

فَمَا أَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ

(مشکوٰۃ المصابیح، باب ما یحل اكله وما یحرم، الفصل الثالث، صفحہ: ۳۶۲،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا وہ حلال ہے اور جسے حرام قرار دیا وہ حرام ہے اور جس چیز کے

بارے میں سکوت فرمایا وہ معاف ہے۔

لہذا جب سرے کی ممانعت قرآن و حدیث اور فقہ میں بھی نہیں ہے تو اس کو حرام کہنا شریعت میں زیادتی

ہے اور شریعت پر افتراء (جھوٹ) بھی۔ دیوبندی علماء کا یہ کہنا کہ ”سہراباندھنا کافرانہ رسم ہے جو حرام ہے“ غلط ہے۔ وہ کوئی دلیل اس بات پر بیان کریں کہ کافر پہلے سہراباندھا کرتے تھے مسلمانوں نے ان کی نقل شروع کر دی ہے۔ جب تک اس فعل کا ثبوت پیش نہ کریں اس وقت تک یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ہندوستان پر صدیوں تک مسلمانوں نے حکومت کی۔ اس زمانے میں بہت سے کام ہندوؤں نے مسلمانوں کی نقل کرتے ہوئے شروع کر دیئے، یہی زیادہ ظاہر ہے۔ بہر حال سرے کو حرام کہنے والے قرآن کریم کی ایسی نص قطعی دکھلائیں، جس سے سرے کی حرمت ثابت ہو یا ہندوؤں کی نقل کرنے کی دلیل بیان کریں اور یہ بھی بیان کریں کہ یہ ہندوؤں کے شعائر میں سے ہے تو مشابہت حرام ہوگی۔ اور اگر شعائر سے ثابت نہ ہو تو ہر مشابہت حرام نہیں ہوتی۔ لہذا سہراباندھنے کو کافرانہ رسم کہنا اور اسے حرام بتانا صحیح نہیں ہے۔

## نکاح کے موقع پر سہرا اور گانے باجے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
شادی بیاہ کے موقع پر سہراباندھنا، ڈھول، باجا جانا اور عورتوں کا گانا گانا از روئے شریعت جائز ہے

یا نہیں؟

سائل: صوبیدار علی حسین، ضلع پونچھ، آزاد کشمیر

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

سہراباندھنا جائز ہے مگر گانا گانا اور باجا جانا ہر صورت میں ناجائز ہے۔ خصوصاً شادی میں عورتوں کا اس طرح گانا گانا کہ ان کی آواز باہر غیر مردوں تک پہنچے۔ شادی کے متعلق شریعت کا منشاء یہ ہے کہ بالاعلان ہو۔ اگر چھپ کر کسی عورت سے شادی کر کے لائے گا تو لوگوں میں بدگمانی پیدا ہوگی۔ اور کوئی تہمت لگا دے گا کہ عورت کو بھگا کر لایا ہے۔ اسی لئے حدیث میں ہے، اس حدیث کو حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید الربیع بن ماجہ القزوی نے متوفی ۵۲۷ھ نے اپنی سنن میں نقل کیا:

أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالْغَرْبَالِ  
(سنن ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب اعلان النکاح، صفحہ: ۱۲۶،  
قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی تم نکاح کا اعلان کرو اگرچہ یہ اعلان دف جاکر ہی ہو۔  
لیکن اب لائٹ لگائی جاتی ہے، کارڈ چھپوائے جاتے ہیں، شامیانے لگائے جاتے ہیں اور لوگوں کو مدعو کیا  
جاتا ہے، یہ باتیں اعلان کیلئے کافی ہیں۔ دف جانے کی حاجت نہیں ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم

## شادی بیاہ میں شرکت کی شرائط

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ :  
عام لوگوں کی طرح میرے پاس بھی شادی کا رڈ آتے ہیں، ان شادیوں میں شرکت کرنے کے نتیجے میں  
جو چیز سامنے آرہی ہے، وہ یہ ہے کہ اسلامی رسموں کے ساتھ نئی غیر اسلامی رسموں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ مگر  
الحمد للہ آج بھی ایسی شادیاں ہو رہی ہیں جو قرآن و حدیث کے میزان پر پوری اترتی ہیں۔ تاہم مجھے آپ سے یہ معلوم  
کرنا ہے کہ جب شادی، ولیمہ یا کسی اور تقریب کا کارڈ آئے تو کیا اس کے جواب میں مندرجہ ذیل باتیں داعی (دعوت دینے والا) کے گوش گزار کر دی جائیں کہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ میں آپ کی دعوت میں شرکت  
کر سکتا ہوں اور اگر ان شرائط پر عمل نہیں ہوگا تو میں شرکت نہیں کروں گا۔

(۱) فونوگرافی، وڈیو فلم، گانوں کی ریکارڈنگ اور میوزک تمام چیزوں سے مکمل اجتناب ہوگا۔

(۲) کسی قسم کے ناچ اور فلم کا اہتمام نہیں ہوگا۔

(۳) مقام دعوت پر اگر مردوں اور عورتوں دونوں کی شرکت کا اہتمام کیا گیا ہے تو اسلام کے بتائے

ہوئے پردے کے اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے الگ الگ انتظام کیا جائیگا۔

(۴) جہاں عورتوں کا الگ انتظام کیا گیا ہو وہاں عورتوں کے درمیان انتظامی امور سرانجام دینے کی ذمہ

داری بھی خواتین کے ذمہ ہو، جس کیلئے خواتین مقرر اور متعین کی جائیں۔

(۵) جو رسمیں اسلام کے خلاف ہوں خواہ وہ پرانی ہوں یا نئی، ان سب سے اجتناب کیا جائے گا۔

(۶) نکاح اور کھانے سے فراغت کے بعد دو لہما اور اس کے مرد ساتھی عورتوں کی تقریب گاہ میں نہیں

جائیں گے۔

(۷) وہ خواتین جو پردے کی پابند ہیں اور اسلام کی بتائی ہوئی حدود کی پوری پابندی کرتی ہیں ان کا، ان

خواتین سے بھی پردے کا انتظام کیا جائے، جو پردہ نہیں کرتی ہیں۔

(۸) پروگرام کیلئے ایسا وقت مقرر کیا جائے جس کا نماز کے اوقات سے ٹکراؤ نہ ہو۔

(۹) کارڈ پر لکھے ہوئے وقت کے بجائے وہ وقت بتایا جائے، جس وقت پروگرام عملاً شروع ہوگا تاکہ

خواجہ وقت ضائع نہ ہو۔

(۱۰) برات کے آنے اور جانے میں پینڈا باجے کا استعمال نہ ہوگا۔

(۱۱) آتش بازی، ہوائی فائرنگ اور اس طرح کی دوسری چیزیں نہیں ہوں گی۔

(۱۲) مردوں اور عورتوں کی تقریب گاہوں میں بیٹھ کر کھانے کا انتظام کیا جائیگا۔

مذکورہ شرائط شرکت اگر داعی قبول نہ کرے تو کیا دعوت قبول کرنی چاہیے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) مذکورہ شرائط شرعی (دعوت دینے والے) کو بتائی جاسکتی ہیں۔

(۲) مذکورہ شرائط پر اگر داعی عمل نہ کرے تو اس کی دعوت میں شرکت نہیں کرنی چاہیے۔

منگنی میں لڑکے اور لڑکی کا ایک دوسرے کو انگوٹھی پہنانے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

منگنی کی رسم میں لڑکا لڑکی کو انگوٹھی پہناتا ہے۔ کیا یہ شریعت میں جائز ہے؟

سائل: محمد فیصل صغیر، نار تھہ کراچی



الجواب :

نکاح سے پہلے لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کیلئے اجنبی اور غیر محرم ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے کے جسم کو چھونانا جائز ہے۔ لہذا لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو خود انگوٹھی نہیں پہنا سکتے۔

## لڑکی والوں سے سامان جہیز کا مطالبہ کرنا

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 میمنوں میں ایک جماعت ہے، جس کے یہاں شادی کے موقع پر یہ رواج ہے کہ لڑکے والے لڑکی والوں سے مکان، فرنیچر اور دیگر سامان جہیز وغیرہ کا تقاضہ کرتے ہیں۔ اگرچہ اس مکان اور دیگر سامان کی مالکہ لڑکی ہی رہتی ہے۔ اور اگر لڑکا لڑکی کو طلاق دے دے یا لڑکے کا انتقال ہو جائے ان دونوں صورتوں میں مکان اور سامان وغیرہ لڑکی کو مل جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا از روئے شرع لڑکے والوں کا یہ مطالبہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور جو لڑکا اس فعل کا مرتکب ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

مفتی اسلام

الجواب :

لڑکے والوں کا لڑکی والوں سے اس قسم کا مطالبہ کرنا، ناجائز ہے۔ لیکن مکان فرنیچر وغیرہ سب جدائی اور عدم جدائی کی صورت میں لڑکی ہی کی ملکیت میں رہتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ شوہر یا شوہر کے گھر والوں نے یہ مال نہیں لیا ہے۔ صرف یہ مطالبہ کیا ہے کہ تم اپنی لڑکی کو یہ چیزیں دے دو تو یہ لوگ پگڑی لینے والے نہ ہوئے ( لڑکی کی حیثیت کے مطابق جہیز کی قیمت کا تعین کرنا پگڑی کہلاتا ہے) انھیں یہ مطالبہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ البتہ ایسے شخص کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

## کثرت جہیز، سونے کی انگوٹھی، پینڈ، رت جگا اور مہندی کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) شرع میں کوئی جہیز کی حد مقرر ہے؟ ہماری قریش برادری میں یہ رائج ہے کہ بعض متمول (دولت مند) حضرات اپنی بیٹیوں کو پچاس ہزار سے لے کر پانچ لاکھ تک کا جہیز دیتے ہیں اور اس برادری میں بہت سے غریب اپنی بیٹیوں کو اس قدر جہیز نہیں دے سکتے۔ اس لئے ان لڑکیوں سے برادری میں کوئی رشتہ کرنے کو تیار نہیں۔ کیا متمول حضرات کا اس طرح کرنا جائز ہے؟

(۲) کیا شادی کے موقع پر جو دو لہما کو سونے کی انگوٹھی پہنائی جاتی ہے تو کیا یہ رسم شریعت کی رو سے جائز ہے؟ اور کیا دو لہما اور دلہن کا سہرا باندھنا جائز ہے؟

(۳) بارات میں پینڈ باجا، ناچ گانے کا اور آتش بازی کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) شادی بیاہ میں رت جگا اور مہندی کی رسم کے بارے میں بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔ جمعیت القریش کراچی آپ کی شکر گزار ہوگی۔

سائلین : حاجی عبدالعزیز، کورنگی، کراچی  
شمس الدین، لیاقت آباد، کراچی  
بشیر احمد، لیاقت آباد، کراچی  
حاجی چراغ دین، لیاقت آباد، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

(۱) یہ انتہائی افسوسناک بات ہے کہ کثرت جہیز نے، ایسی تکلیف دہ صورت حال اختیار کر لی ہے کہ جس کی وجہ سے بہت سے والدین کیلئے اپنی لڑکیوں کا رشتہ کرنا ممکن ہوتا جا رہا ہے، ان کے دن کا چین اور رات کا سکون چھین گیا۔ محض اس وجہ سے کہ وہ رشتہ کرنے والوں کی طرف سے منہ مانگا جہیز نہیں دے سکتے۔ ان کی زندگی اجیرن ہو گئی ہے۔ اسلامی معاشرے میں اس کو ختم کرنا ضروری ہے۔

اس سلسلے میں ان لوگوں کو خاص طور پر پہلے قدم اٹھانا چاہیے جو بے تحاشا جینز دیتے ہیں۔ وہ آگے آئیں اور اس برائی کو ختم کرنے میں تعاون کریں اور وہ جینز کی مقدار اتنی کم رکھیں کہ جو غریب لوگ بھی دے سکیں۔

(۲) مرد کیلئے سونے کی انگوٹھی حرام ہے، البتہ سرلباند ہننا جائز ہے۔

(۳) پینڈا بچے، گانے اور آتش بازی خواہ کسی موقع پر بھی ہوں، حرام ہیں۔

(۴) رت جگا جس میں تمام رات عورتیں گانے جاتی ہیں، حرام ہے۔ مندی کی رسم اگر گانے جانے وغیرہ خلاف شرع امور سے خالی ہو، تو جائز ہے۔

## لڑکی کی شادی میں دعوت کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

آج کل شادیوں میں بڑی بڑی دعوتیں ہوتی ہیں، قسم قسم کے کھانے پکائے جاتے ہیں۔ خواتین و حضرات کی کافی تعداد موجود ہوتی ہے۔ جینز کا سامان بھی زیادہ اور قیمتی ہوتا ہے۔ از روئے شرع کیا اس طرح کرنا جائز ہے؟ جواب سے نوازیں۔ عین نوازش ہوگی۔

سائل: محمد کاشف انصاری، لائڈھی، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

شادی میں اپنی استطاعت کے مطابق جینز اور دعوت وغیرہ کا اہتمام کرنا، اس شرط سے جائز تو ہے کہ ریا کاری، فخر اور بڑائی کے اظہار کیلئے نہ ہو۔ لیکن ہر جائز کام کو کرنے کیلئے دوسری مصلحتیں بھی ملحوظ رکھنی چاہئیں۔ سرمایہ داروں نے شادیوں پر بے دریغ روپیہ خرچ کر کے غریبوں کیلئے مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ اب ہر لڑکا اس قسم کا مطالبہ کرتا ہے یا خواہش رکھتا ہے کہ مجھے بھی ایسا ہی جینز ملے، اس لئے غرباء کی لڑکیاں بیٹھی رہتی ہیں اور ان کی شادیاں نہیں ہو پاتیں۔ سرمایہ دار فضول خرچیاں بند کر دیں تو غرباء کیلئے بہت سہولت ہو جائے۔

## ولیمے کی شرعی حیثیت

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
شادی کے ایک ہفتے یا ایک مہینے بعد ولیمہ کیا جائے تو از روئے شرع یہ ولیمہ درست ہو گا یا نہیں؟ قرآن و  
حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

سائل: محمد فاروق حسن

الجواب :

دعوت ولیمہ سنت ہے اور اس میں عظیم ثواب ہے۔ جبکہ ولیمہ ادا کرنے والے کا مقصد ادائے سنت ہو۔  
ولیمہ وہ دعوت ہے جو ”شب زفاف کی صبح کو اپنے دوست و احباب، عزیز و اقارب اور محلے کے لوگوں کیلئے اپنی  
استطاعت کے مطابق کی جائے۔“ اس کا حکم یہ ہے کہ پہلے اور دوسرے دن بھی یعنی دو دن تک اس دعوت کو ولیمہ کہا  
جاسکتا ہے۔ دو دن بعد اس دعوت پر ولیمہ کا اطلاق نہیں ہوگا۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ نے فتاویٰ عالمگیری میں  
لکھا :

وتسمية العرس سنة وفيها مشوية عظيمة وهي اذا بنى الرجل بامرأته انه  
ينبغي ان يدعو الجيران والاقرباء والاصدقاء ويذبح لهم ويصنع لهم طعاماً  
يعنى دعوت ولیمہ سنت ہے اور اس میں عظیم ثواب ہے۔ اور دعوت ولیمہ یہ ہے کہ جب یہ شخص اپنی  
عورت سے زفاف کرے تو اس کیلئے یہ مناسب ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں، عزیز و اقارب اور دوست و احباب کیلئے  
دعوت کرے اور مہمانوں کیلئے جانور ذبح کرے اور کھانے تیار کرے۔ اس کے بعد فرمایا :

ولا باس بان يدعو يومئذ من الغدو و بعد الغدو ثم ينقطع العرس والوليمة  
(جلد ۵) کتاب الکراهية، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضيافات، صفحہ: ۲۲۳،  
مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ ولیمہ اگلے روز کرے یا اگلے سے اگلے روز۔ اس کے بعد اس دعوت کو  
ولیمہ نہیں کہا جائے گا۔

## عقیقہ کا گوشت ولیمہ کے کھانے میں مکس کرنا

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
اگر کوئی شخص ولیمہ کے کھانے میں عقیقہ کا گوشت ملا کر مہمانوں کو کھلائے، تو از روئے شرع اس کا کیا حکم

ہے؟

الجواب:

عقیقہ کے گوشت کا وہی حکم ہے، جو قربانی کے گوشت کا حکم ہے۔ قربانی اور عقیقہ کی عبادت اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر دینے سے ادا ہو جاتی ہے۔ گوشت عقیقہ اور قربانی کرنے والے کی ملکیت ہوتا ہے، اسے فروخت نہیں کر سکتا اور نہ کسی کام کے معاوضہ میں دے سکتا ہے، خود کھائے، دوسروں کو کھلائے، غریب و مالدار جس کو چاہے دے۔ فقہاء نے قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کو مستحب لکھا ہے واجب کسی نے نہیں لکھا اور قربانی اور عقیقہ کا حکم ایک ہے لہذا ولیمہ میں عقیقہ کا گوشت شامل کرنا اور کھلانا جائز ہے۔

## کھڑے کھڑے کھانے پینے کا حکم

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
ایک شخص کھڑے ہو کر کھاتا پیتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ ”ایسا کرنا جائز ہے۔ میں نے ایک مولوی صاحب سے پوچھا تھا تو انہوں نے اسکو جائز قرار دیا تھا“ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب:

حدیث میں ہے اور اس حدیث کو عساکر الملک والذین ابو الحسین امام مسلم بن الحجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ نے صحیح مسلم میں نقل کیا:

عن أنس عن النبي ﷺ أنه نهى أن يشرب الرجل قائماً قال فتأداه فقلنا  
فأنا كل فقال ذلك أشد وأخبث

(جلد ۲) کتاب الاشریة، باب فی الشرب قائماً، صفحہ: ۱۷۳،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا حضرت قتادہ کہتے ہیں ہم نے عرض کی کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو ارشاد فرمایا: وہ اور زیادہ سخت ناپسندیدہ اور برا ہے۔

## عقیقہ کے حصول اور گوشت کے استعمال کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:  
زید اپنے لڑکوں کا عقیقہ کرنا چاہتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکے کیلئے دو بجرے ہونا لازمی ہیں یا  
ایک بجرے سے بھی کام چل جائے گا؟ اور ماں باپ، نانا، نانی اور دادا، دادی بھی عقیقہ کا گوشت کھا سکتے ہیں یا نہیں؟  
سائل: انوار احمد، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

عقیقہ کرنا سنت ہے۔ لڑکے کیلئے دو بجرے اور لڑکی کیلئے ایک بجرے مستحب ہے۔ اگر لڑکے کیلئے بھی ایک  
بجرے کر دے تو عقیقہ ہو جائے گا۔ اور لڑکے کیلئے بجرے اور لڑکی کیلئے بجرے کرنا بھی جائز ہے اور گائے میں دو حصے  
لڑکے کیلئے اور ایک حصہ لڑکی کیلئے مستحب ہے۔ اور اگر سب کیلئے ایک ایک حصہ کرے گا جب بھی جائز ہے۔ اور عقیقہ  
کے گوشت کا وہی حکم ہے جو قربانی کے گوشت کا ہے۔ بچے کے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی سب کھا سکتے ہیں۔

## عقیقہ کے گوشت سے ولیمہ اور تحائف کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ :  
 ایک شخص اپنی دو لڑکیوں اور ایک لڑکے کا عقیقہ کرنا چاہتا ہے۔ اور ساتھ ہی لڑکے کی ختنہ بھی کیا  
 عقیقہ کا گوشت پکا کر سب دعوت میں صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ عقیقہ کے گوشت کا صحیح مصرف کیا ہے؟  
 وضاحت فرمائیں۔ نیز جس طرح شادی بیاہ میں تحفے تحائف دیئے جاتے ہیں۔ کیا عقیقہ اور ختنہ کے موقع پر بھی  
 دیئے اور لئے جاسکتے ہیں؟ جبکہ شادی میں جو نقدی، روپے دو لہا والوں کو ملتے ہیں وہ دینے والوں کی شادی بیاہ میں  
 واپس بھی کئے جاتے ہیں۔

سائل: حافظ عبد الرحمن، شاہجہاں مسجد، پیر کالونی، کراچی

الجواب:

عقیقہ میں صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر جانور ذبح کر دینے سے سنت ادا ہو جاتی ہے۔ گوشت عقیقہ کرنے  
 والے کی ملکیت ہے۔ مستحب یہ ہے کہ قربانی کی طرح اس کے بھی تین حصے کئے جائیں ایک حصہ غرباء کو، ایک حصہ  
 رشتہ داروں کو اور ایک حصہ خود کھانے کیلئے رکھ لیں۔ اور اگر سارا گوشت تقسیم کر دیں یا سارا گوشت خود پکا کر کھالیں  
 جب بھی عقیقہ ہو جائے گا۔ لہذا صورت مسئلہ میں اگر وہ عقیقہ کے گوشت کو پکا کر رشتہ داروں کو کھلائے تو جائز  
 ہے۔ مگر اس دعوت میں کچھ نہ کچھ غرباء کو بھی شریک کر لے۔

شادی میں جس طرح لوگ نقدی، کپڑے یا دوسری چیزیں دیتے ہیں، وہ لینا جائز ہے، اسی طرح عقیقہ اور  
 ختنہ میں بھی لینا جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

# پروے کا بیان



الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ:

اسلام میں عورت کیلئے پروے کا کیا حکم ہے، پروہ نہ کرنے کی کہاں تک رعایت ہے؟ معزز مہمانوں کی آمد پر رقص کی صورت میں خوش آمدید وغیرہ کننا کیسا ہے؟ اور مردوں کیلئے غیر محرم کو دیکھنے کا کیا حکم ہے؟ عورتوں کا سنگھار کر کے گھروں سے باہر نکلنا کیسا ہے؟ اس ضمن میں حاکم وقت اور متعلقہ حکام کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ درخواست کی جاتی ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب باصواب عنایت فرمائیں۔ آپ کی نوازش ہوگی۔

سائل: سلطان محمود مغل، مصطفیٰ آباد، کراچی



## الجواب :

قرآن کریم میں ہے :

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّونَ مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُونَ فَرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ

اللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝

(سورة (۲۴) النور، آیت: ۳۰)

یعنی مسلمان مردوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کیلئے

بہت ستھرا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔ (کنز الایمان)

اسکے بعد والی آیت مبارکہ میں ایمان والی عورتوں کو حکم ہوا :

اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ

نہ دکھائیں مگر جتنا خود ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے

شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے

دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر بھرتیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں

عورتوں کی شرمگاہ کی چیزوں کی خبر نہیں، اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جاتا جائے ان کا چھپا ہوا سنگھار۔ اور

اللہ کی طرف توبہ کرو، اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

قرآن کریم میں دوسرے مقام پر ارشاد ہوا :

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَ أَرَاكُمْ وَبَنَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا

(سورة (۲۳) الاحزاب، آیت: ۵۹)

یعنی اے نبی ﷺ اپنی ازواج اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک

حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان

ہے۔ (کنز الایمان)

ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ یہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ عبد اللہ ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے۔ حضور ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا کہ پردہ کر لو! کہتی ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ تو نابینا ہیں ہمیں نہیں دیکھیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم دونوں اندھی ہو؟ کیا تم انھیں نہیں دیکھو گی؟ بیعتی میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھنے والے پر اور اس پر جس کی طرف نظر کی گئی اللہ کی لعنت۔ یعنی دیکھنے والا جب بلا عذر قصداً دیکھے اور دوسرا اپنے آپ کو بلا عذر دکھائے۔ حدیث میں ہے، اس حدیث کو امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی: ۲۰۹ھ نے جامع ترمذی میں نقل کیا ہے:

الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ

(حصہ اول، ابواب الرضاع، صفحہ: ۱۴۰، فاروقی کتب خانہ، ملتان)

یعنی عورت پر پردہ ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے۔

حدیث میں ہے، اس حدیث کو امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سان بن دینار نسائی متوفی ۳۰۳ھ نے سنن نسائی میں نقل کیا:

أَيْتُكُنَّ خَرَجَتْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا تَقْرَبَنَّ طِينَنَا

(حصہ دوم، کتاب الزینة، باب النهی للمرأة عن تشهد الصلوة اذا اصابت من

البخور، صفحہ: ۲۷۷، مکتبہ سلفیہ، لاہور)

یعنی جب تم عورتوں میں سے کوئی عورت مسجد جائے تو وہ خوشبو لگا کر نہ جائے۔

عورتوں کے گھر سے نکلنے کے بارے میں اور پردے سے متعلق قرآن کریم کی یہ آیتیں اور چند احادیث جو اوپر لکھی گئی ہیں، ان سے ہر مسلمان، جس کے دل میں قرآن و حدیث کی عظمت اور اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کا جذبہ ہو تو وہ سمجھ لے گا کہ اللہ اور رسول کا منشاء فتنہ کے دروانے کو بند کرنا ہے۔ اور فتنہ کی ابتداء نظر سے ہوتی ہے اسی لئے اجنبی عورت کو دیکھنے پر احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں، جو اوپر گزریں۔ اور مساجد میں جانے کیلئے یہ پابندی لگائی کہ خوشبو لگا کر اور زینت کر کے گھر سے نہ نکلیں اور مسجد نبوی میں مردوں پر یہ پابندی لگائی کہ سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رو بیٹھے رہو۔ جب عورتیں پیچھے سے اٹھ کر چلی جائیں تو منہ موڑیں۔

ان احکام کی موجودگی میں عورتوں کا بن سنور کر گھروں سے نکلنا، بازاروں میں گھومنا اور قوم کی بچیوں کو اسکولوں اور کالجوں سے دوسرے ممالک کے سربراہان کے استقبال کیلئے لے جانا اور انتہاء یہ کہ رقص وغیرہ کے

مظاہرے کروانا مسلمانوں کیلئے باعث شرم و حیا ہے۔ اور تعجب ان والدین کی غیرت پر ہے جو اپنی لڑکیوں کو اس حالت میں دیکھ کر حکومت سے احتجاج نہیں کرتے کہ ہم نے اپنی لڑکیوں کو اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے کیلئے بھیجا ہے تاکہ بے حیائی و بے غیرتی کا سریفیکٹ حاصل کرنے کیلئے۔ قرآن کریم میں حکومت کی ذمہ داری یہ بیان فرمائی کہ

وَلْيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ  
(سورة الحج، آیت: ۴۰، ۴۱)

یعنی اور البتہ ضرور اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا اسکی جو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد فرمائے گا بے شک ضرور قوت والا غالب ہے۔ وہ لوگ کہ ہم انھیں زمین میں قیام دیں وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں۔

اس آیت میں چار باتوں کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے، لہذا حکومت کو اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہیے اور اس پر عمل کرتے ہوئے ہر برے فعل کی ممانعت کر دینی چاہیے۔

## شرعی پردے کی کیفیت

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء:

قبلہ مفتی صاحب!

قرآن و حدیث کی روشنی میں آپ سے یہ دریافت کرنا ہے، تفصیل سے بتائیے کہ:

عورت شریعت کے مطابق چادر کا استعمال کس طرح کرے، جبکہ اسے غیر محرم مردوں سے پردہ کرنا

مطلوب ہے۔

سائل: محمد عارف، فیڈرل ملی ایریا، کراچی

## الجواب :

چادر! جس سے پردہ مطلوب ہوتا ہے، اسکو اس طرح اوڑھنا چاہیے کہ جس سے تمام جسم چھپ جائے اور جسم کی کوئی ہیئت اس سے ظاہر نہ ہو۔

## چہرے کے پردے کا حکم

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

علمائے دین کا بے پردہ عورتوں کے اجتماع سے خطاب کرنا شریعت کے رو سے جائز ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ نیز عورت کا چہرہ، پردہ میں شامل ہے یا نہیں؟

سائل: اشتیاق احمد سلطانی

## الجواب :

عورتوں سے بلا حجاب مرد کو خطاب کرنا، ناجائز ہے اور اگر درمیان میں پردہ ڈال دیا جائے تو جائز ہے۔ احکام نماز میں جن اعضاء کو چھپانا فرض ہے، اس میں چہرہ داخل نہیں ہے، مگر خوف فتنہ کی وجہ سے قرآن کریم میں عورتوں کو حکم دیا :

WWW.NAFSEISLAM.COM

يُذُنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ

(سورة الاحزاب، آیت: ۵۹)

یعنی عورتیں اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔

اصل فتنہ عورتوں کو دیکھنے سے شروع ہوتا ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں فرمایا :

الْعَيْنَانِ تَرْتَبِيَانِ

(مسند الامام احمد بن حنبل، جلد ۴/۱، مطبوعہ

دار احیاء التراث العربی، بیروت)

یعنی آنکھیں زنا کرتی ہیں۔

اس لئے اجنبی عورت کے چہرے کی طرف نظر کرنے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ ان ماہرہ میں

حدیث ہے۔ فرمایا:

قال رسول الله ﷺ من نظر الى محاسن امرأة اجنبية فيذاب في عينيه

الانك

یعنی جو شخص کسی اجنبیہ عورت کے حسن و جمال کو دیکھے گا اسکی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

لہذا بے پردہ عورتوں سے اجتناب ضروری ہے۔

## بوڑھی عورت کیلئے پردے کا حکم

الاستفتاء:

جناب مفتی صاحب! مندرجہ ذیل مسئلے میں رہنمائی فرمائیں کہ:  
عورت جب بوڑھی ہو جائے تو کیا وہ پردہ ترک کر سکتی ہے؟

الجواب:

بوڑھی عورت بھی پردہ کرے گی۔ مگر چہرہ کھول سکتی ہے، جبکہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔

## پردے کی نیت سے موزے، دستانے اور چشمہ پہننے کا حکم

الاستفتاء:

محترم مفتی صاحب!

مندرجہ ذیل امر میں آپ کی رہنمائی قرآن و حدیث کی روشنی میں مطلوب ہے۔

اگرچہ شریعت میں عورت کے ہاتھ اور پاؤں غیر محرم کے سامنے کھلے رہنے میں، کوئی مضائقہ نہیں۔

لیکن عورت اگر تھوڑی پر عمل کرتے ہوئے دستانے اور جرائیں پہن کر اور اپنی آنکھوں کو رنگینی چشمہ لگا کر چھپائے تو شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟

الجواب:

ایسا کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، اچھا ہے۔

پردے کیلئے برقعہ پہننا

الاستفتاء:

جناب مفتی صاحب! مندرجہ ذیل امور میں آپ کی رہنمائی قرآن و حدیث کی روشنی میں مطلوب ہے:

(۱) کیا مروجہ کالے رنگ کا برقعہ جو عام طور پر خواتین استعمال کرتی ہیں، شریعت کے میزان پر پورا اترتا ہے؟

(۲) سفید برقعہ جو عام طور پر بڑی عمر کی خواتین پہنتی ہیں اور بہت کم نوجوان عورتیں استعمال کرتی ہیں کیا شریعت کے میزان پر پورا اترتا ہے؟

(۳) آپ کی نظر میں کوئی تیسرا برقعہ ہے، جس میں سفید برقعہ کی خوبیاں موجود ہوں اور کالے برقعہ کے نقائص موجود نہ ہوں۔

الجواب:

(۱) برقعہ سے مطلوب ستر پوشی ہے، خواہ وہ کسی بھی رنگ کا ہو، اگر اس سے شرعی تقاضے پورے نہ ہوتے ہوں تو اس کا استعمال ممنوع ہے، خود برقعہ بھی ایسا نہیں ہونا چاہیے جو اپنی طرف متوجہ کرے۔

(۲) سوال میں مذکورہ برقعہ شریعت کے مطابق ہے۔

(۳) کوئی بھی ایسی چادر یا برقعہ جس سے شرعی تقاضے کے مطابق ستر پوشی ہو جائے، وہ شرعی پردہ یا

برقعہ ہے۔

## عورتوں کا دوکاندار سے بے پردہ چیز خریدنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

جو آدمی گھر میں بیٹھے رہتے ہیں یا ملازمت کرتے ہیں، انکی عورتیں بغیر پردے کے بازاروں میں خرید و فروخت کرتی ہیں۔ ایسی عورتوں اور ان کے شوہروں کیلئے کیا گناہ ہے؟ نیز دوکانداروں کا ان بے پردہ عورتوں کے ساتھ خرید و فروخت کرنا کیسا ہے؟

سائل: محمد عبداللہ قادری، میرپور خاص

الجواب:

بے حجابانہ طور پر عورتوں کا نکلنا ناجائز و حرام ہے۔ اور ان کیلئے سخت وعید ہے۔ ان کے مرد، ان کی اس حرکت پر مطلع ہونے کے باوجود منع نہیں کرتے اور اس پر راضی بھی ہیں تو وہ بھی اس جرم، گناہ اور وعید میں برابر کے شریک ہیں۔ اور ان مردوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو پردے کا پابند کریں۔ دوکانداروں کا ان کے ساتھ خرید و فروخت کرنا جائز ہے، مگر ان کے چہروں کی طرف قصداً نگاہ کرنا گناہ ہے۔

## منگیتر سے پردہ کا حکم

الاستفتاء:

جناب مفتی صاحب! چند مسائل در پیش ہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دے کر مشکور فرمائیں۔  
منگنی کے بعد منگیتر سے بات کرنا، پردہ نہ کرنا اور اکیلے میں ملنا کیسا ہے؟

سائل: عقیل احمد، کیناڑی، کراچی

الجواب:

رشتہ جوڑنے کے بعد بھی غیر محرم شخص کے احکام باقی رہیں گے نہ اس سے بات کر سکتی ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ تنہائی میں جمع ہو سکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## گھر میں دوپٹے کا استعمال

الاستفتاء:

قبلہ مفتی صاحب! مندرجہ ذیل امور میں آپ کی رہنمائی درکار ہے:

- (۱) انتباہ ایک دوپٹہ، جس میں سے عورت کے بال اور گردن نظر آئیں تو کیا ایسا باریک دوپٹہ گھر کی حدود میں محرموں کے سامنے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) گردن کو دوپٹے اور چادرو وغیرہ سے ڈھانپنا چاہیے؟ یا ایسی قمیض پہننی چاہیے جس سے گردن ڈھنپ جائے؟ آپ کی نظر میں زیادہ بہتر صورت کیا ہے؟
- (۳) حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں صحابیات کا طرز عمل کیا تھا؟

سائل: محمد شیراز، گلشن بہار، کراچی

الجواب:

- (۱) ایسا باریک دوپٹہ گھر کے اندر محرم کے سامنے مذکورہ صورت میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔
- (۲) مقصود چھپانا ہے، چاہے قمیض سے ہو یا چادر سے۔
- (۳) صحابیات چادر استعمال کرتی تھیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم



## سالی کو بہنوئی سے پردے کا حکم

الاستفتاء:

جناب مفتی صاحب! مندرجہ ذیل مسئلے میں آپ کی رہنمائی درکار ہے۔

کیا سالی کو اپنے بہنوئی سے پردہ کرنا چاہیے؟

سائل: محمد صادق قریشی، فیروز آباد، کراچی

الجواب:

سالی پر اپنے بہنوئی سے پردہ کرنا لازمی ہے۔

## قریبی نامحرم رشتہ داروں سے پردے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

شریعت مطہرہ میں عورت کو نامحرموں سے پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جہاں تک اجنبی نامحرموں کا تعلق ہے تو اس پر عمل کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ لیکن قریبی رشتہ داروں سے جو نامحرم بھی ہوں، ان سے موجودہ دور میں پردہ کرنے کی کیا عملی صورت ہو سکتی ہے۔ آیا چہرے کا پردہ ہونا بھی ضروری ہے۔ یا صرف زیب و زینت کا پردہ ضروری ہے۔ کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ شرع پر بھی عمل ہو جائے اور رشتہ داروں سے تعلقات بھی خراب نہ ہوں۔

اس کے علاوہ شہری زندگی میں بعض اوقات مرد کی غیر موجودگی میں عورت کو ضروریات زندگی کے سلسلے میں گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے۔ اس کی شرعی طور پر کیا عملی صورت ہوگی۔ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

سائل: کیپٹن زوار حسین عباسی، اسلام آباد

## الجواب:

صورت مسئلہ میں ان رشتہ داروں سے جو نامحرم ہیں، چہرہ، ہتھیلی، گٹے، قدم اور ٹخنوں کے علاوہ ستر (پردہ) کرنا ضروری ہے۔ زینت، ہناؤ سنگھار بھی، ان کے سامنے ظاہر نہ کیا جائے۔ مجبوری کے تحت باپردہ ہو کر عورت اشیائے ضرورت خریدنے کیلئے بازار جاسکتی ہے۔

## اجنبیہ کو بری نیت سے دیکھنے کا حکم

## الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ: کسی اجنبیہ عورت کو بغور دیکھنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اور برے خیالات و وسوسات بھی گناہ میں شمار ہوتے ہیں یا نہیں؟

## الجواب:

شریعت نے اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے پر پابندی لگائی ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا: من نظر الی محاسن امرأة اجنبیة فیذاب فی عینہ الانک یعنی جو کوئی اجنبیہ عورت کے حسن و جمال کو دیکھے گا قیامت کے دن سیسہ پگھلا کر اسکی آنکھوں میں ڈالا جائے گا۔

اتفاقاً غیر ارادی طور پر نظر پڑ جانے پر مؤاخذہ نہیں ہے مگر اس نظر کو باقی رکھنے پر مؤاخذہ (پوچھ گچھ) ہے۔ لہذا نہ نظر کرے گناہ برے خیالات پیدا ہوں گے۔ فاسد خیالات گناہ کا باعث بن سکتے ہیں۔ لہذا برے خیالات سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ لیکن جب تک ان خیالات پر بالعزم ارادہ نہ کیا ہو یا ان پر عمل نہ کیا، اس وقت تک گناہ کا اطلاق ان پر نہ ہوگا۔

## بے پردہ محافل میں شرکت کا حکم

الاستفتاء:

جناب مفتی صاحب!

رشتہ داروں میں ایسے نکاح یا ولیمہ وغیرہ کی تقریب، جس میں فوٹو گرافی اور وڈیو فلم ہو، عورتوں اور مردوں کے درمیان پردے کا کوئی انتظام نہ ہو اور شرکت کرنے والی خواتین کی اکثریت بے پردہ ہو۔ تو کیا ایسی محافل میں شرکت کرنا شریعت کے نقطہ نظر سے جائز ہے یا نہیں؟

سائل: عبدالرشید مارفانی، کھار اور، کراچی

الجواب:

جہاں غیر شرعی افعال کا ارتکاب ہو، وہاں شرعاً شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔

## اختلاط مرد و عورت والی محافل میں شرکت

الاستفتاء:

جناب مفتی صاحب! مندرجہ ذیل مسئلے میں آپ کی رہنمائی قرآن و حدیث کی روشنی میں مطلوب ہے:

میری شادی ایک ایسے گھر میں ہوئی جہاں پردے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ اپنے گھر میں بیوی کو میں نے شرعی پردے کے مطابق رکھا ہوا ہے۔ لیکن جب کبھی اس کے بھائی یا بہن کی شادی ہوتی ہے تو وہی حالت ہوتی ہے جو عام طور پر شادی کے موقع پر ہوا کرتی ہے۔ یعنی عورتوں اور مردوں کے درمیان اختلاط۔ اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ بیوی خود بھی اس ماحول میں جا کر پردہ کرنے کی ہمت نہیں رکھتی۔ اور نہ ہی وہ وہاں پردہ کرنا چاہتی ہے۔ مجھے بتایا جائے کہ کیا مجھے ایسے حالات میں اپنی بیوی کو شادی کے موقع پر بھیجنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب :

جہاں عورتوں کے درمیان نامحرم مردوں کا اختلاط ہو، اور پردے کا کوئی لحاظ نہ ہو اور بیوی بھی اس غیر شرعی صورت میں اجتناب نہ کرے، تو ایسی صورت میں بیوی کو نہ بھجئیں۔

## حالتِ نماز میں عورت کیلئے لباس کی حدود

الاستفتاء :

جناب مفتی صاحب !

قرآن و حدیث کی روشنی میں مندرجہ ذیل مسائل میں آپ کی رہنمائی درکار ہے :

- (۱) عورت جب اپنے گھر میں نماز ادا کر رہی ہو، تو ہاتھ پاؤں اور چہرے کے کھلے رکھنے کی حدود کیا ہیں؟
- (۲) عورت جب مسجد میں نماز ادا کر رہی ہو، تو ہاتھ پاؤں اور چہرے کے کھلے رکھنے کی حدود کیا ہیں؟
- (۳) عورت جب کسی دوسرے کے گھر میں نماز ادا کر رہی ہو اور دوسرا گھر بے پردہ مسلمانوں کا ہو، تو ایسی حالت میں ہاتھ پاؤں اور چہرے کے کھلے رہنے کی حدود کیا ہے؟

الجواب :

عورت! اپنے گھر، مسجد یا کسی دوسرے کے گھر میں نماز ادا کرے، ہر جگہ ”ستر عورت“ کا ایک ہی حکم ہے۔ عورت کیلئے ستر عورت کی حدود یہ ہیں کہ منہ کی نکلی، ہاتھوں کے گٹوں سے ذرا آگے (ہاتھ کی طرف) اور پاؤں کے ٹخنوں سے ذرا نیچے کے علاوہ تمام بدن کا چھپانا فرض ہے۔

## محلے میں لاؤڈ اسپیکر لگا کر عورتوں کا میلاد اور نعت خوانی کرنا

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

عورتوں کا لاؤڈ اسپیکر پر میلاد پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

سائل: صدیق ٹیلی، جمانگیر روڈ، کراچی

الجواب :

عورت کی آواز بھی عورت ہے۔ اجنبی آدمی کو بلا ضرورت شرعی اپنی آواز نہیں سناسکتی ہے۔ ضرورت شرعی کا مطلب یہ ہے کہ شہادت وغیرہ میں اپنی آواز سناسکے گی۔ لہذا عورتوں کے میلاد کا طریقہ جو یہاں رائج ہے وہ جائز نہیں ہے۔ بہت بڑا مکان ہو، اس میں عورتیں میلاد پڑھیں یا نعت خوانی کریں اور اس کی آواز باہر نہ جائے تو پھر جائز ہے۔ اور مائیک سے پڑھنا اور آواز باہر کے لوگوں کو سنانا جائز نہیں ہے۔

## لے پالک اور داماد کے محرم ہونے کا بیان

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک عورت نے ایک بچے کو گود لے کر حقیقی بیٹے کی طرح پرورش کی۔ اور جب وہ بالغ ہو گیا تو اسکی شادی کر دی۔ اسکے بچے بھی ہوئے۔ کیا یہ پالک لڑکا ماں کے انتقال کے بعد اسکا چہرہ دیکھ سکتا ہے؟ کیا داماد اپنی ساس کے انتقال پر اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے؟

الجواب :

مرنے کے بعد عورت کا چہرہ، ہر وہ شخص دیکھ سکتا تھا، جو اسکی زندگی میں دیکھ سکتا ہے۔ اور زندگی میں

ذی رحم محرم یعنی وہ شخص جس سے ہمیشہ کیلئے نکاح حرام ہے دیکھ سکتا ہے۔ پالا ہوا بیٹا ذی رحم محرم نہیں ہے، لہذا وہ چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔ داماد ذی رحم محرم ہے۔ لہذا وہ اپنی ساس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔

## عورتوں کا تعویذات کیلئے ائمہ اور پیروں کے پاس بے پردہ جانا

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد وقار الدین صاحب! مندرجہ ذیل مسئلہ پر قرآن و حدیث کی روشنی میں فتویٰ جاری فرمائیں تاکہ مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آسکے اور کئی لوگوں کی مشکل حل ہو جائے۔

ایک شخص اپنے آپ کو عالم بھی ظاہر کرے اور تعویذ دھاگے سے روحانی علاج اجرت لیکر کرے۔ دن بھر اسکے پاس عورتوں کا جوم رہتا ہو۔ جوان اور ادھیڑ عمر کی عورتیں آتی ہیں۔ وہ ان سے بے تکلف ہنس ہنس کر گفتگو بھی کرے۔ اگر کوئی اعتراض کرے تو یہ کہہ دے کہ ”ڈاکٹر کے پاس بھی تو عورتیں جاتی ہیں، میرے پاس آئیں تو کیا ہو گیا؟ میں بھی طبیب ہوں۔ یعنی روحانی علاج کرتا ہوں“۔ اس طرح بے حجاب عورتوں کا کسی بھی شخص کے پاس جانا جائز ہے یا نہیں اور اگر ایسے شخص کو امام بنایا جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہوگی یا نہیں؟ تفصیل سے ارشاد فرمائیں۔

سائل: محمد یاز، کورنگی

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

عالم ہو یا پیر، کسی کے سامنے غیر محرم عورتوں کا بے پردہ جانا جائز نہیں ہے۔ اور جو شخص بے حجاب عورتوں کے آنے پر راضی ہے، وہ گناہ گار ہے۔ اس کو امام بنانا بھی ناجائز ہے۔ ڈاکٹروں کے پاس جانے کی اجازت اس صورت میں ہے، جب کوئی ڈاکٹر نہ ملے اور اجازت بھی بے پردہ جانیکی نہیں ہے۔ عورت پردے کے ساتھ جائے گی۔ لہذا پردہ نہ کرنے کیلئے سوال میں مذکور استدلال غلط ہے۔

## عورت کا شوہر اور تقریبات کیلئے میک اپ کرنے کا حکم

الاستفتاء:

جناب مفتی صاحب! مندرجہ ذیل مسائل میں رہنمائی فرمائیں کہ:

- (۱) بیوی کا بناؤ سنگھار کیا صرف شوہر کیلئے ہے؟
- (۲) شادی اور دوسری تقریبات کے موقع پر بیوی کا بناؤ سنگھار از روئے شرع کیسا ہے؟
- (۳) کیا غیر شادی شدہ بالغ یا نابالغ لڑکی کو سنگھار کرنا چاہئے؟

الجواب:

(۱) عورت کا بناؤ سنگھار اور اسکی زینت شوہر کیلئے ہے۔ اپنی زینت مندرجہ ذیل افراد کے علاوہ کسی پر ظاہر نہیں کرے گی۔ قرآن کریم میں ہے:

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ  
أَبْنَاؤَ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنَاتِهِنَّ أَوْ مَا  
مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَابَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ  
يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَتِ النِّسَاءِ

(سورة (۲۴) النور، آیت: ۳۱)

اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیریں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں۔ (کنز الایمان)

ان کے علاوہ دادا، پر دادا اور چچا ماموں وغیرہ تمام محارم بھی مندرجہ بالا افراد کی طرح ہیں کہ ان پر اپنا سنگھار ظاہر کرنا ممنوع نہیں ہے۔

اعضاء سنگھار سے یہاں مراد آنکھوں کا سرمہ کا جل اور ہاتھ کی انگوٹھیاں وغیرہ مراد ہیں۔

(۲) عورت کیلئے زینت کرنا جائز ہے۔ لیکن ایسی شادی بیاہ کی جگہوں پر، جہاں غیر محارم کی آمد و رفت ہو وہاں ان کو پردہ کرنا چاہئے اور غیر محارم کے سامنے بغیر زینت کے بھی جانا جائز ہے۔ زینت کے ساتھ جانا شدید ناجائز ہے۔

(۳) اپنے گھروں میں غیر شادی شدہ لڑکیاں بھی زینت کر سکتی ہیں تاکہ آنے والی عورتیں، انھیں دیکھ کر شادی کا پیغام دیں، غیر محرم افراد کے سامنے ان کا آنا جانا ناجائز ہے۔

## منہ بولے بھائی سے پردے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

میرے ایک دوست کا انتقال ہوا، اس کی بیوہ نے عدت اپنے شوہر مرحوم کے گھر میں گزاری۔ مسئلہ یہ ہے کہ بیوہ عدت ختم ہونے کے بعد اپنے منہ بولے بھائی کے یہاں جا کر کچھ دن قیام کر سکتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ بیوہ کا اس بھری دنیا میں ماں کے سوا اور کوئی نہیں ہے اور ماں بھی بیوہ اور بے سہارا ہے۔ ایک عرصہ سے بیٹی کے یہاں رہتی ہیں۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ عدت میں عورت صبح سے شام تک گھر سے باہر رہ سکتی ہے اور مغرب تک اپنے گھر واپس آجائے۔ رات اپنے گھر میں بسر کرے اور بیوہ اس بات پر اصرار کر رہی ہے کہ عدت کے بعد وہ آزاد ہے جہاں چاہے وہ رہے اور جہاں چاہے رات بسر کرے۔ برائے کرم قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیل سے جواب دیں۔ (بیوہ کی عمر پینتیس سے چالیس سال کے درمیان ہے)

سائل: محمد فاروق خان، ماڈل کالونی، کراچی

الجواب:

موت کی عدت میں بیوی کا نفقہ واجب نہیں ہوتا ہے۔ لہذا اگر اسکے پاس گذر اوقات کیلئے پیسہ نہ ہوں تو وہ دن میں محنت مزدوری کر کے روپیہ کمانے جاسکتی ہے۔ رات اس گھر میں گزارے گی، جس میں عدت گزار رہی ہے۔ عورت بلا ضرورت دن میں بھی گھر سے باہر نہیں جاسکتی۔ منہ بولا بھائی شریعت میں غیر محرم ہے، اس کے ساتھ تہائی میں جمع ہونا حرام ہے۔ اس کے ساتھ غیر محرم جیسا برتاؤ کریگی۔



## عدت اور غیر عدت میں پردے کا حکم

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب ادارہ العلوم امجدیہ، کراچی،

السلام علیکم!

عورت عدت میں ہو تو کن لوگوں سے پردہ کرنا چاہیے؟ گھر کے دروازے پر کھڑا ہونا یا غیر مرد سے بات کرنا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں آگاہ کریں۔ عین نوازش ہوگی۔

سائل: غلام وارث، لیاقت آباد، کراچی

الجواب:

عدت اور غیر عدت میں پردہ کے احکامات میں کوئی فرق نہیں۔ قبل عدت جن لوگوں سے پردہ فرض ہے، دوران عدت بھی، ان سے پردہ کرنا فرض ہے۔ ضرورت اور مجبوری کے بغیر دروازے پر کھڑا ہونا، نامحرم سے گفتگو کرنا سخت گناہ ہے۔

## عورت کا غیر محرم سے ہاتھ ملانے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

کیا ایک جوان مسلمان لڑکی، بہوئی سے، ملاقات کے وقت، اس سے ہاتھ ملا سکتی ہے یا نہیں؟

بہوئی سے پردہ ہے یا نہیں؟ اگر عورت یہ حکم نہیں مانتی، تو کیا اس کو طلاق دینا جائز ہے؟

الجواب:

شرعاً بہوئی سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ اس سے ہاتھ ملانا حرام ہے۔ اگر بیوی ان احکام پر عمل نہیں کرتی ہے اور شوہر کے سمجھانے کے باوجود نہیں مانتی، تو اس کو طلاق دینا جائز ہے۔

## طلاق رجعی اور بائن کا بیان

### طلاق بائن پر بائن کے مرتب ہونے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 زید اپنی بیوی کو کردار کی خرابی پر گذشتہ چھ مہینوں سے سمجھاتا رہا۔ لیکن بیوی نے کوئی بات نہیں مانی۔  
 تک آکر زید نے کہا ”میں اس کو شرع کے حساب سے اپنے نکاح سے آزاد کرتا ہوں اب میرا اس سے کوئی تعلق واسطہ  
 نہیں ہے، میں بچوں کو لے جا رہا ہوں، اس کا بچوں سے بھی کوئی واسطہ نہیں ہے“ مہر کی رقم ۵۰۰۰ روپے ہوتی ہے، جو  
 اس نے معاف کر دی ہے۔ یہ تحریر لکھ کر بیوی کو دیدی۔ وضاحت فرمائیں کہ اس سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر  
 ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوئی؟

سائل: عبدالرحمن

الجواب:

صورت مسئلہ میں سائل کے تحریر کردہ الفاظ کہ ”میں شرع کے اعتبار سے اپنی بیوی کو نکاح سے آزاد

کر رہا ہوں۔ اب میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔“ یہ الفاظ کنایہ کے ہیں۔ ان سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔ اس نے پھر آگے چل کر کہا کہ ”میرا اس سے کوئی تعلق نہیں، میں اسکو چھوڑ کر اور چوں کو لے کر جا رہا ہوں“ اس جملے سے دوبارہ طلاق واقع نہ ہوگی، اس لئے کہ بائن کو بائن ملحق نہیں ہوتی ہے۔ یعنی ایک مرتبہ جب طلاق بائن دی تو پھر دوبارہ طلاق بائن اس کو نہیں ہوگی۔ جب تک کہ کوئی ایسا لفظ نہ بولے جس سے نئی طلاق ہونے کا پتہ چلتا ہو، ورنہ بعد کا لفظ پہلے والے کی ہی تاکید مانا جائے گا اس لئے صرف ایک ہی طلاق بائن واقع ہوئی ہے۔ اب یہ دونوں میاں بیوی اگر چاہیں تو عدت کے اندر یا عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں، حلالے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## طلاق بائن کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
ایک شخص نے اپنی بیوی کے متعلق یہ الفاظ لکھے کہ ”میں اسکو طلاق دیتا ہوں، اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہوں، آج کے بعد وہ آزاد ہے، طلاق مؤثر کے بعد جہاں چاہے نکاح ثانی کرے مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔“ اب اس عورت پر کتنی طلاقیں واقعی ہوئیں؟ بیٹنوا و توجروا

سائل : محمد مختار احمد، فیصل آباد

الجواب :

WWW.NAFSEISLAM.COM

صورت مسئلہ میں شخص مذکور کی بیوی پر دو طلاق بائن واقع ہو گئیں، پہلی طلاق، طلاق دیتا ہوں سے ہوئی۔ اس کے بعد اس نے لکھا کہ اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہوں، اس سے طلاق بائن ہوئی اس لئے پہلی طلاق بھی بائن ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے لکھا آج کے بعد وہ آزاد ہے یہ ان دو طلاقوں پر حکم مرتب ہے۔ لہذا اس سے تیسری طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اور دو طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ ”اگر یہ دونوں چاہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں دوران عدت اور عدت گزارنے کے بعد بھی“ حلالہ کی ضرورت نہیں۔

## رجوع کرنے کا طریقہ

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

عبدالرحمن کچھ باتوں پر اپنے چھوٹے بھائی سے ناراض تھا اس ناراضگی کے وقت میں نے اس سے کہا تھا کہ ”اگر میں نے (محمد مراد) سے فیصلہ کئے بغیر یعنی اپنا حق لینے کے سوا بات کی تو میری عورت پر طلاق“ اب قدرت کا کرنا یہ ہوا کہ محمد مراد بیمار ہو گیا اور عبدالرحمن کو لوگ مراد کے پاس لے گئے اب یہ دونوں بھائی آپس میں خوشی خوشی رہتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ ”عبدالرحمن نے کہا تھا کہ میں نے مراد سے بات کی تو عورت کو طلاق واقع ہوگی“ کیا طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ مہربانی فرما کر مطلع فرمائیں۔

الجواب:

عبدالرحمن نے اپنے بھائی سے بات نہ کرنے پر طلاق کو معلق کیا تھا اور بھائی سے بات کر لی، تو شرط کے مطابق اس کی بیوی کو ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی تھی، اس سے رجوع کرنا شوہر کیلئے جائز ہے۔

رجوع زبان سے بھی ہوتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو آدمیوں کے سامنے یہ کہے کہ میں اپنی طلاق واپس لیتا ہوں اور اس بیوی کو اپنی زوجیت میں رکھتا ہوں۔ اور رجوع عمل سے بھی ہوتا ہے اس بیوی کے ساتھ اگر زوجیت کے تعلقات قائم کئے، تب بھی رجعت ہو جائے گی۔ نکاح جدید کی بہر حال ضرورت نہیں ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

طلاق رجعی میں مطلقہ کیلئے زیب و زینت کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

میں نے اپنی بیوی کو جو کہ ۵ ماہ کی حاملہ تھی، اس کو ایک طلاق دے دی۔ جس کے بعد رجوع نہیں کیا۔ اب جبکہ ولادت ہو چکی ہے، تو رجوع کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ کیا دوبارہ نکاح کی ضرورت ہے؟ نکاح ثانی کی صورت میں مہر جدید کی ضرورت ہوگی۔ حاملہ عورت اگر ایک طلاق کے بعد عدت نہ گزارے تو کیا کفارہ ادا کرنا پڑے گا؟

الجواب:

اگر واقعی ایک طلاق دی تھی، تو ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی تھی۔ طلاق حاملہ کو بھی ہو جاتی ہے۔ چھپ پیدا ہونے سے عدت ختم ہو گئی۔ اب نکاح ثانی نئے مہر کے ساتھ دوبارہ کرنا ہوگا۔ حلالہ کی ضرورت نہیں۔ بیوی نے اگر عدت نہیں گذاری تو طلاق رجعی کا حکم یہ ہے کہ اس میں بیوی بناؤ سنگھار ترک نہیں کرتی ہے۔ بلکہ یہ سب کام کرتی ہے تاکہ شوہر کو اس بیوی سے رغبت ہو اور شوہر طلاق سے رجوع کر لے۔

رجوع کے بعد تین طلاقوں کے مالک ہونے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی ہو، پھر عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کر لیا تو یہ طلاق زندگی بھر قائم رہے گی یا اس کی حیثیت ختم ہو جائے گی؟  
 زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی، عدت سے پہلے رجوع کر لیا، کچھ عرصہ بعد ایک نئی طلاق دی، پھر عدت سے پہلے رجوع کر لیا، چند سال بعد پھر ایک طلاق دی اور عدت گزارنے سے پہلے رجوع کر لیا۔ اس طرح بار بار طلاق دینے سے کون سی طلاق واقع ہوئی؟ اور کیا اس طرح زید کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟  
 سائل: اشتیاق سلطانی، نارتھ ناظم آباد، کراچی

الجواب:

شوہر کو اپنی زندگی میں بیوی کو صرف تین طلاق دینے کا حق حاصل ہے اور دو طلاق رجعی میں اسے رجوع کا بھی حق حاصل ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ

(سورة (۲) البقرة، آیت: ۲۲۹)

یہ طلاق دوبار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

(کنز الایمان)

رجوع کر لینے کے بعد بھی یہ طلاق شمار ہوتی ہے اور اس کی حیثیت ختم نہیں ہوتی، باقی رہتی ہے۔ لہذا ان کے بعد اگر طلاق دے گا تو اب رجوع نہیں کر سکتا۔ صورت مسئلہ میں زید نے دو مرتبہ طلاق رجعی دی اور رجوع کر لیا۔ پھر طلاق دی، جس سے زید کی بیوی پر تین مغلظتیں واقع ہو گئیں اور زید پر یہ بیوی حرمت مغلظت کے ساتھ حرام ہو گئی۔ اب ان دونوں کا نکاح بغیر حلالہ شرعی کے نہیں ہو سکتا۔

اپنی بیوی سے کہنا کہ تو میرے لئے حرام ہے

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
ایک شخص نے اپنی بیوی سے یہ الفاظ کہے کہ ”اگر میں تمہارے ساتھ صحبت کروں تو اپنی بیٹی سے کروں، تو میرے لئے حرام ہے“ یہ الفاظ ایک ہی بار کہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

صورت مسئلہ میں مذکورہ شخص کی بیوی پر طلاق بائن ہو گئی۔ یعنی یہ بیوی اپنے شوہر کے نکاح سے خارج ہو گئی، اب شوہر چاہے تو عدت کے اندر اور عدت کے بعد بھی مہر جدید کے ساتھ، نکاح جدید کر سکتا ہے۔ حلالہ کی اس میں ضرورت نہیں۔

## طلاق ثلاثہ کا بیان

ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے کا شرعی حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ :  
ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ مسلک احناف کے علماء نے شرعی حکم بتلادیا کہ تین طلاق پڑ گئی ہیں۔ اب تیری بیوی تیرے لئے بغیر حلالہ کے جائز نہیں۔ مگر اس شخص نے اہلحدیث حضرات سے فتویٰ لے کر بیوی کو الگ نہیں کیا۔ ایسے شخص کے ساتھ رشتے داروں کو ملنا چاہیے یا نہیں اور یہ شخص کس درجے کا گناہ گار ہے؟

(۲) اگر مذکورہ بالا شخص دو تین ماہ بعد لوگوں کے سمجھانے سے بیوی کو الگ کر دیتا ہے اور اب وہ بغیر حلالہ کے اس کو نکاح میں نہیں لاتا تو وہ جو درمیانی عرصہ میں اہل حدیث کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے مطلقہ کو بیوی سمجھ کر رکھا تو شریعت میں اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟ تاکہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے۔

## الجواب:

(۱) ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک تین طلاق ایک مجلس میں دینے سے بھی تین طلاقیں ہی واقع ہوتی ہیں۔ غیر مقلدین غلط فتویٰ دیتے ہیں۔ تین طلاق دینے کے بعد بیوی سے بغیر حلالہ دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔ لہذا صورت مسئولہ میں جس شخص نے مطلقہ ثلاثہ کو اپنے پاس رکھا ہے وہ حرام کاری میں مبتلا ہوا۔ اہل محلہ اور رشتہ داروں کو اس سے ملنا جلنا ناجائز و گناہ تھا جب تک وہ اس عورت کو اپنے سے جدا نہ کر دے اور بالا اعلان توبہ نہ کرے۔

(۲) بغیر حلالہ اور بغیر نکاح جتنے دن بیوی اور شوہر ایک ساتھ رہے، گناہ کرتے رہے اور اگر انہوں نے حقوق زوجیت ادا کئے تو حرام کاری میں مبتلا رہے، انہیں بالا اعلان جدا ہونے کے بعد توبہ کرنی چاہیے۔

## غیر مدخولہ پر طلاق ثلاثہ واقع ہونے کا حکم

## الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید نے حالت بلوغ میں بالغہ عورت ہندہ سے نکاح کیا۔ ایک سال بعد رخصتی ہونا تھی۔ لیکن ہندہ کے گھر والوں نے طلاق کا مطالبہ کیا اور زید نے حواس کی درستگی کے ساتھ تین طلاقیں دی دیں۔ بلکہ تحریر الکتبہ کر دیا اور لکھا کہ ہندہ مجھ پر حرام ہے، میرا اس سے رشتہ ازدواج باقی نہیں ہے۔ بلکہ مسماۃ کو حق ہے کہ وہ جس شخص کے ساتھ چاہے نکاح ثانی کر لے۔ ہندہ رخصت ہو کے زید کے گھر نہیں گئی اور نہ ہی زید اور ہندہ میں کوئی تعلق زن و شوہر ہوا تھا۔ آیا زید دوبارہ ہندہ سے بغیر حلالہ نکاح کر سکتا ہے؟

سائل: مظفر علی خان، مظفر گڑھ

## الجواب:

جو بیوی اپنے شوہر کے ساتھ کبھی تنہائی میں جمع نہیں ہوئی، شوہر نے اس کو تین طلاقیں تین لفظوں سے دی ہیں۔ جیسا کہ سوال میں مذکور ہے۔ لہذا پہلے لفظ سے بیوی پر غیر مدخولہ (وہ بیوی جس سے عمل زوجیت نہ کیا گیا



ہو) ہونے کی وجہ سے ایک طلاق بائن واقع ہو گئی۔ بائن کو بائن لاحق نہیں ہوتی ہے۔ لہذا بعد کے الفاظ سے اور طلاق نہیں ہوگی۔ یہ شوہر اس بیوی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں۔ مگر پہلے والے نکاح میں جو مہر مقرر ہوا تھا، اس میں قبل صحبت طلاق دینے کی وجہ سے آدھا مہر شوہر پر دینا واجب ہوگا۔

## غیر مدخولہ پر طلاق ثلاثہ واقع ہونے کی دو صورتیں

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید نے شادی کے تین ماہ بعد اپنے سسر اور چار گواہوں کے سامنے اولاً زبانی ثلاثہ لکھ کر اپنے دستخط کے ساتھ صریح الفاظ میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اور بعد میں علمائے دین سے فتویٰ لایا۔ اس میں علمائے دین نے کہا کہ ازدواجی حیثیت باقی نہیں رہی، نکاح بالکل ختم ہو گیا۔ لیکن چند دن بعد زید نے بیوی سے بغیر حلالہ کے ازدواجی حیثیت قائم کر لی۔ اب جب زید سے پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا میں نے تین ماہ کے اندر تین طلاقیں دیں اس بیوی سے مجامعت نہیں کی تھی۔ لہذا حلالہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس بارے میں آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ:

(۱) کسی نے شادی کے بعد مجامعت سے پہلے بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ تو کیا حلالہ کئے بغیر دوبارہ تجدید نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اس کے ساتھ معاشرتی زندگی میں بیٹھنا اٹھنا کیسا ہے؟

(۳) اگر وہ شخص امام ہو تو اس کے پیچھے اقتداء صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں تو جو نمازیں اسکی اقتداء میں

اسکے اس عمل کے بعد پڑھے، ان کو دہرانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

سائل: احمد شکور، چانگام، گلگتہ دیش

الجواب:

نکاح کے بعد اگر شوہر نے وطی نہیں کی اور خلوت صحیحہ (دونوں میاں بیوی کا تنہائی میں جمع ہونا) بھی نہیں ہوئی ہے، تو طلاق دینے کی دو صورتیں ہیں۔ اگر ایک لفظ میں تین طلاقیں دیں۔ مثلاً یہ کہا کہ تجھے تین طلاق تو تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ اس صورت میں بغیر حلالہ شرعی کے دوبارہ ان کا نکاح جائز نہ ہوگا۔ اور اگر تین مرتبہ الگ

الگ تین طلاقیں دیں۔ مثلاً یہ کہا کہ تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق تو پہلی طلاق سے ہی نکاح ختم ہو جائے گا اور دوسری دو طلاقیں واقع نہیں ہوں گی۔ اس لئے کہ غیر مدخولہ (جس کے ساتھ وطی نہ کی گئی ہو) کو طلاق رجعی نہیں ہوتی ہے بلکہ ایک طلاق دینے سے بھی طلاق بائن ہوتی ہے اور طلاق بائن کے بعد وہ عورت محل طلاق نہیں رہتی۔ اس لئے طلاق کے دوسرے الفاظ لغو ہو جاتے ہیں۔

اس صورت میں یہ شوہر دوبارہ نکاح کر سکتا ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اور ان دونوں صورتوں میں عدت نہیں۔ اور اگر وطی کر چکا تھا تو دونوں صورتوں میں تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ خواہ ایک لفظ سے دے یا جدا جدا تین الفاظ کے ساتھ دے۔ دونوں صورتوں میں یہ شوہر بغیر حلالہ دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا۔ اگر زید بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد بغیر حلالہ کے ساتھ رکھے ہوئے ہے، تو وہ فاسق ہے۔ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ جب تک یہ شخص اس بیوی کو جدا کر کے بالاعلان توبہ نہ کرے، اس وقت تک اس سے قطع تعلق کر لیں اور اس سے ملنا جلنا بند کر دیں۔ اگر یہ لوگ قطع تعلق نہیں کرتے تو یہ بھی اس گناہ کے عذاب میں شریک ہوں گے۔

اور اگر غیر مدخولہ بیوی تھی اور اس سے بغیر حلالہ نکاح کر لیا تھا، جبکہ طلاق تین الفاظ کے ساتھ یعنی تین مرتبہ میں دی تھی، تو یہ نکاح جائز تھا اور اگر بغیر نکاح ثانی رکھے ہوئے ہے، جب بھی حرام کار ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو اوپر لکھ دیا گیا ہے۔

## ایک ہی لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دینے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

بیوی سے تنازع کے دوران حالت غصہ میں، میں نے اپنی بیوی مسماة فرزانہ کو ایک ہی سانس میں تین بار

طلاق طلاق طلاق کہا اور پھر کہا تو میری ماں بہن ہے۔ اب ہم دونوں پشیمان اور نادم ہیں اور ہمارا ایک شیر خوار بچہ ہے۔

اگر ہمارے درمیان بغیر حلالہ شرعی کے میاں بیوی کی حیثیت قائم ہو سکتی ہو تو برائے مہربانی اس کی وضاحت فرمائیں

۔ جناب کی عین نوازش ہوگی۔

سائل : صادق خان،

## الجواب :

یہ سوال خود شوہر دار الافتاء میں لے کر آیا اور اس نے یہ بیان کیا کہ ”میں نے تین بار کما طلاق دی طلاق دی طلاق دی“۔ لہذا صورت مسئلہ میں شخص مذکور کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ اور یہ بیوی حرمت مغالطہ سے حرام ہو گئی۔ دونوں کا دوبارہ نکاح بغیر حلالہ کے نہیں ہو سکتا اس استفتاء کے ساتھ جو فتاویٰ ساکل نے منسلک کیا ہے، وہ غلط اور باطل ہے۔ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ چاروں ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے اگرچہ ایک ہی لفظ سے ہوں، تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ شیخ الاسلام محی الدین ابن زکریا متحی بن شرف النووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے شرح مسلم میں لکھا :

قال الشافعی ومالك وابو حنیفة واحمد وجماعیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلث

(بر حاشیہ مسلم شریف، جلد (۱) کتاب الطلاق، باب وجوب الکفارة، صفحہ :

۴۷۸، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی امام شافعی ومالك وابو حنیفة اور امام احمد بن حنبل کے علاوہ جمہور علماء سلف وخلف کا یہی قول ہے کہ ایک لفظ سے تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہوتی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک بار تین طلاقیں دینے سے نہ صرف حنفیہ کے نزدیک بلکہ باجماع ائمہ اربعہ طلاق مغالطہ واقع ہو جاتی ہے۔ شیخ الاسلام کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف ابن ہمام متوفی ۶۸۱ھ نے فتح القدیر میں لکھا :

ذهب جمہور الصحابة والتابعین ومن بعده من ائمة المسلمين الى انه یقع

ثلث

(جلد (۳) کتاب الطلاق، صفحہ : ۳۳۰، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی جمہور صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد ائمہ مسلمین کا یہی مذہب ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے تین واقع ہوتی ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ نہ صرف فقہاء بلکہ جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ مسلمین کا بھی یہی مذہب ہے جو

مذکور ہوا۔ استفتاء سے منسلک جواب کسی غیر مقلد کا ہے جو علم سے عاری ہے اور جسے یہ بھی نہیں معلوم کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں ہو جانے پر، صحابہ، تابعین اور جمہور ائمہ مسلمین رضی اللہ عنہم جمعین کا اجماع ہے۔ لہذا غیر مقلد کے دہے ہوئے فتویٰ پر ہرگز عمل نہیں کیا جائے گا۔

## حدیثِ رکانہ اور طلاق ثلاثہ

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

برائے کرم مندرجہ ذیل حدیث کی وضاحت فرمائیں کہ ”حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ مجلس واحد میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیکر سخت پریشان ہوئے، نبی کریم ﷺ نے پوچھا کیسے طلاق دی تھی؟ جواب دیا تین۔ فرمایا: کیا ایک ہی مجلس میں؟ جواب دیا جی ہاں! فرمایا: پھر تو وہ ایک ہی شمار ہوگی۔ اگر رجوع کرنا چاہتے ہو تو کر لو! انھوں نے رجوع کر لیا۔“ وضاحت کا طلبگار ہوں۔

سائل: ثروت خان، کراچی

الجواب:

حضرت رکانہ کے واقعہ کو صحیح سند کے ساتھ ترمذی، ابو داؤد، دارمی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ابو

داؤد سلیمان بن اشعث متوفی: ۲۷۵ھ کے الفاظ یہ ہیں:

ان رکانة ابن عبد یزید طلق امرأته سہیمة البتة فاخبر النبی ﷺ بذلك وقال واللہ ما اردت الا واحدة فقال رسول اللہ ﷺ واللہ ما اردت الا واحدة فقال رکانة واللہ ما اردت الا واحدة فردھا الیہ رسول اللہ ﷺ فطلقھا الثانية فی زمان عمر والثالثة فی زمان عثمان

(ابو داؤد، حصہ اول، کتاب الطلاق، باب فی البتة، صفحہ: ۳۰۷،

مکتبہ حقانیہ، ملتان)

بے شک رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق البتہ دی نبی کریم ﷺ کو اس بارے میں بتایا گیا اور حضرت رکانہ نے قسم اٹھا کر کہا کہ میرا ایک طلاق کا ہی ارادہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر حلفیہ پوچھا کہ کیا تمہارا ایک ہی کا ارادہ تھا تو حضرت رکانہ نے کہا کہ قسم خدا میں نے نہیں ارادہ کیا مگر ایک کا پس رسول اللہ ﷺ نے ان کی بیوی کو ان کی طرف پھیر دیا۔ پھر حضرت رکانہ نے حضرت عمر کے دور خلافت میں دوسری طلاق دی اور حضرت عثمان کے دور خلافت میں تیسری طلاق دی۔

ابوداؤد میں اسی رکانہ کی حدیث کے بارے میں اس باب سے تین باب پہلے لکھا:

ان رکانة انما طلق امرأته البتة فجعلها النبي ﷺ واحدة

پیشک حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تو نبی کریم ﷺ نے اس کو ایک قرار دیا۔

تو صحیح واقعہ یہ ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے طلاق ”البتہ“ دی تھی۔ حضور ﷺ نے ان سے

دریافت فرمایا تو انہوں نے حلفیہ ایک طلاق کا اقرار کیا تو حضور ﷺ نے ان کی بیوی کو انکی طرف لوٹا دیا۔ جن لوگوں

نے حضرت رکانہ کے تین طلاق دینے کی روایت کی، وہ روایت سند کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے۔ شیخ الاسلام محی

الدین ابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی دمشقی شافعی متوفی ۶۷۶ھ المعروف علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا:

واما الروایة التي رواها المخالفون ان الرکانة طلق ثلاثا فجعلها واحدة

فروایة ضعيفة عن قوم مجهولين وانما الصحيح منها ما قدمنا انه طلقها البتة

ولفظ البتة محتمل للواحدة والثلاث ولعل صاحب هذه الرواية الضعيفة اعتقد ان

لفظ البتة يقتضى الثلاث فررواه بالمعنى الذي فهمه وغلط في ذلك

(مسلم شریف، جلد ۱) کتاب الطلاق، باب وجوب الكفارة، صفحہ: ۴۷۸،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

بہر حال وہ روایت جس کو مخالفین نے روایت کیا کہ رکانہ نے تین طلاقیں دی تھیں اور اس کو ایک قرار دیا

گیا پس یہ روایت کمزور ہے۔ کیونکہ راویان غیر معروف ہیں اور صحیح وہ ہے جو ہم نے اوپر لکھ دیا کہ حضرت رکانہ نے

اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی اور لفظ البتہ میں ایک اور تین دونوں کا احتمال ہے شاید روایت ضعیفہ کے راوی نے یہ

سمجھ لیا کہ لفظ البتہ تین پر بلا جاتا ہے پس اپنی سمجھ میں آنے والے معنی کی روایت کر دی اور اس میں غلطی کی۔

لہذا صحیح یہی ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے تین طلاقیں نہیں دی تھیں بلکہ طلاق البتہ دی تھی

راوی نے اپنی روایت میں البتہ کے معنی تین سمجھ کر ثلاث کا لفظ بڑھا دیا کیونکہ البتہ کا لفظ ایک اور تین دونوں کا تھا لیکن حضور ﷺ نے حضرت رکانہ سے پوچھا تو انھوں نے عرض کیا کہ میری نیت ایک کی ہے جیسا کہ اوپر صحیح روایت میں نقل کیا گیا۔

## طلاق مغالطہ

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

میاں بیوی میں بچوں کی وجہ سے جھگڑا شروع ہوا۔ نوہت مار پیٹ تک پہنچ گئی۔ عورت نے پٹائی کی وجہ سے شور مچایا۔ پڑوسی جمع ہو گئے۔ پڑوسیوں نے ان کو چھڑ لیا بعد میں شوہر نے چارپائی پر بیٹھ کر اپنی بیوی کو کہا ”میں نے آپ کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی“۔ پڑوسیوں نے اسکو سمجھایا مگر اسکے باوجود اس نے دوبارہ کہا کہ میں نے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی۔

برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دے کر مشکور و ممنون فرمائیں۔

سائل: محمد جمیل، مہاجر کیمپ، سعید آباد، کراچی

الجواب:

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل تین طلاقیں واقع ہو گئی ہیں۔ اب ان دونوں کا نکاح بغیر حلالہ کے نہیں ہو سکتا ہے۔ حلالہ کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے شوہر کی عدت ختم ہونے کے بعد یہ عورت کسی دوسرے شخص سے شادی کر لے اور ان دونوں میں زوجیت کے تعلقات قائم ہوں۔ پھر جب وہ شوہر طلاق دے دے یا مر جائے تو شوہر ثانی کی عدت گزارنے کے بعد اس عورت کا نکاح شوہر اول سے ہو سکے گا۔

## طلاق ثلاثہ کے بعد ایک ساتھ رہنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ایک عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر میسے چلی گئی۔ اس کے شوہر نے غصہ میں آکر، اس کو ایک خط تحریر کیا، جس میں اس نے یہ لکھا کہ ”اگر تم فوراً واپس نہیں آؤ گی تو میں تمہیں طلاق دے دوں گا، مگر تنہا ابھی صرف ایک طلاق لکھ کر بھیج رہا ہوں۔“ اس کو پڑھتے ہی عورت فوراً واپس آگئی اور ان کی ازدواجی زندگی پھر سے نئی خوشی گزرنے لگی۔ مگر ایک یا ڈیڑھ سال بعد اس شخص نے ایک اور شادی کر لی۔ کافی عرصہ بعد جب اس کی پہلی بیوی کو خبر ہوئی کہ اس کے شوہر نے دوسری شادی کر لی ہے، تو وہ بہت ناراض ہوئی۔ لہذا گھر میں خوب لڑائی جھگڑا ہوا۔ یہاں تک کہ اس کے شوہر نے غصہ میں آکر دو مرتبہ طلاق، طلاق کا لفظ استعمال کیا۔ مگر اب بھی وہ لوگ ساتھ رہتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد اس شخص نے اپنی دوسری بیوی کو بھی طلاق دے دی اور پہلی بیوی کے ساتھ اب بھی زندگی بسر کر رہا ہے۔

آپ یہ بتائیے کہ اس مسئلے کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ کیا وہ بیوی اب بھی اس کے نکاح میں ہے یا نہیں؟  
سائل: اظہار الدین، پی آئی ٹی کالونی، کراچی

### الجواب:

شوہر کو عمر بھر میں تین طلاقیں دینے کا اختیار ہے۔ اگر متفرق اوقات میں طلاقیں دیتا رہے، اور رجعت بھی کرتا رہے، تو یہ طلاقیں شمار میں باقی رہتی ہیں۔ جس دن تیسری طلاق دے گا پہلی طلاقوں کے ساتھ ملکر یہ طلاق بیوی کو حرمت مغلطہ کے ساتھ حرام کر دے گی۔ اور پھر انکا نکاح بھی بغیر حلالے کے نہیں ہو سکے گا۔ لہذا صورت مسئولہ میں پہلے جو ایک طلاق دی تھی، اس کے بعد شوہر کو دو طلاقوں کا حق رہ گیا تھا۔ اب اس نے جس دن دو طلاقیں دیں، وہ پہلی طلاق کے ساتھ ملکر تین ہو گئیں اور یہ بیوی اس کیلئے حرمت مغلطہ سے حرام ہو گئی۔ ان کو ملنا جلنا، ساتھ رہنا، سب حرام ہو گیا۔ یہ لوگ جو، اب بھی ساتھ رہ رہے ہیں، یہ حرام کاری کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کو فوراً جدا ہونا فرض ہے۔ اور اہل محلہ اور رشتہ دار جو، ان کے حالات کو جانتے ہیں، ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے اثرات اور طاقت کا استعمال کر کے انہیں جدا کریں۔ اور اگر یہ جدا نہ ہوں تو ان سے تعلقات منقطع کر لیں، ان سے سلام کلام بند کر دیں ورنہ یہ بھی ان کے گناہ میں شریک ہوں گے۔ قرآن کریم میں فرمایا:

فَلَا تَعُوذُ بَعْدَ الذَّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

(سورۃ (۶) الانعام، آیت: ۶۸)

یعنی نصیحت آجانے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (کنز الایمان)

## ایک لفظ میں بولی گئی طلاق ثلاثہ کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

اس خط کے ساتھ ایک فتویٰ کی کاپی منسلک ہے، جو مفتی جماعت غربائے الہند یٹ کی جانب سے دیا گیا ہے

آپ سے گزارش ہے کہ:

(۱) کیا یہ فتویٰ صحیح ہے؟

فقہ حنفی کے مطابق صورت مذکورہ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: محمد اقبال، لائڈھی، کراچی

الجواب:

قرآن کریم میں ہے:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ

یعنی پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی۔ جب تک دوسرے خاوند کے

پاس نہ رہے۔ (کنز الایمان)

اس آیت شریفہ سے یہ ثابت ہوا کہ تین طلاقوں کے بعد عورت شوہر پر حرمتِ مغلطہ کے ساتھ حرام

ہو جاتی ہے۔ اب نہ اس سے رجوع ہو سکتا ہے نہ دوبارہ نکاح، جب تک کہ حلال نہ ہو۔ یعنی بعد عدت دوسرے سے

نکاح کرے اور وہ بعد صحبت طلاق دے پھر اسکی عدت گزارے۔ پھر شوہر اول کیلئے حلال ہوگی۔

اس سوال کے ساتھ غیر مقلد کے فتویٰ کی جو فونو کاپی منسلک ہے، یہ فتویٰ نہیں گمراہی کا سرٹیفکیٹ

ہے۔ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے نہ صرف فقہائے احناف کے نزدیک بلکہ باجماع مذاہب اربعہ تین

طلاقیں مغلطہ ہو جاتی ہیں۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم ائمہ میں سے کسی امام نے

اس بارے میں اختلاف نہیں فرمایا۔ ایک مجلس میں تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔ نہ صرف ائمہ اربعہ المسلمین

متفق ہیں بلکہ جمہور صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کا بھی اس پر اتفاق ہے۔ فتح القدیر میں ہے:



ذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى ان

يقع ثلاث

(جلد ۳) کتاب الطلاق ، صفحہ : ۳۳۰ ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ

غیر مقلد کا فتویٰ قرآن و حدیث جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ المسلمین کے صریح خلاف ہے۔ آج تک کسی مستند مفتی نے یہ فتویٰ نہیں دیا جو غیر مقلد دیتے ہیں۔ مسلمان ہرگز اس فتویٰ پر عمل نہ کریں۔ جس شخص کے بارے میں غیر مقلد سے سوال کیا گیا تھا، اس کی بیوی پر تین مغلطہ طلاقیں واقع ہو گئیں اور یہ بیوی اپنے شوہر پر حرمت مغلطہ کے ساتھ حرام ہو گئی اب ان دونوں کا دوبارہ نکاح بھی بغیر حلالہ کے نہیں ہو سکتا۔ غیر مقلدوں کا یہ لکھنا کہ عہد نبوی اور عہد صدیقی میں ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں۔ عہد فاروقی میں تین شمار کی جانے لگیں۔ غیر مقلد اس کے ساتھ یہ بھی لکھیں کہ معاذ اللہ سب سے پہلے دین کو حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بد لا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## طلاق ثلاثہ کے بارے میں غیر مقلدین کی ہٹ دھرمی

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :  
 میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں ایک ہی لفظ میں دے دیں۔ طلاق دینے کے بعد اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ غیر مقلد اہلحدیث علماء سے رجوع کیا تو ان لوگوں نے جو جواب دیا، وہ آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں۔ آپ قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی میں جواب دیں کہ آیا ان لوگوں کے جواب کے مطابق ایک ہی طلاق واقع ہوئی یا مجھ پر تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں۔ امید ہے کہ تسلی بخش جواب سے نوازیں گے۔

سائلہ : خورشید بانو، نار تھہ کراچی

## الجواب:

یہ سوال ہمیں لڑکی کی جانب سے پیش کیا گیا ہے اور اس سوال کے ساتھ اس فتویٰ کی فوٹو کاپی بھی منسلک ہے، جو اس کے سابق شوہر آصف منصور خان نے نام نہاد جماعت المسلمین غیر مقلدین سے حاصل کیا ہے۔ اس گروہ کے کسی شخص نے تین طلاقوں کے متعلق جو جواب دیا ہے، اسے پڑھا۔ مجیب کا جواب نہ صرف قرآن و حدیث بلکہ جمہور صحابہ، تابعین اور ائمہ المسلمین کے مؤقف کے بالکل خلاف ہے بلکہ اس سے اس گروہ کی گمراہی اور بے دینی بھی ظاہر ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ

(سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۰)

پھر اگر تیسری طلاق دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک وہ دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے

- (کنز الایمان)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ تین طلاقوں کے بعد، عورت شوہر پر بحرمت مغلطہ حرام ہو جاتی ہے۔ اب اس سے رجوع ہو سکتا ہے نہ دوبارہ نکاح، جب تک کہ حلالہ نہ ہو۔ یعنی بعد عدت دوسرے سے نکاح کرے اور وہ بعد صحبت طلاق دے، پھر اس کی بھی عدت گذر جائے۔ لہذا صورت مسئولہ میں شخص مذکور کی بیوی پر تین مغلطہ طلاقات واقع ہو گئیں۔ اور یہ بیوی اپنے شوہر پر حرمت مغلطہ کے ساتھ حرام ہو گئی۔ اب ان دونوں کا دوبارہ نکاح بغیر حلالہ کے نہیں ہو سکتا۔ حدیث میں ہے، اس حدیث کو ابو داؤد سلیمان بن الأشعث متوفی ۲۷۵ھ نے سنن ابو داؤد میں نقل کیا:

WWW.NAFSEISLAM.COM

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَالَ: فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ رَأَاهَا إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَنْطَلِقُ أَحَدُكُمْ فَيَرْكَبُ الْحُمُوقَةَ ثُمَّ يَقُولُ يَا بَنَ عَبَّاسِ يَا ابْنَ عَبَّاسِ وَإِنَّ اللَّهَ قَالَ: وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَإِنَّكَ لَمُ تَتَّقِ اللَّهَ فَلَا أَجْدُ لَكَ مَخْرَجًا عَصَيْتَ وَبَكَ وَبَانَتُ مِنْكَ امْرَأَتُكَ

(کتاب الطلاق، باب بقیۃ نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث، صفحہ: ۳۰۶،

مکتبہ حقانیہ، ملتان)

حضرت مجاہد سے روایت ہے، فرماتے ہیں میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے بتایا کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ یہ سن کر وہ خاموش رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ آپ اس کی بیوی اسے لوٹا دیں گے۔ پھر فرمایا تم میں جو حماقتوں پر سوار ہو جاتا ہے۔ پھر چیختا ہے۔ اے ابن عباس! اے ابن عباس۔ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”جو اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کیلئے نجات کی راہ نکال دیتا ہے“ اور تم ڈرے نہیں تو مجھے تمہارے لئے کوئی راہ نہیں سو جھتی۔ تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تم سے تمہاری عورت جدا ہو گئی۔

جمہور صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد ائمۃ المسلمین کے نزدیک ایک ہی وقت میں اور ایک ہی لفظ سے دی گئیں تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔ چنانچہ باجماع مذاہب اربعہ ایک بار ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے تین مغلطہ طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔ اور اس بارے میں ان کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لہذا سائل پر فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو مطلقہ ٹلاشا جانے اور خود کو اس کے نکاح سے خارج یقین کرے۔ اگر بغیر حلالہ شرعی اپنے سابقہ شوہر سے رجوع کیا تو دونوں حرام کاری کے مرتکب ہوں گے اور ایسی صورت میں برادری والوں پر ضروری ہو گا کہ وہ ان دونوں کو اپنی برادری سے خارج کر دیں اور ان سے سلام و کلام اور کسی قسم کا کوئی معاملہ نہ کریں نہ ان کے پاس بیٹھیں اور نہ ہی انھیں اپنے پاس بیٹھنے دیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

فَلَا تَقْعُدُوا مَعَ الذَّكَرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

(سورۃ (۶) الانعام، آیت: ۶۸)

تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (کنز الایمان)

WWW.NARSEICLAM.COM

# طلاق مکرہ کا بیان

زبردستی طلاق دلوانے کا حکم

مفتی اسلام

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں لکھ کر دے۔ مثال کے طور پر اس طرح لکھا کہ میں باہوش و حواس طلاق دے رہا ہوں، طلاق دے رہا ہوں، طلاق دے رہا ہوں۔ لکھے بھی اور زبانی بھی کہے۔ لیکن یہ لکھنا اور بولنا اپنی رضامندی سے نہیں بلکہ زبردستی اور جان سے مارنے کی دھمکی سے ہو اور ایک دو پتھر مار بھی دئے گئے ہوں۔ تو کیا شریعت میں زبردستی دلوائی ہوئی، طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

سائل: محمد صدیق، برنس روڈ، کراچی

## الجواب :

شریعت میں اکراہ (زبردستی) کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ قتل کرنے کی دھمکی یا کسی عضو کاٹ دینے کی دھمکی دی جائے۔ اور جس پر جبر کیا جا رہا ہے اس کا غالب گمان یہ ہو کہ دھمکی دینے والا یہ کام کر دے گا، جو وہ کہہ رہا ہے۔ محض ڈرانے دھمکانے یا دو چار پتھر مار دینے کو شریعت میں اکراہ و جبر نہیں کہتے ہیں۔ لیکن طلاق اگر جان سے مار دینے سے یا کسی عضو کے کاٹ دینے کی دھمکی دے کر دلوائی جائے تب بھی شریعت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ہمارے تمام فتاویٰ میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے۔ شیخ الاسلام برہان الدین ابو الحسن علی ابن ابی بکر القرظانی متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا :

## وطلاق المکرہ واقع

(اولین، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة، فصل، ويقع طلاق کل زوج، صفحہ: ۲۵۸، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

یعنی زبردستی کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

ہدایہ کی جلد دوم میں ہے :

وان اکره علی طلاق امرأته او عتق عبده ففعل وقع ما اکره علیہ

(آخرین، کتاب الاکراہ، صفحہ: ۲۵۰، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

یعنی اگر کوئی شخص اپنی عورت کو طلاق دینے پر مجبور کیا گیا یا غلام کو آزاد کرنے پر اور اس نے ایسا کر دیا تو

جس چیز پر مجبور کیا گیا وہ واقع ہو جائے گی۔

لہذا صورت مسئولہ میں تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور یہ بیوی اپنے شوہر پر حرمت مغلطہ سے حرام ہو گئی

۔ اب ان دونوں کا نکاح بھی بغیر حلالہ شرعی نہیں ہو سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## طلاق مکرہ سے بچنے کیلئے تبدیلی مسلک کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 اگر ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق مکرہ دی یعنی زبردستی طلاق دلوائی گئی۔ ماں باپ اور بھائیوں کی طرف سے دباؤ تھا۔ کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ حلالہ کے علاوہ کوئی اور صورت بھی ممکن ہے کہ جس سے دوبارہ میاں بیوی رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جائیں۔ کیا کوئی حنفی اپنے مسلک کے علاوہ شوافع کے قول پر عمل کر سکتا ہے؟ ایسی کوئی رعایت ہے؟ بینوا و توجروا

الجواب:

شریعت میں اکراہ کا مطلب یہ ہے کہ زبردستی کرنے والا! قتل کر دینے یا کسی عضو کو کاٹ دینے کی دھمکی دے۔ اور جس کو دھمکی دی جا رہی ہے اس کا غالب گمان ہے کہ یہ ایسا کر دے گا۔ اگر ایسا اکراہ (زبردستی) بھی ہو، اور طلاق دلوائی جائے، تو بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس پر حنفیہ کا اتفاق ہے۔ اور یہ جائز نہیں ہے کہ جب چاہے، جس مسئلے میں چاہے دوسرے امام کے مسلک کو اختیار کرے۔ یہ تبدیلی مسلک نہیں بلکہ اتباع نفس کہلائے گا۔ لہذا اس شخص کی بیوی پر تین مغلظ طلاقیں واقع ہو گئیں۔ اور یہ بیوی اپنے شوہر پر حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہو گئی۔ اب دونوں کا نکاح دوبارہ بغیر حلالہ شرعی کے نہیں ہو سکتا۔

## زبردستی طلاق دلوانے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 زید نے ہندہ سے شرعی طور پر نکاح کیا تھا۔ زید کے ساس سسر اور دوسرے رشتہ داروں نے اسے ڈرا دھمکا کر رات کے ڈھائی بجے زید کو گھر سے باہر لے جا کر ہندہ کو طلاق دینے کا دباؤ ڈالا۔ جان کے ڈر سے زید نے ان کے کہنے پر ہندہ کو تین طلاقیں دے دیں۔ حالانکہ وہ دل سے طلاق نہیں دینا چاہتا تھا اور نہ دی ہے۔ اسکی بیوی بھی

طلاق لینے کے حق میں نہیں تھی۔ وہ زید کے ساتھ گھر بسانا چاہتی ہے۔ آپ سے استدعا ہے کہ برائے کرم قرآن و شرع کے لحاظ سے تحریری جواب دیں کہ آیا طلاق ہوئی یا نہیں؟

سائل: خلیل احمد، الفتح کالونی، کراچی

الجواب:

یہ سوال ہم نے خود سائل سے دریافت کیا ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں شخص مذکور کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ اور یہ بیوی اپنے شوہر کیلئے حرمت مغلطہ کے ساتھ حرام ہو گئی۔ اب ان دونوں کا نکاح بھی دوبارہ بغیر حلالہ کے نہیں ہو سکتا۔ اور یہ اگر شرعی ہے ہی نہیں۔ شریعت میں اگر اہل کفر کا مطلب یہ ہے کہ ”کوئی شخص اس طرح آگے قتل کو ہاتھ میں لے کر اس طرح کھڑا ہے کہ جس پر جبر کیا جا رہا ہے، اس کا ظن غالب ہو جائے کہ اگر میں اس کا کہنا نہیں مانوں گا تو یہ مجھے قتل کر دے گا۔“ لیکن طلاق اس صورت میں بھی واقع ہو جائے گی۔ اس بارے میں فقہاء کے دلائل اسی بحث کے شروع میں ملاحظہ کیجئے۔

قتل کرنے کی دھمکی دے کر طلاق دلوانے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید کو اس کے سر ایوں نے اپنے گھر بلا کر کمرے میں بند کر کے مارا پٹا اور اسکے گلے پر چاقو رکھ کر دھمکی دی کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو! ورنہ تمہیں جان سے مار دیا جائے گا۔ چنانچہ زید نے اپنی جان بچانے کی خاطر اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ آیا یہ طلاق ہو گئی یا نہیں؟

سائل: عبد الحمید خان، منگھوپیر روڈ، کراچی

الجواب:

زبردستی طلاق دلوانے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا:

## صح نکاحہ و طلاقہ و عتقہ

(بر حاشیہ شامی، جلد (۵) کتاب الاکراه، صفحہ: ۹۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)  
یعنی زبردستی کا نکاح، طلاق اور آزاد کرنا واقع ہو جاتا ہے۔

باقی رہا یہ معاملہ کہ طلاقیں کتنی ہوں تو اگر یہی لفظ جو سوال سے ظاہر ہوتا ہے، صرف ایک بار بولا ہے، تو عورت کا مدخول بھا (جس سے وطی ہو چکی ہو) ہونے کی صورت میں ایک طلاق رجعی ہوگی۔ عدت کے اندر شوہر رجوع کر سکتا ہے، نکاح جدید کی ضرورت نہیں ہے اور اگر عورت مدخول بھا نہیں ہے تو طلاق بائن ہوگی۔ اس میں دوبارہ نکاح عدت میں بھی اور عدت کے بعد بھی ہو سکتا ہے اور اگر اس نے یہ لفظ تین بار بولا تھا یا یہ کہا تھا کہ تین طلاقیں دیں تو تین طلاقیں ہو گئیں اور اب ان دونوں کا نکاح بغیر حلالہ شرعی کے نہیں ہو سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم





# طلاق معلق کا بیان

## طلاق معلق کی مختلف صورتیں

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

عبدالستار نے حلفاً کہا ”اگر میں عبدالجبار کے لڑکے کو اپنی لڑکی کا نکاح دوں تو میری بیوی کو طلاق ہو، اب عبدالستار کے والد صاحب اور بھائی یہ نکاح اپنی ذمہ داری پر کرادینا چاہتے ہیں۔ اب اس صورت حال کی روشنی میں مندرجہ ذیل مسائل وضاحت طلب ہیں:

- (۱) دنیاوی رسوم کے مطابق عبدالستار شادی میں شرکت کر سکتا ہے یا نہیں؟
- (۲) دنیاوی رسوم کے مطابق عبدالستار اپنے گھر میں برات کو دعوت دے سکتا ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

سائل: مرادین، مظہر اقبال

## الجواب :

بیمین (قسم) اور تعلق (معلق کرنا) کے الفاظ میں عرف میں جو معنی متعارف ہوتے ہیں وہی مراد لئے جاتے ہیں۔ عبد الستار کے یہ الفاظ کہ ”اگر میں عبد الجبار کے لڑکے کو اپنی لڑکی کا نکاح دوں تو میری عورت کو طلاق ہو“ عرف عام میں نکاح دینا شادی کرنے کے معنی میں متعارف ہے، صرف عقد کروانا ہی معنی نہیں ہوتے ہیں۔ لہذا شادی کے انتظامات میں جہیز کا انتظام کر کے دعوت دینا وغیرہ بھی مراد لئے جائیں گے۔ ان میں کوئی کام عبد الستار نہیں کر سکتا ہے اور دوسرے لوگ داد، نانا، چچا وغیرہ کوئی بھی کرے تو عبد الستار کی شرط نہیں پائی جائے گی۔ انتظام ان لوگوں نے کیا۔ عبد الستار نے نہ دعوت دی نہ پیسہ خرچ کیا، صرف شریک ہو گیا تو شرط نہیں پائی جائے گی اور اگر عبد الستار خود یہ کام کرے گا تو شرط کے مطابق طلاق واقع ہو جائے گی۔

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
کوئی شخص یہ کہے کہ ” آج کے بعد اگر میں ساس کے گھر گیا تو میری بیوی پر تین طلاقیں “ اب اگر شخص مذکور اپنے ساس سر کے گھر چلا جائے تو کیا اسکی بیوی پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ حالت غصہ میں دی گئی طلاق کا کیا حکم ہے؟ آیا طلاق ہو جاتی ہے یا اسکا کوئی کفارہ وغیرہ دینا پڑتا ہے۔ براہ مہربانی ان سوالات کا جواب عنایت فرمائیں۔

سائل : سید گل، مہاجر کیمپ، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

## الجواب :

صورت مسئلہ میں جب بھی وہ شخص ساس کے گھر جائے گا تو اسکی بیوی کو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور وہ اس پر حرمت مغلطہ سے حرام ہو جائے گی۔ تنہائی اور حالت غصہ میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اس میں کوئی کفارہ وغیرہ نہیں ہے اور یہ الفاظ بولنے کے بعد، ان الفاظ کو واپس بھی نہیں لیا جاسکتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ماں نے اپنے ایک بیٹے سے کہا ”اگر تم نے دوکان سے چوری کی، تو تمہاری بیوی پر طلاق“۔ بیٹے نے کہا ”ہاں“۔ اب اس نے چوری کی ہے یا نہیں۔ اگر کی ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ دوکان کا مالک اس کا بڑا بھائی ہے اور بھائی نے یہ کہہ رکھا ہے کہ ”اگر تمہیں پیسوں کی ضرورت پڑے تو تم لے سکتے ہو“ تو اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

سائل: قاری عزیز اللہ حقانی، فرنٹینر کالونی، کراچی

الجواب:

ماں کے حکم کی تائید کرنے کے بعد اگر دوکان مخصوص سے چوری کرے گا تو اس کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ اردو میں شرط کیلئے استعمال ہونے والا لفظ ”اگر“ مداومت (ہمیشہ) کیلئے نہیں بلکہ جب ایک مرتبہ شرط پائی گی تو تعلیق ختم ہو جائے گی۔ دوبارہ چوری کرنے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ وقوع طلاق کی صورت میں عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے، اور عدت کے بعد نکاح جدید کی ضرورت ہوگی۔ بھائی نے جب اجازت دے دی ہے تو ماں کے منع کرنے سے پیسے لینا چوری نہ ہوگا۔ چوری تو وہ ہے، جو بغیر مالک کی اجازت کے لی جائے۔

## طلاق معلق بالوقت کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

میرا اپنے بہنوئی حاکم ولد شفیع محمد سے جھگڑا ہوا اور باتوں باتوں میں، میں نے اپنے بہنوئی کو کہا کہ ”جب تک آپ اپنی بہن کی شادی میرے بھائی کے ساتھ نہیں کر دیں گے میری بیوی مجھ پر تین طلاق کے ساتھ حرام ہے اور میں اپنی بہن تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا۔ اس صورت میں میرے لئے شرعی حکم کیا ہے؟“

سائل: محمد رمضان، کوثر نیازی کالونی، کراچی

الجواب:

سوال میں مذکورہ الفاظ سے طلاق دینے والے نے، طلاق کو اس وقت تک کیلئے محدود کیا ہے، جب تک حاکم اپنی بہن کی شادی اس کے بھائی سے نہ کر دے۔ طلاق کسی وقت محدود کیلئے نہیں ہوتی ہے۔ توقیت (وقت کا تعیین کرنا) باطل ہو جاتی ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ میری بیوی کو ایک مہینے کیلئے طلاق ہے۔ ایک ماہ کی قید لغو قرار دی جائے گی۔ شیخ الاسلام

برحان الدین ابوالحسن علی ابن ابی ایجر الفرغانی متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا:

ولو قال انت طالق بمكة او في مكة فهى طالق في الحال في كل البلاد  
وكذلك لو قال انت طالق في الدار لان الطلاق لا يتخصص بسكان دون مكان  
(اولين، كتاب الطلاق، باب ايقاع الطلاق، صفحہ: ۳۶۳،

مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

اور اگر کسی نے کہا کہ تجھے مکہ میں طلاق تو اسے اسی وقت طلاق ہو جائے گی چاہے وہ کسی بھی شہر میں ہو اور اسی  
طرح کسی نے کہا کہ تجھے گھر میں طلاق (تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی) اس لئے کہ طلاق کو کسی مکان کو چھوڑ کر دوسرے  
مکان کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جاسکتا۔

جس طرح کسی جگہ کی قید سے طلاق اس جگہ سے مقید نہیں ہوتی ہے اسی طرح کسی زمانہ کے ساتھ مقید  
کردینے سے بھی طلاق مقید نہیں ہوگی، سب زمانوں میں طلاق ہو جائے گی۔ لہذا صورت مسئولہ میں تین طلاقیں واقع  
ہو گئیں اور یہ بیوی اپنے شوہر پر حرمت مغلطہ سے حرام ہو گئی، اب ان دونوں کا دوبارہ نکاح بغیر حلالہ شرعی کے نہیں  
ہو سکتا۔

## طلاق معلق اور تعلیق کو زبردستی ختم کرنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

میں نے اپنی بیوی سے تھوڑی سے بحث کے بعد کہا کہ ”اگر تو آج میرے گھر میں داخل ہوئی تو تین

طلاق“ میں نے یہ الفاظ ایک ساتھ کہہ دیئے۔ الگ الگ اور رک رک کر نہیں کہے اور محلے کے دو آدمی، جن کو واقعہ کا صحیح طور  
پر علم نہ تھا، انہوں نے لڑکی کو زبردستی گھر میں گھسا دیا۔ حالانکہ لڑکی گھر میں نہیں جا رہی تھی۔ وضاحت فرمائیں کہ طلاق  
واقع ہوئی یا نہیں؟

سائل: محمد ایوب، نیو کراچی

الجواب:

سوال میں مذکور شوہر نے بیوی کو یہ الفاظ کہے کہ اگر تو آج میرے گھر میں داخل ہوئی تو تین طلاق تو اس میں

تین طلاقوں کو بیوی کے گھر میں آنے پر معلق کیا ہے۔ اور طلاق تعلیق کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جس شرط پر معلق کی جائے گی اس شرط کے پائے جانے سے وہ طلاقات واقع ہو جائیں گی۔ لہذا صورتِ مسئلہ میں تین طلاقات واقع ہو گئیں اور یہ بیوی اپنے شوہر پر حرمت مغلطہ سے حرام ہو گئی۔ ان کا نکاح بھی بغیر حلالہ شرعی کے دوبارہ نہیں ہو سکتا۔ یہاں عورت کو گھر میں داخل ہونے کیلئے اگر شرعی تو نہیں کیا گیا اگر شرعی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قتل کر دینے یا کسی عضو کے کاٹ دینے کی دھمکی دی جائے۔ اور اگر شرعی بھی ہو، جب بھی شرط کا پایا جانا ثابت ہو جاتا ہے۔ اور جو حکم معلق کیا گیا تھا، وہ پایا جاتا ہے۔ علامہ حسین بن منصور اوزجندی متوفی: ۲۹۵ھ نے فتاویٰ قاضی خان میں لکھا:

بان کان حلف ان لا یدخل دار فلان او لا یکلم فلانا او نحو ذالک ثم اکره  
على الدخول والكلام ففعل کان حانثا

(بر حاشیہ عالمگیری، جلد (۲) کتاب الاکراه، صفحہ: ۴۸۳،

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کے گھر میں داخل نہیں ہو گا فلاں سے بات نہیں کرے گا یا اسی قسم کی کوئی اور بات کی پھر اسے گھر میں داخل ہونے یا بات چیت کرنے پر مجبور کیا گیا اور اس نے ایسا کر دیا تو ان دونوں حالتوں میں اس کی قسم ٹوٹ جائے گی۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی اسلام

www.naaislam.com

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر تو گھر سے نکلی تو تجھے طلاق۔ جناب سے التماس ہے کہ وضاحت

فرمائیں آیا بیوی اگر گھر سے نکلے گی تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

## الجواب :

جن میاں بیوی سے متعلق یہ سوال کیا گیا ان دونوں کو دارالافتاء میں طلب کیا گیا اور ان سے حلفیہ بیان لیا گیا۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی کے حلفیہ بیان کی روشنی میں سوال کا جواب مندرجہ ذیل ہے۔

## شوہر کا بیان

میں احمد نبی ولد محمد نبی یہ حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ ”میری بیوی میرے ایک عزیز کے یہاں کسی تقریب میں جانے کیلئے تیار تھیں“ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم نہیں جاؤ گی لیکن میری بیوی کی ضد تھی کہ میں جاؤں گی میں نے کہا ”اگر تم میری اجازت کے بغیر گئیں تو دوسرے الفاظ استعمال کروں گا“ پھر میں نے دوسرے الفاظ استعمال کئے کہ ”اگر تم جاؤ گی تو میری طرف سے طلاق طلاق“ لیکن میرے کہنے پر عمل کرتے ہوئے وہ وہاں نہیں گئی قریب ہی میرے ایک دوسرے عزیز کے یہاں چلی گئی اور دوسرے دن سویرے ہی میرے عزیزوں نے ہماری آپس میں صلح کرادی۔ اب بعض لوگ باتیں کر رہے ہیں کہ طلاق واقع ہو گئی ہے۔ آپ وضاحت فرمائیں کہ شریعت کا کیا حکم ہے؟ مجھے دو دفعہ کا یاد ہے تیسری مرتبہ کا مجھے یاد نہیں۔

سائل: احمد نبی، کورنگی ساڑھے تین

مفتی اسلام

WWW.NATISLAM.COM

بیوی کا بیان

میں شاہدہ بیگم بنت منے میاں یہ حلفیہ بیان دیتی ہوں کہ میں ایک تقریب میں جانے کیلئے تیار تھی۔ میرے شوہر احمد نبی ولد محمد نبی نے مجھے جانے سے منع کیا لیکن میں نے کہا کہ میں جاؤں گی تو کہنے لگے کہ ”سوچ لو“ میں دوسرے الفاظ استعمال کروں گا تو میں نے کہا ”استعمال کر دیں میں جاؤں گی“ تو کہنے لگے کہ ”جاؤ گی تو پھر طلاق طلاق“ میں پھر نہیں گئی جہاں میرے شوہر مجھے جانے سے روک رہے تھے بلکہ میں اپنے شوہر کے عزیزوں کے گھر چلی گئی اس کے بعد دوسرے دن ہمارے عزیزوں نے آپس میں ملاپ کرادیا۔

شاہدہ بیگم بنت منے میاں

## الجواب :

جب کسی کام کے کرنے کیلئے عورت تیار ہو، شوہر اس کو اس کام سے روکنے کیلئے اس کے فعل کرنے پر طلاق کو معلق کر دے، تو شریعت میں اسے ”یمن فور“ کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ فوراً عورت کام کرے گی تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر کچھ دیر رک گئی اور اسکے بعد وہ کام کرے گی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ شیخ الاسلام علامہ برحان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر القرظانی متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا :

لو ارادت المرأة الخروج فقال ان خرجت فان طالق فجلست ثم خرجت لم

يحنث

(اولین، کتاب الایمان، باب الیمن فی الخروج الخ، صفحہ : ۲۸۲،

مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

یعنی اگر عورت نے گھر سے نکلنے کا ارادہ کیا تو شوہر نے کہا کہ اگر تو گھر سے نکلی تو تجھے طلاق پھر عورت بیٹھ گئی اور کچھ دیر بعد نکلی تو وہ حانث نہیں ہوگا یعنی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

علامہ علاء الدین ہسکتی متوفی ۸۸۰ھ نے در مختار میں لکھا :

وشرط للحنث فی قوله ان خرجت مثلا فانث طالق او ان ضربت عبدك

فعبدی حر لم یرد الخروج والضرب فعله فوراً اسلام

شوہر کے حانث ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ کہے کہ اگر تو گھر سے نکلی تو تجھے طلاق یا اگر تو نے اپنے غلام

کو مارا تو میرا غلام آزاد اسلئے کہ نکلنا اور مارنا فوراً پایا جانا مراد ہے۔

در مختار کی اس عبارت پر علامہ سید محمد امین ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ نے رد المحتار المعروف فتاویٰ شامی

میں لکھا :

ارادت ان تخرج فقال الزوج ان خرجت فعادت وجلست وخرجت بعد

ساعة لا یحنث

یعنی عورت نے نکلنے کا ارادہ کیا اور شوہر نے کہا کہ اگر تو نکلی پس وہ پلٹ آئی اور بیٹھ گئی اور کچھ دیر بعد نکلی تو

شوہر کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔

اسکے بعد لکھا:

لان قصده منعها من الخروج الذي تهيأت له فكانه قال ان خرجت الساعة

(جلد ۲) کتاب الایمان، مطلب فی یمین الفور، صفحہ: ۹۲،

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

لہذا صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائلین جب بیوی جانے کیلئے تیار تھی تو شوہر نے طلاق کے الفاظ

استعمال کئے یہ اسی وقت جانے کیلئے تھے اگر بیوی اس وقت چلی جاتی، تو طلاق واقع ہو جاتی۔ مگر جب بیوی نہ گئی، تو

طلاق واقع نہ ہوئی۔ اور یہ تعلق بھی ختم ہو گئی، اب وہاں جانے سے بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## طلاق معلق کو باطل کرنے کا حکم

الاستفتاء:

جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

میرے ایک دوست نے اپنی بیوی سے کہا کہ ”اگر تم نے کسی بھی شخص پر گناہ آلود نظر ڈالی تو ہمارے

درمیان طلاق واقع ہو جائے گی۔“ اب وہ اس بات سے سخت پریشان ہے کہ فی زمانہ مرد کی غیر محرم عورت پر نہ

جانے کتنی دفعہ غلط نظر پڑتی ہے، اسی طرح کسی عورت کی بھی غیر مرد پر غلط نظر پڑ سکتی ہے۔ شخص مذکور اپنے اس

قول پر اب سخت پریشان ہے۔ اس نے اکیلے میں اللہ کو گواہ بنا کر کہا کہ جو الفاظ میں نے کہے تھے، اس سے مراد ایک ہی

طلاق تھی۔ اور دوسری دفعہ کی نظر کیلئے میری وہ شرط نہیں۔ برائے مہربانی تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: محمد سلیم ولد حاجی قاسم



الجواب:

طلاق! جب کسی شرط پر معلق کر دی جائے، تو شوہر اس شرط کو باطل کر سکتا ہے نہ اس میں تبدیلی کر سکتا ہے۔ صورت مسئولہ میں شوہر نے اگر طلاق کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس سے صرف ایک دفعہ شرط پائی جانے سے ایک طلاق واقع ہوگی۔ دوسری مرتبہ پھر شرط پائے جانے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اور شوہر نے نظر ڈالنے کو بھی گناہ آلود کے ساتھ مقید کیا ہے۔ لہذا بیوی کا حلیہ بیان تسلیم کیا جائے گا کہ اس نے گناہ آلود نظر ڈالی تھی یا ایسے ہی نظر پڑ گئی تھی۔ اگر واقعی بیوی نے گناہ آلود نظر ڈالی ہے تو ایک رجعی طلاق واقع ہوگئی شوہر عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے اور اگر عدت گذر گئی تو نکاح جدید مہر جدید کے ساتھ کرنا ہوگا۔

## طلاق مغالطہ معلقہ سے بچنے کا حیلہ

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید جہاں اپنی بیٹی کا رشتہ طے کر رہا تھا، زید کا بیٹا اس پر خوش نہیں تھا اور مخالفت کر رہا تھا کہ زید نے جذبات میں آکر اپنے بیٹے کو کہا کہ ”اگر میں تجھے متھے لگاؤں یعنی روبرو کروں تو مجھ پر طلاق ہے اور مجھ پر عورت حرام ہے“ اور یہ الفاظ تین مرتبہ دہرائے۔ لیکن اب زید پریشان ہے۔ برضا اور غیبت اپنے بیٹے سے صلح کرنا چاہتا ہے اور جناب سے عرض ہے کہ کیا شریعت محمدی کے تحت اس امر کی گنجائش ہے کہ زید کفارہ (اگر کوئی واجب ہے تو) ادا کر کے اپنے بیٹے سے راضی ہو جائے تو بیٹے سے راضی ہونے کی صورت میں کیا زید کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ برائے کرم اس مسئلے کا فیصلہ شریعت محمدی کی روشنی میں صادر فرمائیں۔ واضح رہے کہ زید کی جس بیٹی کا تنازع تھا ابھی اس کا رشتہ کہیں طے نہیں ہوا۔

سائل: رکن الدین، خوشاب، ۰ب

الجواب:

صورت مسئولہ میں شوہر نے طلاق کو معلق کیا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ لڑکے کو روبرو کروں تو بیوی

کو طلاق۔ لہذا جب یہ شرط پائی گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی اور جب یہ شرط نہیں پائی جائے گی تو طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔ اگر شوہر یہ چاہتا ہے کہ لڑکے سے مصالحت ہو جائے اور بیوی پر طلاق مغلطہ بھی واقع نہ ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دے دے اور پھر پوری مدت عدت اس سے بالکل جدا رہے، عدت ختم ہونے کے بعد لڑکے سے بات چیت کر کے صلح کر لے تو یہ شرط ختم ہو جائے گی اور طلاق اس لئے واقع نہ ہوگی کہ اس وقت وہ عورت، اس کی بیوی نہیں ہے، لڑکے سے بات کرنے کے بعد اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

### الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

زید نے اپنی سالی کو کھانے پر بلا یا سالی نے کچھ بد تمیزی کی اور کھانا کھانے سے انکار کر دیا، جس پر زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ ”تمہارے میکے والوں نے پھر بد تمیزی کی ہے“۔ اس پر بیوی نے کوئی جواب نہ دیا اور بات بڑھ گئی۔ زید نے غصہ میں اپنے گھر والوں اور سالی کی موجودگی میں کہا کہ میرے اور میرے سر ایوں کا جینا مرنا اور خوشی و غمی جدا، جدا ہیں اور بیوی سے کہا کہ تم میکے گئیں یا وہ میرے گھر آئے تو تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے۔ پھر زید نے اپنی ماں سے مخاطب ہو کر کہا کہ ”امی سن لیں آپ کی یا والد صاحب کی اجازت سے بھی یہ اپنے والدین کے گھر نہیں جاسکتی، سوائے میری اجازت کے“۔

اسکے بعد معاملہ ختم ہو گیا اور اب اس دن کے بعد سے آج تک اس کی بیوی اپنے میکے نہیں گئی ہے اور نہ کوئی ان کے گھر سے آیا ہے۔ مگر اب وہ یہ پابندی ختم کرنا چاہتا ہے۔ آیا یہ قسم اب ختم ہو سکتی ہے یا کہ نہیں یا پھر یہ تمام عمر کیلئے برقرار رہے گی؟ اور اگر ختم ہو سکتی ہے تو کیا کوئی کفارہ ادا کرنا ہوگا؟ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

سائل : محمد محمود اجمل

### الجواب :

شوہر جب کسی شرط پر طلاق کو معلق کر دے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو شوہر کے پاس اس تعلیق کو باطل کرنے کا کوئی اختیار نہیں رہتا ہے۔ مگر ایک صورت یہ ہے کہ جب شرط پائی جائے اور شوہر نے شرط کے ساتھ کوئی عموم کا لفظ نہ بولا ہو، مثلاً جب کبھی تو جائے گی تو تجھے طلاق وغیرہ وغیرہ تو شرط پائے جانے کے بعد تعلیق ختم

ہو جاتی ہے اور شرط پائے جانے کے وقت اگر بیوی نکاح میں ہے تو طلاق ہو جائے گی اور اگر بیوی اس وقت نکاح میں نہیں ہے تو طلاق نہیں ہوگی۔ لہذا صورت مسئلہ میں شوہر یہ حیلہ کر سکتا ہے کہ اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دے اور اس کی عدت ختم ہو جانے کے بعد یہ بیوی اپنے ماں باپ کے گھر چلی جائے لہذا شرط اس وقت پائی جائے گی جب یہ بیوی، اس شوہر کی زوجیت میں نہیں ہوگی، تو تعلیق بھی ختم ہو جائے گی اور طلاق بھی واقع نہ ہوگی اس کے بعد شوہر سے پھر نکاح کر لے، اب بیوی اپنے ماں باپ کے گھر آ جا سکتی ہے اور تعلیق ختم ہو جانے کی وجہ سے طلاق بھی نہ ہوگی۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا ہے:

و تنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن ان وجد فی الملک طلقت  
وعتق والا لا فحیلة من علق الثلاث بدخول الدار ان یطلقها واحدة ثم بعد العدة  
تدخلها فتنحل الیمین فیینکحها

(بر حاشیہ شامی، جلد (۲) کتاب الطلاق، مطلب زوال الملک الخ،

صفحہ: ۴۵، ۵۳۳، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی شرط مطلق کے پائے جانے کے بعد شرطیہ قسم پوری ہو جاتی ہے، لیکن طلاق اور آزاد کرنا اس وقت مؤثر ہوگا جب بیوی اور غلام وغیرہ اسکی ملکیت میں ہوں ورنہ نہیں۔ جس شخص نے طلاق ثلاثہ کو بیوی کے گھر میں داخل ہونے پر معلق کیا ہے تو اس سے بچنے کا حیلہ یہ ہے کہ بیوی کو ایک طلاق دے دے اور عدت کے بعد وہ اس گھر میں داخل ہو پس اس کی قسم پوری ہو جائے گی پھر یہ اس سے نکاح کر لے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

## طلاق معلقہ مغالطہ سے بچنے کی صورت

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ایک شخص نے غصہ میں اپنی بیوی سے کہا کہ ”اگر تو اس کے بعد میری یا میرے گھر والوں کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلی، تو تجھے ایک طلاق۔ اسی طرح دوسری بار گئی تو تجھے دوسری طلاق، اسی طرح اگر تیسری مرتبہ گئی تو تجھے تیسری طلاق“۔ لیکن اس مرد نے کچھ ہی دنوں بعد یہ الفاظ واپس لے لئے۔ یعنی میں نے ویسے ہی کہا تھا اب

میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ اس کے بعد وہ عورت دو مرتبہ بغیر پوچھے گھر سے باہر جا چکی ہے۔ وضاحت فرمائیں کہ کیا وہ اپنے الفاظ سے رجوع کر سکتا تھا یا نہیں؟

سائل: مولوی نثار احمد بزمی، نائب خطیب، پاکستان آرمی، راولپنڈی

الجواب:

شوہر جب طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کر دے تو وہ اس تعلیق کو واپس نہیں لے سکتا اور جس شرط کے ساتھ طلاق کو معلق کرے گا جب وہ پائی جائے گی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ لہذا صورت مسئولہ میں جب شوہر نے تین طلاق اپنی اجازت کے بغیر نکلنے پر مشروط کی تھیں دو مرتبہ بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر باہر چلی گئی تو اس طرح اس پر دو طلاقیں رجعی واقع ہو گئیں۔ اب اگر تیسری مرتبہ بھی بغیر اجازت کے گئی تو اس پر تیسری طلاق بھی واقع ہو جائے گی اور یہ اپنے شوہر پر حرمت مغلطہ کے ساتھ حرام ہو جائے گی۔ اور ان دونوں کا دوبارہ نکاح بھی بغیر حلالہ کے نہیں ہو سکے گا۔ یہاں شوہر کو یہ چاہیے کہ وہ بیوی سے یہ کہہ دے کہ ”میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تمام عمر بھر میں جہاں چاہو جا سکتی ہو“ تو یہ کہہ دینے سے تیسری طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اگر بیوی کہیں جائے گی تو شوہر سے اجازت کی ضرورت نہیں ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق معلق کی ایک صورت

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

مندرجہ ذیل مسئلے میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

عدالت میں مقدمہ کے دوران مدعی زید مدعی علیہ خالد کے خلاف بیان دیتا ہے کہ ”خالد نے شراب پی اگر خالد نے شراب نہ پی ہو تو میری بیوی پر تین طلاقیں“۔ خالد کہتا ہے کہ ”میں نے شراب بالکل کبھی بھی نہیں پی ہے، تمہاری بیوی پر تین طلاق پڑ گئیں“ اس پر زید کہتا ہے کہ ”یہ بات تو تمہارے والد مرحوم نے تمہارے لڑکے کے سامنے مجھ سے بیان کی تھی“۔ خالد کے لڑکے سے معلوم کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ”میرے دادا مرحوم نے

میرے سامنے ایسی کوئی بات نہیں کی، زید جھوٹ بولتا ہے "خالد کہتا ہے کہ "زید نے اس سے پہلے بھی میرے ساتھ جھوٹ بولا تھا اور اب میرے اوپر یہ تہمت لگائی ہے۔"

مذکورہ صورت میں زید کی بیوی پر تین طلاقیں پڑ گئیں یا نہیں؟ تہمت لگانے والے پر اگر شرعی حکومت ہو تو حاکم وقت اسکو کیا سزا دے گا؟ مذکورہ صورت میں جس عدالت کے سامنے یہ بات کہی ہے، وہ یہ معاملہ کس طرح طے کرے گواہ کس کے ذمہ ہیں اور حلف کس سے لیا جائے گا؟ جو اب عنایت فرمائیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

سائل: محمد عمر، لیاقت آباد، کراچی

الجواب:

زید نے اپنی بیوی کی طلاق کو، اس شرط پر معلق کیا ہے کہ اگر خالد نے شراب نہ پی ہو، تو میری بیوی کو تین طلاق۔ جبکہ خالد کہتا ہے کہ "میں نے کبھی شراب نہیں پی ہے"۔ تو زید کی بیوی کو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ لیکن اگر زید دو گواہوں سے یہ ثابت کر دے کہ خالد نے عمر میں کبھی شراب پی ہے، تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، اس کا ثبوت دینا زید کی ذمہ داری ہے۔ خالد سے قسم نہیں لی جائے گی اس لئے کہ حدود میں حلف نہیں لیا جاتا۔ زید جب گواہوں سے یہ ثابت نہ کر سکے تو اس نے خالد پر شراب پینے کی جو تہمت لگائی، اس کی سزا دینا تو حکومت کا کام ہے۔ لیکن اسے عذاب آخرت سے بچنے کیلئے بالاعلان توبہ کرنی چاہئے اور جس پر تہمت لگائی ہے، اس سے معافی مانگنی چاہئے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

قطع تعلق اور وقوع طلاق کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

چند دن پہلے میرا پڑوسی سے جھگڑا ہو گیا اور جھگڑا حد سے بڑھ گیا۔ میں جھگڑا نہیں کرنا چاہتا تھا اور جب بات حد سے بڑھ گئی تو میں نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ میں تم سے واسطہ نہیں رکھوں گا اگر میں تم سے بات کروں تو

میری بیوی مجھ پر طلاق ہو۔ چنانچہ آج تک میں نے اپنے پڑوسی سے بات نہیں کی ہے۔ اس کا علم میرے دوستوں کو ہوا وہ چاہتے ہیں کہ ہمارا ملاپ ہو جائے۔ جھگڑا اچھی بات نہیں ہے۔ میں بھی جانتا ہوں کہ پڑوسیوں کے کیا حقوق ہوتے ہیں۔ لیکن میں نے جو قسم کھائی تھی، اس کے بارے میں وضاحت چاہتا ہوں کہ اگر بات چیت کر لوں اور قسم توڑ دوں تو قسم کا کیا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟ میرے نکاح میں اگر کوئی فرق ہو تو تفصیل درج کریں۔ واضح رہے کہ میں نے یہ الفاظ صرف ایک مرتبہ کہے تھے۔

سائل: کامران عطاری، ملتان

الجواب:

حدیث شریف میں ہے، اور اس حدیث کو امام حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی سمرقندی متوفی ۲۵۵ھ نے سنن دارمی میں نقل کیا ہے:

من حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرا منها فلیأت الذی ہو خیر ولیکفر

عن یمینہ

(جلد ۲) کتاب النذور والایمان، باب من حلف علی یمین الخ،

صفحہ: ۲۲۳، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی جب کوئی قسم کھالے اور اس قسم کو توڑنے میں بھلا دیکھے تو قسم کو توڑ دے اور کفارہ ادا کرے۔

لہذا صورت مسئولہ میں پڑوسی سے میل ملاپ کر لینا چاہیے اور اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقع

ہو جائے گی۔ طلاق رجعی کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر رجوع کیا جاسکتا ہے۔ نکاح جدید کی ضرورت نہیں۔ رجوع

کا طریقہ یہ ہے کہ ”دو گواہوں کے سامنے شوہر یہ کہہ دے کہ میں طلاق سے رجوع کرتا ہوں“۔

کسی کے نکاح کے ثبوت اور عدم ثبوت پر طلاق معلق کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ہندہ کے نکاح کے معاملے میں دو گروہوں میں اختلاف ہوا۔ پہلے گروہ کے پانچ آدمیوں نے کہا کہ ہندہ کا نکاح ہوا ہے جبکہ دوسرے گروہ کے چھ آدمیوں نے کہا کہ ہندہ کا نکاح نہیں ہوا۔ پہلے گروہ کے پانچ آدمیوں نے کہا کہ اگر ہندہ کا نکاح نہیں ہوا تو ہماری بیویوں کو تین تین طلاقیں۔ دوسرے گروہ نے کہا کہ اگر ہندہ کا نکاح ہوا ہو تو ہماری بیویوں کو تین تین طلاقیں۔

ارشاد فرمائیں کہ اس صورت میں کیا دونوں گروہوں کی بیویوں کی تین تین طلاقیں ہوں گی یا صرف پہلے گروہ کے یا دوسرے افراد کی بیویوں کو تین تین طلاقیں ہوں گی؟ بینوا و توجروا  
سائل: محمد معین الدین القادری الرضوی الشافعی، فیصل آباد

### الجواب:

شریعت میں ثبوت کسی چیز کے وجود کا ہوتا ہے۔ ثبوت کے معنی وجود کے ہیں، نفی کا ثبوت نہیں ہوتا۔ اس لئے گواہ اس کے ذمہ ہیں جو کسی چیز کے وجود کا دعویٰ کرے، نفی کرنے والے کے ذمہ گواہ نہیں ہوتے۔ بلکہ اس سے حلف لیا جاتا ہے۔ لہذا فریق اول نے یہ جو دعویٰ کیا کہ اگر ہندہ کا نکاح نہ ہونے کا ثبوت ملے تو ہماری بیویوں کو تین تین طلاقیں، اس سے مراد شرعی ثبوت تو ہو نہیں سکتا ہے ہاں اگر کسی مجلس خاص یا کسی معین تاریخ اور معین جگہ کے متعلق مطالبہ ہوتا اور فریق ثانی کے لوگ وہاں موجود ہوتے تو یہ ممکن تھا کہ وہ کہتے کہ ہمارے سامنے نکاح نہیں ہوا مگر ایسی صورت ہے نہیں۔ لہذا ان لوگوں کی شرط پائی جانے کی کوئی صورت نہیں اور چونکہ ان کی شرط نہیں پائی گئی اس لئے انکی بیویوں کو وہ طلاق جو اس ثبوت پر معلق تھی، نہیں ہوگی۔ اگر ان لوگوں نے اس ثبوت کا کوئی اور مطلب مراد لیا تھا تو اس کو بیان کرنے کے بعد ہی کوئی حکم لگایا جاسکتا ہے۔ مگر چھ آدمیوں نے چونکہ اپنی بیویوں کی طلاق کو کسی شرط پر معلق نہیں کیا۔ لہذا ان کی بیویوں کو تین تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔

## خلع کا بیان

شوہر کا قول کہ تم کو میں طلاق خلع دیتا ہوں

مفتی اسلام

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ہندہ نے یہ ایک تحریر بھیجی، جس پر خود اس کے اپنے اور اس کے والد، اس کے تایاؤں نیز دوسرے دو گواہوں کے دستخط تھے، اس میں لکھا گیا تھا کہ ”میں اپنا حق مہر مبلغ گیارہ ہزار روپے چھوڑتی ہوں اور پیدا ہونے والے بچے کی پیدائش کے بعد فوراً اپنے شوہر کے پاس پہنچا دینے کا وعدہ کرتی ہوں۔ اس فیصلے میں مجھ پر کسی کا دباؤ نہیں ہے۔ نیز اب کوئی مطالبہ اپنے شوہر کے ذمہ باقی نہیں ہے، اس کے عوض میں طلاق کا مطالبہ کرتی ہوں۔“

ہندہ کے شوہر نے طلاق دے دی، اب وہ بد عمدی کرتی ہے، بچہ دینے کو تیار نہیں ہے۔ اس تحریر کے علاوہ اس نے متعدد بار طلاق کا مطالبہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ ”پیدائش کے بعد اپنا بچہ آکر لے جاؤ ورنہ یہاں یتیم خانوں کی کمی نہیں ہے۔ نیز لکھا کہ میرا پیچھا چھوڑ دے ورنہ تمہارے ساتھ وہ کچھ کروں گی جو کبھی سوچا بھی نہ ہوگا۔ میری طرف سے دس



شادیاں کر لے مگر شرافت سے میرا پیچھا چھوڑ دے۔ ان حالات میں شوہر نے بایں الفاظ طلاق دے دی کہ ”تمھاری جانب سے تحریری مطالبہ بابت خلع مجھے ملا، لہذا تمھاری خوشی کے مطابق میں تم کو طلاق خلع دیتا ہوں، تاکہ فتنہ و فساد کی نوبت نہ آئے“۔ اب آپ سے معلوم کرنا ہے کہ :

(۱) یہ خلع ہو گیا یا نہیں؟

(۲) خلع کی عدت کتنی ہے؟

(۳) کیا عورت چھ روکنے کا حق رکھتی ہے؟

(۴) بعد انقضائے عدت دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بیٹو او تو جروا

سائل: احمد حسن، سعید کلاتھہ اسٹور، سمن آباد، کراچی

الجواب:

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل ایک طلاق بائن واقع ہوئی تھی۔ بچے کی پیدائش کے بعد عدت ختم ہو چکی۔ طلاق بائنہ کی صورت میں عدت کے اندر اور عدت کے بعد نکاح جدید کرنا ہوتا ہے۔ اگر یہ دونوں دوبارہ نکاح کرنا چاہتے ہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ حلالہ کرنیکی ضرورت نہیں۔ بچے کی پرورش کا حق ماں کو ہے۔ لڑکاسات سال کی عمر تک اور لڑکی نو سال کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہے گی۔ اس کے بعد باپ لے سکتا ہے۔ عورت نے جو وعدہ کیا تھا، اس کا پورا کرنا اخلاقاً اس پر لازم تھا، مگر اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ماں فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے یا کسی ایسے شخص سے شادی کرے جو بچے کیلئے ذی رحم محرم نہ ہو تو شوہر سائل بچے کو اس سے واپس لے سکتا ہے۔

## خلع کی درست صورت

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

میری شادی ۱۶ اگست ۸۷ء کو والدین کی پسند سے ہوئی۔ اور لڑکی کے خاندان سے متعلق نہ والدین نے

خود کچھ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی اور نہ ہی جو معلومات انہیں فراہم ہیں وہ مجھے فراہم کیں۔ حیثیت میاں بیوی ہماری ذہنی ہم آہنگی نہ ہو سکی۔ شادی ہونے کو ایک سال ہو چکا ہے ایک روز میری بیوی میری والدہ کی اجازت سے ۲۰، ۱۵ روز کیلئے میسے گئی، تقریباً تین ماہ بعد مختلف کوششوں کے نتیجے میں ہم بتایا گیا کہ اب لڑکی نہیں آئے گی۔ آپ طلاق دے دیں اور ہمارا سامان باہر رکھ دیں، میری طرف سے طلاق کی مخالفت ہوئی تو خلع کا مطالبہ کیا گیا۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ لڑکی والے اپنا تمام جینز اور متفرقات واپس لے گئے ہیں۔ لڑکی والے ہمارا زیور بھی واپس کر گئے ہیں۔ لڑکی کی طرف سے خط موصول ہوا ہے، جس میں خلع کا مطالبہ ہے۔ حضور سے درخواست ہے کہ ازراہ مہربانی یہ تحریر فرمائیں کہ میں کون کون سی شرط مکمل کروں تاکہ صحیح خلع ہو۔

سائل: جاوید احمد سروردی، ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی

الجواب:

خلع میاں بیوی کی رضامندی سے ہوتا ہے۔ یعنی بیوی کچھ مال دے کر طلاق حاصل کرنا چاہتی ہے۔ لفظ خلع سے طلاق بائن ہو جاتی ہے، اگر زیادتی شوہر کی ہے تو اسے کچھ مال لینا جائز نہیں ہے بلکہ خود ہی بیوی کو طلاق دے دے اسے لڑکا کر نہ رکھے۔ اور اگر زیادتی بیوی کی ہے تو شوہر وہ مال لے سکتا ہے، جو شوہر نے دیا ہے یعنی مہرا دیا گیا ہے تو واپس لے لے نیز شوہر نے جو زیورات وغیرہ دیئے ہیں انہیں بھی واپس لے سکتا ہے۔

نفس اسلام

خلع میں مال لینے کا حکم

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

کوئی خاوند بیوی کو شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کیلئے تنبیہ کرے یا بیوی کے مشکوک کردار پر تنبیہ اور سرزنش کرے، اس پر لڑکی اور اس کے والدین خاوند سے طلاق مانگے، لیکن خاوند طلاق نہیں دینا چاہتا ہے۔ اس صورت میں یعنی وقوع طلاق کے بعد خاوند مہرا داکر نے کا ذمہ دار ہے یا لڑکی والوں سے خلع لے سکتا ہے؟ 5 جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب :

بلاد لیل عورت کے کردار پر شبہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ مگر شوہر پر لازم ہے کہ وہ بیوی کو شریعت کی پیروی کرنے کا حکم دے۔ خلاف شرع کاموں سے روکے، غیر محرم مردوں سے ملنے جلنے، بات چیت کرنے سے منع کرے۔ اگر بیوی ان معاملات میں شوہر کا کہنا نہیں مانتی، تو وہ نافرمان ہے اور جب ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ زوجین میں اچھائی کے ساتھ تعلقات قائم نہیں رہ سکتے تو خلع کر سکتے ہیں۔ اس کا حکم قرآن کریم میں ہے :

ترجمہ : اور تمہیں جائز نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انھیں حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں کہ بدلہ دے کر عورت چھٹی لے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں“ (کنز الایمان)

(سورۃ البقرہ، آیت: ۲۲۹)

لہذا صورت مسئلہ میں دونوں خلع کر سکتے ہیں، خلع کا مطلب یہ ہے کہ مال کے بدلے میں طلاق دی جائے۔ لہذا شوہر اسی مہر کو جو مقرر کیا تھا، ساقط کرنے کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اس سے زیادہ، اس کا مطالبہ، مکروہ ہے۔ علامہ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۹ھ نے عا کی میں لکھا :

وان كان النشوز من قبلها كرهنا له ان ياخذ اكثر مما اعطاها من المهر

(جلد ۱) کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمہ، صفحہ: ۴۸۸،

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اور اگر نافرمانی بیوی کی طرف سے ہے تو خلع میں مہر سے زیادہ (رقم) کا مطالبہ مکروہ ہے۔

## خلع اور مال مکروہ

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

قمر جہاں بنت محمد رمضان اپنے شوہر سے خلع حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اس کا حکم کیا ہے؟ جبکہ موصوفہ

امید سے بھی ہیں۔ اس صورت میں عدت کیا ہوگی؟

سائل: محمد منیر، خداداد کالونی، کراچی

الجواب:

خلع، میاں بیوی کی رضامندی سے ہوتا ہے۔ بیوی اور شوہر میں نا اتفاقی پیدا ہو جائے اور ایک دوسرے کے ساتھ رہنا نہ چاہتے ہوں تو خلع کر سکتے ہیں۔ اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو خلع پر مال لینا مکروہ ہے۔ اور اگر زیادتی بیوی کی طرف سے ہو تو شوہر نے جتنا مال مر میں دیا ہے، اتنا لے سکتا ہے، اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے۔ اور جب خلع کر لیں تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ اور جو مال خلع کے بدلے ملے ہوگا، عورت پر اسکا ادا کرنا لازم ہوگا۔ چونکہ سوال میں مذکورہ خاتون حاملہ ہے، تو اس کی عدت چھ مہینے پر ختم ہوگی۔ حاملہ سے بھی خلع ہو جاتا ہے۔



## عدت کا بیان

عدت کہاں گزاری جائے؟

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ایک شخص کا انتقال ہو گیا اور اس کی بیوہ سرری لنکا کی ہے۔ بیوی کی کوئی اولاد نہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا وہ عدت یہاں پاکستان میں گزارے گی یا سرری لنکا میں؟ یہاں اس کا کوئی نہیں، البتہ مکان ذاتی ہے۔

سائل: حاجی محمد عارف، شہید ملت روڈ، کراچی

الجواب:

شوہر کی موت یا طلاق کے وقت، عورت جس مکان میں ہوگی، اسی میں عدت گزارے گی، بغیر مجبوری کے مکان بھی تبدیل نہیں کر سکتی ہے۔ لہذا جب مکان اس کی ملکیت ہے تو اس مکان میں عدت گزارنا واجب ہے۔

## عدت کی چند پابندیاں

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
میرے بڑے بھائی انتقال کر گئے ہیں، جن کی عمر تقریباً ۶۹ سال تھی۔ بھائی کی بیوہ حیات ہیں، جن کی عمر تقریباً ۶۰، ۶۲ سال ہے، کیا میری بھابھی عدت کے دوران میرے یادگیر رشتہ داروں کے سامنے آجا سکتی ہیں؟ ان کیلئے دوران عدت نئے کپڑے پہننا کیسا ہے؟ نیز یہ کہا جاتا ہے کہ جس دن عدت  $\bar{a}$  ہوگی تو معتدہ (عدت والی) صرف اپنے بھائی کے ہوائے ہوئے کپڑے پہنے گی، کسی اور کے ہوائے ہوئے کپڑے نہیں پہن سکتی، کیا یہ صحیح ہے؟ کیا معتدہ سرمہ، تیل اور خوشبو کا استعمال کر سکتی ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی مفصل جواب سے نوازیں۔  
سائل: سرفراز علی

الجواب:

عدت میں عورت محرم کے سامنے آسکتی ہے غیر محرم کے سامنے نہیں۔ بیوہ کیلئے دوران عدت نئے کپڑے پہننا، زیب و زینت اور سنگھار کرنا، سرمہ، تیل، عطر اور دیگر خوشبو جات استعمال کرنا ممنوع ہیں۔ عذر کی وجہ سے بغیر خوشبو کا تیل اور سفید سرمہ استعمال کر سکتی ہے۔ دوران عدت یا بعد عدت یہ ضروری نہیں ہے کہ اپنے بھائی کے ہی بنائے ہوئے کپڑے پہنے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

## معتدہ کا سرمہ و تیل لگانے اور غیر محرم سے بات کرنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ :

(۱) عدت کے دوران مجبوراً سرمہ میں تیل، سرمہ لگانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) عدت کے دوران محالاً مجبوری کسی نامحرم سے گفتگو کرنا شرعاً کیسا ہے؟

سائل: محمد اقبال، ڈرگ روڈ، کراچی

## الجواب:

- (۱) عدت کے زمانے میں عورت سر میں درد کی وجہ سے ایسا تیل لگا سکتی ہے، جو خوشبودار نہ ہو، اور آنکھ میں تکلیف وغیرہ کی وجہ سے سرمہ لگانے کی شرط یہ ہے کہ اگر سفید سرمہ مل جائے تو وہ لگایا جائے اور اگر نہ ملے تو سیاہ سرمہ رات کو لگائے اور اگر اس سے تکلیف دور نہ ہو تو دن میں بھی لگا سکتی ہے۔ مگر تیل اور سرمہ لگانے میں زینت کا ارادہ نہ کرے صرف تکلیف دور کرنے کے ارادے سے لگائے۔
- (۲) نامحرم سے بات کرنے کے احکام میں عدت اور غیر عدت کا کوئی فرق نہیں۔ بلا ضرورت دونوں حالتوں میں ناجائز ہے۔ اور ضرورتاً دونوں حالتوں میں جائز ہے۔

## زمانہ عدت کا خرچہ کتنا اور کس پر واجب ہے؟

## الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

عورت کو طلاق کے بعد دوران عدت شوہر کی جانب سے جو خرچ دیا جاتا ہے تو وہ شرعی طریقہ سے کتنا اور کتنے عرصہ تک دیا جائیگا؟

سائل: محمد انور ولد محمد اکبر، نشتر بسستی، کراچی

## الجواب:

بیوی کے زمانہ عدت کا خرچہ اور سکونت شوہر پر واجب ہے اس میں شوہر کی استطاعت کا اعتبار ہوگا، وہ اس حیثیت کا ہوگا، اس کے مطابق خرچہ دے گا۔ اگر بیوی حاملہ یا آئسہ (وہ عورت جو اس عمر کو پہنچ جائے جب عموماً اولاد نہیں ہوتی) نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض اور حائضہ ہو تو وضع حمل اور آئسہ ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہے۔

## زمانہ عدت کا خرچ اور مکان کس کے ذمہ ہے؟

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

میں نے اپنی بیوی کو چائے بنانے کو کہا مگر اس نے چائے خود چائے بنانے کے لڑکی کو کہا کہ تم بناؤ! اس پر مجھے ہتھیلاہٹ ہو گئی۔ ایک تھپڑ بیوی کو مارا، مگر بیوی نے چائے نہیں بنائی۔ تین چار دن تک بیوی کو چائے بنانے کو کہتا رہا مگر اس نے چائے نہیں بنا کر دی اور پانچویں دن میں نے بیوی سے کہا کہ ”تین بار چائے بنانے کا یہ لوں گا، اگر پھر بھی چائے نہیں بنائے گی تو برا ہو گا۔ تیرے اور میرے راستے جدا ہوں گے“ پھر میں نے بیوی کو تین بار چائے بنانے کو کہا مگر اس نے میرا کہنا نہیں مانا، میں نے اس کی ضد پر تین بار طلاق طلاق کہہ دیا۔  
براہ کرم فتویٰ صادر فرمائیں کہ بیوی کو طلاق ہو گئی یا نہیں اور وہ گھر میں میرے ساتھ رہ سکتی ہے یا نہیں؟ اور ایام عدت کی سکونت اور خرچہ کس کے ذمہ ہے؟

سائل: اکرام الدین ولد شرف الدین، ڈرگ روڈ، کراچی

الجواب:

صورت مسئلہ میں زوجہ مذکورہ پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ زمانہ عدت میں بیوی کی خوراک کا خرچہ اور سکونت کی جگہ شوہر پر واجب ہے، مگر اپنے ساتھ مکان میں نہیں رہ سکتا، علیحدہ رکھنا ہو گا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

## عدت والی کیلئے گھر سے نکلنے اور نہ نکلنے کی صورتیں

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

مسئلہ ذیل میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

یہ عورت کا دوران عدت کسی قریبی عزیز کی خوشی میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ مجبوری کی بناء پر کہیں



جائے تو کیا آنکھوں پر پٹی باندھ کر جائے؟  
کیا حدیث میں یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کی میت کو ہاتھ لگا سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے اور اسی طرح عورت اپنے شوہر کی میت کو؟ وضاحت فرمائیں۔

سائل: محمد صدیق مغل، دہلی کالونی، کراچی

### الجواب:

شوہر کی موت کے وقت بیوی، جس مکان میں رہ رہی تھی اسی میں، اسکو عدت گزارنی واجب ہے۔ اس مکان سے بلا عذر کسی دوسرے مکان میں عدت کیلئے جانا، ناجائز ہے۔

ہر عورت کو بلا ضرورت گھر سے نکلنا، ناجائز ہے۔ ضرورت کی صورتیں فقہاء نے بیان کی ہیں مثلاً اس کا ذریعہ معاش، صرف اس کی کمائی ہو، اگر یہ گھر سے باہر نہ نکلے گی تو اس کی ضروریات کو پورا کرنے والا کوئی نہیں، اس کے کام کو دیکھنے والا کوئی دوسرا آدمی نہیں یا اسکو ضروریات زندگی کی چیزیں بازار سے لا کر دینے والا کوئی نہیں، تو ان صورتوں میں یہ گھر سے باہر جاسکتی ہے لیکن رات اسی گھر میں بسر کرے گی، جہاں عدت گزار رہی ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے کاموں مثلاً بیمار پرسی، موت یا شادی کیلئے نکلنے کی فقہاء نے اجازت نہیں دی، اس لئے نہیں نکلنا چاہئے۔ جن صورتوں میں نکلنا جائز ہے، ان میں آنکھوں پر پٹی باندھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

بیوی کے مرنے کے بعد شوہر اسے دیکھ سکتا ہے اور نہ بلا حائل اس کے جسم کو ہاتھ لگا سکتا ہے اور شوہر کے مرنے کے بعد بیوی اسکو دیکھ بھی سکتی ہے اور ہاتھ بھی لگا سکتی ہے۔

## WWW.NAFSEISLAM.COM

### عمر حیض میں انقطاع حیض اور عدت

### الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:  
کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس عورت کو بیماری کے سبب حیض نہیں آتا، علاج سے حیض آتا ہے۔ شادی کے بعد علاج سے ایک دو مرتبہ آیا اور پھر بند ہو گیا۔ طلاق کے بعد اسکی عدت کس طرح شمار کی جائے گی؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

سائل: قاری محمد عبدالرحمن، نیالباد، کراچی

## الجواب :

ایسی عورت کو طلاق دی گئی جو ابھی سن ایاس (وہ عمر جس میں حیض آتا بند ہو جاتا ہے) کو نہیں پہنچی اور پہلے اسکو حیض آپکا ہے، مگر طلاق کے بعد حیض نہیں آرہا ہے، تو اس کی عدت حیض سے ہی ہوگی، جب تک حیض نہیں آئے گا، عدت باقی رہے گی یا سن ایاس کو پہنچ جائے۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ نے عا K ی میں لکھا :

ولو رأی ثلاثہ دما ثم انقطع فعدتها بالحیض وان طال الی ان تیأس

(جلد ۱) کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، صفحہ: ۵۲۷،

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اور اگر اس نے تین حیض دیکھے اور پھر حیض منقطع ہو گیا تو اس کی عدت حیض سے ہی ہوگی اور اگر انقطاع خون کی مدت طویل ہو گئی تو پھر اسکی عدت سن ایاس تک ہے۔

علامہ ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ نے بحر الرائق میں لکھا :

اذا رأی ثلاثہ ایام وانقطع ومضی سنۃ او اکثر ثم طلقت فعدتها بالحیض

الی ان تبلغ الی حد الایاس وهو خمس وخمسون سنۃ فی المختار

(جلد ۲) باب العدة، صفحہ: ۱۳۰، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی جب کسی عورت نے تین دن خون دیکھا پھر بند ہو گیا اور سال یا اس سے زیادہ عرصہ گذر گیا پھر اسے طلاق ہوئی تو اس کی عدت حیض سے ہوگی یہاں تک کہ سن ایاس کو پہنچ جائے یعنی اس عمر کو جہاں حیض آتا بند ہو جاتا ہے اور یہ، مذہب مختار میں پچپن سال کی عمر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## نو مسلم منکوحہ کی عدت کا حکم

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک فلپائنسی خاتون پاکستان آئیں، جو کہ وہاں شادی شدہ تھیں۔ یہاں اس نے دین اسلام قبول کر لیا اور

فلپائن میں اپنے شوہر کو خط و کتابت سے اپنے اسلام کے بارے میں آگاہ کیا اور اسے بھی اسلام کی دعوت دی، مگر شوہر نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا۔ اب یہ واپس فلپائن نہیں جانا چاہتی اور یہیں عقد ثانی کا ارادہ رکھتی ہیں۔ از روئے شرع اسے عدت پوری کرنی چاہیے یا نہیں؟ اس کیلئے کیا حکم ہے؟

سائل: محمد بخش ولد کریم بخش، کراچی

الجواب:

صورت مسئولہ میں جب یہ شادی شدہ غیر مسلم خاتون ترک وطن کر کے ہمارے یہاں آگئی اور اس کا شوہر فلپائن میں ہے اور اس خاتون نے اسلام قبول کر لیا ہے اور یہ واپس جانے کا ارادہ بھی نہیں رکھتی اور شادی کرے تو اس پر امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک عدت نہیں۔ شیخ الاسلام برہان الدین ابو الحسن علی ابن ابی بکر القرظانی متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا:

وكذا اذا خرجت الحربية اليها مسلمة فان تزوجت جاز الا ان تكون حاملا  
(اولين، كتاب الطلاق، باب العدة، صفحہ: ۴۲۶، مکتبہ شرکت علميہ، ملتان)  
یعنی اور اسی طرح جب کوئی حریہ ہماری طرف مسلمان ہو کر آگئی اگر اس نے نکاح کیا تو (بلا عدت) اس کا نکاح کرنا جائز ہے مگر یہ کہ حاملہ کیلئے وضع حمل تک جائز نہیں۔

ہدایہ کی عبارت پر شارح ہدایہ علامہ امام اکمل الدین محمد بن محمود البہرتی متوفی ۷۸۶ھ نے عنایہ میں

لکھا:

مراغمة على نية ان لا تعود الى دار الحرب ابدا  
اسکے بعد آگے لکھا:

قال الامام التمرتاشي اذا خرج احد الزوجين اليها مسلما او ذميا او مستامنا ثم اسلم او صار ذميا والآخر على حربه فقد زالت الزوجية ثم ان كانت المرأة هي الخارجة فلا عدة عليها وانما قيد المصنف بقوله مسلمة بياننا لاحسن حالاتها

(جلد (۴) بر حاشیہ فتح القدير، باب العدة، صفحہ: ۱۵۸، مکتبہ رشیدیہ)

جب اس نے اس نیت کے ساتھ دارالحرب کو چھوڑا کہ اب کبھی بھی وہ دارالحرب کی طرف نہیں لوٹے گی۔

ہام ترمذی نے فرمایا کہ زوجین میں سے کوئی ایک دارالاسلام میں مسلمان، ذمی (غیر مسلم جو اسلامی حکومت میں رہے اور جزیہ ادا کرے) یا مستامن (امن چاہنے والے) کی حیثیت سے آیا اور یہاں اس نے اسلام قبول کیا یا ذمی ہو گیا۔ اور دوسرے (شوہر یا بیوی) نے اسلام قبول نہیں کیا۔ تو ان کی زوجیت ختم ہو جا 5۔ اور اگر دارالاسلام میں آنے والی عورت ہے تو اس پر عدت واجب نہیں ہے۔ مصنف کا ”مسلمتہ“ کی قید لگانا اس کے اچھے حالات کو بیان کرنے کیلئے ہے۔

اور اسی طرح یہ تفصیل فتاویٰ عالمگیری جلد (۱) کتاب النکاح، الباب العاشر فی نکاح الکفار، صفحہ: ۲۲۸، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، کی بحث میں بھی موجود ہے۔

## رخصتی سے قبل، مقتول کی بیوہ کی عدت کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: ایک عورت کے شوہر کو بیوی سے قرہت و مباشرت سے پہلے قتل کر دیا گیا، (ان اللہ وانا الیہ راجعون) معلوم یہ کرنا ہے کہ بیوہ کی عدت کتنی ہے؟ نیز اگر مقرر اسے نہیں ملا تو وہ اس کی حقدار ہے یا نہیں؟

الجواب:

موت کی عدت بہر صورت واجب ہوتی ہے۔ میاں بیوی کی ملاقات تنہائی میں ہوئی ہو یا نہ۔ صورت مسئولہ میں بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور اسے عدت وہیں گزارنی چاہیے جہاں یہ شوہر کے قتل کے وقت تھی اور شوہر کے مال سے اس کا پورا امر پہلے ادا کیا جائے گا، اسکے بعد ایک چوتھائی حصہ اسکے شوہر کے مال میں سے ترکہ بھی ملے گا۔

## حاملہ کی عدت کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاقیں دیں، جس کے اہل محلہ گواہ ہیں۔ طلاق کے دوسرے دن معلوم ہوا کہ ہندہ حاملہ ہے۔ آ کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ”زید طلاق کے وقت نشے میں تھا“ جبکہ زید نشے سے انکاری ہے وہ اجلاس میں بھی ہوش و حواس کے ساتھ طلاق دینے کا اقراری ہے۔ اب حسب ذیل سوالات کا جواب دیجئے

(۱) کیا مندرجہ بالا طلاق مؤثر ہو گئی یا نہیں؟

(۲) کیا عدت کی مدت وضع حمل تک ہوگی اور اس مدت میں کیا شوہر مذکور رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟

سائل: سید ارشاد علی، فیڈرل ملی ایریا، کراچی

الجواب:

صورت مسئلہ میں اگر شوہر طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے یا انکار کرنے کی صورت میں گواہوں سے طلاق دینے کا ثبوت ہوتا ہے تو تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور بغیر حلالہ ان کا نکاح دوبارہ نہیں ہو سکتا ہے اور حاملہ کی عدت بچے کی پیدائش پر ختم ہوتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## نامرد کی طلاق کی عدت کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

شادی کے بعد شوہر نے نامرد ہونے کی وجہ سے طلاق دے دی، تو کیا عدت ہوگی؟ اور مہر H دینا ہوگا؟ شادی کے بعد میاں بیوی کی طرح کچھ مہینے رہ چکے ہیں تو پھر کیا کرنا چاہیے؟ وضاحت فرمائیں۔

سائل: یعقوب انصاری، فیڈرل ملی ایریا، کراچی

## الجواب:

میاں بیوی جب تنہائی میں ایسی جگہ جمع ہو جائیں، جہاں کوئی مانع و طی نہ ہو۔ اور شوہر اگر نامرد ہو، جب بھی خلوت صحیح ہو جاتی ہے اور خلوت صحیح کے بعد طلاق دینے سے عدت اور پورا امر بھی ادا کرنا واجب ہے۔ لہذا جس دن طلاق دی ہے، اس کے بعد تین ماہواری ختم ہو جانے کے بعد عدت ختم ہوگی۔

## معتدہ کا زیبائش کرنا اور نکاح میں شرکت

## الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ:

- (۱) شوہر کا انتقال ہو گیا۔ اب بیوہ عدت میں ہے۔ جبکہ اس کی دوسری بہن کی شادی کی تاریخ پہلے سے طے ہو گئی تھی۔ لڑکی کے والدین دوسری بیٹی کے عدت میں ہونے کی وجہ سے فی الحال شادی نہیں کرنا چاہتے جبکہ لڑکے والے جلدی کر رہے ہیں، کیا اس صورت میں شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) شوہر کے مرنے کے بعد عورت اپنے سر میں تیل اور گھر میں جھاڑو لگا سکتی ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: عبدالغفور، سندھی ہونٹل، لیاقت آباد

WWW.NAFSEISLAM.COM

## الجواب:

- (۱) جو عورت عدت گزار رہی ہے، اس کا نکاح عدت میں ناجائز ہے۔ لیکن بہن کے نکاح میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اس کا نکاح کر دینا ہی نظر شرع میں پسندیدہ ہے۔ اور معتدہ گھر یلو حد تک سادگی کے ساتھ شادی کے پروگراموں میں شرکت کر سکتی ہے۔ ہال وغیرہ بیاہر کی تقریبات میں شریک نہیں ہو سکتی۔
- (۲) عورت عدت میں سر میں تیل نہیں لگا سکتی ہے۔ جھاڑو وغیرہ دے سکتی ہے۔ برتن دھونا اور گھر کے دیگر کام کاج بھی کر سکتی ہے۔

## عدت میں سر سے پردہ کرنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: عدت گزارنے والی عورت! دوران عدت اپنے سر سے پردہ کرے گی یا نہیں؟ جواب عنایت

فرمائیں۔

سائل: عبدالرشید، ترک مسجد، کراچی

الجواب:

قبل عدت جن سے پردہ فرض تھا، دوران عدت بھی، ان سے پردہ کرنا فرض ہے۔ اور جن لوگوں سے عدت سے پہلے پردہ کرنا فرض نہیں تھا ان سے عدت میں بھی پردہ کرنا فرض نہیں۔ سر سے پردہ نہیں ہے لہذا شوہر کے مرنے کے بعد شوہر کے باپ سے پردہ کرنا فرض نہیں ہے۔

## عدت میں دیور وغیرہ سے پردہ

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ: ایک عورت جس کا شوہر انتقال کر چکا ہے۔ کیا عدت کے ایام میں دیور یا اسکے لڑکے اسکے پاس آسکتے

ہیں؟

سائل: محمد مسعود

الجواب:

پردے کے احکام میں عدت اور غیر عدت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ غیر محرم سے پردہ ہمیشہ کرنا ہے۔ دیور اور جیٹھ بھی غیر محرم ہیں، ان سے بھی پردہ کرنا ہے اور دیور کیلئے تو حدیث میں ہے، اس حدیث کو امیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل البخاری نے صحیح بخاری میں نقل کیا:

## الحمو الموت

(جلد ۲) کتاب النکاح ، باب لا یخلون رجل بامرأة الخ ، صفحہ : ۷۸۷ ،

قدیمی کتب خانہ ، کراچی)

یعنی دیور موت ہے۔

یعنی جس طرح آدمی کو موت سے چنا چاہئے ایسے عورت کو دیور سے دور رہنا چاہئے۔

عدت میں نکاح کرنے والی اور اس کو جائز سمجھنے والوں کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک شخص فوت ہو گیا، اس کے ورثاء میں فقط ایک بیوی ہے۔ اس عورت نے عدت بھی نہیں کی، گھومتی رہی اور ایک ماہ، پندرہ دن کے بعد شادی کر لی۔ آیا یہ نکاح جائز ہو یا نہیں؟ اور ہمارے یہاں کے عالموں نے بالاتفاق یہ فتویٰ دیا کہ یہ نکاح نہیں ہو اور نکاح پڑھنے والے، سننے والے، بیٹھنے والے، سب کے نکاح ٹوٹ گئے اور یہ سب دوبارہ نکاح پڑھوائیں۔ کیونکہ انہوں نے قرآن کے حکم کی صراحتاً خلاف ورزی کی ہے۔ تفصیل سے مطلع فرمادیں۔

الجواب :

متوفی کی بیوی کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔ قرآن کریم میں ہے :

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

(سورة البقرة، آیت : ۲۳۴)

یعنی اور جو تم میں سے مریں اور بیویاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔

(کنز الایمان)

لہذا صورت مسئولہ میں یہ نکاح نہیں ہوا۔ اور جن لوگوں نے اس نکاح میں، اس نیت کے ساتھ شرکت

کی کہ یہ جائز ہے، ان سب کے نکاح ٹوٹ گئے کیونکہ یہ حکم قرآنی سے روگردانی اور صریح انحراف ہے۔



## حلالہ کا بیان

### حدیث سے حلالہ کا ثبوت

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ :

بچر نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ جب تک عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے، اس کیلئے حلال نہیں ہو سکتی۔ حضور ﷺ کی حیات پاک کے اندر کیا کوئی حلالہ کا واقعہ پیش آیا یا نہیں؟

مسائل: محمد جمال خان، اورنگی ٹاؤن، کراچی

الجواب:

عمد نبوی میں بھی تین طلاقیں دیئے جانے کے واقعات پیش آئے۔ ترمذی شریف میں ہے، اس حدیث کو استاذ الحدیثین ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے جامع ترمذی میں اس حدیث کو نقل کیا:

عن عائشة قالت جاءت امرأة رفاعة القرظي الى رسول الله ﷺ فقالت اني كنت عند رفاعة فطلقني فبیت طلاقي فتزوجت عبد الرحمن بن الزبير وما معه الا مثل هذبة الثوب فقال اتریدین ان ترجعی الي رفاعة لا حتی تذوقی عسیلتہ ویدوق عسیلتک

(حصہ اول، ابواب النکاح، باب ما جاء في من يطلق امراته ثلاثا،

صفحہ: ۱۳۳، فاروقی کتب خانہ، کراچی)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا: رفاعہ قرظی کی بیوی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس نے عرض کی کہ میں رفاعہ کی زوجیت میں تھی، انہوں نے مجھے تین طلاقیں دے دیں۔ عدت گزارنے کے بعد میں نے عبد الرحمن بن زبیر سے نکاح کیا۔ اور نہیں ہے ان کے ساتھ مگر کپڑے کے آنے کی مانند (یعنی ان میں وطنی کی صلاحیت نہیں ہے) اس پر آپ نے فرمایا کہ تو دوبارہ رفاعہ کی زوجیت میں آنا چاہتی ہے، نہیں آسکتی۔ یہاں تک کہ تو اس سے لطف اندوز ہو اور وہ تجھ سے لطف اندوز ہوں۔ یعنی شوہر ثانی کا وطنی کرنا شرط ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ

(سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۰)

پھر اگر اسے تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس

نہ رہے۔ (کنز الایمان)

یعنی تین طلاقوں کے بعد عورت شوہر پر حرمت مغلطہ کے ساتھ حرام ہو جاتی ہے۔ اب نہ اس سے رجوع ہو سکتا ہے، نہ دوبارہ نکاح۔ جب تک کہ حلالہ نہ ہو۔ یعنی بعد عدت یہ عورت دوسرے سے نکاح کرے اور وہ بعد صحبت طلاق دے۔ پھر اگر اس طلاق کی عدت گزرنے کے بعد وہ دونوں نکاح کرنا چاہیں تو نکاح کر سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## حلالہ کی تعریف

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
ایک شخص نے حلالہ کیا، بیوی سے صحبت میں صرف دخول ہوا، انزال نہیں ہوا۔ تو کیا اس صورت میں  
حلالہ ہو گیا یا نہیں؟ عورت پر عدت لازم ہوگی یا نہیں؟

سائل: عبدالسلام، لیاقت آباد، کراچی

الجواب:

حلالہ کیلئے دخول شرط ہے۔ انزال ضروری نہیں۔ شیخ الاسلام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر  
الفرغانی متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا:

والشرط الايلاج دون الانزال

(اولین، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة،

صفحہ: ۲۰۰، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

یعنی دخول شرط ہے، انزال نہیں۔

لذا صورت مسئولہ میں اگر دخول ہو گیا تھا، تو یہ حلالہ درست ہے۔ بعد طلاق عورت پر عدت لازم

ہے۔ مطلقہ کی عدت تین ماہواری ہے۔ جبکہ حاملہ نہ ہو۔ اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت چھ پیدا ہونے پر ختم ہوگی۔

## حلالہ کی نیت سے نکاح کرنا

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ :

(۱) ایک مرد اور ایک عورت کا نکاح کرنا مقصود ہے، لیکن نکاح حلالہ کی نیت سے کیا جا رہا ہے۔ کیا اس کی

اجازت ہے؟ نیز کیا صرف دخول سے حلالہ ہو جائے گا یا کہ انزال ہونا بھی شرط ہے۔

(۲) سنا ہے کہ نکاح کے وقت اگر یہ بات کہہ دی جائے کہ طلاق کا حق عورت کو دیا جاتا ہے تو کیا ایسی صورت میں اگر عورت دو گواہوں کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں فلاں سے طلاق لیتی ہوں، میں فلاں سے طلاق لیتی ہوں، میں فلاں سے طلاق لیتی ہوں۔ تو اس طرح طلاق واقع ہو جاتی ہے۔  
قرآن وحدیث کی روشنی میں جو اب عنایت فرمائیں۔

سائل: محمد نعیم، فیڈرل ملی ایریا، کراچی

الجواب:

(۱) جو شخص اس نیت سے حلالہ کرے کہ ان دونوں کا گھر آباد ہو جائے تو ایسے شخص کیلئے اس میں اجر ہے۔ حلالہ کیلئے دخول شرط ہے نہ کہ انزال۔ لہذا محلل (حلالہ کرنیوالا) اگر دخول کرنے کے بعد اخراج کرے اور انزال نہ بھی ہو تو حلالہ درست ہو جائے گا۔

(۲) صورت مسئولہ میں جب یہ شخص خود جس چیز کا مالک نہیں تو یہ دوسرے کو اس کا اختیار نہیں دے سکتا۔ ہاں یہ کر سکتا ہے کہ عورت سے کہے کہ میں جس روز تم سے نکاح کروں اسکے ایک روز بعد تمہیں اختیار ہوگا کہ اپنے آپ کو ایک طلاق دے سکتی ہو۔ ایک طلاق کا اختیار دے دینا کافی ہے۔ اس صورت میں جب یہ عورت اپنے آپ کو طلاق دے گی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

اعلامیہ نکاح حلالہ کرنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:  
اگر کسی عورت کا نکاح حلالہ کرنا مقصود ہو اور کوشش یہ ہو کہ یہ کام رشتہ داروں اور محلّہ والوں سے راز میں رکھا جائے تو اس مقصد کیلئے مصلحتاً عورت اپنا اور اپنے والد کا نام بدل سکتی ہے؟ کیا نکاح حلالہ صرف زبانی طور پر ہو سکتا ہے؟ یعنی اس کیلئے فارم وغیرہ نہ بھرے جائیں۔

سائل: محمد نعیم، فیڈرل ملی ایریا، کراچی

## الجواب :

نکاح کیلئے دو گواہوں کا ہونا شرط ہے۔ ان گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول ہو۔ اگر لڑکا اور لڑکی خود دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کریں تو نکاح ہو جائے گا۔ مگر حدیث شریف میں نکاح بالا اعلان کرنے کا حکم دیا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر چھپ کر لڑکے اور لڑکی نے دو گواہوں کے سامنے نکاح کر لیا اور کسی کو معلوم نہ ہو تو ان کو ساتھ رہتے دیکھ کر لوگ تہمت لگائیں گے۔ اس سے چھپنے کیلئے نکاح بالا اعلان کرنا چاہیے۔ جب لڑکی اور لڑکا خود ایجاب و قبول نہ کریں تو لڑکی سے وکالت حاصل کرنا ہوتی ہے۔ لہذا ایک شخص کو وکیل بنایا جاتا ہے۔ اس کی وکالت حاصل کرنے کیلئے بھی دو گواہوں کی ضرورت ہے۔ ان گواہوں کا نکاح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ گواہ اس لئے بنائے جاتے ہیں کہ اگر لڑکی وکالت کا انکار کر دے اور یہ کہے کہ میرا نکاح میری مرضی کے بغیر کر دیا گیا ہے تو ان گواہوں سے وکالت ثابت کی جائے گی۔

نکاح پڑھانے والے کے علاوہ دو گواہ ہونے چاہئیں۔ عدت گزرنے کے بعد کسی ایسے شخص سے مطلقہ کا نکاح کیا جائے جو صحبت کرنے پر قادر ہو اور وہ صحبت بھی کرے۔ اور اس نکاح حلالہ کا علم ان لوگوں کو ہونا چاہیے جو اس کے مطلقہ ہونے کو جانتے ہیں ورنہ وہ تہمت لگائیں گے کہ تین طلاقوں کے بعد بھی بیوی کو رکھے ہوئے ہے۔ نکاح کے صحیح ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ جس عورت کا نکاح کیا جا رہا ہے، اس کو شوہر پہچانتا ہو۔ لہذا عورت کا وہ نام لیا جائے گا، جس سے وہ پہچان لے اور خفیہ نکاح کرنے کے بارے میں اوپر بتا دیا گیا ہے۔ شرعاً فارم کی ضرورت نہیں ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

حلالہ کی چند صورتیں

## الاستفتاء :

محترم جناب مفتی صاحب! دارالعلوم امجدیہ، کراچی  
السلام علیکم

ایک شرعی مسئلے میں آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے کہ ہمارے معاشرے میں طلاق اور بعد میں حلالے کے مسائل سنگین صورت اختیار کر چکے ہیں۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ حلالے کی مدت کے دوران حمل

قرار پا جاتا ہے اس وجہ سے پہلا شوہر دوبارہ اس عورت سے نکاح کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ اور صرف حلالے کی نیت سے شادی کرنے والا مرد پیدا ہونے والے بچے کی ذمہ داری سے مجبوری ظاہر کرتا ہے بہر صورت نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عورت اور بچہ مشکلات میں پڑ جاتے ہیں۔ جزوی طلاق اس مسئلے کا کامل حل نہیں کیونکہ طلاق ثلاث ہو جانے کی صورت میں دوبارہ شادی کیلئے شرعی احکامات کی جا آوری یعنی حلالہ ضروری ہے۔

اس قسم کا ایک مسئلہ درپیش ہے۔ ایک شریف خاندان ایمانداری سے حلالے کے بعد دوبارہ نکاح کرنے کا آرزو مند ہے۔ طریقہ کار اس خاندان کے نزدیک یہ پسند کیا گیا ہے کہ حلالے کے فرائض انجام دینے والے شخص کو بطور تحفہ کچھ معاوضہ دیا جائے گا وہ شخص کثرت اولاد کی وجہ سے نس بندی کراچکا ہے لیکن وطن کی صلاحیت رکھتا ہے۔ البتہ حمل قرار نہیں پاتا کیونکہ وہ نس بندی کراچکا ہے۔ لہذا علمائے کرام اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

(۱) کیا حلالہ کرنے والا شخص حلالہ کا معاوضہ لے سکتا ہے؟

(۲) اگر حلالے کے کام کیلئے معاوضہ تو نہ مقرر کیا جائے لیکن بطور تحفہ یا ہدیہ اس شخص کو کچھ دیا جائے تو یہ فعل جائز سمجھا جائے گا؟

(۳) اگر حلالے کے نتیجہ میں ہنجرے ہوئے میاں بیوی دوبارہ ازدواجی تعلقات میں منسلک ہو جائیں اس سے حلالے کے فرائض انجام دینے والے کو کیا ثواب ملے گا؟

سائل: خادم لائن عمر انصاری، ایم اے جناح روڈ، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

حدیث میں ہے، اور اس حدیث کو حافظ ابو داؤد سلیمان بن الأشعث متوفی ۵۷۵ھ نے سنن ابو داؤد میں نقل کیا:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لُعِنَ الْمُحِلُّ وَالْمُحَلَّلُ لَهُ؛

( حصہ اول، کتاب النکاح، باب فی التحلیل، صفحہ: ۹۱، ۲۹۰،

مکتبہ حقانیہ، ملتان)

یعنی بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حلالہ کرنے والے پر اور جسکے لئے حلالہ کیا گیا ہے، دونوں پر

لعنت کی گئی۔

حنفیہ کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص صرف اس قصد سے نکاح کرے کہ ایک دن بعد طلاق دے دے گا یا صرف پہلے کیلئے حلال کرنا مقصود تھا، اس کا یہ فعل اور پہلا شوہر جس نے اس شرط کے ساتھ حلالہ کروایا، دونوں پر لعنت ہے۔ لیکن حلالہ اس صورت میں بھی ہو جاتا ہے۔

شریعت کا نکاح سے مقصد تاحیات نکاح کو باقی رکھنا ہے۔ نکاح اسی ارادے سے کرنا چاہئے۔ حلالہ کرنے کی اجرت لینا حرام ہے۔ اور اگر بطور نذرانہ لینے کا عرف کیا جائے یا ان لوگوں کے ذہنوں میں حلالہ سے پہلے، اس کا خیال تھا جب بھی ناجائز ہے۔ ہاں اگر شرط نہیں ہے لیکن حلالہ کرنے والے کی نیت یہ ہے کہ پہلے والے کیلئے بیوی حلال ہو جائے گی اور میرے اس فعل سے ان کا گھر تباہی سے بچ جائے گا، تو حلالہ کرنے والے کو اس صورت میں ثواب ملے گا۔ جس نے نس ہندی کروائی ہے اور وہ وظیفی پر قادر ہے، اس سے نکاح ہو تو حلالہ ہو جائے گا۔ حلالہ کیلئے عورت کا حاملہ ہو جانا شرط نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ:

زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ اس نے اپنی مطلقہ سے دوبارہ نکاح کیلئے حلالہ کروایا۔ حلالہ کیلئے نکاح کچھ اس طرح ہوا کہ نکاح کرنے والے نے لڑکی سے یوں کہا ”تم نے نکاح کا معاملہ ۵۰۰ روپے مہر کے عوض قبول کیا“ لڑکی نے اقرار کے طور پر قبول ہے، کہا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

اس مجلس میں نکاح کرنے والے کے علاوہ ۲ آدمی اور بھی تھے، ایک کو نکاح کا علم تھا جبکہ دوسرے کو نہیں۔ جسے علم نہیں تھا اس نے بھی نکاح والے الفاظ کو سنا تھا۔ نکاح کرنے والے نے اپنی منکوحہ سے ہمبستری کی اور اس کے بعد اسے تین طلاقیں دے دیں۔ کیا یہ نکاح صحیح ہوا تھا یا غلط؟ نیز پہلے شوہر کیلئے وہ عورت حلال ہوئی یا نہیں؟ اگر یہ نکاح غلط ہوا ہے تو کیا حلالہ کیلئے لڑکی کو دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا؟

سائل: محمد جاوید، کھارادر، کراچی

## الجواب :

صورت مسؤلہ میں نکاح نہیں ہوا۔ اس لئے کہ عورت سے جو لفظ کہے گئے وہ ایجاب کے نہیں اور اس میں شوہر کا بھی تعین نہیں ہے۔ یعنی یہ نہ کہا کس سے نکاح قبول ہے۔ بلا تعین شوہر ایجاب و قبول نہیں ہو سکتا۔ لہذا جب یہ نکاح فاسد ہوا تو حلالہ بھی نہیں ہوا۔ اور یہ عورت پہلے شوہر کیلئے حلال بھی نہ ہوئی۔ مگر عورت سے وطی بالشبہ ہے۔ اور وطی بالشبہ میں بھی عدت واجب ہو جاتی ہے۔ لہذا اس وطی کے بعد جب تین حیض گزر جائیں تو پھر کسی شخص سے یہ عورت نکاح صحیح کرے، وہ اسکے ساتھ وطی کرے اور اسکے بعد خود اسکو طلاق دے دے یا مر جائے تو پھر عدت گزارنے کے بعد یہ پہلے شوہر کیلئے حلال ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔

## حرمتِ ابدی والی مطلقہ سے حلالے کا حکم

## الاستفتاء :

محترم جناب مفتی صاحب!

عرض یہ ہے کہ زید اپنی ساس سے شہوت کے ساتھ ملا اور کئی مرتبہ ایسا ہوا۔ کیا زید کا نکاح باقی ہے یا نہیں؟ اور اب غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو تین مرتبہ طلاق بھی دے دی تو کیا اس صورت میں حلالہ کے بعد زید کی مطلقہ اس کیلئے جائز ہوگی یا نہیں؟

سائل: محمد عبداللہ، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

## الجواب :

یہ بیان خود شوہر کا ہے، ساس کا شہوت کے ساتھ داماد کو چھونا حرمت مصاہرت کا سبب ہے۔ لہذا اسکی وجہ سے یہ بیوی اپنے شوہر پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو گئی۔ جب یہ حرام ہو چکی تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ لہذا ان دونوں کے حلال ہونے کی یا نکاح کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔



## حقوق العباد کا بیان

حقوق اللہ کی ادائیگی اور حقوق العباد میں کوتاہی

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک شخص ایک دینی جماعت سے وابستہ ہے، صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے، شرعی لباس بھی پہنتا ہے، چہرے پر داڑھی مبارک بھی ہے، لوگوں کو نیک کام کرنے کی ترغیب اور دعوت و تبلیغ کا کام بھی کرتا ہے۔ اس سال حج کی سعادت حاصل کرنے کا بھی ارادہ ہے۔ لیکن دوسری طرف اپنے ماں باپ سے بد کلامی کرتا ہے، گالیاں دیتا ہے، ایک آدھ مرتبہ والدین پر ہاتھ بھی اٹھا چکا ہے۔ اس کے باپ نے اس کا داخلہ اپنے گھر میں بند کر دیا ہے۔ اپنی والدہ کی خدمت نہیں کرتا، جو کہ اکثر بیمار رہتی ہیں، جبکہ والد اور والدہ دونوں عمر رسیدہ ہیں۔ دوکان کے ملازم سے ہتک آمیز سلوک کرتا ہے، پچھلے سال ایک معاہدہ کیا، اس کی ادائیگی نہیں کی اس سال بھی ایک تحریری معاہدہ کیا لیکن وقت پر اس معاہدے سے انکار کر دیا تاکہ معاہدے کے مطابق رقم کی ادائیگی نہ کرنی پڑے۔

سوال یہ ہے کہ ایسے شخص کے دنیاوی عمل (حقوق العباد) کی روشنی میں اس کے شرعی عمل (حقوق اللہ

(کی کیا حیثیت ہے اور کہاں تک قابل قبول ہیں؟ کیا ایسا شخص والدین کے حقوق، ملازم کے واجبات ادا کئے بغیر اور معاہدہ پورا کئے بغیر دیگر شرعی حقوق ادا کر سکتا ہے؟ ہر اہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا جواب مرحمت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

سائل: محمد اسماعیل

## الجواب:

انسان کے ذمہ دو قسم کے حقوق ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ حقوق اللہ میں عبادات ہیں، ان میں کوتاہی اور کمی بندے اور اللہ کا معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا معاف فرمائے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا۔ حقوق العباد میں بندوں کے ساتھ معاملات ہوتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ حق والدین کا ہے، اس کے بعد رشتہ داروں کا، پھر پڑوسیوں اور عام مؤمنین کا اور علی العموم انسانوں کا۔ گالی دینا، بد خلتی سے پیش آنا، وعدہ خلافی کرنا اور بے ایمانی مبدیانتی وغیرہ یہ تمام حقوق العباد کو پامال کرنے والی باتیں ہیں۔

حقوق العباد کا معاملہ اتنا سخت ہے کہ ان سے متعلق صحاح ستہ کتب احادیث میں متعدد احادیث اس مضمون کی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”میدان حشر میں اللہ تبارک و تعالیٰ اعلان فرمادے گا کہ بندو! اگر میرے حقوق کے معاملے میں اگر کوتاہی ہے تو میں جسے چاہوں معاف کروں گا جسے چاہوں سزا دوں گا مگر بندوں کے حقوق کے معاملے میں میں کچھ نہیں کروں گا۔ جس کا حق ہے وہ اگر چاہے تو معاف کرے“ اسی لئے حدیث میں فرمایا، اور اس حدیث کو رئیس المحدثین امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اپنی صحیح بخاری میں نقل کیا:

الظُّلْمُ ظُلْمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(جلد ۱) ابواب المظالم والقصاص، باب الظلم ظلمات يوم القيامة،

صفحة: ۳۳۱، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

فرمایا کہ دنیا میں چھوٹا ظلم یعنی کسی کی حق تلفی قیامت کے دن بہت سے ظلموں کا مجموعہ ہوگا۔

اس لئے دنیا میں مرنے سے پہلے لوگوں کے حقوق ادا کر دیا ان سے معاف کر لو۔ حشر میں کوئی معاف کرنے والا نہیں ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے، اس حدیث کو حافظ الحدیث امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل ابنی عبد اللہ ۷نی متوفی ۲۴۱ھ نے اپنی مسند میں نقل کیا۔ اس کے علاوہ مسلم کتاب البر اور ترمذی شریف، کتاب القیامۃ میں بھی یہ

حدیث شریف موجود ہے کہ :

حضور ﷺ نے صحابہ سے سوال کیا کہ مفلس کون ہے انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے نزدیک تو مفلس وہ ہے جس کے پاس روپے پیسے نہ ہوں۔ حضور نے فرمایا بڑا مفلس وہ ہے جس نے دنیا میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسری عبادات و طاعات کیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ انسانوں کی حق تلفی کی تھی یعنی حقوق العباد ادا نہ کئے تھے جو میدان حشر میں یہ تمام حقوق والے اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ ہمارے حقوق اسی شخص نے ادا نہیں کئے ہیں۔ اس کا بدلہ ہمیں دلا دیجئے تو اس نیکی کرنے والے کی ساری نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی اگر اس سے ان کا بدلہ پورا ہو گیا جب بھی یہ خالی ہاتھ رہ جائے گا اور جہنم میں جائے گا اور اگر ان لوگوں کا بدلہ پورا نہ ہو تو ان کے گناہ اس کی گردن پر مسلط کر دیئے جائیں گے اور یہ جہنم میں جائے گا، یہ بڑا مفلس ہے۔

(مسند الامام احمد بن حنبل، ۳۳۴/۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

صاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی: ۵۷۴ھ نے

حدیث نقل کی :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے فرمایا: ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ فلاں عورت کے بارے میں اس کی کثرت نماز اور روزے اور صدقے کے متعلق تذکرہ کیا جاتا ہے مگر وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے اذیت پہنچاتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ جہنم میں ہے، پھر اس شخص نے عرض کی کہ حضور فلاں عورت کے بارے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ روزہ، صدقات اور نماز بہت کم ادا کرتی ہے اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ کئے اور وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذا رسانی نہیں کرتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ جنتی ہے

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الثالث،

صفحہ: ۴۲۴، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

لہذا سوال میں جس شخص کا تذکرہ ہے، اسے خدا کے عذاب سے چھٹا چاہئے اور جلد از جلد والدین سے معافی مانگ کر آئندہ کیلئے ان کے حقوق ادا کر نیکاً عہد کرنا چاہئے اور دوسرے جن لوگوں کے حقوق اگر مالی ہیں تو انہیں فوراً ادا کر دے اور اگر وعدہ خلافی، ایذا رسانی گالی وغیرہ سے متعلق ہیں تو ان اصحاب سے معافی طلب کرنی چاہئے۔

چاہئے۔

## دوسرے کا حق مارنے کی مذمت، اپنا حق لینے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید و بحر چھ سال تک شراکتی کاروبار میں برابری کے حصہ دار تھے۔ زید کی بیوی ہندہ کی ریشہ دوانی سے تنازعہ پیدا ہوا تو عمر نے ثالث کا کردار ادا کیا۔ بحر کا حصہ اکیس ہزار روپے زید نے تسلیم کئے مگر ہندہ نے مداخلت و مزاحمت کر کے یہ رقم دس ہزار روپے تک گھٹادی، جس کی دس قسطیں ایک ایک ہزار روپے ماہانہ مقرر ہوئیں۔ پہلی قسط ایک ہزار روپے دیکر بقیہ نو ہزار روپے روک لئے۔ زید فوت ہو گیا اور ہندہ نے ترکہ میں کثیر رقم پائی لیکن بحر کا حق ادا کرنے کو تیار نہیں۔ عمر بھی ہندہ کا طرف دار بن گیا۔ سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۲، ۲۸۳، سورہ مائدہ کی آیت ۸، سورہ نساء کی آیت ۱۳۵، مع تفسیر و تشریح نقل کر کے بھیجی گئیں۔ عمر گواہی کیلئے تیار نہیں۔ ہندہ اور اس کے ہمراہ عمر کیلئے حکم شرع کیا ہے؟ ظالم کے مال پر کسی وقت مظلوم قابو پائے تو اپنا حق وصول کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ جبکہ زیادتی سے بچ کر صرف اپنا حق مضبوط حاصل کرنا مقصود اور مطلوب ہو۔ بینوا و توجروا

سائل: احمد حسن، سمن آباد، کراچی

الجواب:

جب اتفاق رائے سے فیصلہ ہو چکا، تو جتنی رقم ادا کرنی تھی وہ فوراً ادا کرنا ضروری ہے۔ حدیث میں فرمایا، اس حدیث کو رئیس الحدیثین محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ متوفی ۲۵۶ھ نے اپنی صحیح میں نقل کیا:

مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ

(جلد ۱) کتاب الاستقراض، باب مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، صفحہ: ۳۲۳،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی جو دینے کی استطاعت رکھتا ہے پھر بھی لوگوں کا حق دینے میں ٹال مٹول کرے وہ ظالم ہے۔

اگر واقعی دینے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے تو حق والے سے مہلت لے لے اور اس کو مہلت دے دینی

چاہئے۔ لہذا یہ رقم فوری ادا کرنا ضروری ہے۔ اس میں دیر کرنا جائز نہیں اور جو حق تلفی میں اس کا ساتھ دے، وہ بھی

گناہ میں شریک ہے۔ قرآن میں فرمایا:

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

(سورۃ (۵) المائدہ، آیت: ۲)

یعنی گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی معاونت نہ کرو۔ (کنز الایمان)

صاحب حق کو اپنا حق لینے کی اجازت ہے مگر شرط یہ ہے کہ جس قسم کا حق تھا اسی قسم سے لے یعنی روپے تھے تو روپے لے گا، سونا چاندی تھی تو وہی لے گا اور جتنا حق تھا اتنا ہی لے گا، اس میں اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ جب موقع مل جائے بلا اجازت اپنا حق حاصل کر سکتا ہے۔

## والدین کی خدمت اور بیوی بچوں کی ان سے علیحدگی

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) اگر گھریلو حالات والدین کے ناروا سلوک کی وجہ سے خراب ہوں، تو کیا والدین سے علیحدگی اختیار

کی جاسکتی ہے؟

(۲) علیحدگی کی صورت میں والدین یا دونوں میں سے کوئی ایک اگر یہ کہے کہ ”میں نے تمہیں نہیں دھسا“

تو کیا میں عذاب کا مستحق ہوں گا؟ جبکہ میں حق پر ہوں۔

(۳) علیحدگی کا شرعی طریقہ کیا ہوگا اور علیحدگی کی صورت میں کیا میں والدین کو علیحدہ خرچ دینے کا پابند

ہوں؟ جبکہ میری آمدنی خود میرے لئے بھی کم ہے۔

(۴) اگر والدین خود ہی علیحدگی کے بہانے تلاش کریں، تو کیا میں اس وجہ سے عذاب کا مستحق ہوں گا؟

(۵) کیا ہم ہر اضنی و خوشی علیحدگی اختیار کر سکتے ہیں اور اس کا شرعی طریقہ کیا ہوگا؟

(۶) علیحدگی کی صورت میں اگر میرے کچھ عزیز مجھ سے قطع تعلق کر لیں تو کیا میں گناہ گار ہوں گا

کیونکہ جو شخص رشتوں کو توڑتا ہے وہ گناہ گار ہے۔ جبکہ میں جوڑ کا قائل ہوں توڑ کا نہیں۔

(۷) کیا میری بیوی میرے علاوہ میرے والدین اور دیگر افراد خانہ کی خدمت کی بھی شرعی پابند ہے؟

(۸) اگر میری بیوی یہ کہے کہ میں تو ان حالات سے تنگ آگئی ہوں اور مجھے علیحدہ گھر لے کر دوسری جگہ رکھو اور میری آمدنی اتنی نہیں کہ بیک وقت والدین اور بیوی کو علیحدہ علیحدہ رکھ سکوں۔ ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کیا میں اس کی ایسی بات ماننے کا پابند ہوں یا نہیں؟ واضح رہے کہ میرا ایک چھوٹا بھائی ہے جو سروس کرتا ہے اور اس کے علاوہ میرے والد صاحب ہیں۔ ان دونوں کی آمدنی بہت قلیل ہے۔

سائل: بندہ خدا

الجواب:

حقوق والدین کے متعلق یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اولاد، دن رات والدین کی خدمت کرے، تب بھی ان کے حقوق ادا نہیں کر سکتی۔ قرآن و حدیث میں حقوق والدین کی ادائیگی کی سخت تاکید آئی ہے۔ لہذا اس میں کوتاہی کرنا کسی طور جائز نہیں ہے۔ اگرچہ اس کی نظر میں وہ ظلم بھی کرتے ہوں، تب بھی ان کے حقوق ادا کرے گا ان کی خدمت کرے گا، ان سے تعلقات قائم رکھے گا، کبھی ترش روئی سے ان سے پیش نہیں آئے گا، ان سب پر عمل کرتے ہوئے ساتھ رہنا ضروری نہیں ہے، علیحدہ رہ سکتا ہے۔

علیحدہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بیوی بچوں کیلئے رہائش کا علیحدہ انتظام کرنے یا اسی مکان میں علیحدہ خورد و نوش کا انتظام کرے۔ خصوصاً اس صورت میں، جبکہ ساتھ رہنے میں، تعلقات زیادہ خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔ والدین کو چاہیے کہ شادی شدہ لڑکوں کو علیحدہ رہنے کی اجازت دے دیں۔ علیحدہ ہونے کے بعد بھی اگر والدین کو بدنی یا مالی خدمت کی ضرورت ہو، تو یہ کرتا رہے گا۔ اگر اس کی مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ اپنے بیوی بچوں کا گزارہ ہو سکے اور اگر والدین کی آمدنی ان کے گزارے کے لائق ہے تو ان کی منت سماجت کر کے اپنی حالت انہیں بتائے گا کہ اس قابل نہیں ہوں کہ میں آپ کی مدد کر سکوں۔ اور انہیں عذر قبول کرنا چاہیے۔ اور اگر والدین کی آمدنی ان کے گزارے کے لائق نہیں ہے تو خود خرچ میں کچھ کمی کرے اور ان کی مدد کرے۔

شرعاً بلا وجہ رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا جائز نہیں ہے۔ علیحدہ ہونا کوئی گناہ نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے تعلقات منقطع کر دیئے جائیں۔ مگر حدیث کا حکم یہ ہے، اس حدیث کو امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل متوفی: ۲۴۱ھ نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے:

صِلْ مَنْ قَطَعَكَ

(مسند الامام احمد بن حنبل، ۱۳۸/۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت)  
یعنی تم سے جو رشتہ داری کے تعلقات منقطع کرے، اس سے تعلقات قائم کرو۔  
لہذا یہ اپنی طرف سے کوشش کرے اس کو ثواب ملے گا اور رشتہ دار تعلقات منقطع کرنے کی وجہ سے گناہ  
گار ہوں گے۔ بیوی اپنے شوہر کے والدین کو خوش رکھنے کی پابند ہے اور اگر وہ عمر رسیدہ ہیں اور ان کو بدنی خدمت کی  
ضرورت ہے، کوئی دوسرا یہ خدمت کرنے والا نہیں ہے، تو اس کیلئے یہ باعث سعادت ہے کہ وہ ان کی خدمت  
کر کے ثواب حاصل کرے۔

## مطلقہ ماں اور باپ کے حقوق

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:  
ایک بڑی عمر والے صاحب نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ ساری جائیداد بیوی کے پاس ہے اور جوان  
بالغ اولاد بھی ماں کے ساتھ ہے۔ ایک ہی مکان میں سب رہتے ہیں۔ بزرگ کمانے کی حالت میں نہیں ہیں۔ اس  
لئے از روئے شرع یہ بتائیں کہ بالغ جوان اولاد باپ کو روٹی کپڑا دینے کی مجاز ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا  
سائل: حاجی بشیر احمد خان ولد محی الدین، منگھو پیر روڈ، کراچی

الجواب:

WWW.NAFSEISLAM.COM  
بیوی کو طلاق دینے کے بعد صرف زمانہ عدت کا خرچہ اور رہائش دینا شوہر پر واجب ہے۔ اور شوہر اپنی  
زندگی میں ساری جائیداد کا خود مالک ہے۔ بالغ بیویوں کا خرچہ بھی باپ پر واجب نہیں۔ اور مرض الموت سے پہلے جب  
بیوی کو طلاق دے دی جائے تو بیوی ترکہ کی بھی حقدار نہیں رہتی ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں اولاد اور بیوی مکان  
وغیرہ کے مالک نہیں ہیں۔ اولاد پر باپ کا جو حق ہے، وہ انھیں ادا کرنا چاہیے اور باپ کے مال سے اسے نفع اٹھانے سے  
روکنا ظلم ہے اور اس ظلم سے انھیں باز رہنا چاہیے۔

## والدین کا اولاد کے مال میں تصرف اور ہبہ کی ہوئی چیز کی واپسی کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) والدین کا اپنی اولاد کی ملکیت پر کتنا حق ہے؟ ملکیت خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی؟

(۲) بیٹے کے دو ہزار روپے والد کے پاس بطور امانت رکھے ہوئے تھے، وہ پیسے والد نے خرچ کر دیئے

کیا بیٹا اپنے والد سے پیسے وصول کر سکتا ہے؟ اور اگر کر سکتا ہے تو کس طریقے سے؟

(۳) والد نے بیٹے کو پلاٹ کا ایک حصہ ہبہ کر دیا تھا کہ اپنے حصہ پر مکان تعمیر کرے۔ مگر بیٹے نے

سارے پلاٹ پر قبضہ کر لیا۔ جبکہ دوسرے بیٹے بھی ہیں اور ان کا بھی پلاٹ میں حصہ اور حق ہے۔ اب والد صاحب

ہبہ والے حصے کے علاوہ باقی پلاٹ آزاد کر دینا چاہتے ہیں تو انہیں شرعاً کیا کرنا چاہیے، جس سے باقی حصہ مل جائے تاکہ

باقی بیٹوں میں تقسیم کر سکیں۔ بلکہ والد صاحب نے جو حصہ ہبہ کیا تھا، اسے بھی واپس لینا چاہتے ہیں۔ برائے کرم

مختصر اور جامع جواب عنایت فرمائیں۔

فتنہ اسلام

سائل: محمد سلیمان جسکانی بلوچ

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

(۱) باپ کے اپنی اولاد پر بہت سے حقوق ہیں۔ مگر باپ کو اولاد کے مال میں تصرف کرنے کا حق صرف

اس صورت میں ہوتا ہے کہ باپ کے پاس کھانے وغیرہ کیلئے پیسے نہ ہوں تو بیٹے کے مال سے ضرورت کے مطابق

خرچ کر سکتا ہے اور اگر باپ اتنا محتاج نہ ہو تو بیٹے کے مال میں تصرف نہیں کر سکتا۔

(۲) باپ کے پاس اگر بیٹے نے امانت رکھی تھی تو باپ پر واجب ہے کہ وہ اس کی امانت لوٹا دے اگر خرچ

کر چکا ہے تو ضمان دے۔

(۳) باپ نے پلاٹ کا جتنا حصہ بیٹے کو دیا تھا صرف اتنے حصہ پر اسے مکان بنانے کا حق تھا، باقی پلاٹ پر



مکان بنانے کا حق نہ تھا اگر اس نے باپ کی اجازت کے بغیر اور بغیر علم کے باقی پلاٹ پر مکان بنایا تھا تو اسے پلاٹ کا وہ حصہ خالی کرنا ہوگا، جس کی اسے اجازت نہ تھی اور اس پلاٹ پر باپ جو چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ جتنے حصے کی اجازت دی تھی، وہ واپس نہیں لے سکتا۔

## ولدیت کو بدلنے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
میرے عزیز نے چند وجوہات کی بناء پر اپنا نام مع ولدیت اپنے والد صاحب کی زندگی میں تبدیل کیا ہے۔ چونکہ ان کے والد صاحب فالج زدہ تھے اور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے فالج کی وجہ سے بات چیت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ لہذا نام کی تبدیلی کے بارے میں ان کی اجازت لینا ممکن تھا۔ کچھ عرصہ قبل ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ اب چونکہ لڑکے کے تمام کاغذات وغیرہ نئے نام سے ہیں اور لڑکا اپنے نئے نام سے پہچانا اور پکارا جاتا ہے۔ براہ کرم اس بارے میں فتویٰ سے نوازیں۔ عین نوازش ہوگی۔

سائل : احسان اللہ

الجواب :

اپنے باپ کا نام بدل کر دو عمرے کی طرف نسبت کرنا سخت حرام ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہما حدیث کی کتابوں میں ایسا کرنے والے کیلئے سخت وعید کی روایتیں آئی ہیں اور یہ باپ کی حق تلفی ہے، اس سے توبہ کرنی چاہیے اور باپ کیلئے دعائے مغفرت کی جائے اور صدقات وغیرہ دیئے جائیں تاکہ باپ کی جو حق تلفی کی ہے، اس کا کفارہ بھی ادا ہو سکے۔

## تربیت اولاد اور والدین کی ذمہ داری

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ماں باپ نے اپنے بڑے لڑکے کی شادی کر دی، شادی کے بعد علم ہوا کہ بہو دینی تعلیم سے نا آشنا ہے، نماز نہیں آتی اور قرآن پاک بقول اس کے ۳-۴ پارے پڑھے لیکن وہ سب بھول گئی۔ اب کیا سر ایوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بہو کو تعلیم نئے سرے سے دیں یا اسکو اپنی حالت پر چھوڑ دیں۔ نیز کیا دونوں میاں بیوی کی تربیت بھی والدین کی ذمہ ہے یا ان کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ ان کو بر اہاں سے روکنے اور نیکی کے کاموں میں ان کی مدد کرنی چاہیے اور اگر سختی کی ضرورت ہو تو سختی کرنے کا حکم ہے یا نہیں؟ ماں باپ کے اپنے لڑکے پر کیا اختیارات ہیں؟ تفصیل سے آگاہ کریں۔

سائل: فیروز الدین، صدر، کراچی

الجواب:

شوہر پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو دین کی ضروری باتیں سکھائے، اور قرآن پڑھائے۔ ماں باپ پر لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اچھی باتیں کرنے کا حکم دیں اور بری باتوں سے روکیں۔ حدیث شریف میں ہے اور اس حدیث کو امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے اپنی جامع ترمذی میں نقل کیا ہے کہ:

تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روکے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے سمجھا کر روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور مرتبہ ہے۔

(حصہ دوم، ابواب الفتن، باب ما جاء فی تغیر المنکر بالید الخ،

صفحہ: ۴۰، فاروقی کتب خانہ، ملتان)

ماں باپ اپنی اولاد کو ہر طرح سے سمجھا کر برائی سے روکیں اور اچھا بچاں کا حکم دیں۔ اس میں چھوٹے بڑے کی کوئی قید نہیں ہے۔

مرحوم پر بے عمل اہل و عیال کا وبال

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

مرحوم کی بیوی اور اولاد، نماز، روزہ اور تلاوت وغیرہ کی پابندی نہ کرتے ہوں بلکہ بالکل ہی نہ کرتے ہوں تو کیا ان کی اس بے عملی کی وجہ سے مرحوم کو کچھ اثر پڑتا ہے؟

الجواب :

مرحوم اگر اپنی زندگی میں اپنی بیوی اور اولاد کو نماز، روزہ اور تلاوت وغیرہ کے بارے میں نصیحت کرتا رہتا تھا، اس کے باوجود انہوں نے پابندی نہیں کی، تو ایسی صورت میں اس سے مؤاخذہ (باز پرس) نہیں ہوگا۔

## تادیب کیلئے دوسرے کی اولاد کو مارنے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

زید اور بحر آپس میں بہت گہرے دوست ہیں اور اسی دوستی کے تناظر میں وہ ایک دوسرے کے بچوں کی اخلاقیات پر بھی نگاہ رکھتے ہیں۔ اور اگر اپنے یا دوسرے کے بچوں میں کوئی اخلاقی خرابی دیکھتا ہے تو تادیباً (ادب سکھانے کیلئے) دوسرے کے بچے کو مار سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :

اگر زید و بحر میں دوستی یا رشتہ داری کے ایسے تعلقات ہیں کہ ایک دوسرے کے بچوں کو غلطیوں پر تنبیہ کرتے رہتے ہیں۔ تو ادب سکھانے کیلئے جس طرح تنبیہ کر سکتے ہیں اسی طرح معمولی طور پر مار بھی سکتے ہیں۔ یہ صرف تادیب کیلئے ہی کر سکتے ہیں تکلیف دینے کیلئے تو باپ بھی نہیں مار سکتا۔ اگر دونوں میں ایسے تعلقات نہیں ہیں، تو دونوں ایک دوسرے کی اولاد کو نہیں مار سکتے۔

## بہن کو بہن تسلیم نہ کرنے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

زید کا انتقال ہو گیا۔ زید نے ورثاء میں ایک بیٹی اور دو بیٹے چھوڑے۔ مرحوم کے بیٹوں میں سے ایک نے اپنا نام عدالت میں درج کراتے وقت محکمہ مال کے پورے اسٹاف کے سامنے یہ کہا کہ ”ہم صرف دو بھائی ہیں۔ ہماری کوئی بہن نہیں ہے۔“ جبکہ انکی ایک بہن ہے، جس کا نام شمع نور دختر غلام محمد ہے۔ تمام گاؤں والے اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ بھائی نے اپنی بہن کو باپ کی بیٹی تسلیم نہیں کیا۔ وہ یہ کہتا ہے کہ ”یہ میرے باپ کی نہیں ہے۔“ اس سے ثابت ہوا کہ بھائی نے اپنی بہن کو باپ کی بیٹی تسلیم نہ کر کے اپنی ماں پر زنا کا الزام ٹھہرایا۔ اب اسلامی رو سے ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟ جبکہ بہن جائداد کی خواہش نہیں رکھتی ہے۔ اس کے باوجود بھائی نے الزام لگایا ہے۔ اب اگر بھائی بہن سے معافی مانگے اور بہن معاف نہ کرے تو ایسی صورت میں وہ کیا کرے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں تاکہ بہن کو جائداد سے محروم نہ کیا جائے۔ نوازش ہوگی۔

سائل: محمد جاوید احمد خان، عزیز آباد، کراچی

### الجواب:

صورت مسئلہ میں شخص مذکور کا یہ کہنا کہ ہماری کوئی بہن نہیں ہے، یہ صراحتاً زنا کا الزام نہیں ہے۔ البتہ یہ شخص اپنے اس قول کے باعث تعزیر کا مستحق ہے۔ اس کے خلاف تادیبی کارروائی کی جاسکتی ہے۔ یہ شخص اگر بہن سے معافی کا خواستگار ہے تو بہن کو چاہئے کہ اسے معاف کر دے۔ ”اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔“ بہن کے معاف کر دینے سے وہ ترکہ سے محروم نہیں کی جائیگی، حدیث شریف میں ہے، اس حدیث کو حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید الربیع ابن ماجہ متوفی: ۲۷۳ھ نے سنن ابن ماجہ میں نقل کیا ہے:

مَنْ فَرَضَ مِنْ مِيرَاثٍ وَارِثَهُ قَطَعَ اللَّهُ مِيرَاثَهُ، مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(ابن ماجہ، ابواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیة، صفحہ: ۱۹۴،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

جس نے وارث کو اس کی میراث سے محروم کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنت سے محروم فرمائے

## یتیم کی سرپرستی کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
سیف الرحمن صاحب کا انتقال ہو اور ان کا ایک لڑکا فیروز خان ہے۔ تو سیف الرحمن صاحب کی جو جائداد اس لڑکے کو ملی ہے، اس کا سرپرست کون ہے؟ اس کا انھیال یا ددھیال؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جو اب عنایت فرمائیں۔

سائل: محمد جلال الدین خان

الجواب:

صورت مسئولہ میں اس بچے کے ددھیال میں سے مثلاً تاپا بچا وغیرہ میں سے کسی ایسے شخص کی نگرانی میں اسکی جائداد وغیرہ دی جائے جو امانتدار، دیانتدار اور قابل اعتماد ہو۔ یہ حکم نابالغ بچے کیلئے ہے۔ بالغ ہونے کے بعد اس کا مال اور جائداد اس کے سپرد کر دیا جائے گا۔

دوسروں کے متعلق غلط گمان رکھنا

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
جن لوگوں کے بارے میں شک ہو کہ یہ حرام کھاتے ہیں یا کاروبار میں جھوٹ بولتے ہیں تو ان کے گھر کھانا، کھانا کیسا ہے؟ ایسے لوگ عرس و دیگر تقریبات بھی کرواتے ہیں، تو ان میں شریک ہونا از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟

سائل: عبد الجبار احمد نقشبندی، مارٹن روڈ، کراچی

الجواب :

اگر ظن غالب ہو کہ دعوت کرنیوالے شخص کی کمائی حرام طریقہ سے حاصل کی گئی ہے، تو اس کے یہاں دعوت کھانا جائز نہیں۔ اور کسی مسلمان کی طرف بدگمانی کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ لہذا بلا دلیل کسی مسلمان پر شک نہیں کرنا چاہیے۔

## موجودہ دور میں غلام اور باندی بنانے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

کیا لونڈی اور غلام خرید کر رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کے بھی غلام اور لونڈیاں تھیں۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام اور ان کے بعد بھی کافی واقعات میں ہم نے پڑھے کہ کافی عرصہ تک لوگ غلاموں اور لونڈیوں کی تجارت کرتے تھے اور ان کی خرید و فروخت پر کوئی ممانعت نہ تھی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج کے معاشرے میں جب ہر شخص قانونی طور سے آزاد ہے، اس کو کس طرح پابند کیا جاسکتا ہے؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج کی معیشت میں بھی لونڈیوں اور غلاموں کی تجارت ہوتی ہے۔

افریقہ، مشرقی ایشیا اور جنوبی امریکہ میں تو خاص طور پر ان کی تجارت ہوتی ہے۔ اور میں خود بھی جنوبی امریکہ میں رہتا ہوں تو کیا ان تمام حقائق کی موجودگی میں ہم اپنی خدمت کیلئے غلام رکھ سکتے ہیں۔ اگر ہم یہ کام کرنا چاہیں تو کیا شریعت ہمیں اس کی اجازت دیتی ہے؟

سائل : عبداللہ، جنوبی امریکہ

الجواب :

جب خلافت کا نظام تھا اور جہاد ہوتا تھا، مسلمانوں کا لشکر جب فتح پاتا تھا تو، کفار کی فوج میں سے جو مرد عورت گرفتار کئے جاتے، انہیں غلام اور باندی بنایا جاتا تھا۔ یہ دنیا میں ان کے کفر کی سزا تھی۔ جب سے خلافت کا

نظام ختم ہو گیا، اور جہاد بھی نہیں ہوتا ہے، اب غلام اور باندی بنانے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اب بھی لوگ ایک ملک سے دوسرے ملک عورتوں اور بچوں کو بھنگا کر لے جاتے ہیں اور دوسرے ملکوں میں جا کر باندی بنا کر بیچتے ہیں، یہ خرید و فروخت سب حرام ہے۔

## جہاد کی تعریف نیز کفار سے ہاتھ آنے والے مال کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: موجودہ دور میں اگر کسی مسلم ملک کی غیر مسلموں سے لڑائی ہو۔ اور کافروں کی وہ عورتیں جو محاذ جنگ پر اپنی فوج کی مدد کرنے آئیں، مسلمان فوج انہیں گرفتار کر لیں اور مسلمان بادشاہ ان گرفتار شدہ مردوں اور عورتوں کو مال غنیمت کے طور پر حیثیت غلام اور باندی کے فوجیوں میں تقسیم کر دے تو کیا یہ جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

غنیمت اور اس میں حاصل شدہ اموال اور قید کئے ہوئے مرد اور عورتوں کو غلام بنانا جہاد میں ہوتا ہے۔ جہاد کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ خلیفۃ المسلمین کی خلافت میں اسکے حکم سے ہوتا ہے۔ آج کل دنیا میں کوئی خلیفہ نہیں ہے۔ موجودہ حکومتیں خلیفۃ المسلمین کی حکومتیں نہیں ہیں۔ اور ساری دنیا میں صرف ایک خلیفۃ المسلمین ہو سکتا ہے۔ جو اس وقت عملی طور پر ناممکن ہے۔ مسلمانوں کی تباہی کا ایک بڑا سبب انکی تفریق اور ملکوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور نظام خلافت کا ختم ہو جانا بھی ہے۔

جہاد کی دوسری شرط یہ بھی ہے کہ اعلائے کلمۃ الحق مقصود ہو، جتنے علاقے فتح کئے جائیں وہاں اسلام پھیلانا مقصود ہو۔ جہاد سے پہلے اس علاقے کے کفار پر اسلام پیش کیا جائے اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو وہ ملک حدود اسلام میں شامل اور خلیفۃ المسلمین کی خلافت میں داخل ہو جائے گا۔ اور اگر وہ اسلام سے انکار کریں تو ان سے

جزیہ“ (حفاظتی ٹیکس) کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر وہ جزیہ دینا قبول کر لیں تو ان کو ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے گا اور دیگر ملکی شرائط پر بھی ان سے عمل کر لیا جائے گا، اور اگر وہ جزیہ قبول نہ کریں تو پھر جنگ کی جائے گی اور جنگ میں حاصل شدہ مال! غنیمت کے طور پر تقسیم اور قیدی مردوں اور عورتوں کو غلام اور باندی بنا کر مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ آجکل جنگ میں جہاد نہیں ہوتا ہے لہذا کفار کے قیدی غلام اور باندی بھی نہیں بنائے جائیں گے۔

## ذات و قبیلے

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہاں ذاتوں سے خاندانوں کی پہچان ہوتی ہے، جیسے کوئی شیخ، سید، قریشی، مغل اور کوئی غوری ہے۔ اب میں نہیں جانتا کہ شیخ کون ہے اور کہاں سے آئے اور ان کا سلسلہ کیا ہے؟ میں نے کئی لوگوں سے معلوم کیا لیکن کوئی معقول جواب نہ دے سکا۔ برائے مہربانی صحیح جواب سے نوازیں۔

سائل: محمد ابراہیم کوثر

الجواب:

قرآن کریم میں فرمایا:

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا

(سورة (۴۹) الحجرات، آیت: ۱۳)

یعنی اور ہم نے تمہیں شاخوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ آپس میں پہچان رکھو۔ (کنز الایمان)  
ان شاخوں اور قبیلوں میں سے بعض کا تذکرہ قرآن و حدیث میں ہے۔ مثلاً بنی اسمعیل، بنی اسرائیل، بنو طالب، بنو ہاشم وغیرہ۔ ہمارے یہاں جتنی برادری معروف ہیں، ان میں سید کے متعلق تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق حدیث میں فرمایا: اس حدیث کو رئیس الحدیثین محمد بن اسمعیل بخاری متوفی: ۲۵۶ھ نے اپنی صحیح بخاری میں نقل کیا:



ان ابْنیٰ ہذا سید“  
(جلد ۱) کتاب الصلح، باب قول النبی ﷺ للحسن بن علی ابْنیٰ ہذا سید،  
صفحہ: ۳۷۳، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی میرا یہ بیٹا سید ہے۔  
اس لئے ان کی اولاد کو ”سید“ کہا جاتا ہے۔ دوسری برادریاں کیسے بن گئیں اور ان کے یہ نام کس نے  
رکھے ان کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

## غیر مسلم کو دعوت دینا اور اسکی دعوت قبول کرنے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
میں ہسپتال میں ڈاکٹر ہوں اور ڈیوٹی کے دوران غیر مسلم ڈاکٹرز کے ساتھ کام کرنا ہوتا ہے۔ ہم لوگ  
یعنی مسلم اور غیر مسلم ساتھ ملکر ہوٹل میں کھانا کھاتے ہیں اور دعوت میں شریک ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ غیر  
مسلم کے ساتھ تعلقات قائم کرنا درست ہے یا نہیں؟

سائل: ڈاکٹر عنایت اللہ، پی آئی می ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی

الجواب :

غیر مسلموں کے ساتھ دوستی اور محبت کے تعلقات قائم کرنا ناجائز ہیں۔ ہوٹل میں اگر اپنا اپنا کھانا ایک  
ٹیبل پر ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں، اس سے محبت کا ثبوت نہیں ہوتا۔ خود دعوت کرنا یا غیر مسلم کی دعوت قبول کرنا  
جائز نہیں ہے۔

## تاریکین فرائض سے تعلقات منقطع کرنے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
زید نماز، روزے کی پابندی کرتا ہے، لیکن اس کے گھر والے ماں باپ، بھائی، بہن نماز ادا نہیں کرتے۔ زید ان کو سمجھاتا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ عمل پیرا نہیں ہوتے۔ تو ایسے لوگوں سے یعنی بے نمازی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کے ساتھ میل جول رکھنا کیسا ہے؟ اور اگر زید ان کا ساتھ اس لئے چھوڑ دے کہ شاید وہ لوگ نیک عمل کرنے لگیں، تو کیسا ہے؟

الجواب :

اسلام کا بنیادی اصول ہے جسے حدیث میں بیان کیا گیا اور اس حدیث کو روایتیں الحدیثین محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے صحیح بخاری میں نقل کیا :

”الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ“

(جلد ۱) کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ بنی الاسلام علی خمس،

صفحہ: ۶، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی جس سے محبت کرے اللہ کیلئے کرے اور جس سے دشمنی رکھے اللہ کیلئے رکھے۔

نماز، روزہ اور زکوٰۃ فرض ہیں۔ اور فرض کو ترک کرنے والا فاسق اور مرتد گناہ ہے۔ لہذا ایسے لوگوں سے محبت و دوستی کے تعلقات رکھنا جائز ہیں۔ مگر ماں باپ کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہے :

وَأَنْ جَاهِدَكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا

(سورۃ لقمان، آیت: ۱۵)

یعنی اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا

کمانہ مان۔ اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے۔ (کنز الایمان)  
 اگر والدین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔  
 لیکن اگر وہ خدمت کے محتاج ہیں تو ان کی خدمت کی جائے گی اگرچہ وہ کافر بھی ہوں۔ لہذا اگر والدین نماز نہیں  
 پڑھتے ہیں تو انہیں سمجھائے پھر بھی عمل نہ کریں تو ان سے تعلقات منقطع کر لے لیکن اسکے باوجود اگر وہ حاجت  
 مند ہوں تو ان پر اپنا روپیہ خرچ کرتا رہے۔

## حاملہ کو طلاق اور نو مولود کی پرورش کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:  
 میری ساس وغیرہ اپنی بیٹی کیلئے طلاق کا مطالبہ کرتی ہیں جبکہ اس وقت میری بیوی امید سے ہے۔  
 معلوم کرنا ہے کہ حاملہ کو طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟ نیز جو چہ پیدا ہوگا اس کی پرورش کی ذمہ داری کس پر ہے؟

الجواب:

حاملہ کو بھی طلاق ہو جاتی ہے، اور اسکی عدت پچھ کی پیدائش پر ختم ہوتی ہے۔ بچے کی پرورش کا حق اس کی  
 والدہ کو ہے۔ لڑکاسات برس کی عمر تک اور لڑکی نو برس کی عمر تک اپنی والدہ کی پرورش میں رہیں گے۔ اس مدت  
 تک چھ بیٹھی کی پرورش کا خرچہ ان کے والد کو دینا ہوگا۔ شیخ الاسلام برہان الدین ابو الحسن علی ابن ابی بکر الفرغانی متوفی  
 ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا:

وإذا وقعت الفرقة بين الزوجين فالأم احق بالولد

اسکے بعد فرمایا:

والنفقة على الاب

(اولین، کتاب الطلاق، باب حضانتہ الولد، صفحہ: ۲۳۲،

مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

یعنی جب میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع ہو جائے تو بچے کی پرورش کی حقدار ماں ہے اور مذکورہ عمر تک پرورش کا پورا خرچہ باپ کے ذمہ ہے۔  
در مختار میں ہے :

احق بہ ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی  
یعنی لڑکا اس وقت تک ماں کی پرورش میں رہے گا جب تک وہ (اپنی ضروریات پوری کروانے کیلئے)  
عورتوں کا محتاج ہے اور اس کی مقدار سات سال ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔  
اسکے بعد فرمایا :

احق بہا ای بالصغیرۃ حتی تحیض وقدر بتسع وبہ یفتی  
(بر حاشیہ شامی، جلد (۲) باب الحضائے، مطلب لو كانت الاخوة الخ،  
صفحہ: ۲۹۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)  
اور بچی اس وقت تک ماں کی پرورش میں رہے گی جب تک اسے حیض نہ آجائے اور اس کی مقدار نو سال  
ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

طلاق کی صورت میں بچوں کی پرورش کا بالترتیب حقدار کون؟

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
طلاق کی صورت میں بچوں کی پرورش کا حق کس کو ہے؟

الجواب:

طلاق کے بعد بچوں کی پرورش کا حق ماں کو ہے۔ لڑکا سات سال کی عمر تک اور لڑکی نو سال کی عمر تک ماں  
کے پاس رہے گی۔ اس عمر تک کا خرچہ باپ کو دینا ہوگا۔ بیوی کو صرف زمانہ عدت کا خرچہ دینا ہوگا۔ اگر یہ بیوی کسی

ایسے شخص سے شادی کر لے گی جو بچوں کا محرم نہ ہو تو اس کا حق پرورش ختم ہو جائے۔ مگر اس کے بعد بھی پرورش کا حق باقی ہو گا تاہم وہ تو خالہ کو ہو گا۔

## بد عقیدہ باپ کی طرف اولاد لوٹانے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ: میرا نکاح پانچ سال پہلے ہوا، جس سے نکاح ہوا وہ — جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ والدین نے دیندار سمجھ کر یہ نکاح کر لیا تھا۔ لیکن موصوف کی وہ سب ظاہری دینداری تھی باطن میں معاشرتی آداب و طریقہ سے ایک دم ناواقف۔ ہم دونوں میں کشیدگی ہو گئی۔ آخر کار نوبت طلاق تک پہنچی۔ اس دوران تین بچے بھی پیدا ہوئے۔ ان بچوں کی پرورش میں کرنا چاہتی ہوں۔ مہربانی کر کے حکم شرع سے آگاہ فرمائیں۔

سائلہ: سارہ بنت محمد زکریا مبین، کراچی

الجواب:

طلاق کے بعد لڑکاسات اور لڑکی نو سال کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہیں گے۔ اور اس عرصہ کا خرچ باپ کو دینا ہو گا۔ لیکن اگر باپ کے عقائد گمراہ کن ہیں اور بچوں کو بھی وہ اپنا ہم عقیدہ بنالے گا تو پھر بچے باپ کو نہیں دیئے جائیں گے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## جو بچہ ختنہ کیا ہو اپنا ہوا اس کی دوبارہ ختنہ کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ایک بچہ مختون (ختنہ کیا ہوا) پیدا ہوا۔ کیا اسکی دوبارہ ختنہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟  
سائل: محمد احمد خان، فیصل کالونی، کراچی

الجواب:

اگرچہ پیدا ہی ایسا ہوا ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو ختنہ کی حاجت نہیں ہے۔

اولاد کو غیر مسلم ماں کے حوالے کرنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ایک شخص نے کینیڈا میں ایک عیسائی لڑکی سے شادی کی تھی، جس سے تین بچے بھی پیدا ہوئے۔ دو لڑکیاں جن کی عمر بالترتیب آٹھ سال اور چھ سال ہے جبکہ لڑکے کی عمر تین سال ہے۔ ان دونوں میاں بیوی میں تقریباً ڈیڑھ سال سے زائد عرصہ ہوا علیحدگی ہو چکی ہے۔ بچے تقریباً ڈیڑھ سال سے اپنے والد اور خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ پاکستان میں پرورش پا رہے ہیں۔ بچوں کی والدہ ان کو اپنی تحویل میں لے کر کینیڈا لے جا کر اپنے مذہب اور معاشرت کے مطابق پرورش کرنا چاہتی ہے۔ کینیڈا کے اس معاشرے میں اور عیسائی ماں کے زیر تربیت یہ بات یقینی ہے کہ بچے عیسائی ہو جائیں گے اور وہ دین اسلام پر نہیں رہ سکیں گے۔ اس بارے میں حکومت پاکستان کی کیا ذمہ داری ہے اور از روئے قرآن و شریعت کیا حکم ہے؟

سائل: محمد اسلم نسیم، نار تھ کراچی

الجواب:

قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلاً ۝

(سورة (۴) النساء، آیت: ۱۲۱)

یعنی اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر کو مسلمان پر کسی طرح کی ولایت حاصل نہیں ہے۔ اسی بناء پر فقہاء کا مذہب مختار یہ ہے کہ زوجین میں سے اگر ایک مسلمان ہو تو بچے مسلمان کے تابع ہوں گے اور انھیں کافر کی صحبت میں نہیں دیا جائے گا۔ یہ حکم صرف مسلمانوں کے نکاح کا نہیں ہے بلکہ کافروں کے نکاح میں بھی جس کا دین اچھا ہوگا اسکے تابع رکھے جائیں گے مثلاً کسی عیسائی اور مجوسی یا بت پرست کا نکاح ہے تو مجوسی اور بت پرست کے مقابلے میں یہودی یا عیسائی کے حوالے کیا جائے گا۔

الاسلام یغلبوننا یغلبوننا

یعنی اسلام غالب ہوتا ہے، مغلوب نہیں کیا جاتا۔

اسی بناء پر بچے کو ماں باپ میں سے جس کا دین اچھا ہوتا ہے، اسکے تابع کیا جاتا ہے۔ بدائع صنائع، عالمگیری اور در مختار شامی وغیرہ کتابوں میں یہ تنصیص ہے۔ لہذا حکومت پاکستان پر لازم ہے کہ وہ ان مسلمان بچوں کو کافر ہونے سے بچائے اور ماں کے حوالے نہ کرے۔ اگر ان بچوں کو ماں کے حوالے کیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مسلمان بچوں کو کافر بنانے میں حکومت شریک ہے۔ یہ بات آئین اور قرارداد مقاصد دونوں کے خلاف ہے جسکے مطابق حکومت پاکستان اس بات کی پابند ہے کہ قرآن و حدیث کے خلاف کسی قانون پر عمل درآمد نہیں کرے گی۔

ہبہ کر کے واپس لینے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک شخص نے ایک بیوہ کے ساتھ نکاح کیا، جو ایک بیٹی اور بیٹے کی ماں تھی۔ اس شخص نے سوتیلی بیٹی کی شادی کر دی۔ اور بیوی کو کسی بات پر طلاق دے دی۔ بیوہ کے بیٹے کو مکان اور دوکان نام کر دی تھی اور کاغذات بھی ہو کر دیئے تھے۔ لیکن اب کچھ دنوں سے اس لڑکے سے کہتا ہے کہ ”تم حرام کھا رہے ہو، میں ابھی زندہ ہوں یہ کاغذات جو ہو کر دیئے تھے، سب میرا دماغ خراب تھا، اب ایسا کرو میرا مکان وغیرہ واپس کر دو، میرا جودل چاہے گا تجھے دوں گا“۔ از روئے شرع مطہرہ اس شخص کا ہبہ واپس لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر بیٹے کے نام کاغذات بنا کر قبضہ بھی دے دیا تھا، تو یہ ہبہ صحیح ہو گیا، اب اسکو واپس نہیں لوٹا سکتا۔  
حدیث میں ہے، اس حدیث کو رئیس الحدیثین محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے صحیح بخاری میں نقل کیا:

العائدُ فی ہبته كالکلب یعوذُ فی قینہ

(جلد اول، کتاب الہبۃ، باب ہبۃ الرجل لامرأته، صفحہ: ۳۵۲،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ہبہ کرنے کے بعد اسکو واپس طلب کرنے والا کتے کی طرح ہے، جو تے کرنے کے بعد اپنی

تے چاٹ لے۔





## میاں بیوی کے حقوق کا بیان

بیوی کے نفقہ اور سامانِ جہیز کی ملکیت کا حکم

مفتی اسلام

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

زید نے اپنی لڑکی کا نکاح چار سال پہلے بچہ سے کر دیا تھا، تقریباً پانچ ماہ قبل بچہ کی بیوی نزہت اپنی بہن کی زوجگی کیلئے شوہر سے اجازت لے کر ہسپتال میں گئی اور اپنی بہن مسماة عظمت کی خدمت اور تیمارداری کی۔ اس کے بعد جب وہ اپنے والدین کے گھر آئی تو شوہر نے اس کو لے جانے سے انکار کر دیا۔ اور تقریباً پانچ ماہ سے نزہت اپنے والدین کے ساتھ رہتی ہے، اب نوبت جدائی تک پہنچ چکی ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ ان پانچ ماہ کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے یا نہیں نیز لڑکی کو جو سامانِ جہیز وغیرہ میں ملا، اس کا مالک کون ہے؟ مفصل جواب سے نوازیں۔

سائل : محمد سلیم، لیاقت آباد، کراچی

## الجواب :

بیوی جب شوہر کی اجازت سے گئی اور اپنے والدین کے گھر رہتی ہے، شوہر بلا تا نہیں ہے، تو اس کا نفقہ (خرچ) شوہر پر واجب ہے۔ اور اگر شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے والدین کے یہاں چلی گئی اور شوہر کے بلانے کے باوجود نہیں آتی ہے، تو اس کا نفقہ شوہر پر نہیں ہے۔ شادی کے وقت دونوں جانب سے زیورات، جینز کا سامان اور کپڑے وغیرہ لڑکی کو دیئے جاتے ہیں، ان سب کی مالکہ لڑکی ہے۔ شوہر یا اس کے گھر والے اس سامان کے مالک نہیں ہو سکتے۔ صرف وہ چیزیں جو شوہر کو شادی کے موقع پر دی گئیں تھیں مثلاً گھڑی، انگوٹھی وغیرہ، اس کا مالک وہ ہے۔

## از خود ناراض ہو کر جانے والی بیوی اور مطالبہ خرچ

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
اگر کوئی عورت اپنے بھائیوں کی مدد سے اپنے شوہر سے جھگڑا کر کے اپنے میکے چلی جائے تو کیا وہ خرچہ کی حقدار ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سائل: سعید رحمن شاہ

## الجواب :

اگر واقعی یہ عورت اپنے شوہر سے لڑائی کر کے اس کی اجازت کے بغیر اپنے میکے چلی گئی، جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو اس صورت میں، شوہر سے نفقہ لینے کی حقدار نہیں اور گناہگار بھی ہے۔ یہاں تک کہ یہ اپنے شوہر کے گھر واپس آجائے۔ علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا:

لا نفقة خارجة من بيته بغير حق وهي الناشئة حتى تعود

(بر حاشیہ شامی، جلد (۲) کتاب النکاح، باب النفقة، مطلب لا تجب علی الاب،

صفحہ: ۷۰۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی بغیر اذن شوہر گھر سے جانے والی بیوی خرچے کی حقدار نہیں اور وہ گناہگار ہے جب تک واپس نہ

آجائے۔

عورت اپنے شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر چلی جائے اور زیادتی اسی کی طرف سے ہو تو واپس آنے تک شوہر کے ذمہ اس کا نفقہ نہیں ہے۔

## سامان جہیز کی ملکیت کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
میری شادی ۳۱ جولائی ۱۹۸۹ء بروز جمعہ دختر محمد صدیق سے ہوئی۔ شادی کے فوراً بعد ہمارے درمیان تنازعہ شروع ہو گیا۔ میں نے صلح صفائی کی بڑی کوشش کی مگر تنازع میں کمی ہونے کے بجائے اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ طلاق کی نوبت آگئی۔ لہذا میں نے طلاق دے دی۔ میں مہر اور عدت کا خرچہ دینے کو تیار ہوں۔ مگر میری مطلقہ نے جب میرا گھر چھوڑا تو اپنے ساتھ سارا زیور اور سامان جہیز بھی لے گئی تھی لیکن اب وہ کہتی ہے کہ میں نے سامان جہیز اور زیورات میں سے کچھ نہیں لیا۔ لہذا شرعی طور سے مجھے اس مسئلے کا حل بتائیں۔ میں بہت ممنون و مشکور ہوں گا۔

سائل: محمد جمیل، صادق آباد

مفتی اسلام

الجواب:

شادی بیاہ کے موقع پر لڑکی کو جو زیورات اور سامان وغیرہ والدین، عزیز واقارب اور لڑکے والوں کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ وہ سب لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے۔ اور اس کی مالکہ لڑکی ہی ہوتی ہے۔ طلاق کی صورت میں لڑکے والے یہ دعویٰ کریں کہ لڑکی یہ زیورات وغیرہ لے گئی ہے تو انہیں اپنا دعویٰ گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا۔ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اگر گواہی دیں کہ اتنا مال لڑکی لے گئی ہے تو جتنا مال گواہی سے ثابت ہو جائے گا، وہ مان لیا جائے گا۔ اور باقی اگر رہتا ہے تو لڑکی کو دے دیا جائے گا۔ اور اگر گواہی سے ثابت نہ ہو تو لڑکی کو قسم کے ساتھ انکار کرنا ہوگا۔ اگر وہ قسم اٹھا کر کہے گی تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اگر وہ قسم سے انکار کرے گی تو اس کا دعویٰ باطل ہو جائے گا۔

## رخصتی سے قبل مطلقہ کے مہر اور نفقہ کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
میں مسلمی محمد اسلم ولد عبد الرؤف ، جس کا نکاح بعوض مبلغ بیس ہزار روپے کے جو نصف عند الطلب اور نصف مؤجل مسماۃ شبانہ بنت دوست محمد سے ہونا قرار پایا تھا اور میرا نکاح مسماۃ مذکورہ سے ہو گیا تھا۔ جس کو عرصہ دو سال ہو چکا ہے لیکن تاحال رخصتی نہیں ہوئی اور میں حلفیہ اقرار کرتا ہوں کہ مسماۃ مذکورہ سے خلوت نشینی بھی نہیں ہوئی ہے۔ اب طلاق کی صورت میں مسماۃ مذکورہ نان و نفقہ بھی طلب کرتی ہے۔ کیا مجھ پر مہر مذکورہ بالا اور نان و نفقہ ادا کرنا واجب ہوگا۔ جواب باصواب سے مستفید فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

سائل : محمد اسلم ولد عبد الرؤف ، چکالی کیمپ ، کراچی

الجواب :

صحبت (عمل زوجیت) اور خلوت صحیحہ (دونوں میاں بیوی کا تنہائی میں جمع ہونا) سے پہلے اگر طلاق دی جائے گی ، تو نصف مہر ادا کرنا واجب ہوگا اور لڑکی کو جو کچھ دیا جا چکا وہ لڑکی کا ہے۔ نان و نفقہ رخصتی کے بعد واجب ہوتا ہے ، جب تک رخصتی نہ ہو نان و نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

## عورت کا اپنے سر کے ساتھ اکیلے گھر میں رہنا

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
سر اپنی بیوی کے حسن کی تعریف کرتا ہے ، اس سے بیوی کو اندیشہ ہے۔ لہذا وہ سر کے ساتھ تنہا گھر میں نہیں رہنا چاہتی۔ اس کے متعلق شرع مطہرہ کا کیا حکم ہے ؟

سائل : محمد اقبال حاجی آدم ، موسیٰ لین ، کراچی

## الجواب :

شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہے۔ نفقہ میں رہنے کا مکان بھی ہے۔ اس کی شرط یہ ہے کہ ایسا مکان بیوی کو دیکھا جو خالی ہو یعنی شوہر کے متعلقین وہاں نہ رہتے ہوں۔ خاص طور پر اس صورت میں جب شوہر کے رشتہ داروں سے اسے تکلیف ہو یا اسکو اپنی عزت کا خطرہ ہو، جیسا کہ سوال میں مذکور ہے۔ اسی لئے فقہاء نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ عورت کو ایسے مکان میں رکھے جس کے پڑوسی بھی صالحین ہوں۔ لہذا شوہر کو بیوی کا یہ حق ادا کرنا ضروری ہے اور اس کو مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ سر کے ساتھ تمام مکان میں رہے۔

یہ تمام تفصیلات علامہ سید محمد امین انن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے فتاویٰ شامی، جلد (۲) کتاب النکاح، باب النہج، مطلب فی مسکن الزوجہ، صفحہ: ۱۹، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کونٹہ میں دی ہے۔

## والدہ کے کہنے پر بیوی کو مارنا

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ :

زید اور بحر کی بدلہ کی شادی ہوئی۔ بحر اپنی بیوی یعنی زید کی ہمشیرہ کو گھر میں نہیں رکھتا مگر زید اپنی بیوی یعنی بحر کی ہمشیرہ کو اچھے طریقہ سے رکھتا ہے۔ زید کو اس کی ماں اگر یہ کہے کہ ”تم اپنی بیوی کا خرچہ پانی بند کر دو۔ نیز اسے طرح طرح کی تکلیفیں دو اور تنگ کرو یا طلاق دے دو“ آیا زید کو ان چیزوں میں اپنی والدہ کا حکم ماننا چاہیے یا نہیں؟ زید اگر حکم نہیں مانتا ہے تو اس صورت میں اس کی والدہ اس سے ناراض ہوتی ہیں اور بددعا کیں دیتی ہیں۔ مہربانی فرما کر اس کا جواب فتویٰ کی صورت میں عنایت کریں۔

سائل : عبد اللطیف، حیدرآباد

## الجواب :

اگر بیوی کی طرف سے کوئی زیادتی اور قصور نہیں ہے۔ ماں صرف اپنی بیٹی کا بدلہ لینے کیلئے، بیٹے کو طلاق دینے کا کہتی ہے۔ تو والدہ کے اس حکم کی فرمانبرداری بیٹے پر واجب نہیں۔ ماں کو سمجھائے کہ ترش روئی اور سخت کلامی سے اجتناب کرے۔

## بیوی کو ماں کہنے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 ایک شخص نے اپنی بیوی سے تین مرتبہ کہا کہ ”تو میری ماں ہے“۔ آیا شخص مذکور کی بیوی کو طلاق ہو گئی یا  
 نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دے کر مشکور فرمائیں۔ جملے اس طرح ادا کئے گئے ”یہاں سے گھر چلی جا،  
 مگر جب اسکی بیوی دوکان سے نہیں گئی تو اسے زیادہ غصہ آگیا اور اس نے ہاتھ باندھ کر کہا کہ تو میری ماں ہے اور کہا  
 دوکان سے چلی جا“ یہ سب اس نے تین مرتبہ کہا۔

سائل : یونس خان، ملتان

الجواب :

یہ شوہر کا بیان ہے، وہاں موجود گواہ اور بیوی بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ لہذا جو الفاظ سوال میں مذکور  
 ہیں، یہ حقیقتاً جھوٹ ہے۔ ان سے طلاق نہیں ہوتی ہے۔ لہذا دونوں حسب سابق میاں بیوی ہیں۔

## ماں کے کہنے پر طلاق دینے کا حکم

الاستفتاء :

WWW.NAFSEISLAM.COM

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 اگر ساس اور بہو میں جھگڑا ہو جائے اور غلطی بھی ساس کی ہو اور ماں اپنے پیٹے سے کہے کہ بیوی کو طلاق  
 دے دو! اور اس کو طلاق دینے پر مجبور کرے تو کیا اس صورت میں والدین کی اطاعت کی جائے گی یا نہیں؟ سنا ہے کہ  
 بغیر کسی غلطی کے بیوی کو طلاق نہیں دینی چاہیے، اگر دی تو یہ ظلم ہوگا، اور یہ بھی سنا ہے کہ والدین کی نافرمانی نہیں  
 کرنی چاہیے، اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

سائل : عبدالسلام، پاکستان چوک

## الجواب :

حدیث میں ہے اور اس حدیث کو استاد الحدیث ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے جامع

ترمذی میں نقل کیا :

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ أَحْبَبْتُهَا وَكَانَ أَبِي يَكْرَهُهَا فَأَمَرَنِي أَنْ  
أُطَلِّقَهَا فَأَبَيْتُ فذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ بِنِ عُمَرَ طَلِّقْ  
امْرَأَتَكَ

(ترمذی شریف ، حصہ اول ، کتاب الطلاق ، باب ماجاء فی الرجل یسألہ الخ ،

صفحہ : ۱۲۲ ، فاروقی کتب خانہ ، ملتان)

حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے : میں اپنی بیوی سے محبت رکھتا تھا اور میرے

والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اس سے کراہت کرتے تھے ، انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ ”اے طلاق دے دو“

میں نے نہیں دی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پورا واقعہ بیان کیا ، تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا!

اے عبد اللہ بن عمر اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔

لہذا علماء یہ فرماتے ہیں اگر والدین حق پر ہوں تو ان کے کہنے سے طلاق دینا واجب ہے۔ اگر بیوی حق پر

ہے ، جب بھی ماں کی رضامندی کیلئے طلاق دینا جائز ہے۔

معذور شوہر سے ، بیوی کا طلاق طلب کرنا

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک شخص کی شادی تقریباً چار سال پہلے ہوئی تھی ، اس کے دو بچے بھی ہیں۔ شوہر کو ایک حادثہ پیش آگیا ،

جس سے اس کی دونوں آنکھیں اور ایک ہاتھ ضائع ہو گیا۔ اس کی بیوی اپنے والدین کے یہاں چلی گئی ، اب وہ شوہر

کے گھر نہیں آنا چاہتی۔ شوہر کے گھر جانا اس کیلئے لازم ہے یا نہیں اور اگر وہ نہ جائے تو اس پر زبردستی کی جاسکتی ہے یا

نہیں؟ جبکہ شوہر اس کو نان و نفقہ اور دیگر حقوق پورے کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ بیینوا و توجروا  
سائل: محمد ادریس، حیدرآباد، سندھ

الجواب:

ایسی صورت سے نکاح میں کوئی فرق نہیں آتا۔ شوہر کی مذکورہ حالت کے باوجود بیوی پر شوہر کی اطاعت فرض ہے۔ اس کیلئے لازم ہے کہ شوہر کے گھر رہے اور حقوق زوجیت ادا کرے۔ اگر شوہر کے بلانے کے باوجود وہ شوہر کے گھر نہیں جاتی تو تا فرمان شہرے گی، اس صورت میں وہ نفقہ کی حقدار نہیں ہوگی۔ بیوی یہ سوچے کہ اگر اس کے ساتھ یہ حادثہ پیش آجاتا تو اس صورت میں وہ شوہر سے کیا توقع رکھتی۔ لہذا وہ شوہر کے گھر آجائے اور اس کی خدمات انجام دیکر رضائے الہی حاصل کرے۔

شوہر یا بیوی کے مرنے کے بعد ایک دوسرے کو دیکھنے اور چھونے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:  
کیا میاں بیوی کا رشتہ صرف دنیا ہی تک محدود ہے، مرنے کے بعد بیوی شوہر کی لاش کو ہاتھ لگا سکتی ہے یا نہیں نیز مرد اپنی مرحومہ بیوی کو مرنے کے بعد دیکھ سکتا ہے اور لحد میں اتار سکتا ہے یا نہیں؟ بیوی مرحوم شوہر کو دیکھ بھی سکتی ہے اور چھو بھی سکتی ہے جبکہ شوہر ایسا نہیں کر سکتا۔ ایسا کیوں ہے؟ جواب ارشاد فرمائیں۔

الجواب:

نکاح زندگی بھر کیلئے ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد نکاح کے دنیاوی احکام ختم ہو جاتے ہیں۔ مگر شوہر کا، اس صورت میں چار مہینے دس دن تک بیوی پر نکاح کا حکم باقی رہتا ہے کہ وہ عدت گزارے گی تو شوہر کے مرنے کی صورت میں بیوی اس کو دیکھ بھی سکتی ہے اور اسے ہاتھ بھی لگا سکتی ہے اور بیوی کے مرنے کی صورت میں شوہر پر نکاح کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا، یہاں تک کہ وہ بیوی کی موت کے فوراً بعد بیوی کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے۔ لہذا بیوی کے مرنے کی صورت میں شوہر بیوی کو دیکھ تو سکتا ہے مگر بلا حائل جسم پر ہاتھ نہیں لگا سکتا۔



## طلاق کی صورت میں سامان جہیز کی ملکیت کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

میری بیٹی زہرہ خاتون کی شادی اعجاز احمد ولد سراج احمد کے ساتھ ۳ نومبر ۱۹۷۹ء کو ہوئی اور شادی کے بعد ۳۰ نومبر کو اعجاز احمد اپنی ملازمت پر لندن روانہ ہو گیا، چونکہ وہ ازدواجی زندگی کا اہل نہ تھا، اس لئے جلد راہ فرار اختیار کی۔ اس کے جانے کے بعد ۱۶ ستمبر کو لڑکے کے والد سراج احمد خود آگرہ برضا و رغبت زہرہ خاتون کو اپنے میسے والدین کے گھر ٹھوٹی چھوڑ کر چلے گئے، اور لڑکی کے والد کو بتا دیا کہ میرے لڑکے کو جریان کی شکایت تھی، وہ ہمدرد کی دوائیں لیکر گیا ہے ٹھیک ہو جائے گا۔ لڑکی کی واپسی کیلئے کہہ کر گئے تھے کہ میں خود ہی لے کر جاؤں گا۔ لیکن اس کے بعد سے میری بیٹی مستقل میسے میں رہی اس دوران برابر لندن سے خط و کتابت اور فون پر میاں بی بی میں باتیں ہوتی رہیں، جس سے اندازہ ہوا کہ زہرہ خاتون کے سسرال والوں نے غلط بیانی سے کام لیکر، اس کے شوہر کو بدظن کیا۔ بالآخر اعجاز احمد نے لندن سے طلاق نامہ کئی لغو الزامات کے ساتھ مؤرخہ ۳۰ فروری ۱۹۹۰ء کو تحریر کر کے روانہ کر دیا۔ اس مسئلے میں کئی فتاویٰ فقہ حنفیہ کی روشنی میں درکار ہیں۔ تفصیلات درج ذیل ہیں :

(۱) نکاح بھوض چالیس ہزار مہر مؤجل ہوا، لیکن طلاق نامہ میں زیورات کی صورت میں مہر مؤجل کو ادا شمار کیا، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ نقد دس ہزار، لاکٹ، گولڈن سیٹ، چار انگوٹھیاں، ٹاپس، ناک کی کیل اور گھڑی جو اس نے اور اس کے گھر والوں نے بھوض مشہور دکھائی دی تھیں۔ کیا اس صورت میں مہر کی ادائیگی شرعاً ہو گئی یا نہیں؟

(۲) زہرہ خاتون کو جہیز میں یا تحفہ میسے والوں یا سسرالیوں کی طرف سے بطور ملکیت شادی کے موقع پر دیا

گیا تھا ان تمام چیزوں کی مالکہ زہرہ خاتون ہے یا طلاق کی صورت میں سسرال والوں کی دی ہوئی چیزیں ان کی ملکیت ہوں گی اور میسے والوں کی چیزیں انکی ملکیت ہوں گی جو ایک دوسرے کو واپس کی جائیں گی یا بصورت دیگر سب کی مالکہ زہرہ خاتون تنہا ہوں گی۔ براہ کرم فقہ حنفی کے مطابق صریح فتاویٰ درکار ہے؟

(۳) عدت کی صورت کیا ہوگی؟ آیا دوران عدت حصول روزگار کیلئے گھر سے باہر نکل سکتی ہے یا نہیں؟ یا

یہ عدت گھر کے اندر گزارنا لازم ہے؟

(۴) طلاق سے پہلے تین ماہ سے لڑکی میکے میں مقیم تھی، جس کا اسکے شوہر کو بھی علم تھا، لیکن شوہر نے نان نفقہ کا کوئی پیسہ تک نہ بھیجا، ایسی صورت میں ان تین ماہ کا خرچہ شوہر پر واجب الادا ہے یا لڑکی کے والدین اس کی کفالت کریں گے۔ براہ کرم مسائل بالا کی وضاحت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ نوازش ہوگی۔

سائل: شاہ حسام الدین چشتی نیازی، فیڈرل ملی ایریا، کراچی

### الجواب:

شادی کے وقت دونوں جانب سے جو زیورات، کپڑے اور سامان جینز دیا جاتا ہے، وہ سب لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے۔ طلاق کے بعد وہ تمام سامان لڑکی کو دیا جائے گا۔ لڑکی کی منہ دکھائی میں جو کچھ دیا جاتا ہے، اس کا مہر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ مہر سے نہیں کاٹا جاسکتا اور اگر زیور وغیرہ کوئی چیز مہر میں پیشگی دی جاتی ہے تو نکاح کے فارم میں ایک کالم اس کیلئے مختص ہے، اس میں لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ زیورات یا رقم مہر میں پیشگی دی گئی ہے۔ جب نکاح نامہ میں اس امر کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا تو شوہر کی یہ بات تسلیم نہیں کی جائے گی کہ یہ چیزیں مہر میں دی گئی ہیں۔

(۲) جس تاریخ کو طلاق نامہ لکھا تھا عدت اسی تاریخ سے شروع ہو جاتی ہے بیوی کو اطلاع ہو یا نہ ہو۔ اگر اس کے پاس کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے تو دن میں حصول معاش کیلئے نکل سکتی ہے۔ عدت کا نفقہ شوہر پر واجب ہوتا ہے اور شوہر نفقہ دیتا ہے تو پھر وہ دوران عدت گھر سے نہیں نکلے گی۔

(۳) نفقہ شوہر پر واجب ہوتا ہے اور طلاق کے بعد بھی عدت کا نفقہ شوہر پر واجب ہے لیکن اگر مدت گذر جائے اور نفقہ کا مطالبہ نہ کیا ہو تو گذشتہ کا نفقہ نہیں ملے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

WWW.NAFSEISLAM.COM

## شوہر کی طرف سے ملنے والے سامان کی ملکیت کا حکم

### الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ:

دلہن کو دولہا کے والدین کی طرف سے برائے استعمال کچھ زیورات دیئے گئے۔ گھر یلو اختلافات کی بناء پر

میال بیوی میں نبھاؤ نہ ہو سکا۔ لڑکے نے لڑکی کو طلاق دے دی۔ اب لڑکی کے والدین مطالبہ کرتے ہیں کہ مذکورہ

زیورات ہمارے حوالے کر دیئے جائیں جبکہ زیورات کے متعلق کسی قسم کی تحریر لڑکی والوں کی طرف سے موجود ہے اور نہ لڑکے والوں کی طرف سے۔ ہمارے دستور کے مطابق طلاق ہونے کے بعد جو چیز لڑکی کی ملکیت میں ہو وہ لڑکی کو دے دیا جاتا ہے۔ اور جو چیز لڑکے کی ملکیت میں ہو وہ لڑکے کو دیدی جاتی ہے۔

لہذا قرآن اور حدیث پاک کی روشنی میں جو اب تحریر فرمائیں کہ مذکورہ زیورات کس کی ملکیت تصور کئے جاسکتے ہیں۔ لڑکی کی ملکیت یا لڑکے کی ملکیت؟ تاکہ جس کی ملکیت ثابت ہو جائے، اس کے سپرد کر دیئے جائیں۔  
سائل: حافظ محمد فرقان، کراچی

### الجواب:

جہیز کے معاملے میں فقہاء نے عرف (معاشرے میں جیسا رواج ہے) کو معتبر جانا ہے۔ در مختار، قاضی خان، بحر الرائق اور فتح القدیر میں اس پر کافی بحث کے بعد یہ لکھا کہ ہمارے عرب و عجم کا عرف یہی ہے کہ جہیز اور شادی کے وقت لڑکی کو دونوں جانب سے جو زیورات اور کپڑے وغیرہ دیئے جاتے ہیں، ان کی مالکہ، لڑکی ہی ہوتی ہے۔ لہذا عرف ہی کا اعتبار ہوگا۔ اور طلاق کے بعد بھی ان تمام زیورات وغیرہ کی مالکہ لڑکی ہی ہوگی۔  
ہندوستان، پاکستان میں ایسا عرف ہے کہ شادی کے وقت لڑکی کو مالک بنا کر زیورات وغیرہ دے دیئے جاتے ہیں نہ کہ عاریتہ (واپس لی جانے والی چیز) طلاق کے بعد اگر کسی برادری میں یہ عرف ہو کہ لڑکے والے اپنے زیورات واپس لے لیتے ہیں تو اس عرف کا اعتبار نہ ہوگا۔ لڑکی جس چیز کی مالک ہو چکی ہے، اس میں برادری والے اگر یہ فیصلہ کریں کہ طلاق کے بعد اس سے اسکی ملکیت سلب کر لی جائیگی تو یہ رواج شریعت کے خلاف ہے۔ ہاں اگر کسی برادری میں یہ رواج ہو کہ دیتے وقت مالک بنا کر نہ دیتے ہوں، عاریت کے طور پر دیتے ہوں اور برادری والے اس عرف پر شاہد ہوں، تو اس عرف کا اعتبار ہوگا اور لڑکی مالک نہ ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## میکے میں بیوی کے نفقہ (خرچ) کا ذمہ دار کون

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید کی شادی ہندہ سے ۱۹ اپریل ۱۹۸۳ء کو منعقد ہوئی۔ شروع کے دو سال میں ہندہ ۳، ۴ مرتبہ روٹھ کر اپنے والدین کے گھر گئی۔ اس عرصہ میں ایک لڑکا تولد ہوا، جو اس وقت ساڑھے چھ سال کا ہے۔ لڑکے کی عمر جب پونے دو سال ہوئی تو زید اور ہندہ میں مصالحت ہو گئی، جو صرف چار ماہ تک قائم رہی پھر ہندہ روٹھ کر میسے چلی گئی۔ جس وقت بچہ کی عمر دو سال تھی، اس وقت سے اب تک ہندہ اپنے بچے کے ہمراہ اپنے والدین کے گھر رہتی ہے۔ مندرجہ بالا حالات کے تحت شوہر پر اپنی بیوی اور بچے کے نان و نفقہ کی اور دیگر اخراجات کی ذمہ داری کتنے عرصہ کیلئے لازمی ہے۔ چونکہ ابھی تک طلاق واقع نہیں ہوئی۔ لہذا طلاق واقع ہونے کی صورت میں شرعی بیوی بچہ کے نان و نفقہ کی اور دیگر اخراجات کی کیا صورت ہوگی؟ بیینوا و توجروا

سائل: محمد امین ابراہیم، رنچھوڑ لائن، کراچی

الجواب:

بیوی جب شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے چلی جائے تو نفقہ کی حقدار نہیں ہوتی ہے۔ اور اجازت سے جائے تو حقدار ہوتی ہے۔ اور نفقہ کا حکم یہ ہے کہ اگر مطالبہ سے پہلے خود خرچہ کر لیا تو بعد کو مطالبہ نہیں کر سکتی ہے۔ اگر طلاق واقع ہو جائے گی تو بعد طلاق عدت بھر یعنی تین ماہ واری نفقہ کی حقدار ہے۔ اور لڑکاسات سال کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہے گا اگر ماں چاہے تو۔ اور اگر ماں کسی ایسے شخص سے شادی کر لے جو لڑکے کا محرم نہ ہو تو ماں کا حق پرورش ختم ہو جائے گا۔ اور لڑکا جب تک ماں کی پرورش میں رہے گا اس کا خرچ والد دے گا۔ اور جب والد لے لے گا تو اس پر خرچ خود باپ کرے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

WWW.NAFSEISLAM.COM

## عورت کی فطرت

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

(۱) ایک بزرگ نے ایک حدیث سنائی، جس کا مفہوم تقریباً یہ ہے کہ مرد عورت کو خواہ کتنا ہی خوش رکھے مگر عورت یہی کہتی ہے کہ میں نے تیرے گھر میں دکھ اور تکلیف کے سوا کچھ نہیں پایا۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

سائل: سید محمد معین قریشی، کراچی

## الجواب:

اس حدیث میں الفاظ کا فرق ہے۔ اصل حدیث یہ ہے کہ ”حضور ﷺ نے عورت کی فطرت یہ بیان فرمائی کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ عمر بھر اچھائی کرتا رہے مگر ایک مرتبہ ایسا موقعہ آجائے کہ بیوی کی کوئی فرمائش پوری نہ ہو سکے تو بیوی فوراً عمر بھر کے احسانات کو بھلا کر یہ کہہ دیتی ہے کہ تم نے میرے ساتھ کبھی کوئی اچھائی نہیں کی ہے۔“

واللہ تعالیٰ اعلم

## محمد! نام رکھنے کی نیت اور اسکی برکات

## الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ اگر کوئی شخص دوران حمل یہ نیت کرے کہ اگر لڑکا پیدا ہوگا، تو اس کا نام ”محمد“ رکھوں گا تو انشاء اللہ لڑکا ہی پیدا ہوگا اور ایک صحابی نے ایسا ہی سات مرتبہ کیا تو ان کے ہاں ساتوں لڑکے پیدا ہوئے۔

(۱) کیا یہ بات صحیح ہے؟

(۲) محمد نام رکھنے سے کیا مراد ہے صرف محمد نام ہو؟

(۳) اور ایک سے زیادہ ہونے کی صورت میں کس طرح نام رکھے جائیں گے؟

(۴) محمد پرویز اور علی محمد اور علی احمد وغیرہ نام رکھنا کیسا ہے؟

(۵) اللہ تعالیٰ کو عبد اللہ اور عبد الرحمن نام بہت پسند ہیں۔ لڑکیوں میں کون سے نام پسند ہیں؟

برائے مہربانی مذکورہ بالا مسائل کا جواب پوری تفصیل سے نوازیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل

میں برکت دے۔

سائل: محمد عبد اللہ قادری، میرپور خاص

الجواب:

دو کون سے یہاں منقول ہے اور تجربہ سے بھی یہاں ثابت ہے کہ حالت غسل میں نہیں بیٹے سے پہلے مہا باپ سے دل سے نیت کر لیں کہ اگر اس غسل سے لاکھ بیٹے ہو گا، تو اس کا نام محمد رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ لاکھ بیٹے ہو گا۔ بس سے لاکھ ہوں تو سب کے اصلی نام محمد رکھیں اور ہلانے کیلئے علیحدہ علیحدہ دوسرے نام رکھیں۔ مگر پر دوح نام نہ رکھیں۔ لاکھوں کے نام ازواج مطہرات اور حضور ﷺ کی ساتھیوں کے نام اور اس کے علاوہ آپہ اور مریم نام بھی اچھے ہیں۔



# تجارت کا بیان

## بیع کی تعریف اور بیع در بیع کا حکم

مفتی اسلام

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
بیع کی تعریف کیا ہے؟ جو چیز بیچ دی جائے، مثلاً زید نے اپنی اراضی کا ایک قطعہ بحر کو بیچ دیا جس کا تحریری ثبوت بھی ہے۔ پھر زید نے وہی قطعہ زمین خالد کو بھی بیچ دیا۔ شریعت کی رو سے زید کا یہ عمل جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

شریعت میں ایجاب و قبول ہو جانے کے بعد بیع مکمل ہو جاتی ہے، اور بائع (بیچنے والا) اور مشتری (خریدنے والے) میں سے کسی کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ صاحب ہدایہ شیخ الاسلام برہان الدین ابو الحسن علی ابن ابی بکر

الفرغانی متوفی ۵۹۳ھ نے حدیہ میں لکھا:

البيع ينعقد بالايجاب والقبول اذا كانا بلفظي الماضي  
يعني بيع في حين ايجاب وقبول دون لفظ ماضي کے ساتھ ہوں تو بيع منعقد ہو جاتی ہے۔ اسکے بعد فرمایا:  
واذا حصل الايجاب والقبول لزم البيع ولا خيار لواحد منهما الا من عيب  
او عدم رؤية

(آخرین، کتاب البيوع، صفحہ: ۲۰، ۱۸، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)  
اور جب ایجاب و قبول ہو جائے تو بيع لازم ہو جاتی ہے بائع یا مشتری میں سے کسی کو فسخ کا اختیار نہیں مگر یہ  
کہ چیز عیب دار ہو یا اسے دیکھنا نہ ہو۔

اور مسلمان کو تحریر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ صرف زبان سے ایجاب و قبول کر لینے سے بيع مکمل  
ہو جاتی ہے۔ اور مسلمان کو اپنے کئے ہوئے عقد کو پورا کرنا لازم ہے۔ قرآن کریم میں ہے:  
وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ

(سورۃ (۱۷) بنی اسرائیل، آیت: ۳۴)

اور عہد پورا کرو۔

لہذا صورت مسئلہ میں جب زید نے اپنی زمین بکر کے ہاتھ بیچ دی تو وہ دوبارہ کسی کے ہاتھ اسے نہیں بیچ  
سکتا ہے۔ اس نے جن لوگوں کے ہاتھ دوبارہ بیچی ہے، وہ پھانسا جائز ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ دوسری بیچ کو فسخ کر دے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

تجارت میں منافع کی حد

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید کہتا ہے کہ ”منافع آٹے میں نمک کے برابر لینا چاہئے جبکہ بکر کہتا ہے کہ بہہشتی زیور میں لکھا ہے کہ  
منافع بیس فیصد لینا چاہئے“ لہذا آپ سے گزارش ہے کہ کس کا قول صحیح ہے؟ اور شریعت میں منافع کی کیا مقدار  
مقرر کی گئی ہے؟ جواب سے نوازیں۔

سائل: محمد انیس، مہاجر کیمپ، کراچی



## الجواب:

عام حالات میں، جو اشیاء بازار میں کھلے عام ملتی ہیں، کسی قسم کی کوئی قلت نہیں، تو ان میں شریعت نے نفع کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ لیکن چیز کو بچنے کیلئے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ یعنی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ چیز میں نے اتنے میں خریدی ہے اور کم نفع میں دے رہا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ بازار میں کسی چیز کی کمی ہو جانے کی صورت میں اسے چھپا کر رکھنا یا بہت زیادہ نفع پر بیچنا ناجائز ہے۔ اور اسی کو ”ذخیرہ اندوزی“ کہتے ہیں، جو کہ شریعت میں ناجائز ہے۔

## سودا نہ ہونے کی صورت میں بیانہ کی رقم کا حکم

## الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: زید نے عمر سے ایک مکان لاکھ روپے میں خرید اور دس ہزار روپے اس کو بیانہ دیا۔ اب زید نے عمر سے مکان خریدنے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے لیکن بیانہ کی رقم واپس لینا چاہ رہا ہے۔ اور عمر دینے سے انکار کر رہا ہے۔ لہذا مسئلہ مذکورہ میں عمر کو یہ رقم ضبط کر کے کھا جانا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: سید عبدالواحد، متعلم دارالعلوم امجدیہ

## الجواب:

اگر خریدار قیمت ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو بیع کو فسخ کر دیا جائے گا۔ اور بیانہ کی رقم واپس کر دی جائے گی۔ شریعت کا قاعدہ ہے کہ:

الْمَالُ بِالْمَالِ

یعنی کسی کا مالی نقصان ہو جائے تو وہ اسکے بدلے میں مال لے سکتا ہے۔

یہاں خریدار نے کوئی مالی نقصان نہیں کیا۔ لہذا اس کا مال ضبط کرنا ناجائز ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

(سورة (۲) البقرة، آیت: ۱۸۸)

آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ (کنز الایمان)  
 بیچنے والا خوشی سے اس بیع کو فسخ کر دے اور جو روپیہ پیشگی لیا تھا واپس کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی بہت سی غلطیوں کو معاف کر دے گا۔ حدیث میں فرمایا:

مَنْ أَقَالَ نَادِمًا أَقَالَ اللَّهُ عَشِيَّ أَنَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
 جو کسی نادم کی بیع کو فسخ کر دے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی بہت سی غلطیوں کو معاف فرما دے گا۔

## ادھار میں زیادہ قیمت پر بیچنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ایک پارٹی کو کچھ مال بیچنے کا معاہدہ ہوا تھا۔ اور معاہدے کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) میں ایک پارٹی کیلئے مال خرید کر اسے تیار کر کے دے رہا ہوں۔ طے یہ ہوا کہ یہ مال تیار کر کے پرافٹ اس صورت میں دیا جائے گا کہ اگر وہ اس کی ادائیگی دو ماہ کے اندر کر دے۔

(۲) اگر خریدار ادائیگی ایک ماہ کے اندر کر دے تو خریدار کو ۲۰% جلد ادائیگی کیلئے سلسلے میں چھوٹ دی جائے گی اگر ادائیگی نقد کر دے تو ۴۰% جلد ادائیگی میں خریدار کو چھوٹ دی جائے گی۔

(۳) اسی طرح اگر خریدار دو ماہ طے شدہ کے مطابق ادائیگی نہ کر سکے تو تین ماہ کی ادائیگی کرنے پر ۲۰% خریدار پر جرمانہ اور ادائیگی ماہانہ کرنے کی صورت میں ۴۰% جرمانہ ہوگا۔ کیا یہ خرید و فروخت شریعت کے لحاظ سے درست ہے؟

میں کمپنی کو چمڑے دیتا ہوں لیکن چمڑے اور کھالیں میرے قبضہ میں نہیں ہوتے کہ میں کمپنی سے معاہدہ طے کر لیتا ہوں۔

سائل: آفتاب احمد، کورنگی، کراچی

## الجواب :

شریعت نے خرید و فروخت اور تمام معاملات میں ایسی شرائط مقرر کی ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے آپس میں اختلاف اور جھگڑے پیدا نہ ہوں لہذا خرید و فروخت کے تفصیلی مسائل حدیث و فقہ میں بیان کر دیئے۔ ان میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ وہ چیز فروخت نہ کرو جو تمہارے قبضہ میں نہ ہو۔ سوال میں مذکورہ صورت یہ ہے کہ وہ چیزے جن کو فروخت کیا جاتا ہے، وہ فروخت کرنے والے کی ملکیت میں نہیں ہیں۔ یہ بیع باطل ہے اور سخت گناہ ہے۔ لہذا اگر پہلے خرید لیں اسکے بعد فروخت کریں تو فروخت کرنے والے کو شریعت نے یہ اختیار دیا ہے کہ نقد کی قیمت اور رکھے اور ادھار کی قیمت اور مقرر کرے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ادھار کی مدت متعین کر دی جائے۔ لہذا یہ کر سکتا ہے کہ یہ چیز نقد سو روپے کی ہے اگر ایک مہینے بعد قیمت دو تو ایک سو پانچ روپے کی ہے۔ اگر دو ماہ کے بعد قیمت دو تو ایک سو دس روپے کی ہے۔ غرض یہ کہ جتنی مدت زیادہ ہو، اتنی قیمت زیادہ ہو سکتی ہے۔ مگر سوال میں جو صورت بعد میں لکھی ہے کہ اگر وہ لیٹ کریں تو دو فیصد یا چار فیصد جرمانہ لیا جائے گا یہ ناجائز ہے۔ شریعت میں مال پر جرمانہ جائز ہی نہیں ہے۔ ہاں کوئی شخص کسی کا مال برباد کر دے تو اس مال کی قیمت لی جاسکتی ہے۔ اسکے علاوہ کسی دوسری غلطی پر مال سے جرمانہ جائز نہیں ہے۔ لہذا اس میں بھی یہ تبدیلی کر دیں کہ جرمانے کا لفظ نہ بولیں بلکہ خریدار کو بتائیں کہ اگر تم اس کے بعد ایک ماہ اور لیٹ کرو گے تو اس چیز کی قیمت اتنی زیادہ ہوگی اسی طرح ہر مہینے پر اس کی قیمت بڑھا کر متعین کر لیں تو یہ جائز ہے۔

### بیع (بکنے والی چیز) کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا

#### الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

زید نے لوہا امپورٹ کیا اور ۵ ٹن مال یہاں پورٹ پر آگیا۔ اس نے بحر سے کہا کہ ”تم مال دیکھ لو اور میں اسے ۱۰۰ روپے ٹن کے حساب سے فروخت کروں گا“۔ چنانچہ بحر نے دیکھ کر سودا طے کر لیا۔ اب بتائیے زید کا اس طرح سے بیع کرنا کیسا ہے؟ اور بحر کہ جو خریدار ہے اس کیلئے کیا حکم ہے؟ یاد رہے کہ تمام کاغذات زید کے نام کے بنے اور

مال بھی زید کے نام ہے۔ بیع کرنے کے بعد ضروری کارروائی مکمل کر کے بخر کو مال دے دیا گیا۔ آیا یہ صورت شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

سائل: خالد رفیق، ملیرشہ، کراچی

الجواب:

کسی شے منقول کو یعنی جو ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا کر لے جائی جاسکتی ہے، خریدار جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے کسی کے ہاتھ فروخت نہیں کر سکتا۔ حدیثوں میں بھی اس کی ممانعت ہے۔ امام الحدیثین محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اپنی صحیح میں حدیث نقل کی:

وعن ابن عباس قال اما الذي نهى عنه النبي ﷺ فهو الطعام ان يباع حتى ليقبض قال ابن عباس ولا احسب كل شئ الا مثله عليه  
وہ چیزیں جن سے نبی کریم ﷺ نے قبضے سے پہلے بیع کرنے سے منع کیا تھا کھانے کی چیزیں تھیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرے نزدیک سب چیزوں کا حکم یہی ہے۔

اور دوسری حدیث شریف میں فرمایا:

قال رسول الله ﷺ من ابتاع طعاماً فلا يبعه حتى يستوفيه زاد اسماعيل حتى يقبضه

(جلد ۱) کتاب البيوع، باب بيع الطعام قبل ان يقبض، صفحہ: ۲۸۲، قدیمی کتب

خانہ، کراچی)

WWW.NAFSEISLAM.COM

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کھانے کی کوئی چیز خریدی پس اسے نہ بیچے جب تک مکمل حاصل نہ کر لے اور اسماعیل کی روایت میں یہ ہے کہ جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے۔

اسی بناء پر ہمارے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ تو نے ناپنے والی منقولات کی بیع خریدار قبضہ لینے سے پہلے دوسرے کے ہاتھ فروخت نہیں کر سکتا۔ درمختار میں ہے:

فلا يصح اتفاقاً بيع منقول قبل قبضة

اسکے بعد تحریر فرماتے ہیں:

وفسد بيع منقول قبل قبضة

(بر حاشیہ شامی، جلد ۴) فصل فی التصرف فی المبیع والثلث، صفحہ: ۱۸۱،

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی اتفاقاً قبضہ سے پہلے منقولات کی بیع صحیح نہیں ہے۔ اور اگر قبضہ سے پہلے منقولات کی بیع کر لی جائے

تو وہ فاسد ہوتی ہے۔

بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ قبضہ ہونے سے پہلے بائع اور مشتری دونوں پر واجب ہے کہ اس بیع کو فسخ کر دیں

اور اگر قبضہ کر لیا ہے تو بھی جب تک وہ بیع باقی ہے اسکو فسخ کرنا واجب ہے۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی

۱۰۸۸ھ نے در مختار شرح تئویر الابصار میں لکھا:

ويجب على كل واحد منهما فسخه قبل القبض او بعده ما دام المبيع

بحاله في يد المشتري اعداما للفساد لانه معصية فيجب رفعها

(بر حاشیہ شامی، جلد ۴، کتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب رد المشتري،

صفحہ: ۱۴۰، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک پر قبضہ سے پہلے یا اس کے بعد بیع کا فسخ کرنا واجب ہے جب تک بچنے والی چیز

مشتری کے ہاتھ میں اپنی حالت پر ہو۔ تاکہ فساد برپا نہ ہو اس لئے کہ یہ گناہ ہے۔ اور لڑائی جھگڑے کا سدباب لازمی

ہے۔

بہر صورت قبضے سے پہلے منقولات کو فروخت کرنا بیع فاسد ہے۔ اور بیع فاسد کرنے والا گناہگار ہے۔ اور

بیع فاسد میں قبضہ کرنے کے بعد بھی بیع بعد ثمن میں خبث رہتا ہے۔ اور اس بیع کو فسخ کرنا واجب ہوتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## مکان کی زمین بیچنا اور ملبہ نہ بیچنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید اپنا گھر بیچنا چاہتا ہے، لیکن اس نے اپنے گھر کی صرف زمین محمود کو فروخت کی۔ چار دیواری اور عمارت

کا یہ فیصلہ یہ کیا کہ اس کا ماہر مستری سے اندازہ لگوائیں گے جو فیصلہ ہو گا محمود اتنی اینٹیں وغیرہ خرید کر مطلوبہ جگہ پر پہنچائے گا۔ کیا اس طرح کی بیع جائز ہے یا ناجائز؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب:

زمین کی بیع کرنے میں زمین کے ساتھ جو چیزیں اس طرح متصل ہوتی ہیں کہ جن کو زمین کے ساتھ باقی رکھنے کیلئے بنایا جاتا ہے، جیسے دیوار اور درخت وغیرہ، وہ بیع میں داخل ہو جاتی ہیں۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا:

او متصلاً به تبعاً لها دخل فی بیعها یعنی ان کل ما کان متصلاً بالبیع اتصال قرار وهو ما وضع لالان یفصله البشر دخل تبعاً وما لا فلا اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

فیدخل البناء والمفاتیح

(بر حاشیہ شامی، جلد (۳) کتاب البیوع، فصل فی ما یدخل طبعاً وما لا یدخل، صفحہ: ۳۷، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اب ان کا استثناء کرنا اور استثناء میں بھی یہ شرطیں لگانا کہ مشتری اندازہ کرائے گا اور اتنی اینٹیں مطلوبہ جگہ پر پہنچائے گا یہ تمام شرطیں باطل ہیں اور جب بیع میں ایسی شرطیں لگائی جاتی ہیں، تو وہ بیع فاسد ہو جاتی ہے۔ اور بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ اس کو صحیح کرنا واجب ہے۔

شیخ الاسلام برحان الدین ابوالحسن علی ابن ابی بکر الفرغانی متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا:

وجملة المذهب فيه ان يقال كل شرط يقتضيه العقد كشرط الملك للمشتري لا يفسد العقد لثبوته بدون الشرط وكل شرط لا يقتضيه العقد وفيه منفعة لاحد المتعاقدين او للمعقود عليه وهو من اهل الاستحقاق يفسده

(آخرین، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، صفحہ: ۵۹،

مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

اصول یہ ہے کہ ہر وہ شرط جو عقد کیلئے لازم ہو جیسے خریدنے والے کیلئے ملکیت شرط ہے، یہ شرط عقد کو فاسد نہیں کرتی۔

## فلیٹ پر قبضہ سے پہلے اسے بیچنے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

آجکل جو فلیٹس وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ بلڈرز زمین خرید کر کسی نام سے اپنے پروجیکٹ کا اعلان کر دیتے ہیں اور اپنا دفتر وغیرہ بنا لیتے ہیں۔ تعمیر ہونے والے مکانات کی کل قیمت، ہاؤس بلڈنگ کا قرضہ اور ماہانہ قسط اور قیمت بھنگ کا مفصل اعلان کر دیا جاتا ہے۔ ضرورت مند فلیٹس بک کروا لیتے ہیں۔ اس اثناء میں بعض شرکاء یا کوئی ایک اپنا بک کردہ فلیٹ کسی دوسرے فریق کے ہاتھ منافع کے ساتھ بیچ دیتا ہے۔ آیا یہ عمل از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز؟

سائل: محمد سلیم کاسانی

الجواب :

فلیٹ بک کروانا اور معاہدے کے مطابق قسط وار قیمت ادا کرنا اور مکمل ہونے کے بعد اس پر قبضہ کرنا حقیقتاً بیع نہیں ہے، بلکہ کسی چیز کا آرڈر دے کر تیار کروانا اور تیار ہونے کے بعد اس پر قبضہ کرنا ہے۔ اس کو شریعت میں ”استصناع“ کہتے ہیں اور یہ جائز ہے۔ جیسے جو تانے یا شیروانی، پتلون وغیرہ سینے کا آرڈر دیا جائے اور تیار ہونے کے بعد قیمت دے کر یہ چیز لے لی جائے۔ شیخ الاسلام برہان الدین ابو الحسن علی ابن ابی بکر الفرغانی متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا :

وفی الاستحسان یجوز للتعامل فیہ فصار کصبغ الثوب وللتعامل جوزنا

الاستصناع

(آخرین، باب البیوع الفاسد، صفحہ: ۶۱، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

استحساناً لوگوں کے اس پر عمل کی وجہ سے جائز ہے۔ پس یہ کپڑا رنگائی کی طرح ہو جائے گا۔ اور فقہاء کا کہنا

ہے کہ ہم نے عوام الناس کے عمل کی وجہ سے آرڈر دے کر تیار کروانے کو جائز قرار دیا۔ شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ کسی چیز کو خرید کر جب اس پر قبضہ کرے گا تب دوسرے کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے۔ اور جب تک قبضہ نہ ہو بیع نہیں کر سکتا۔ لہذا صورت مسئولہ میں جب فلیٹ تیار ہونے کے بعد اس پر قبضہ کر لے تو اس وقت پہچانا جائز ہے، اس سے پہلے نہیں۔

## کھڑی فصل کو بیچنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں کچھ لوگ گندم کی فصل تیار ہونے سے پہلے ہی ایڈوانس رقم لے کر سستے داموں بیچ دیتے ہیں۔ آیا یہ سودا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ تنگی کی وجہ سے ضرورت مند حضرات ایسے سودے کرتے ہیں، جس میں خریدار کو کافی فائدہ ہوتا ہے۔

سائل: ولی محمد قریشی، شاہی بازار، شہزاد پور

الجواب:

اس طرح پر کسی چیز کا خریدنا اور پہنچنا کہ قیمت ادا کر دی جائے اور جس چیز کو خرید رہا ہے، وہ بعد کو لی جائے اسکو شریعت میں ”بیع سلم“ کہتے ہیں۔ حدیثوں میں اس کا جائز ہونا اور اس کی شرطیں بیان کر دی گئی ہیں۔ وہ شرائط یہ ہیں کہ قیمت اور بیع (بیچنے والی چیز) دونوں صاف صاف طور پر بیان کر دیئے جائیں اور جس مجلس میں یہ بیع ہوئی ہے، اسی مجلس میں قیمت دے دی جائے اور پہنچنے والا اس پر قبضہ کر لے اور اگر اس مجلس میں قبضہ نہیں کیا جائے گا تو یہ بیع باطل ہو جائے گی۔ جس چیز کو پہنچانا ہے، وہ ایسی ہو کہ بیع کے وقت سے دینے کے وقت تک برابر بازار میں ملتی رہے اور دینے کا وقت بالکل معین کر دیا جائے اور کم از کم ایک مہینے کی مدت مقرر کی جائے۔ اس میں یہ شرط نہیں لگائی جاسکتی ہے کہ کاشت کار فلاں کھیت میں جو گیہوں پیدا ہو گا وہ دے گا۔ اگر ایسی شرط لگائیں گے تو یہ بیع باطل ہو جائے گی۔ ان شرطوں کے ساتھ جب بیع کی جائے تو بیع جائز ہوتی ہے۔ اور مذکورہ شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو بیع باطل اور حرام ہوگی۔



لوگ جس طرح نقد کے مقابلے میں ادھار چیز کو زیادہ قیمت پر بیچتے ہیں اس طرح خریدار بھی پیسے ابھی دے کر چیز بعد کو لے گا تو سستی خریدے گا اور بیچنے والا کم داموں میں بیچے گا۔ خریدار اور بیچنے والا جب خرید و فروخت کریں اور شریعت کی شرائط ملحوظ رکھیں تو بیع جائز ہوگی۔

## کھیت بٹائی پر دینے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 زید نے اپنا کھیت اس شرط پر بخر کو بیچ دیا کہ فصل کٹنے پر مجھے ۴ بوری مکئی دینا، چاہے کھیت کم مکئی لائے یا زیادہ اور ایک دوسرے شخص کو اس شرط پر دیا کہ جب فصل تیار ہو جائے تو فصل میں سے دو حصے تمہارے اور تین حصے میرے یا ایک حصہ تمہارا اور تین حصے میرے۔ یا اس شرط پر کھیت دیا کہ آدھی فصل تمہاری اور آدھی فصل میری۔ تو کیا یہ طریقہ جائز ہے؟ براہ کرم تفصیل سے جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دے کر مشکور فرمائیں۔  
 سائل: حسین اللہ

الجواب:

کھیت کی زمین بٹائی پر دینے کیلئے جو شرائط ہیں، ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ہر ایک کا پیداوار میں حصہ مقرر ہو۔ یعنی ہر ایک کیلئے اس کی مقدار کا متعین ہونا ضروری ہے۔ مثلاً نصف تہائی یا چوتھائی۔ لیکن اگر یہ مقرر کیا کہ اس زمین کی پیداوار میں سے ایک من، دو من، ایک بوری یا دو بوریاں، تو اس صورت میں یہ عقد جائز نہیں ہے۔ سوال میں جو دوسری اور تیسری صورت ہے کہ فصل تیار ہونے پر دو حصہ یا تین حصے زمین والا لے گا، یہ جائز ہے۔

## قسطوں پر بیچنے اور خریدنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

قسطوں پر سامان وغیرہ لینا کیسا ہے؟ مثلاً ایک چیز کی قیمت نقد ۷,۰۰۰ روپے ہے اور قسطوں پر ہم اس چیز کو لیتے ہیں تو اس کی قیمت ۲۱,۰۰۰ روپے ہو جاتی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ نقد رقم سے جو زیادہ روپے دینے پڑتے ہیں، یہ سود ہے یا نہیں؟ مالک بتا دیتا ہے کہ آپ قسطوں پر لیں گے تو آپ کو اتنے روپے زیادہ دینے پڑیں گے؟

سائل: محمد نعیم قادری

الجواب:

فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ نقد اور ادھار کی قیمتوں میں فرق کرنا جائز ہے۔ اور اس طرح بیع کرنا کہ یہ چیز نقد دس روپے کی ہے اور ادھار پندرہ روپے کی یہ جائز ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں قسطوں پر سامان لینا جائز ہے اور قسطوں کی صورت میں جو زیادہ پیسہ دیا جاتا ہے، یہ سود نہیں ہے۔ اس میں ناجائز ہونے کی صورت مندرجہ ذیل ہوگی ہے کہ اگر مالک سے قیمت متعین کر کے کوئی چیز خریدی گئی تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اتنے روپے مالک کے خریدار کے ذمہ واجب ہیں اور خریدار اس چیز کا مالک ہو گیا اب خریدار مالک کو یہ روپیہ نقد نہ دے بلکہ یہ کہے کہ میں قسطوں میں اس سے زیادہ ادا کروں گا تو اس صورت میں یہ زیادتی سود ہے اور حرام ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## معاہدے سے انحراف کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: میں ایک تعمیراتی کمپنی میں پارٹنر ہوں اور زمین کی خرید و فروخت کے معاہدے کے مندرجہ ذیل مسئلے پر آپ سے قرآن و سنت کی روشنی میں فتویٰ کا طالب ہوں۔ امید ہے کہ اس سلسلہ میں میری رہنمائی فرمائیں گے۔ مسئلہ یہ ہے کہ فروری ۱۹۸۶ء میں ایک سرکاری ادارہ نے کراچی میں واقع چند قطععات اراضی کی فروخت کے سلسلہ میں اخبارات میں اشتہارات کے ذریعہ عوام سے ٹینڈر طلب کئے اور پیشکش کے ساتھ بولی کی رقم کا دو فیصد ضمانت بذریعہ پے آرڈر کو لازمی قرار دیا۔ میری کمپنی نے بھی ایک قطعہ اراضی کیلئے پیشکش داخل کی اور شرائط کی پابندی کے ساتھ دو فیصد بھی جمع کروا دیا۔

فروری ۱۹۸۶ء کو ہی عوام کے سامنے وہ ٹینڈر کھولے گئے۔ جس طرح مختلف قطععات کیلئے، مختلف لوگ جن کی پیشکش بڑی تھی کامیاب قرار دیئے گئے۔ اسی طرح میری کمپنی بھی اس ایک قطعہ اراضی کے سلسلہ میں دوسری چند کمپنیوں سے آگے تھی، کامیاب قرار دی گئی اور دوسری شرط کے مطابق کامیاب ہونے والوں کو ایک ہفتہ میں مزید ۲۳ فیصد رقم جمع کرانے کی ہدایت موصول ہوئی۔ بصورت عدم ادائیگی پہلے ادا کئے گئے دو فیصد ضبط ہو جائیں گے۔

لہذا میری کمپنی نے شرائط کی پابندی کرتے ہوئے مزید ۲۳ فیصد رقم مقررہ وقت میں جمع کروادی۔ اس طرح یولی کی رقم کا ایک چوتھائی یعنی ۲۵ فیصد (تقریباً ۳۵ لاکھ روپے) حکومت کے خزانے میں پہنچ گیا۔ جولائی ۸۷ء میں اس سرکاری ادارے نے لاہور، راولپنڈی اور اسلام آباد میں واقع اپنے مرکزی دفاتر کی جانب سے ہمیں مطلع کیا کہ ہماری پیشکش قبول کر لی گئی ہے۔

لیکن اس زمین پر کسی شخص نے جعلی دستاویزات کے زور پر عدالت سے ڈگری لی ہوئی ہے، جسکے خلاف محکمہ عدالت عالیہ سے رجوع کیا ہے، جو نہی اس سلسلے میں کوئی کامیابی ہوئی آپ کو قبضہ دے دیا جائے گا۔ اور بقایا رقم کی ادائیگی کے شیڈول کا تعین کیا جائے گا۔ اور اسی دوران سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں زمین ہماری کمپنی کا نام منتقل کرنے کی کارروائی بھی کی جائے گی۔ ادارے نے ہم سے عدالت میں اس جعلی معاملہ کے خلاف تعاون کی بھی درخواست کی۔ جس پر ہم نے اپنا وکیل ادارے کو پیش کیا۔ جب عدالت سے ادارے کے حق میں فیصلہ ہو گیا تو ہماری کمپنی نے اس ادارے کو معاہدے کی شرائط کے مطابق قبضہ دینے کی درخواست کی، جس پر ادارہ نے ٹال مٹول شروع کر دی۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس عرصہ دراز میں ڈھائی تین سال میں زمینوں کی قیمت میں چونکہ اضافہ ہوا تھا۔ لہذا ادارے کے چلانے والوں کی نیٹوں میں فتور آچکا تھا۔ اور وہ اپنے بڑے افسران کے ذریعہ حتیٰ کہ اس محکمہ کے وفاقی وزیر کے ذریعہ بھی ہم سے ملے اور دیگر کامیاب یولی دھندگان سے مطالبہ کرتے رہے کہ ہم تمام لوگ ٹینڈر کی طے شدہ رقم میں اضافہ کریں، جسے ہم نے مسترد کرتے ہوئے عدالت عالیہ میں رجوع کیا۔

اور تقریباً یہ مقدمہ آخری مراحل میں تھا اور نوشتہ دیوار کی طرح صاف تھا کہ کیا ہونے والا ہے کہ اس ادارے نے حکومت کے اعلیٰ ترین ممبر سے ایک آرڈیننس جاری کروایا، جس کی رو سے تمام معاہدے منسوخ اور تمام عدالتی فیصلے بھی کالعدم، خواہ ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ سے ہوئے ہوں اور ایک سے رکنی کمیٹی بنائی گئی۔ جس میں دو ریٹائرڈ اور ایک حاضر سروس جج صاحبان ہوں گے۔ یہ سے رکنی کمیٹی، جو فیصلہ دے، صرف وہی قابل قبول ہوگا، اسکے خلاف کسی قانون کے تحت کسی عدالت و مقام میں اپیل کی گنجائش نہیں ہوگی۔ اب آپ سے یہ سوال ہے کہ مندرجہ بالا تحریر کی روشنی میں ہمیں

بتائیں کہ کیا اس ادارہ کا ہمارے ساتھ معاہدہ کر کے مخرف ہو جاتا۔ شرعاً کیا حیثیت رکھتا ہے؟ تفصیلی جواب سے نوازیں۔ نوازش ہوگی۔

فقط: ایک سائل

الجواب:

قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے عہد و پیمان کے پورا کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا:

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا

(سورۃ (۱۷) بنی اسرائیل، آیت، ۳۴)

اور عہد پورا کرو بے شک عہد سے سوال ہوتا ہے۔ (کنز الایمان)

اسی طرح عقد کے پورا کرنے پر بھی زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ میں فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ

(سورۃ (۵) المائدہ، آیت، ۱)

اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے باہمی معاہدہ پورے کیا کریں کہ یہ ایمان کا تقاضا

ہے۔ ایک اور مقام پر قرآن کریم میں مسلمانوں کی صفات کا ذکر یوں فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝

(سورۃ (۲۳) المؤمنون، آیت: ۸)

یعنی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی یہ پہچان بیان فرمائی کہ ان کے پاس امانتیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی

ہوں یا لوگوں کی اور اسی طرح ”عہد“ خدا کے ساتھ ہوں یا مخلوق کے ساتھ، پورا کرتے ہیں۔ اور ایک جگہ یوں

فرمایا:

وَالْمُؤْمِنُونَ بَعْدَهُمْ إِذَا عَاهَدُوا

(سورۃ (۲) البقرۃ، آیت، ۱۷۷)

یعنی اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں۔ (کنز الایمان)

ان آیات کے علاوہ اور بھی آیات عہد سے متعلق ہیں۔ عہد اور قول و اقرار کے ایفاء کرنے کی تاکید فرمائی اور عہد و پیمانہ و فائدہ کرنا حدیث میں منافقین کی علامت بیان کی گئی۔ چنانچہ صاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین ابنی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب متوفی ۷۴۲ھ نے بخاری و مسلم کے حوالے سے نقل کیا:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذِبًا وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا أَوْثَمِنَ خَانَ  
یعنی منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

ایک اور حدیث میں جو کہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا:  
أَرْبَعٌ مَنْ كُنْ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنَ الْبُفَاقِ حَتَّىٰ يَذْعَبَهَا إِذَا أَوْثَمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذِبًا وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ

جس شخص میں چار خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں ان میں سے کوئی ایک ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔ جب امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو خلاف کرنے اور جھگڑے میں گالی گلوچ کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے اس میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَّا أَمَانَةٌ لَهُ، وَلَا دِينَ لِمَنْ لَّا عَهْدٌ لَهُ

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، صفحہ: ۱۴، ۱۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی جس میں امانت داری نہیں اس کا ایمان نہیں اور نہیں ہے دین اس شخص کا جو عہد و وفا نہیں کرتا۔

قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ سے یہ ثابت ہوا کہ عہد و پیمانہ اور عقد پورا کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اور اسکی خلاف ورزی کرنا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے احکامات کی نافرمانی کرنا ہے۔ سوال پڑھنے سے یہ معلوم ہوا کہ عاقدین (خرید و فروخت کرنے والے) کے درمیان یہ عقد مکمل طور پر طے پا گیا اور شرعی طور پر یہ بیع منعقد ہو گئی۔ کتب فقہ میں یہ مسئلہ بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی ابن ابی بکر الفرغانی متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا:

وَإِذَا حَصَلَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ لَزِمَ الْبَيْعُ وَلَا خِيَارَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَّا مِنْ عَيْبٍ

او عدم رؤیة

یعنی جب ایجاب و قبول مکمل ہو جائے تو بیع لازم ہو جاتی ہے۔ اور بچنے اور خریدنے والے میں سے کسی کو فسخ کا اختیار نہیں رہتا مگر یہ کہ اس چیز میں کوئی عیب ہو یا اس کو پہلے دیکھا نہ ہو۔ یہ تو شریعت اسلامی کے ماخذ قرآن و حدیث اور فقہ کے دلائل تھے مگر دنیا میں غیر مسلم لوگ بھی وعدہ خلافی کرنے اور معاہدہ توڑنے کو قابل نفرت قرار دیتے ہیں۔ لہذا گورنمنٹ کو چاہئے کہ وہ یہ معاہدہ بغیر کسی میل و حجت کے پورا کروادے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## تجارت بڑھانے کیلئے انعامی کوپن جاری کرنا

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: قرعہ اندازی میں جو انعام نکلے جیسے کہ ہم کوئی چیز خریدیں اور اسکے ساتھ کوئی ریفل ٹکٹ بھی ملے جس پر بعد ازاں قرعہ اندازی سے انعام نکل آئے۔ مثلاً گاڑی، فریج، وغیرہ تو وہ انعام لینا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

کوئی شخص یا کمپنی اپنے مال کی بھری بڑھانے کیلئے ایسا کرتی ہے کہ پیکٹ یا ڈبے کے اندر ایک کوپن رکھ دیتی ہے، جس پیکٹ میں سے ٹکٹ نکلے گا اس پر انعام دیا جائے گا۔ جن لوگوں کے پیکٹ میں وہ ٹکٹ نکلیں گے، تو ان میں قرعہ اندازی کر کے انعام دیا جائے گا یہ صورت جائز ہے۔ اسی طرح کوئی شخص قرعہ اندازی کر کے حج پر بھجے تو یہ بھی جائز ہے۔

## انعام کا لالچ دے کر قرض لینے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

سجارت کا بیان

ایک شخص نے بغرض تجارت ۱۰۰ افراد سے دو لاکھ روپے، اس شرط پر قرض لئے کہ ایک ماہ بعد واپس کر دوں گا اور مزید ۵۰ ہزار روپیہ بطور انعام ۱۰ افراد کو قرعہ اندازی کے ذریعہ تقسیم کروں گا۔ تجارت میں نفع ہو یا نقصان۔ قرعہ اندازی میں ان افراد کے نام نکلے جنہوں نے ۱۰۰ روپیہ یا ۱۰ ہزار روپیہ قرض دیا تھا، ان کیلئے یہ انعام حلال ہے یا حرام؟

سائل: قاضی محمد رفیق، ریلوے پولیس لائن، لاہور

الجواب:

صورت مسئولہ میں قرعہ اندازی کر کے جو انعام دیا جائے گا، وہ جائز ہے اس لئے کہ مال کے ناجائز ہونے کی صورتیں شریعت نے متعین کر دی ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ کسی کا مال اس کی اجازت کے بغیر چوری، ڈکیتی، غصب، دھوکہ دہی وغیرہ کسی طرح لے لیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جوئے میں بازی لگا کر لیا جائے یا رشوت میں لیا جائے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ سود میں لیا جائے۔ سود کے معنی شریعت میں یہ ہیں:

الزيادة المشروطة فى العقد

یعنی قرض دینے میں یہ شرط کر دیا جائے کہ جتنا لیا ہے اس سے زیادہ واپس دے گا۔

اور سود کی دوسری صورت یہ ہے کہ ناپی یا تولی جانے والی چیزوں کو، ان کی ہم جنس کے ساتھ بیچا جائے اور ان میں وزن یا ناپ میں کمی زیادتی کی جائے۔ مثلاً ایک من گیسوں کو ڈیڑھ من گیسوں سے یا ایک صاع کھجوروں کو دو صاع کھجوروں کے بدلے بیچا جائے۔ سوال میں جو صورت مذکور ہے، وہ ان حرمت والی صورتوں میں سے کسی میں داخل نہیں۔ لہذا وہ انعام لینا جائز ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

زمین بٹائی پر دینے کا حکم

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی محمد وقار الدین صاحب!

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل مسئلے میں آپ سے رہنمائی مطلوب ہے۔

ایک صاحب جو آذہنیت کے مالک ہیں، کہتے ہیں کہ زمین بٹائی پر دینے سے زمیندار کو جو آمدنی ہوتی ہے، وہ حرام ہے۔ کیونکہ وہ بغیر کسی محنت کے حاصل ہوتی ہے۔  
از روئے شرع آپ بتائیں کہ ان صاحب کا مؤقف درست ہے یا نہیں؟

سائل: سید الیاس علی، پی ای سی ایچ ایس کالونی، کراچی

الجواب:

زمین کو کاشت کیلئے بٹائی پر دینا جائز ہے۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث شریف ہے:

عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ اعطى خيبر اليهود على ان يعملوها

ويزرعوها ولهم شطر ما خرج منها

(بخاری شریف، جلد اول، ابواب الحرث والمزارعة وما جاء فيه، باب المزارعة مع

اليهود، صفحہ: ۳۱۳، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین یہودیوں

کو دی اس شرط پر کہ اس میں زراعت کا کام کریں اور پیداوار میں آدھا ان کا ہوگا۔

لہذا زراعت کیلئے زمین دینا جائز ہے۔ ناجائز کہنے والا جاہل ہے۔ اور جو دلیل اس نے بیان کی ہے وہ لغو

ہے۔ اگر بغیر محنت کے کوئی چیز لینا حرام ہوتا تو دوست احباب کو تحائف دینا بھی حرام ہوتا۔ اسی طرح رشتہ داروں کو

صلہ رحمی کے طور پر کچھ دینا بھی حرام ہوتا۔ حالانکہ صلہ رحمی کا حکم قرآن و حدیث میں بھراحت موجود ہے۔ اور

حدیث میں ہے، اس حدیث کو امام دارالہجرت امام مالک بن انس بن ابی عامر بن عمرو بن الحارث متوفی ۷۹ھ نے

حدیث میں سب سے پہلے مدون ہونے والی کتاب مؤطا امام مالک میں نقل کیا:

قال رسول الله ﷺ تصافحوا يذهب الغل وتهادوا تحابوا وتذهب الشحناء

(کتاب الجامع، باب ما جاء في المهاجرة، صفحہ: ۷۰۶، ۷۰۷، نور محمد! کارخانہ

تجارت کتب، آرام باغ، کراچی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا باہم مصافحہ کیا کرو، کینہ دور ہوگا اور آپس میں تحائف کا تبادلہ کرتے رہو، آپس

میں محبت بڑھے گی اور عداوت دور ہوگی۔

بلا محنت حاصل ہونے والی ہر چیز حرام ہوتی تو ہدیہ و تحفہ بھی حرام ہوتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم



## سامان کھیل کی تجارت کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
اسلام میں فٹبال، ہلکی کرکٹ، کیرم بورڈ وغیرہ کے کھیل جائز ہیں یا نہیں اور ان کھیلوں میں استعمال ہونے والی  
چیزوں کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟

سائل: اعجاز احمد قادری، ناظم آباد، کراچی

الجواب:

حدیث شریف میں صرف تین کھیل یعنی تیر اندازی، گھوڑے کو سکھانا اور اپنی بیوی سے کھینے کے علاوہ باقی تمام  
کھیلوں کو باطل کہا ہے۔ لہذا سوال میں جن کھیلوں کا تذکرہ ہے، یہ سب ناجائز ہیں، اور ان کے سامان کی تجارت بھی ناجائز ہے۔

## مشکوٰۃ ذرائع آمدنی کا حکم

الاستفتاء:

جناب مولانا مفتی صاحب السلام علیکم

جو لوگ سونے کا کاروبار یعنی زیورات بناتے ہیں اور پیتل کا نازکا لگاتے ہیں اور اس پیتل کو بھی سونے کے  
بھاؤ پھتے ہیں پھر وہی زیور اگر سنار کو بیچا جائے تو وہ اس پیتل کو وزن سے منھا کر کے صرف سونے کے وزن کا پیسہ دیتے  
ہیں۔ سنار کا یہ عمل شریعت کی رو سے کیا حکم رکھتا ہے؟

جو لوگ فونو بناتے ہیں، ان کی روزی حلال ہے یا حرام، ان کے یہاں کھانا پینا حرام ہے یا حلال؟ اگر انکو  
قربانی میں شریک کر لیا تو قربانی کا کیا حکم ہے؟ اور کاروبار میں شرکت ہوگی تو اس کا کیا ہوگا؟

سائل: نظام الدین، غوشیہ مسجد، نار تھہ کراچی

## الجواب :

سونے میں اجزاء جوڑنے کیلئے ٹانکا لگایا جاتا ہے، عام طور پر یہ ٹانکا تانبہ سے لگایا جاتا ہے۔ صرف (سار) یہ بتاتے ہیں کہ ٹانکا سونے سے نہیں لگ سکتا۔ جو کچھ بھی ہو جب پرانے زیورات صرف خریدتے ہیں تو ٹانکے کا وزن کاٹ کر سونے کی قیمت دیتے ہیں تو انہیں بچتے وقت بھی چاہئے کہ بتا کر ٹانکے کی قیمت کا وزن کاٹ کر زیورات فروخت کریں اگر ایسا نہیں کریں تو یہ ناجائز و گناہ ہے۔ اور اگر اس طرح زیور فروخت کریں کہ یہ زیور اتنی قیمت کا ہے اور سونے کے وزن کے حساب سے قیمت نہ لگائیں اور یہ بھی بتادیں کہ اس میں اتنا ٹانکا لگا ہوا ہے تو یہ جائز ہے۔

فونوگرافر فونو کھینچ کر جو روپیہ لیتا ہے، وہ حرام ہے۔ اگر اس کی صرف یہی آمدنی ہے اور کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے تو اس کے یہاں کھانا کھانا بھی جائز نہیں ہے نیز اگر صرف فونوگرانی کی آمدنی ہے تو اسکے ساتھ قربانی میں شرکت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

## مشترکہ کاروبار پھر الگ الگ ہونے کا حکم

مفتی اسلام

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ : ہم دو بھائیوں نے مل کر کاروبار کرنا شروع کیا۔ بینک سے قرض لے کر ایک دوکان پگڑی پرلی، جو کہ بڑے بھائی کے نام سے ہے۔ اور بینک کا قرض ہم دونوں نے ملکر دوکان سے ہی ادا کیا بلکہ دوکان پر ہم دونوں برابر برابر محنت کیا کرتے تھے۔ شادی سے پہلے اور شادی کے بعد گھر کے تمام اخراجات اسی دوکان کی کمائی سے پورے کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ میری شادی پر کچھ خرچہ زیادہ ہوا جبکہ بڑے بھائی کی شادی کے اخراجات کچھ کم ہوئے۔ ماشاء اللہ بڑے بھائی کے چھ بچے ہیں جبکہ میرے دو ہیں۔ اور سب ساتھ ہی رہتے ہیں۔ عرصہ گیارہ سال سے میں اکیلا گھر اور کاروبار دیکھ رہا ہوں۔ چونکہ میرے بڑے بھائی نے اپنے بھانجے کے ساتھ دو دوکانیں الگ قائم کر لی ہیں جو کہ ایک کراچی میں اور دوسری فیصل آباد میں ہے۔ کراچی کی دوکان پر میرے بڑے بھائی کام کرتے ہیں اور فیصل آباد کی

دوکان بھانجے کے سپرد ہے۔ گھر کے تمام اخراجات، لوگوں کا آنا جانا، کھانا پینا اور دوسرے تمام امور بھی صرف میرے ذمہ ہیں۔ جس دوکان پر میں کام کرتا ہوں اسی سے تمام خرچہ چلتا ہے۔ جبکہ بڑے بھائی کی دوکان سے گھر کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اور بھائی کے بیوی بچے میرے ساتھ ہی رہتے ہیں اور ایک ساتھ ہی کھانا پینا چلتا ہے۔ ساری ذمہ داری مجھ پر آن پڑی ہے اور میں اس قدر بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہوں۔ نیز اسی دوکان سے بھائی نے حج بھی کیا اور ایک بہن کی شادی کے تمام اخراجات بھی پورے کئے گئے۔

لہذا ہم لوگ اس کاروبار کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں اور بڑے بھائی کے بچے اور میرے بچے سب ساتھ رہتے ہیں اس بناء پر اخراجات بھی مجھ پر ہی ہیں۔ برائے مہربانی تقسیم کیلئے قرآن وحدیث کی روشنی میں مشورہ دیں۔

سائل: حاجی محمد ظہور، ناظم آباد، کراچی

### الجواب:

ابتداءً دوکان دونوں بھائیوں نے شرکت میں شروع کی تھی، تو چاہئے یہ تھا کہ ہر بھائی کے حساب میں جو خرچ ہوتا علیحدہ علیحدہ لکھا جاتا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا بلکہ دونوں بھائیوں کی شادیوں اور بیوی بچوں پر خرچ ہوتا رہا جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان مصارف پر دونوں بھائی راضی تھے اس لئے جو خرچ ہوا کسی کو ایک دوسرے سے لینے کا حق نہ رہا۔ اب اس دوکان کو موجودہ حالت میں دونوں بھائیوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ حج پر اور بہن کی شادی پر جو کچھ خرچ ہوا اس کا بھی یہی حکم ہے کہ گویا دونوں کی رضامندی سے خرچ ہوا۔ اور شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ خرچ کرنے سے پہلے اگر اجازت لی جائے تو اس پر عمل ہوگا۔ اور اگر اجازت نہ لی جائے اور خرچ کر دیا جائے تو یہ تبرع احسان کہلاتا ہے۔ اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ آخرت میں عطا فرمائے گا اور اس کا بدلہ دنیا میں طلب نہیں کیا جاسکتا۔

### قرض یا عطیہ کو واپس لینے کا حکم

#### الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

چند افراد مل کر کاروبار کرتے تھے، جن میں ان کا منشی بھی شامل تھا۔ تجارت میں نقصان ہوا تو منشی کا خسارہ دیگر شرکاء نے اپنے مال سے پورا کر دیا۔ ان سب شرکاء کا انتقال ہو چکا ہے۔ صرف منشی زندہ ہے جس کے نام پر ایک

دوکان ہے۔ مرحومین کے ورثاء کا مطالبہ ہے کہ ہمارے لوگوں نے منشی کا قرض وغیرہ اتارا تھا لہذا منشی وہ قرض ہمیں واپس کرے۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا منشی سے رقم کا مطالبہ کرنا، ان لوگوں کیلئے جائز ہے یا نہیں؟  
سائل: معراج الدین، شندو آدم

### الجواب:

منشی کے کھاتے میں نقصان کی جو رقم جمع کی گئی، جمع کرنے والوں نے اگر وہ رقم منشی کے مطالبہ پر قرض دی تھی یا اپنی طرف سے بغیر مطالبہ بطور قرض جمع کرائی تھی، اور دونوں صورتیں گواہوں سے ثابت ہو جائیں تب تو اس رقم کا مطالبہ منشی سے کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر گواہوں سے قرض دینا ثابت نہ ہو تو یہ عطیہ اور منشی پر احسان سمجھا جائے گا۔ اور اس کا مطالبہ کرنے کا حق خود دینے والوں کو بھی نہیں ہے چہ جائیکہ کسی اور کو۔ لہذا ورثاء کا یہ مطالبہ غلط ہے۔



# مضاربت کا بیان

شرائط مضاربت

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
اسلامی مضاربہ یعنی نفع و نقصان کی بنیاد پر بلا سود سرمایہ کاری مندرجہ ذیل شرائط کے تحت شرعی طور پر  
جائز ہوگی یا نہیں؟ معاہدہ سرمایہ کاری، زید نے اپنی فرم کیلئے بحر سے مبلغ ۵۰۰۰ روپے اسلامی مضاربہ پر اپنے ساتھ  
تجارت کیلئے وصول پائے۔

شرائط معاہدہ

(۱) ہم اپنے ساتھ سرمایہ کاری اسلامی مضاربہ (نفع و نقصان) کی بنیاد پر اپنے کاروبار میں لگاتے ہیں ہم  
اپنے ساتھ لگائے گئے پیسوں سے نہ کسی کو سود پر پیسے دیتے ہیں اور نہ کسی سے سود پر پیسے لے کر اپنا کاروبار کرتے ہیں  
۔ ہمارا کوئی کام سودی نہیں ہے۔ ہم بینک سے لین دین کرنٹ اکاؤنٹ کے ذریعے کرتے ہیں اور بینک سے پیسے ادھار  
بھی نہیں لیتے۔

(۲) ہمیں جو بھی منافع ہوگا، اس میں ۶ فیصد بخر کو دیا جائے گا۔ منافع کے پیسے باقاعدہ حساب کر کے ہر مہینے ادا کیا کریں گے جبکہ سالانہ حساب کر کے اصل نفع نقصان کا پتہ چلے گا۔

(۳) اگرچہ کاروبار میں نقصان کا امکان کم ہے پھر بھی جتنا نقصان ہو، اس قدر مال کا نقصان بخر کا ہوگا اور

ہماری محنت کا۔

(۴) اگر بخر کسی وقت اپنی رقم واپس لینا چاہے گا تو ایک مہینہ پہلے نوٹس دینا ہوگا اور اس مہینے کا جس قدر نفع

ہوگا وہ طے شدہ اصول کے مطابق ہم ادا کریں گے۔

میں حلفیہ اقرار کرتا ہوں کہ ہم سود سے پاک تجارت کرتے ہیں اگر بخر کے ہمارے ساتھ لگائے گئے

پیسوں میں بالواسطہ یا بلاواسطہ سود کی آمیزش ہوگی تو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوں گا اور مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی۔

سائل: محمد اکبر

الجواب:

مضاربت کے صحیح ہونے کیلئے یہ شرائط ہیں:

(۱) اس المال! از قبیل ثمن ہو یعنی جو چیز قیمت بننے کے لائق ہو۔

(۲) اس المال! معلوم ہو۔

(۳) اس المال! معین ہو۔

(۴) اس المال! مضارب کو دے دیا جائے۔

(۵) نفع دونوں کے درمیان شائع (واضح) ہو مثلاً نصف نصف وغیرہ۔

(۶) ہر ایک کا حصہ معلوم ہو۔

(۷) مضارب کیلئے نفع دینا شرط ہو۔

نیز مضارب کیلئے یہ بھی جائز نہیں کہ اس مال کے ساتھ کسی سے شرکت کرے یا مال مضاربت کو اپنے مال

سے ملائے۔ لہذا صورت مسئولہ میں اگر وہ فرم بخر کے روپے سے علیحدہ تجارت کرتی ہے، دوسرے کے مال کو اپنے

ساتھ ملاتی ہے نہ اپنے مال کے ساتھ دوسرے کا اور مذکورہ بالا تمام شرائط مضاربت طے کی گئی ہیں تو یہ مضاربت صحیح

ہوگی۔ مگر ظاہر بات یہ ہے کہ فرم ہر ایک شخص کے روپے سے علیحدہ علیحدہ تجارت نہیں کرتی بلکہ متعدد افراد کے روپے ملا کر تجارت کرتی ہے۔ لہذا یہ مضاربت فاسد ہے اور مضاربت کا دار و مدار دیانت و امانت پر ہے۔

مضارب روپے کا امین ہے اور خرید و فروخت میں وکیل ہے۔ اس طرح لوگوں کے روپے ملانے کے بعد خرید و فروخت کرنا وکالت کے خلاف ہے۔ لہذا یہ باطل ہے۔ اور عملنا ناممکن ہے، اس لئے کہ سب شرکاء سے ایک وقت میں فرم نے روپیہ نہیں لیا، مختلف تاریخوں میں فرم روپے لیتی رہتی ہے اور تجارت کرتی ہے۔ منافع تقسیم کرتے وقت سب کو روپے کی مقدار کے اعتبار سے منافع تقسیم کر دے تو یہ غلط ہے اس لئے کہ سال بھر میں مختلف اشیاء کو مختلف اوقات میں خرید و فروخت کرنے کیلئے استعمال کیا گیا اور بعد کو جن سے روپیہ لیا گیا وہ کم اشیاء کے خرید و فروخت میں استعمال ہوا۔ لہذا دیانت کے ساتھ منافع تقسیم کرنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ لہذا ایسی فرم کو روپیہ دیکر دیانت کے ساتھ حلال نفع حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

## بیع مضاربت میں نفع معین کرنا

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
ایک فرم مضاربت پر لوگوں سے پیسہ لیتی ہے۔ پیسہ لیتے وقت وہ واضح کر دیتی ہے کہ آپ کی رقم ڈوب بھی سکتی ہے، منافع یقینی نہیں۔ اور جب وہ لوگوں میں منافع تقسیم کرتی ہے تو تین فیصد کے حساب سے عام طور پر منافع تقسیم کرتی ہے اور کبھی اس سے کم بھی جاتا ہے اور کبھی بڑھ بھی جاتا ہے۔ نقصان کا پہلو اس میں بہت کم ہوتا ہے۔ کیا اس صورت میں اس فرم میں حصہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا و توجروا

سائل : محمد عبدالرشید نوری

الجواب :

صورت مسئلہ میں مضاربت کی اگر تمام شرطیں پائی جائیں، تو یہ مضاربت ہو گئی۔ مثلاً جو مال دیا گیا وہ نقد ہو اور یہ کہ نقصان سب مال والے کا ہو گا اور نفع بھی دونوں کے درمیان تقسیم ہو۔ مثلاً آدھا آدھا۔ مضاربت کا دار و

مدار لمانت پر ہے۔ لہذا صحیح طور پر حساب کر کے نفع تقسیم کیا جائے اور اگر منافع متعین کر دیا جائے کہ مضارب اس سے کم نہیں لے گا تو پھر یہ صورت ناجائز و حرام ہے۔

## مضاربت میں فریق ثالث کی رائے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید اور بحر نے شراکت میں کاروبار شروع کیا۔ زید کی رقم کاروبار میں لگی ہوئی ہے جبکہ بحر اس سے کاروبار کر رہا ہے۔ یعنی ورکنگ پارٹنر ہے۔ زید اور بحر نفع میں برابر کی بنیاد پر شریک ہیں۔ فرم زید اور بحر کی باہمی رضامندی سے کوئی بھی کام کرے گی نیز ماہانہ اخراجات زید اور بحر منافع میں سے لے سکتے ہیں۔ یہ معاہدہ وکیل کی معرفت کیا گیا ہے۔ کاروبار شروع ہونے کے بعد زید نے برابر کی بنیاد پر منافع دینے سے انکار کر دیا، جس پر تنازعہ شروع ہو گیا۔ کچھ لوگوں نے فیصلہ دیا کہ زید بحر کو فرم کے اخراجات اور اپنے ماہانہ اخراجات کیلئے پندرہ ہزار روپے دے۔ جس کی زید نے پابندی نہ کی۔ اس بارے میں حکم شرع سے آگاہ فرمائیں۔

سائل: محمد عیسیٰ، فیڈرل بی ایریا، کراچی

الجواب:

ایسے عقد کو شریعت میں ”مضاربت“ کہتے ہیں۔ فریقین میں جو شرائط طے ہو جائیں گی، ان پر عمل کیا جائے گا مگر نقصان میں کام کرنے والا شریک نہیں ہوتا۔ نقصان روپے والے کا ہی ہوتا ہے۔ لہذا لوگوں نے جو فیصلہ کیا ہے، وہ غلط ہے۔ جو دونوں میں پہلے فیصلہ ہو چکا تھا اسی پر عمل درآمد کرنا ہوگا۔

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

اگر کوئی شخص یا ادارہ کاروبار میں رقم لگوانا چاہے، مندرجہ ذیل شرائط کی بنیاد پر:



- (۱) اگر کسی معاملے میں اتفاق ہوگی تو فیصلہ شریعت کے مطابق کیا جائے گا۔
- (۲) ۴۰ فیصد طے شدہ منافع ماہانہ کے حساب کے بعد دیا جائے گا۔
- (۳) اگر کوئی فریق معاہدہ توڑنا چاہے تو ایک ماہ پہلے مطلع کرے گا۔
- (۴) اس اطلاعی ماہ کا منافع، معاہدہ توڑنے والے کو نہیں دیا جائے گا۔

سائل: محمد طارق ولی

الجواب:

اس طرح کاروبار کرنا کہ روپیہ ایک شخص کا ہو اور کام دوسرا کرے گا یہ شریعت کی نظر میں مضاربت کہلاتا ہے۔ مضاربت کی بہت سی شرطیں ہیں جب ان شرطوں پر عمل ہوگا تو مضاربت صحیح ہوگی اور اگر عمل نہ ہو تو مضاربت باطل ہو جاتی ہے۔ اس کی شرائط میں یہ بھی ہے کہ نفع اس طرح متعین کیا جائے کہ ملے گا تو دونوں کو ورنہ کسی کو نہیں۔ مثلاً آدھا آدھا ہو گا یا ایک کا ایک تہائی اور دوسرے کا دو تہائی وغیرہ۔ روپیہ دینے والا نقد روپیہ دوسرے فریق کو دے گا جس سے دوسرا فریق تجارت کرے گا اور خود مختار ہوگا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معین کر دیا جائے کہ مضارب کس چیز کی تجارت کرے گا۔

مضاربت میں دونوں طرف نقصان برداشت کرنے کا حکم

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب! دارالعلوم امجدیہ، کراچی  
السلام علیکم

جناب عالی مسئلہ یہ ہے کہ آجکل کچھ ادارے نفع نقصان کی بنیاد پر شراکتنا کاروبار کر رہے ہیں اور ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ منافع کی شرح اس طرح مقرر کی جاتی ہے کہ ایک مہینے میں منافع کا اندازہ لگاتے ہیں اور اس کے مطابق گیارہ ماہ تک تقسیم کرتے رہتے ہیں اور پھر سال کے آخر میں جب حساب بند کرتے ہیں تو اگر کچھ چھتا ہے تو وہ بھی تقسیم کر دیتے ہیں۔ شرائط و قواعد حسب ذیل ہیں:

(۱) اس سرمایہ کاری کو B.T. بین الاقوامی ترقیاتی منصوبہ اور اس کی سرگرمیاں 1-A امان چیئر میں اسلامی نظریہ و بنیاد کیلئے استعمال ہوں گی۔

(۲) ہر ماہ بغیر تخمینہ سرمایہ کا ۳.۵ فیصد منافع ادا ہوگا۔ اصل منافع کا تعین سالانہ حساب بند کرنے اور ترغیب دینے پر مقرر کیا جائیگا۔ اگر زیادہ ہو تو اس کے مطابق کل سرمایہ کاری کا ۵ فیصد منافع تقسیم ہوگا اور اصل منافع کل سرمایہ کاری کا ۵ فیصد سے بڑھتا ہے۔ تو ایسی صورت میں بڑھا ہوا منافع بطور بونس کمپنی کے کارکنوں کو تقسیم کیا جائے گا۔ اس میں نقصانات کے مواقع نہیں ہیں تاہم کبھی اتفاقیہ نقصان کی حالت ہوئی تو کمپنی ۵ فیصد برداشت کرے گی جبکہ سرمایہ کار کا ۲۵ فیصد حصہ روکا جائیگا۔

(۳) سرمایہ کار اپنا سرمایہ نکالنے کا خواہش مند ہو تو اس کیلئے تیس دن پہلے کمپنی کو اطلاعی درخواست دینی ہوگی۔

(۴) اطلاعی مدت کا منافع ادا نہیں کیا جائے گا۔

درج بالا صورتوں کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: محمد اسلم، کراچی

الجواب:

ایسا عقد جس میں روپیہ ایک شخص کا ہو اور کام دوسرا کرے، شریعت میں ”مضاربت“ کہلاتا ہے۔ اس کی بہت سی شرائط ہیں، جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ نقصان روپے والے کا ہوگا، کام کرنے والا نقصان برداشت نہیں کرے گا۔ بلکہ اس کی صرف محنت ضائع ہوگی۔ لہذا اس سوال میں جو صورت بیان کی گئی ہے، اس میں ۵ فیصد نقصان کام کرنے والا برداشت کرے گا اور پچیس فیصد روپے والا، یہ شرط باطل ہے۔ اس کی وجہ سے مضاربت بھی باطل ہے۔ اور یہ شرط ناجائز ہے۔ اگر یہ شرط نہ ہو تو جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، منافع ماہوار تھوڑا تھوڑا دے دیا جائے اور سال پورا ہونے پر حساب کر لیا جائے، یہ جائز ہے۔ مگر شرط بہر حال یہی ہے کہ جب نفع ہوگا تو دونوں کو ملے گا اور نقصان ہوگا تو روپے والے کا ہوگا۔

# شفعہ کا بیان

## حق شفعہ کی شرائط

الاستفتاء :

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

مندرجہ ذیل مسئلے پر آپ کی رہنمائی چاہئے کہ :

ایک ہندو دوکان مالک نے اپنی دوکان فروخت کی، جو کہ ایک مسلمان نے خریدی۔ اس دوکان کے برابر والا دوکاندار بھی مسلمان ہے۔ کیا اس پڑوسی دوکاندار کو شرع کے مطابق حق شفعہ ہے یا نہیں؟ دونوں دوکانوں کی دیواریں آپس میں ملتی ہیں۔

سائلین: سید حشمت علی، سید مظفر علی، ٹنڈوالہیار

الجواب :

پڑوسی کو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے، اس حدیث کو رئیس الحدیثین امام ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ نے صحیح بخاری میں نقل کیا :

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ الْجَارُ أَحَقُّ بِسِنْتِهِ

(جلد اول، کتاب السلم، باب عرض الشفعة على صاحبها قبل البيع،

صفحہ: ۳۰۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے شفیع کا حقدار ہوتا ہے۔

مگر شفیع کا حق ثابت کرنے کیلئے تین شرائط ہیں۔ شیخ الاسلام برحمان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر القرظانی

متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا:

(۱) طلب المواثبة وهو ان يطلبها كما علم حتى لو بلغ الشفيع البيع ولم

يطلب شفيعته بطلت الشفعة

یعنی شفیع کو جیسے ہی اس کا علم ہو یہاں تک کہ اگر شفیع کو فروخت کرنے کی اطلاع پہنچی اور اس نے اپنا حق

شفیعہ طلب نہ کیا تو حق شفیعہ باطل ہو گیا۔

(۲) دوسری شرط طلب تقریر ہے اور وہ یہ ہے:

ثم ينهض منه يعني من المجلس ويشهد على البائع ان كان المبيع في

يده معناه لم يسلم الى المشتري او على المبتاع او عند العقار فاذا فعل ذلك

استقرت شفيعته

یعنی پھر وہ اٹھے اس مجلس سے اور بائع (بیچنے والے کے، اس عمل) پر گواہ بنائے اگر بیع، بائع کے قبضہ میں

ہو یعنی اس نے بیع کو مشتری کے حوالے نہ کیا ہو یا خریدار کے پاس جا کر پہنچی جانے والی چیز کے پاس جا کر (گواہ بنالے

) تو جب وہ ایسا کر لے گا تو اس کا دعویٰ شفیع قائم ہو جائے گا۔

(۳) تیسری شرط ”طلب الخصومة والتملیک“ ہے:

وإذا تقدم الشفيع الى القاضي فادعى الشراء وطلب الشفعة

(آخرین، کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة والخصومة فيها، صفحہ: ۹۲، ۹۳، ۳۹۲،

مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

یعنی جب شفیع قاضی کے پاس گیا اور اس نے خریدنے کا دعویٰ کیا اور حق شفیعہ طلب کر لیا (تو حق شفیعہ

ثابت ہو جائے گا)

اس حق شفیع میں اگر بیچنے والا غیر مسلم بھی ہو، جب بھی مسلمان کو حق شفیع ہو گا بلکہ کافر کو بھی حق شفیع

ہوتا ہے۔ ہدایہ ہی میں ہے :

والمسلم والذمی فی الشفعة سواء للعمومات ولانہما یستویان فی السبب

والحکمة فیستویان فی الاستحقاق

(آخرین، کتاب الشفعة، باب ما تجب فیہ الشفعة وما لا تجب، صفحہ: ۴۰۲، مکتبہ

شرکت علمیہ، ملتان)

یعنی مسلمان اور ذمی حق شفیع میں برابر ہیں دلائل عام ہونے کے باعث اور اس لئے کہ وہ دونوں سبب اور

حکمت میں مساوی ہیں پس وہ دونوں برابر ہیں حقوق میں۔

## شفعہ سے بچنے کیلئے حیلے سے زمین بیچنے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقنن شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

زمین کو ایسے حیلوں سے بیچنا، خریدنا کہ شفیعہ کرنے والے کا حق شفیعہ ساقط ہو جائے، جائز ہے یا ناجائز؟

وضاحت فرمائیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب :

اس طرح حیلہ کر کے خرید و فروخت کرنا کہ شفیعہ کرنے والے کا حق بیع کے ساتھ متعلق ہی نہ ہو سکے

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔ در مختار میں ہے :

واما الحیلة لدفع ثبوتها ابتداء فعند ابی یوسف تذکرہ وعند محمد تکرہ

ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعة

اور لیکن شروع ہی سے اس کے ثبوت کو ختم کرنے کیلئے حیلہ بہانہ کرنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک

جائز ہے۔ اور امام محمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور لیکن شفیعہ میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے۔

## سود کا بیان

سودی رقم کا حکم

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب

دارالعلوم امجدیہ، کراچی

بینک کے نفع و نقصان والے اکاؤنٹ میں میرا جو روپیہ ہے اس پر نفع لینا چاہیے یا نہیں یا نفع لے کر بلا نیتِ اجر و ثواب اور کسی دنیوی مفاد کے بغیر رقم غریاء کو دے دی جائے؟ علمائے دیوبند میں اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں بینک میں کھاتہ رکھا جائے، منافع جو آئے وہ بغیر نیتِ ثواب غریبوں میں پھینک دیا جائے جیسے کوڑا پھینکا جاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھی جائے۔ آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔

الجواب:

سوال میں مذکور اسکیم خالصتاً سود ہے۔ لہذا اس پر نفع لینا حرام ہے۔ اگر نفع لے لیا ہے تو بغیر نیتِ ثواب کسی مستحق زکوٰۃ کو یہ رقم دے دی جائے اور آئندہ اس سے چھپائے اور غیر سودی اکاؤنٹ میں رقم جمع کر دی جائے۔

سودی کھاتوں میں اکاؤنٹ کھول کر اس میں اپنا نام لکھوانا ہی گناہ ہے۔ صدقہ دینے کا حکم اس مجبوری کی صورت میں ہے کہ کسی قانونی وجہ سے یا تجارت کی بناء پر سود حساب میں لگا دیا گیا تو اس کو اپنی ملک سے نکال دے۔

## بینک کو سود کا اڈہ کہنے کا حکم

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی وقار الدین صاحب!

پچھلے دنوں یہاں ایک جلسہ میں ایک عالم نے بتایا کہ ۱۰۰، ۵۰، ۱۱ اور ۱۰ والے انعامی بانڈز وغیرہ پر ملنے والی انعامی رقم ناجائز ہے نیز کچھ علمائے کرام بینک کی ملازمت کو ناجائز بتاتے ہیں۔ انہوں نے چوکیدار سے لے کر آفیسرز تک کی ملازمت کو ناجائز بتایا اور مثال دی کہ پانی بھرے مٹکے میں ایک قطرہ پیشاب یا شراب گر جائے تو پورا مٹکا تپاک کر دیتا ہے۔ اسی طرح بینک کا کاروبار سود پر ہے، لہذا بینک کی ہر طرح کی ملازمت ناجائز ہے۔

ایک صاحب کہنے لگے کہ ”اس طرح پورا پاکستان سود پر چل رہا ہے دلیل یہ دی کہ اس وقت معیشت کا جو نظام قائم ہے وہ بینک چلا رہے ہیں اور پاکستان تقریباً کروڑوں اربوں روپے کا مقروض ہے اور یہ قرضے سود پر ہیں اور کچھ غیر سودی لیکن وہ بھی سود سے پاک نہیں۔ اس طرح بینک میں سودی اور غیر سودی رقمیں مل جاتی ہیں، جس سے ترقیاتی کام، ملازمین کی تنخواہ وغیرہ کی رقم بینک سے جاتی ہے۔“

لہذا ان صاحب کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے؟ اسی طرح ایک اور عالم صاحب سے سنا کہ وہ بینک کو سود کا اڈہ کہہ رہے تھے۔ حکومت نے سود سے پاک لین دین کے کاروبار اور شرکاتی کھاتوں کا جو اعلان کیا ہے وہ کہاں تک درست ہے؟

سائل: حفیظ الرحمن، مدینہ کالونی، بلدیہ ٹاؤن، کراچی

الجواب:

گیارہ روپے والے پرائز بانڈ کے علاوہ جو بانڈز ہیں، ان کا خریدنا اور قرعہ اندازی کے ذریعہ ان سے ملنے والے انعام کو حاصل کرنا جائز ہے۔ بینک کی ملازمت، جس میں سود کے کاغذات وغیرہ لکھنا نہیں پڑتے ہیں، وہ جائز ہے۔ مثلاً دربان اور ڈرائیور وغیرہ۔ بینکوں میں سب روپیہ سود کا ہی نہیں ہوتا۔ جب بینک شروع کیا جاتا ہے تو حصہ

دار اپنے روپے سے فنڈ اکھٹا کر کے بنک کی امداد کرتے ہیں، اس کے بعد جو لوگ کرنٹ اکاؤنٹ میں روپے جمع کرتے ہیں، ان کا سود سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لوگ "ایل سی" کھولتے ہیں اگر اس میں کل روپیہ جمع کرتے ہیں تو اس کا سود سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس میں بھی سود کا نام نہیں ہے نیز جب بنک پارٹیوں کو قرض دیتے ہیں تو ان سے سود لیتے ہیں۔ جو لوگ سیونگ اکاؤنٹ میں روپیہ جمع کرتے ہیں، ان کو بنک سود دیتے ہیں تو یہ سودی کاروبار ہے۔ لہذا بھوکوں میں حرام و حلال روپیہ ملا ہوا ہے۔ مخلوط آمدنی سے قرض لینا، ملازمت کر کے تنخواہ لینا یا کوئی چیز فروخت کر کے قیمت لینا ناجائز ہے۔ آج دنیا میں شاید چند ہی آدمی ایسے ملیں گے، جن کی آمدنی میں ایک پیسہ بھی ناجائز ملا ہو انہ

لہذا سب سے خرید و فروخت اور ملازمت اور سارے معاملات کو ناجائز نہیں قرار دیا جاسکتا۔ حرام کمانا ناجائز، خرچ کرنا ناجائز اور اپنے مال میں ملانا ناجائز۔ مگر دوسرے لوگ جو ان خلط کرنے والوں سے خرید و فروخت اور معاملات کریں وہ ناجائز نہیں۔ ملک کا سارا مالی نظام اسٹیٹ بنک چلاتا ہے، اسٹیٹ بنک مین انکم ٹیکس اور ہر قسم کی ڈیوٹی اور دیگر ٹیکس جمع ہوتے ہیں، وہی بنک کا اصل سرمایہ ہے، اسی کو ملک کی ضروریات میں خرچ کیا جاتا ہے، ترقیاتی منصوبوں اور دفاعی ضروریات اور کارخانوں کیلئے، دیگر ممالک سے قرض لیا جاتا ہے، قرض لینے کی صورت میں سود دیتے ہیں۔ لہذا اس قرض میں جو دیگر ممالک سے لیا ہے سود شامل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پی، ایل، ایس سے منافع اور غیر ملکی اداروں کو زکوٰۃ دینا

الاستفتاء :

محترم جناب مفتی صاحب!

مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب آپ سے دریافت کرنا ہے۔

(۱) بھوکوں کے (PLS) نفع و نقصان کھاتوں کے منافع کی رقم جائز ہے یا نہیں؟ پہلے تو صرف PLS کھاتوں پر منافع دیتے تھے لیکن اب سیونگ کھاتے بھی PLS کھاتوں میں تبدیل کر دیئے گئے ہیں، ان کھاتوں پر زکوٰۃ بھی کاٹی جاتی ہے۔

(۲) جزام کے مرض کا ایک ادارہ کراچی میں غیر ملکیوں کی زیر سرپرستی چل رہا ہے، جس کا نام MA



RIEDELDAIDA LEPROSY CENTRE ہے۔ کیا اس ادارے کو زکوٰۃ، صدقات، نیاز اور سود

وغیرہ کی رقم دینا جائز ہے؟

سائل: عبدالعزیز

الجواب:

(۱) پی، ایل، ایس اکاؤنٹ بھی سود سے پاک نہیں ہے۔ لہذا اس کا منافع جائز نہیں ہے۔ حکومت جس طرح دیگر سودی کھاتوں سے زکوٰۃ کاٹتی ہے، اس طرح اس سے بھی کاٹ لیتی ہے۔  
(۲) زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے شرط ہے کہ مسلمان (غیر سید) مستحقین کو مالک بنا کر زکوٰۃ دی جائے۔ رفاہی کاموں کے اداروں میں جہاں کوئی مالک نہیں ہوتا ہے، وہاں نہیں دی جاسکتی۔

## سودی کاروبار کرنے والی کمپنیوں سے شراکت

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) بینک کا کھاتا PLS کا شرعی حکم کیا ہے؟ اسی طرح وہ کمپنیاں جو نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر کام کرتی ہیں جبکہ لینے والا بھی اسی بنیاد پر پیسہ لیتا ہے اور دینے والا بھی اسی بنیاد پر پیسہ دیتا ہے۔ مگر اس میں شراکت داروں کو پتہ نہیں ہوتا ہے کہ ان کا نفع و نقصان میں کتنا حصہ ہے؟ کیا یہ شراکت جائز ہے یا ناجائز؟  
(۲) وہابیہ وغیرہ بد مذہب کے ساتھ تجارت میں شرکت اور مضاربت پر انھیں مال دینا صحیح ہے یا نہیں؟

(۳) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ، جلد اول میں لکھا ہے کہ وہابیہ کا حکم، حرملی کافر کا ہے تو کیا اس بناء پر، ان سے سودی کاروبار کیا جاسکتا ہے؟

سائل: محمد عبدالرشید احمد نوری

## الجواب :

(۱) یہ اکاؤنٹ بھی سودی اکاؤنٹ ہے، وہ ادارے اور کمپنیاں جو نفع اور نقصان کے نام سے کام کرتی ہیں یہ سب سودی کاروبار ہے، جو ناجائز اور حرام ہے۔ یہاں تو صراحتاً سود ہے اس لئے کہ وہ شرکت کا طریقہ بھی بتلاتے ہیں کہ اتنے فیصد نفع دیں گے یہی سود ہے۔ شرکت کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ نقصان تمام روپے والے کا ہو گا اور نفع میں دونوں طے شدہ حصے کے مطابق شریک ہوں گے۔

(۲) بد مذہبوں سے تعلقات رکھنا جائز نہیں، جب تجارت میں ان کے ساتھ شرکت کرے گا تو آنا جانا، سلام و کلام وغیرہ تعلقات بھی قائم کرے گا اور حدیث میں بد مذہبوں سے تعلقات قائم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ لہذا ان کے ساتھ شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳) مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے بعد توہین نبی کرنے والے اور دوسرے کفریات لکھنے والے! مرتد ہیں۔ اور مرتد کا حکم شریعت میں یہ ہے کہ اس کے اپنے مال پر ملکیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی تفصیل احکام مرتد میں دیکھ لیجئے۔ جب وہ مالک ہی نہیں ہے تو اس سے مالی معاملات بھی جائز نہیں ہوں گے۔ حرملی کے تمام احکام میں تشبیہ نہیں ہے۔

جی، پی فنڈ پر سود اور پنشن کی خرید و فروخت کا حکم

WWW.NAFSEISLAM.COM

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل سوالات کے بارے میں کہ :

- (۱) حکومت پاکستان ہر ملازم سے جبری طور پر جی پی فنڈ کی کٹوتی کرتی ہے اور پھر سال کے بعد حساب کر کے سود دیتی ہے کیا اس کٹوتی کے ساتھ شاملہ رقم سود ہے یا نہیں؟
- (۲) حکومت پاکستان نے ۱۹۸۵ میں اعلان کیا تھا کہ جو ملازم جی پی فنڈ پر سود نہیں لینا چاہتا وہ درخواست لکھ کر بھیج دے، لہذا ہم نے درخواستیں دیں لیکن درخواستیں نامنظور کر دیں۔ کیا اب یہ سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) مجھے جی پی فنڈ کی اشد ضرورت پڑی، سارا جی پی فنڈ نکال لیا، اس میں سود ہے تو اس سود والی رقم کا کیا کروں؟ حالانکہ سود والی رقم اور جمعہ اسلی رقم پھر تیس مہینے میں حکومت دوبارہ جمع کرتی ہے۔ اب اگر یہ سود ہے تو میں اب نکالوں، پنشن کے وقت نکالوں یا جس طرح مجھے سہولت ہو؟

(۴) جب ملازم پنشن پر جاتا ہے تو کل پنشن کا چوتھائی حصہ حکومت جبری طور پر ملازم سے لے لیتی ہے۔ یعنی خرید کر حکومت اکھٹی کچھ رقم ملازم کو دے دیتی ہے تو یہ جائز ہے یا ناجائز؟

(۵) چوتھائی حصہ تو حکومت جبری طور پر لے لیتی ہے اور پنشن کا چوتھائی حصہ ملازم اپنی مرضی سے حکومت کو دیتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ پنشن کی خرید و فروخت جائز ہے یا ناجائز، آیا یہ سود ہے یا نہیں؟

مندرجہ بالا سوالات کا برائے مہربانی مدلل و مفصل جواب دے کر ہمارے دلوں کو منور فرمائیں۔  
سائل: ماسٹر محمد زمان چشتی، ساؤتھ وزیرستان

### الجواب:

(۱) حکومت نے اپنے ملازمین کیلئے قواعد مقرر کئے ہیں اور وہ شائع بھی کر دیئے جاتے ہیں، اور ہر ملازم وہ قواعد جان کر ملازمت کرتا ہے، ان میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ تنخواہ سے کتنا فنڈ کاٹا جائے گا۔ پھر گورنمنٹ اپنی طرف سے کتنا ملائے گی اور اس مجموعہ پر سود دیا جاتا ہے لہذا سوال میں یہ لکھنا غلط ہے کہ جی پی فنڈ جبری طور پر کاٹا جاتا ہے۔ اس فنڈ پر جو سود دیا جاتا ہے، وہ سود ہے اور حرام ہے۔

(۲) ملازم کو یہ اختیار ہے کہ وہ درخواست دے دے کہ میرے فنڈ پر سود نہ لگایا جائے تو پھر اسکے فنڈ پر سود نہیں لگایا جاتا۔ اگر درخواست دینے کے باوجود سود لگا دیا گیا، تب بھی اسکا لینا جائز نہیں ہے۔ اور اگر لے لیا تو اسکا کسی کو بلا نیت ثواب دے دینا واجب ہے۔ اور زکوٰۃ کی طرح کسی غیر سید غیر مالک نصاب مسلمان کو مالک بنا کر دے دیا جائے۔

(۳) جی پی فنڈ سے جو قرضہ لیا ہے اگر اس سب کو واپس کر دیتا ہے تب تو اس میں شامل سود کو واپس لوٹانا ہوگا اور پھر جب ریٹائرڈ ہو تو یہ سب سود نہ کورہ بالا طریقہ سے صدقہ کرنا ہوگا اور اگر ابھی سود نکال کر باقی رقم واپس کر سکتے ہیں تو ابھی اتنے سود کو نہ کورہ بالا طریقہ کے مطابق اپنے مال سے نکال دیا جائے گا۔

(۴) پنشن کو خریدنے اور بچنے کا جو طریقہ گورنمنٹ نے مقرر کر رکھا ہے اور کچھ حصہ ملازم فروخت کرتا ہے یہ دونوں ناجائز ہیں۔ اس لئے کہ ملازم کو یہ نہیں معلوم کہ وہ کتنے دن زندہ رہے گا اور پنشن وصول کرے گا تو اس پنشن کا آدھا اور چوتھائی حصہ بھی نہیں معلوم ہو سکتا ہے، تو جس چیز کو فروخت کر رہا ہے، وہ مجہول ہے اور کوئی چیز ہے ہی نہیں، جسکو فروخت کر رہا ہے بلکہ ایک حق ہے جو زندہ رہنے کی صورت میں پنشن وصول کرنے کے لائق اس کو بناتا ہے اور حقوق کی بیع بھی ناجائز ہے۔

## جی پی فنڈ پر لگنے والے سود کا حکم

الاستفتاء:

محترم مفتی صاحب!

پراویڈنٹ فنڈ پر سود حلال ہے یا حرام؟ جیسا کہ آپ کو معلوم ہو گا کہ ہر ادارے میں ہر ماہ ملازمین کی تنخواہ سے طے شدہ رقم کٹائی جاتی ہے اور ادارہ بھی اتنی ہی رقم اس میں جمع کرتا ہے پھر ان دونوں رقموں پر سود ادا کرتا ہے۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے یہ اضافہ حلال بتایا ہے۔ شاید ان کو یہ معلوم نہیں کہ یہ سود کہاں سے آتا ہے؟ (۱) صورت حال یہ ہے کہ جب یہ رقم ادارہ تنخواہ سے کاٹ لیتا ہے تو پھر تمام ملازمین کی رقم ملا کر ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ یا خاص ڈیپازٹ میں رکھتا ہے، جس پر سود وصول ہوتا ہے پھر اس حاصل کردہ سود سے ملازمین کے فنڈ پر سود دیا جاتا ہے۔ یعنی ادارہ اپنی جیب سے نہیں دیتا بلکہ سود کی کمائی ہوئی رقم سے سود دیتا ہے، تو کیا یہ سود حلال ہے؟

(۲) اس سود کے بارے میں ملازمین کو اختیار دیا گیا ہے تو کیا کوئی ملازم اپنی مرضی سے پراویڈنٹ فنڈ کی رقم بڑھادے یعنی %۷ کے بجائے %۱۰ فیصد کر دے تو کیا اس زائد کٹوتی پر جو کہ اس نے اپنی مرضی سے بڑھا دیا ہے سود لینا حلال ہے۔

سائل: محمد ابراہیم، کراچی

الجواب:

ملازمین کو وقت ملازمت شرائط ملازمت اور تنخواہ وغیرہ کے بارے میں بتلادیا جاتا ہے اور پراویڈنٹ فنڈ کا

جاتا ہے اور گورنمنٹ کی طرف سے اس میں اتنا ہی شامل کر دینا وغیرہ تمام باتیں ہر ملازم جانتا ہے اور ملازم قبول کرتا ہے۔ تنخواہ سے جو حصہ کاٹا جاتا ہے، دفاتر میں ہر ملازم کے نام سے اس کا حساب علیحدہ رکھا جاتا ہے۔ لہذا وہ رقم ملازم کی ملکیت ہے، اگرچہ قبضہ نہیں ہوتا ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب نے قبضہ اور ملک کا فرق نہیں سمجھا اور قبضہ نہ ہونے کو عدم ملک قرار دے کر احکام مرتب کر دیئے کہ یہ مال اس کمپنی کا ہے جس میں ملازمت کرتا ہے۔ ملازم اس کا مالک نہیں ہے اس لئے اس پر کمپنی جو سود کے نام سے رقم دیتی ہے وہ سود نہیں ہے۔ انہوں نے غلط بیجا پر غلط عمارت قائم کر دی۔ ہدایہ میں ہے:

الاجرة لا تجب بالعقد وتستحق باحدى معانى ثلاثة اما بشرط التعجيل او بالتعجيل من غير شرط او باستيفاء المعقود عليه وقال الشافعي تملك بنفس العقد اس کے بعد صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں:

واذا استوفى المتفعة يثبت الملك فى الاجرة لتحقق التسوية

(آخرین، کتاب الاجارات، باب الاجر متى يستحق، صفحہ: ۲۹۲،

مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

یعنی اجرت عقد اجارہ کرنے سے واجب نہیں ہوتی ہے مگر اجیر کی ملکیت ہو جاتی ہے تین صورتوں میں کسی ایک صورت سے۔ یا تو ملازم نے یہ شرط کر لیا کہ اجرت پہلے دینا ہوگی۔ یا بغیر شرط کے مالک نے اجرت پہلے دے دی۔ یا جن عمل پر عقد ہوا ہے اس کو پورا کر لینے کے بعد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عقد اجارہ کرنے ہی سے اجرت پر ملازم کی ملکیت ہو جاتی ہے۔ صاحب ہدایہ امام شافعی کو جواب دینے کیلئے فرماتے ہیں کہ جب ملازم سے مستاجر نے منفعت حاصل کر لی تو اجرت پر ملازم کی ملکیت ثابت ہو گئی اس لئے کہ برابر ہی ثابت ہو گئی۔ مالک نے منفعت حاصل کر لی اور ملازم اپنی اجرت کا مالک ہو گیا۔

لہذا جو رقم ملازم کی کاٹی گئی، وہ اسکی ملکیت ہے اس پر جو سود دیا جاتا ہے، وہ سود ہے اور وہ حرام ہے۔ ملازم جب لکھ کر دیتا ہے کہ میرے فنڈ پر سود نہ لگایا جائے تو نہیں لگایا جاتا۔ لہذا ہر ملازم کو یہ کرنا چاہئے کہ اپنے محکمہ کو لکھ دے کہ میرے حساب میں سود شامل نہ کیا جائے اور پہلے جو سود شامل کیا گیا ہے اگر محکمہ واپس لے لیتا ہے تو بہتر ہے ورنہ اسکو لے کر کسی غریب، مستحق زکوٰۃ کو مالک بنا کر دے دے اور ثواب کی نیت نہ کرے۔

## پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 زکوٰۃ سے متعلق چند مسائل دریافت کرنے ہیں کہ کمپنی میں میری ایک کثیر رقم پراویڈنٹ فنڈ جمع ہے جو ہر  
 سال بڑھتی جا رہی ہے۔ میں نے اس پر ماضی میں کبھی زکوٰۃ نہیں دی اب دینا چاہتا ہوں۔ پراویڈنٹ فنڈ کے علاوہ  
 میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

(۱) کیا اس پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ ہے؟ اگر ہے تو پچھلے سالوں کی زکوٰۃ کا کیا معاملہ ہوگا؟

(۲) ایک مکان HBFC سے قرض لیکر بنایا ہے، یہ مکان میری بیوی کے نام ہے۔ صرف بیوی کا نام ہے  
 درحقیقت مالک میں ہوں۔ کیونکہ قرض کی ادائیگی میں کرتا ہوں۔ کیا پراویڈنٹ فنڈ رقم میں سے HBFC کا قرض  
 جو کئی ہزار ہے، منھا کر کے بقیہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۳) اگر پراویڈنٹ فنڈ کی رقم میں سے رقم پر زکوٰۃ نہ دی جائے تو کیا میری موت کے بعد پراویڈنٹ فنڈ کی  
 جو رقم میرے ورثاء کو ملے گی، اس پر ان تمام سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ ملازمت کو چھوڑ دوں تو اس رقم پر  
 تمام سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ وضاحت سے جواب دیں۔

سائل : عطاء اللہ خان، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب :

پراویڈنٹ فنڈ کا مالک تو ملازم ہے، جس کی تنخواہ سے یہ فنڈ کاٹا گیا ہے، مگر اس کا قبضہ نہیں ہے۔ لہذا قبضہ  
 سے پہلے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ لیکن اسکی زندگی میں جب وہ روپیہ اسے ملے گا تو پچھلے سالوں کی بھی زکوٰۃ دینا  
 ہوگی۔ اسکا حساب رکھتا ہوگا جو ہر سال ملازمین کو دیا جاتا ہے۔ لہذا جس سال میں جتنا روپیہ تھا اتنے روپیہ کی زکوٰۃ دے  
 گا۔ ایسا قرضہ جو وقت معین پر ادا کیا جائے جیسے ہاؤس بلڈنگ کا قرضہ، ایسے قرضہ کو مال زکوٰۃ سے منھا نہیں کیا جائے  
 گا۔

## کے ڈی اے ملازمین کا پروویڈنٹ فنڈ

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

حاکم تقریباً ۹ سال سے کے ڈی اے کا ملازم ہے۔ کے ڈی اے کے پروویڈنٹ فنڈ کے قواعد کے مطابق ہر ماہ تنخواہ کا دس فیصد ہر ملازم کو پروویڈنٹ فنڈ میں لازمی جمع کرنا پڑتا ہے۔ اور اتنا ہی کے ڈی اے خود اپنی طرف سے ہر ملازم کے فنڈ کے کھاتے میں جمع کرتا ہے۔ اس کے علاوہ دونوں رقوم پر کے ڈی اے ہر سال کے آخر میں دس یا گیارہ فیصد کے حساب سے سود ہر ملازم کے کھاتے میں جمع کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص چاہے تو سود اپنے کھاتے میں جمع کرنے سے منع کر سکتا ہے، اس سے کے ڈی اے کو کوئی انکار نہیں۔

اب آپ سے گزارش ہے کہ ازراہ کرم شرعی قوانین کی روشنی میں یہ بتائیں کہ یہ رقم جو سود کے نام سے کے ڈی اے اپنے ملازمین کو دیتا ہے سود ہے یا نہیں؟ کے ڈی اے کے ملازمین اس پروویڈنٹ فنڈ کی رقم کو چاہے تو بینک میں بھی رکھ سکتے ہیں۔ NIT UNITS خرید سکتا ہے اور چاہے تو اس کی آمدنی سے فلیٹ وغیرہ تعمیرات کروا کر فروخت کرنے جیسے ذرائع میں استعمال کر سکتا ہے؟ وضاحت فرمائیں کہ یہ سود جائز ہے یا نہیں؟

سائل: محمد کاشف انصاری، لائڈھی، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

اجارہ میں ملازم و مزدور اجرت کا مالک ہو جاتا ہے، جب عمل کر لیتا ہے۔ شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی ابن ابی بکر القرظانی متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا:

الاجرة لا تجب بالعقد وتستحق باحدى معانى ثلثة اما بشرط التعجيل او بالتعجيل من غير شرط او باستيفاء المعقود عليه

اجرت عقد سے واجب نہیں ہوتی ہے اور تین وجہوں میں سے کسی ایک وجہ سے واجب ہو جاتی

ہے۔ یا تو عاقدین نے شرط کر لیا کہ اجرت پہلے دیدی جائے گی یا پہلے دیدی جائے گی بغیر شرط کے یا ان منافع کو جن پر عقد ہوا تھا حاصل کر لیا جائے۔

اس متن کے تحت صاحب ہدایہ فرماتے ہیں :

وإذا استوفى المنتفعة يثبت الملك فى الاجرة

(آخرین، کتاب الاجارات، باب الأجر متى يستحق، صفحہ: ۲۹۴،

مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ جب منفعت حاصل کر لی تو اجرت پر ملک ثابت ہو جائے گا۔

یہی مضمون در مختار، عالمگیری، تبیین الحقائق وغیرہ فتاویٰ جات میں بھی ہے۔

ہمارے یہاں ملازمت کی شرائط میں یہ بھی بیان کر دیا جاتا ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ اتنا کاٹا جائے گا، اسی اعتبار سے ملازمین کا فنڈ کاٹا جاتا ہے اور اس کا حساب علیحدہ رکھا جاتا ہے۔ جس کی اطلاع تفصیل سے ملازم کو دی جاتی ہے۔ تو اس فنڈ پر ملکیت تو مزدور و ملازم کی ہے، صرف قبضہ نہیں ہے، اس کی حیثیت قرض کی ہے جو مزدور کا کمپنی کے ذمہ ہے۔ فتح القدیر میں ہے :

وان كانت ديناً تملك بنفس العقد وتكون بمنزلة الدين المؤجل

(ص ۱۵۳، فتح القدیر)

اور عنایہ میں ایک قول یہ بھی ہے :

یعنی اجرت اگر ایسی چیز ہو جو واجب فی الذمہ ہوتی ہے تو نفس عقد سے بھی اس کی ملکیت ہو جاتی ہے۔ اور وہ ادھار قرض کی طرح ہو جاتا ہے۔

لہذا یہ بات طے ہے کہ ملازم کا جو فنڈ کاٹا جاتا ہے وہ ملازم کی ملکیت ہے، قبضہ نہیں ہے۔ اب کمپنی اس پر سود دیتی ہے اور اس کا حساب بھی باضابطہ ملازم کو بتاتی ہے کہ تمہارا اتنا فنڈ ہے اور اس پر اتنا سود لگایا گیا ہے۔ اگر کوئی ملازم لکھ کر دیتا ہے کہ میرے فنڈ میں سود نہ لگایا جائے، تو اسکے فنڈ میں سود نہیں لگایا جاتا ہے۔



## پیسے کی رقم میں کمی و زیادتی کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 ۵۰ آدمیوں نے ملکر ۵۰۰ روپے ماہانہ فی کس کے حساب سے پیسے ڈالنے کا معاہدہ کیا۔ اس پیسے کا  
 زید کو سربراہ اور نگران بنا دیا جاتا ہے وہ طے کرتا ہے کہ پہلی پیسے جو مبلغ پچھتر ہزار روپے بنتی ہے خود لے  
 گا۔ جس پر عمل بھی شروع ہو جاتا ہے اور جب دوسرے ماہ پیسے ہوتی ہے تو اس پیسے کو نیلام کرنے کیلئے بولی  
 طلب کی جاتی ہے۔ چنانچہ باقاعدہ بولی لگتی ہے کوئی پچاس ہزار بولی لگاتا ہے اور کوئی چالیس ہزار روپے اور اسی  
 طرح کم کرتے جاتے ہیں حتیٰ کہ شرکاء میں سے ہی کوئی خرید لیتا ہے۔ مذکورہ پیسے مبلغ تیس ہزار روپے میں  
 خریدی گئی اور بقیہ پینتالیس ہزار روپے کو تمام شرکاء میں منافع سمجھ کر تقسیم کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح  
 تیسرے ماہ بھی اور چوتھے ماہ بھی اور چوتھے ماہ بھی آخر میں آخری آدمی کو پوری پیسے یعنی مبلغ پچھتر ہزار روپے  
 دیتے ہیں۔ جبکہ یہ اور پہلا ممبر شروع سے لے کر آخر تک منافع مذکور بھی لیتے رہے ہیں اس طرح پہلے  
 اور آخری دونوں ممبروں کو مقررہ رقم ۵۰۰ روپے مل جاتے ہیں اور درمیانی ممبروں کو پوری رقم ۵۰۰  
 روپے نہیں ملتے۔ اول و آخر دونوں کو خوب فائدہ پہنچتا ہے اور درمیانی ممبروں کو نقصان رہتا ہے۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ شرعاً ایسی پیسے جائز ہے یا ناجائز؟ اگر یہ ناجائز ہے تو کیوں؟ اور ایسی پیسے میں  
 کوئی امام یا مؤذن ممبر ہوں تو کیا ان کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ اور مؤذن کی اذان و اقامت درست ہوگی یا  
 نہیں اور انکو اس منصب پر فائز رکھنا چاہیے یا نہیں اور اگر کوئی ایسے شخص کی حمایت کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :

روپیہ سونا چاندی کی بیع جب اپنے ہم جنس سے ہو تو نقد دینا اور برابر رکھنا شرط ہے۔ کمی یا زیادتی  
 ہو یا ادھار ہو تو حرام ہے۔ شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی ابن ابی بکر القرظانی متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ  
 میں لکھا :

الصرف هو البیع اذا كان كل واحد من عوضیه من جنس الاثمان فان  
 باع فضة بفضة اور ذهباً بذهب لا يجوز الا مثلاً بمثل وان اختلف فی الجودة و  
 الصباغة ولا بد من قبض العوضتین قبل الافتراق  
 (آخرین، کتاب الصرف ابتداء، صفحہ: ۱۰۴، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)  
 لہذا صورت مسئلہ میں پختہ ہزار کی بیسی کو کم یا زیادہ میں پچھنا حرام ہے اور بیسی ڈالنے والوں کا بھی  
 اپنا دیا ہوا روپیہ پورا واپس نہ ملنا بھی ناجائز ہے۔ اس لئے کہ بیسی کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہر مہینے تھوڑا تھوڑا روپیہ  
 جمع کر کے سب کو قرعہ اندازی کر کے پوری رقم ایک ساتھ مل جائے جو امام و مؤذن اس حرام کاروبار میں  
 شریک ہوتا ہے، اسکی امامت اور اذان دینا ناجائز ہے۔ اور ناجائز کام میں حمایت کرنے والا بھی اتنا ہی گناہگار  
 ہے جتنا کہ حرام کام کرنے والا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

(سورۃ (۵) المائدۃ، آیت: ۳)

اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔

انشورنس کمپنی سے ملنے والے کمیشن کا حکم

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) ایک کمپنی نے باہر سے مال درآمد کیا اور حکومت کے قانون کے مطابق، اس مال کا انشورنس  
 کروایا گیا۔ انشورنس کی جو رقم دی گئی، اس میں سے انشورنس والوں نے اس کمپنی کے اسٹاف کو کمیشن دیا۔  
 کیا یہ کمیشن لینا جائز ہے؟

(۲) اگر یہ کمیشن ناجائز ہے تو چونکہ یہ کمیشن پورے اسٹاف میں تقسیم ہوتا ہے اور نہ لینے کی  
 صورت میں اسٹاف تنقید کرے گا۔ اور اگر لے لیا جائے تو اس کو کس جگہ خرچ کیا جاسکتا ہے؟ اور اگر نہیں

لیتے ہیں تو اس صورت میں ہمارے حصہ کی رقم بھی پورا اسٹاف تقسیم کر لے گا۔  
سائل: اسٹیل کو، رفیق منزل، لارنس روڈ، کراچی

الجواب:

کوئی شخص یا کمپنی جب کمیشن، ملازمین میں تقسیم کرتی ہے تو اس کا کوئی مفاد ہوتا ہے۔ بغیر مفاد کے آج کوئی اپنا روپیہ لوگوں میں تقسیم نہیں کرتا، انشورنس کمپنی کا ایک مفاد تو یہ ہے کہ جتنے زیادہ لوگ یا کمپنیاں بیمہ کرائیں گی وہ پرنسپل ادا کریں گی تو اس لئے وہ ملازمین میں کمیشن تقسیم کرتی ہیں تاکہ یہ ملازمین اپنی کمپنی کے زیادہ سے زیادہ بیمہ ان سے کرائیں۔ اس میں اگر کمپنی کو نقصان نہیں ہے اور مالکوں کو معلوم ہے کہ میرے اسٹاف کو کمیشن دیا جاتا ہے تو اسٹاف کیلئے اس اعتبار سے کمیشن لینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر اس کمپنی کو نقصان پہنچا کر بیمہ کراتے ہیں۔ دوسری بیمہ کمپنیاں کم قیمت پر بیمہ کرتی ہیں اس لئے کمپنی ان کو کمیشن دیتی ہے تو یہ اپنی کمپنی کا نقصان کرتے ہیں تو اس صورت میں یہ کمیشن لینا جائز نہیں ہے۔ یہ تو کمیشن کا حکم ہے۔ مگر بیمہ ناجائز ہے۔ اور بیمہ کمپنیوں کا کام کرنا بھی ناجائز ہے۔ ان کی آمدنی صرف اس ناجائز کام کی وجہ سے ہوتی ہے۔ لہذا اس بناء پر ان سے کمیشن لینا جائز نہیں۔ اس لئے کہ حرام مال سے کسی طرح کی منفعت اٹھانا جائز نہیں۔

سیونگ سرٹیفیکیٹ کی شرعی حیثیت

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:  
سول ڈیفنس سیونگ سرٹیفیکیٹ وغیرہ کا مقصد ملک کو چلانا اور بڑی لگانا ہے۔ سیونگ سرٹیفیکیٹس میں پیسہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو اسکی کیا وجہ ہے؟ قرآن و حدیث سے جواب دیں۔

الجواب:

اس اسکیم میں روپیہ لگانا حرام ہے، کیونکہ یہ بھی سود کی قسم ہے۔ قرآن کریم میں سود کو مطلقاً حرام

فرمایا گیا ہے، اسکی تمام 9 حرام ہو گئیں کسی شخص کو اس میں کسی قسم کا استثناء کرنے کا حق نہیں ہے اور سود کی حرمت خنزیر و شراب وغیرہ کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سود کی حرمت بیان کرنے کے بعد یہ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ  
 ۞ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ

(سورة (۲) البقرة، آیات: ۲۷۸، ۲۷۹)

یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود، اگر مسلمان ہو۔ پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔

(کنز الایمان)

لہذا ایسے حرام کو حلال بنانے کی کوشش کرنا سخت گمراہی ہے۔

## ہاؤس بلڈنگ کا قرض اور واپسی کا طریقہ

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ہاؤس فنانس کارپوریشن مکان خریدنے کیلئے قرضہ دیتی ہے، جس کی شکل کچھ یوں ہوتی ہے۔ مثلاً خریدار کو ایک لاکھ روپیہ دے گی اور خریدار وہ مکان پہلے اپنے نام رجسٹری کروائے گا پھر میں بینک والے بینک کے نام رجسٹری کروالیتے ہیں۔ اور خریدار سے بطور کرایہ اور مع کل قرضہ والی رقم کا ایک مدت معینہ تک قسط مقرر کر دی جاتی ہے۔ مثلاً مکان کا کرایہ بینک والوں نے طے کیا کہ تین سو روپیہ ماہوار دینا ہوگا۔ اور اسی طرح وہ قسط ایک لاکھ روپیہ کی مع تین سو روپیہ ماہوار ۲۰ سال تک کیلئے مقرر کی جاتی ہے۔ یعنی یہ تین سو روپیہ ماہوار بینک کو جو مزید دیا جاتا ہے، یہ سود ہے یا نہیں؟ بینک والے کہتے ہیں کہ ”یہ ہمارے خرچ اخراجات کا منافع ہے“۔ اسکے جواز کی کیا صورت ہے؟

نوٹ :

بعض لوگ کہتے ہیں سودی وقت ضرورت جائز ہے؟ جیسا کہ عام طور پر محاورہ ہے کہ شراب بیماری

کیلئے جائز ہے؟

سائل : سید عبدالواحد، معلم دارالعلوم امجدیہ

الجواب :

کارپوریشن نے جس شخص کو روپیہ قرض دیا اور اس نے اس روپیہ سے مکان خرید کر قبضہ کر لیا تو یہ اس کا مالکانہ قبضہ ہے۔ اب بینک دوبارہ اس سے وہی مکان خرید کر رجسٹری کرائے گا، تو یہ مالک مکان اور بینک کے درمیان دوسری بیع ہے۔ اس کی قیمت بینک کو دینا ہے۔ مگر قیمت دینے کی جگہ پہلے دیئے ہوئے قرضے کو قیمت قرار دے کر بیع کرتا ہے تو یہ بیع تو ہو گئی لیکن مکان میں رہنے والے کا جو پہلے سے قبضہ تھا وہ اپنے مکان پر مالکانہ قبضہ تھا۔ مالک سے اس کی ملک کا کرایہ وصول کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور بینک جب تک خود اپنے قبضے میں نہ لے لے اس کا کرایہ پردے دینا قرضہ نہیں کہلاتا ہے۔ شامی میں ہے :

لا لئو اودعه او عاره او اجره من البائع

(ج ۴، ص ۵۵)

یعنی اگر خریدار نے مکان بیچنے والے کے پاس امانت رکھ دیا یا عاریت دے دیا یا کرایہ پردے دیا تو یہ خریدار کا قبضہ نہیں کہلائے گا۔

لہذا بینک کا قسط وار وصول کرنا اپنے قرض کو وصول کرنا ہے۔ اور یہ کرایہ وصول کرنا ناقص طریقہ پر مالک سے اس کی ملکیت کا کرایہ لینا ہے۔ یہ اس قرض ہی کی وجہ سے وصول کیا جا رہا ہے۔ فقہی اصول ہے :

كُلُّ ذَيْنٍ جَرَّ بِهِ نَفْعًا فَهُوَ رَبُّوْا

جس قرض کی وجہ سے کوئی نفع اٹھایا جائے گا، وہ سود ہے۔

لہذا یہ صورت جو سوال میں مذکور ہے، ناجائز ہے۔ ہاں ایک صورت جواز کی ہو سکتی ہے کہ کارپوریشن مکان کو پہلے ہی خود بیچنے والے سے خرید کر قبضہ کرے اور اس شخص کو کرایہ پردے دے اور اس

سے اس طرح معاہدہ کرے کہ یہ مکان ایک لاکھ روپے میں فروخت کیا جاتا ہے مگر یہ بیع اس وقت کی جائے گی جب ایک لاکھ روپے ادا کر دیا جائے گا یہ قسط واردیتا رہے۔ اور مکان کا کرایہ بھی دیتا رہے۔ جب ایک روپے لاکھ روپے کی رقم ادا کر دے اس وقت بینک اس کے نام رجسٹری کروادے۔

(۲) سود دینے کی اجازت بھی مجبوری کی صورت میں ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہے اور بغیر سود کہیں سے روپیہ نہیں مل سکتا ہے۔ جس کو خرچ کر کے مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرے تو یہ سود پر روپیہ لے کر مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرے گا۔ آج کل جن کاموں کیلئے بینک سے سود کا روپیہ لیا جاتا ہے مثلاً اپنی پونجی سے زیادہ رقم سے کاروبار کرنے کیلئے یا اپنی استطاعت سے بڑھ کر مکان بنانے کیلئے یہ شرعی اعذار نہیں ہیں۔ بلکہ طلب دنیا اور طلب آسائش کی نفسانی خواہش کی تکمیل کرنا ہے۔ لہذا اس طرح سود پر روپیہ لینا حرام ہے۔

## تاج کمپنی سے ملنے والے منافع اور اس کی مطبوعات کا حکم

الاستفتاء:

جناب عالی! مسئلہ یہ ہے کہ: تاج کمپنی لوگوں سے قرآن پاک کی چھپائی وغیرہ کے کاروبار کیلئے رقم لیتی ہے، حاصل کردہ رقم پر سالانہ ۱۸ فیصد منافع دیتی ہے۔ کیا یہ سود ہے؟ اگر یہ سود ہے تو کیا اس کمپنی کے شائع کردہ قرآن پاک اور دیگر کتب وغیرہ پڑھنا جائز ہے؟

سائل: احترام الدین، سی پی برار سوسائٹی، کراچی

الجواب:

تاج کمپنی جن شرائط پر روپیہ لیتی ہے، یہ سودی کاروبار ہے اور حرام ہے۔ مگر اس کی چھپی ہوئی کتب اور قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔

## انعامی بانڈ کو زیادتی کے ساتھ پچھنایا خریدنا

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
دس روپے کا بانڈ گیارہ یا بارہ روپے میں خریدنا کیسا ہے؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ چونکہ اعلیٰ حضرت  
امام اہل سنت مجدد برحق الشاہ امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے دس روپے کے نوٹ کو گیارہ میں یا اس سے  
زیادہ میں بیچنے اور خریدنے کی اجازت از روئے شرع عطا فرمائی ہے۔ جو اب باصواب سے آگاہ فرمائیں۔ بینوا  
و توجروا

سائل: محمد معین الدین القادری الرضوی، فیصل آباد

الجواب :

کوئی بھی انعامی بانڈ یعنی پچاس کا ہو یا پانچ سو کا، زائد از قیمت دے کر خریدنا یا پچھنا قانوناً جرم ہے،  
چنانچہ یہ شرعاً بھی ناجائز ہے۔ کیونکہ گرفتار ہونے کی صورت میں جھوٹ بولے گا یا رشوت دے گا یا ہتک  
عزت ہوگی۔ یہ سب باتیں شرعاً ناجائز ہیں۔ اگر یہ خرابی نہ ہو تو جس طرح نوٹ کم یا زیادہ میں بیچا جاسکتا ہے  
اسی طرح بانڈ بھی کم یا زیادہ میں خریدا اور بیچا جاسکتا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

لاٹری کی شرعی حیثیت

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ :  
اب، ج ایک تنظیم ہے، جو اپنے ممبران سے ماہانہ اور سہ ماہی پانچ روپے کے حساب سے وصول  
کرتی ہے، جو ناقابل واپسی ہیں۔ وہی فیس اگر ممبر چاہے تو جمع کرواتے وقت یا بعد میں چندہ کی مد میں شامل  
کروا سکتا ہے اور اس جمع شدہ رقم میں قرعہ اندازی کے ذریعہ ایک ممبر کو ہر ایک مہینے اور تین مہینے بعد ایک

عمرے کا ٹکٹ (یا کوئی اور انعام مثلاً نقد رقم) دیتی ہے اور بقایا جمع شدہ رقم اپنی تنظیمی سرگرمیوں میں استعمال کرتی ہے یہ سب کام ممبران کی اجازت سے ہوتا ہے۔

زید! کہتا ہے کہ ”قرعہ اندازی کے بعد جو قابل واپسی رقم ہے وہ تنظیم کے پاس امانت ہوگی جو ممبر کی اجازت سے چندے کی مد میں شامل ہو جائے گی جسے تنظیمی سرگرمیوں میں استعمال کیا جائے گا۔“

بجرا! کہتا ہے کہ ”قرعہ اندازی کے بعد جو قابل واپسی رقم ہے وہ بطور امانت رہے گی۔ اور ممبر کی پیشگی اجازت کے باوجود کسی صورت میں چندہ میں شامل نہیں کی جاسکتی۔ یہ ہر صورت میں ممبر کو لوٹانا ہوگی۔“

عمر! کہتا ہے کہ ”اگر ممبر شپ جمع کرواتے وقت تمام ممبران اس کو چندہ کی مد میں شامل کروادیں، یعنی ایک روپیہ بھی قابل واپسی نہ رہے تو یہ صورت ناجائز ہوگی۔“

ولید! کہتا ہے کہ ”ممبران سے ماہانہ، سہ ماہی فیس تمام ناقابل واپسی ہوگی لیکن اس جمع شدہ ممبر شپ فیس کے ساتھ اس تنظیم کے دیگر ذرائع سے حاصل شدہ فنڈ کو بھی شامل کر کے اس رقم سے قرعہ اندازی کا انعام دیا جائے تو یہ صورت جائز ہوگی۔“

زید، بجرا، عمر اور ولید میں سے کس کی بات شریعت کے مطابق ہے جبکہ عمرے کا ٹکٹ (یا کوئی اور انعام) ضروری نہیں کہ ہر ماہ یا ہر تیسرے ماہ دیا جائے لیکن جس ماہ / سہ ماہی کی قرعہ اندازی کی جائے گی اس ماہ / سہ ماہی کی فیس ممبر کیلئے اسی ماہ / سہ ماہی کے دوران جمع کروادینی لازمی ہوگی۔

(۳) آجکل ملکی سطح پر ”فلپس بلب فیکٹری“ اپنے ہر بلب کی خریداری کے ساتھ ایک کوپن جاری کرتی ہے، جسے خریدار چاہے تو پر کر کے جمع کروادے اور ان جمع شدہ کوپن پر قرعہ اندازی کے ذریعہ انعام دیا جاتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟

اسی طرح اب، ج تنظیم اپنے ماہانہ، سہ ماہی رسالہ کی خریداری کے ساتھ کوپن جاری کر کے اور اس کو جمع کروانے پر ان کی جمع شدہ کوپن میں سے قرعہ اندازی کے ذریعہ ایک عمرے کا ٹکٹ (یا کوئی انعام) دے تو کیا جائز ہے؟



الجواب :

ایسی کوئی لاٹری جائز نہیں جس میں قرعہ اندازی کرنے سے اگر کسی ممبر کا نام نہ نکلے تو اس کا اپنا روپیہ تم ہو جائے گا اور جس کا نام نکلا وہ دوسروں کا روپیہ حاصل کر لے، یہ ”جوا“ ہے۔ اس قرعہ اندازی میں نام نکلنے والے کو عمرے کیلئے بھیجا جائے یا نقد روپیہ اسے دیا جائے۔ فلپس نے جس طرح کی قرعہ اندازی بلب خریدنے والوں کیلئے رکھی ہے اس میں انعام کمپنی اپنی طرف سے دیتی ہے۔ خریدار نے بلب خریدنے کیلئے روپیہ دیا تھا قرعہ اندازی میں روپیہ نہیں دیا تھا، لہذا یہ جائز ہے۔ قرعہ اندازی کے بعد باقی روپیہ کس کام میں خرچ کیا جائے گا یہ جن سے لیا گیا ہے، ان کی اجازت پر موقوف ہے۔ لہذا چندہ لینے سے پہلے یہ طے کر لیا جائے کہ تمام ممبر جس کام میں خرچ کرنے کیلئے کہیں گے اس میں خرچ کیا جائے گا یا رسید پر لکھ دیں کہ کس کام کیلئے چندہ جمع کیا جا رہا ہے۔

پی، ایل، ایس سے منافع اور غیر ملکی اداروں کو زکوٰۃ دینا

الاستفتاء :

مفتی اسلام

محترم جناب مفتی صاحب !

مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب آپ سے دریافت کرنا ہے۔

(۱) بھوکوں کے (PLS) نفع و نقصان کھاتوں کے منافع کی رقم جائز ہے یا نہیں؟ پہلے تو صرف PLS کھاتوں پر منافع دیتے تھے لیکن اب سیونگ کھاتے بھی PLS کھاتوں میں تبدیل کر دیئے گئے ہیں، ان کھاتوں پر زکوٰۃ بھی کاٹی جاتی ہے۔

(۲) جزام کے مرض کا ایک ادارہ کراچی میں غیر ملکیوں کی زیر سرپرستی چل رہا ہے، جس کا نام MARIEADELAIDA LEPROSY CENTRE ہے۔ کیا اس ادارے کو زکوٰۃ، صدقات، نیاز اور سود وغیرہ کی رقم دینا جائز ہے؟

سائل : عبدالعزیز

## الجواب :

- (۱) پی، ایل، ایس اکاؤنٹ بھی سود سے پاک نہیں ہے۔ لہذا اس کا منافع جائز نہیں ہے۔ حکومت جس طرح دیگر سودی کمپنیوں سے زکوٰۃ کاٹتی ہے، اس طرح اس سے بھی کاٹ لیتی ہے۔
- (۲) زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے شرط ہے کہ مسلمان (غیر سید) مستحقین کو مالک بنا کر زکوٰۃ دی جائے۔ رفاہی کاموں کے اداروں میں جہاں کوئی مالک نہیں ہوتا ہے، وہاں نہیں دی جاسکتی۔

## سودی کاروبار کرنے والی کمپنیوں سے شراکت

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ان مسائل کے بارے میں کہ :

- (۱) بینک کا کھاتہ PLS کا شرعی حکم کیا ہے؟ اسی طرح وہ کمپنیاں جو نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر کام کرتی ہیں جبکہ لینے والا بھی اسی بنیاد پر پیسہ لیتا ہے اور دینے والا بھی اسی بنیاد پر پیسہ دیتا ہے۔ مگر اس میں شراکت داروں کو پتہ نہیں ہوتا ہے کہ ان کا نفع و نقصان میں کتنا حصہ ہے؟ کیا یہ شراکت جائز ہے یا ناجائز؟

- (۲) وہابیہ وغیرہ بد مذہب کے ساتھ تجارت میں شراکت اور مضاربت پر انھیں مال دینا صحیح ہے

یا نہیں؟

- (۳) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ، جلد اول میں لکھا ہے کہ وہابیہ کا حکم، حرابی کا فر

کا ہے تو کیا اس بناء پر، ان سے سودی کاروبار کیا جاسکتا ہے؟

سائل : محمد عبدالرشید احمد نوری

## الجواب :

- (۱) یہ اکاؤنٹ بھی سودی اکاؤنٹ ہے، وہ ادارے اور کمپنیاں جو نفع اور نقصان کے نام سے کام کرتی

ہیں یہ سب سودی کاروبار ہے، جو ناجائز اور حرام ہے۔ یہاں تو صراحتاً سود ہے اس لئے کہ وہ شرکت کا طریقہ بھی بتلاتے ہیں کہ اتنے فیصد نفع دیں گے یہی سود ہے۔ شرکت کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ نقصان تمام روپے والے کا ہو گا اور نفع میں دونوں طے شدہ حصے کے مطابق شریک ہوں گے۔

(۲) بد مذہبوں سے تعلقات رکھنا جائز نہیں، جب تجارت میں ان کے ساتھ شرکت کرے گا تو آنا جانا، سلام و کلام وغیرہ تعلقات بھی قائم کرے گا اور حدیث میں بد مذہبوں سے تعلقات قائم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ لہذا ان کے ساتھ شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳) مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے بعد توہین نبی کرنے والے اور دوسرے کفریات لکھنے والے! مرتد ہیں۔ اور مرتد کا حکم شریعت میں یہ ہے کہ اس کے اپنے مال پر ملکیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی تفصیل احکام مرتد میں دیکھ لیجئے۔ جب وہ مالک ہی نہیں ہے تو اس سے مالی معاملات بھی جائز نہیں ہوں گے۔ حرلی کے تمام احکام میں تشبیہ نہیں ہے۔



# رشوت کا بیان

## رشوت کی تعریف

### مفتی اسلام

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ :

WWW.NAFSEISLAM.COM

- (۱) رشوت کی تعریف کیا ہے؟
- (۲) اگر کسی جائز کام میں رکاوٹ ہو اور رشوت دے کر وہ کام کروایا جائے تو کیا اس صورت میں بھی مسلمان گناہ گار ہوگا؟
- (۳) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم مجبوراً رشوت دیتے ہیں تو مجبوری کی تعریف کیا ہے اور کن صورتوں میں رشوت دینے والا گناہ گار نہ ہوگا؟
- (۴) ہمارے ملک میں اسلامی قانون نافذ نہیں اور نہ ہماری کوئی اسلامی حکومت رہی ہے۔ لہذا ایسی صورت میں حکومت جو قوانین مرتب کرتی ہے، جن کا تعلق انکم ٹیکس اور ایکسائز ڈیوٹی وغیرہ سے ہے، ان قوانین کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

(۵) زید اور بجز ایک پلاسٹک کی فیکٹری چلاتے ہیں، جس پر ساڑھے بارہ فیصد سیلز ٹیکس حکومت نے لگایا ہے، اس طرح ایک لاکھ روپیہ صرف سیلز ٹیکس کا بنتا ہے۔ زید اور بجز سیلز ٹیکس کی پوری رقم ادا نہیں کرتے کیونکہ ایسا کرنے سے فیکٹری منافع کے بجائے نقصان کرے گی۔ لہذا وہ ایک لاکھ کے بجائے ۳۵۰۰ روپے سیلز ٹیکس حکومت کو ادا کرتے ہیں باقی رقم کو بچانے کیلئے (باقی مال کو بغیر سیلز ٹیکس دیئے فیکٹری کی حدود سے نکالنے کیلئے) حکومت کی ۶ سے ۷ اجنسیوں کو ۱۰ سے ۱۲ ہزار رشوت کے طور پر (یا ان کی اجرت کے طور پر) دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں جو کل آمدنی ہوگی اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ ایسی آمدنی کا تصرف نیز اسکو کسی دوسرے کاروبار میں لگانا کیسا ہے؟

بینوا وتوجروا

سائل: محمد جاوید قادری

الجواب:

(۱) رشوت کے معنی اپنے مفاد کیلئے یا کسی کی حق تلفی کیلئے رقم دے کر وہ کام کرنا ہے۔ کتاب التعریفات، باب الرءاء میں رشوت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

الرشوة ما يعطى لابطال حق او لاحق باطل

یعنی رشوت وہ رقم ہے جو اپنے ناجائز فائدے یا دوسرے کا حق مارنے کیلئے دی جائے۔

(۲) ایک اور صورت یہ ہے کہ کسی کا حق مارا جا رہا ہے اور ظلم ہو رہا ہے رشوت کے بغیر حق ملنے کی کوئی

صورت نہیں ہے تو رشوت دینا جائز ہے۔ یہ رشوت نہیں ہے، بلکہ ظالم سے بچنے کیلئے پیسہ خرچ کرنا ہے۔

(۳) مگر آج کل فیکٹری چلانے والے ناجائز کام کرانے کیلئے اور ڈیوٹی بچانے کیلئے ایکسائز والوں کو روپیہ

دیتے ہیں۔ یعنی ناجائز طریقہ پر مفاد حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، اس کے جائز ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

معاملات کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ مال بھی حرام ہے اور عقد کرنے والا گناہگار بھی ہے۔

دوسری صورت یہ کہ مال حلال ہے لیکن عقد کرنے والا گناہگار ہے۔ پہلی صورت کی مثال کوئی شخص

چوری کا مال فروخت کرتا ہے یا کوئی ایسی چیز پھی جو مسلمان کے حق میں مال نہیں ہے جیسے خنزیر اور شراب کی بیع

وغیرہ۔ اس میں جو قیمت لی، وہ حرام ہے۔ اور اس قیمت کا لوٹانا بھی فرض ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی نے اپنے مال کو فروخت کیا۔ بیع شریعت کے مطابق صحیح کی۔ چوری کی اور

نہ وزن و ناپ میں کمی کی۔ مگر قانون کے خلاف تھی۔ مثلاً مسلمان کو اختیار ہے کہ وہ اپنا مال جہاں چاہے فروخت کرے مگر قانوناً منع ہے کہ وہ اپنا مال ملک سے باہر لے جا کر فروخت کرے یا باہر سے لا کر اپنے ملک میں فروخت کرے۔ ایسا کرنے والا گناہ گار ہے۔ اس لئے کہ اس کا یہ عمل اسمگلنگ میں آتا ہے اور اسمگلر اگر پکڑا جائے تو جھوٹ بولے گا۔ اگر جھوٹ سے کام نہ چلا تو رشوت دے گا اور اگر رشوت سے کام نہ بنا تو جیل جائے گا اور بے عزت ہوگا۔ لہذا مسلمان ایسا بھی نہ کرے، جس سے بے عزتی ہوتی ہو۔ اور جھوٹ و رشوت وغیرہ کی نوبت آئے۔ ایسا کرنے سے گناہ گار تو ہوگا مگر مال حرام نہیں ہوگا۔

یہی صورت سوال میں مذکور ہے یعنی فیکٹری والا اپنا مال بیع صحیح کر کے فروخت کرتا ہے مگر رشوت دیتا ہے۔ لہذا یہ رشوت دینے والا گناہ گار ہے۔ مگر مال کے بدلے مال حاصل کیا ہے لہذا مال جائز ہے، یہ صحیح ہے کہ شرعی قوانین یہاں نافذ نہیں اور ٹیکس کے معاملے میں ایسے قوانین بنائے جاتے ہیں جن میں رشوت کا دروازہ کھل جاتا ہے اور انکم ٹیکس، ایکسائز ٹیکس اور سیلز ٹیکس اتنی مقدار میں رکھا جاتا ہے کہ ظلم کی حد تک پہنچ جاتا ہے اس لئے تاجر رشوت دے کر اپنا پیچھا چھڑا لیتے ہیں اور گورنمنٹ کو ٹیکس نہیں دیتے۔ اگر مناسب مقدار میں ٹیکس لگائے جائیں اور رشوت خور آفیسروں پر سختی کر کے رشوت کو روکا جائے تو تاجر خوشی ٹیکس ادا کریں گے اور جتنی آمدنی اب ہوتی ہے گورنمنٹ کی آمدنی اس سے زیادہ ہو جائے گی۔ مگر گورنمنٹ کے ظالمانہ قوانین پر عمل ختم کرنا ہوگا ورنہ رشوت کا گناہ لازم آئے گا۔

## نوکری کیلئے رشوت دینا

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 آجکل کے دور میں رشوت کی وباء عام ہو چکی ہے اور کوئی شعبہ بھی اس وباء سے پاک نہیں ہے یہاں تک کہ نوکری حاصل کرنے کیلئے بغیر رشوت کے کوئی چارہ نہیں۔ اس صورت میں اگر کوئی شخص نوکری حاصل کرنے کی غرض سے بامر مجبوری رشوت دے تو اس صورت میں اس کار رشوت دینا کس حد تک درست ہے؟ برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلے کی وضاحت فرمائیں۔

سائل : حیات نور

الجواب :

ظلم سے چنے کیلئے اگر رشوت دے دے تو رشوت دینے والا گناہ گار نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح اپنا حق حاصل کرنے کیلئے رشوت دینا پڑتی ہے تو بھی رشوت دینے والا گناہ گار نہیں، مگر لینے والا بہر حال گناہ گار ہے۔ مگر ناجائز فائدہ حاصل کرنے اور دوسرے کا حق مارنے کیلئے رشوت دینا حرام ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص اس ملازمت کا اہل ہے، جس کیلئے کوشش کر رہا ہے اور بغیر رشوت کے وہ ملازمت نہیں ملتی، تو رشوت دینے والا گناہ گار نہیں۔

## غیر مسلم سے رشوت لینے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
جو مسلمان دار الحرب میں رہتے ہیں اور وہاں گورنمنٹ ملازم ہیں وہ اگر رشوت کے نام پر غیر مسلم سے پیسہ لیں یا غیر مسلم از خود اپنا کام کروانے کی وجہ سے پیسہ دیتا ہے تو مسلمان کیلئے یہ روپے لینا جائز ہے یا نہیں؟  
سائل : ضیاء المصطفیٰ نورانی، نیپال گنجان، نیپال

الجواب :

دار الحرب! میں بھی کسی کافر کو تنگ اور ظلم کر کے اس سے رشوت لینا ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی کافر کا جائز کام وقت پر کر دیا اور اس نے از خود کچھ دے دیا تو وہ لینا جائز ہے، جبکہ مسلمان سے اس طرح کچھ لینا دار الحرب اور دار الاسلام دونوں جگہوں میں ناجائز ہے۔

## قلیل آمدنی کی وجہ سے رشوت لینے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک شخص انکم ٹیکس کے محکمہ میں ملازم ہے۔ تنخواہ ۱۲۰۰ روپے ملتی ہے۔ جبکہ گھر کے چھ افراد کے ساتھ اس تنخواہ پر گزارہ نہیں ہو سکتا۔ وہ رشوت نہیں لیتا اور نہ ہی کرایہ وغیرہ کے نام پر رقم لیتا ہے کیونکہ وہ اس کو بھی رشوت تصور کرتا ہے۔ کئی دوسری جگہوں پر ملازمت کی کوشش کی ہے لیکن ڈومیسائل اور سفارش نہ ہونے کی بنا پر ناکامی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ گورنمنٹ کے قانون کے مطابق ایک ملازمت کے ساتھ دوسری ملازمت نہیں کر سکتا۔ لہذا ایک طرف یہ قیود ہیں اور دوسری طرف اس کے مسائل زندگی۔ جبکہ اس کی ابھی شادی بھی نہیں ہوئی ہے۔ ان حالات میں مندرجہ ذیل سوالات کا جواب مطلوب ہے:

(۱) کیا وہ ان حالات اور مجبوریوں کی بناء پر رشوت لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) جو لوگ اپنا کام ہو جانے کے بعد ۶۰، ۵۰ روپے دیں، وہ لے لئے جائیں جیسے پوسٹ مین کو خط

وصول کرنے کے بعد کچھ پیسے دے دیئے جاتے ہیں۔

سائل: عبدالقادر خان، گلبرگ، کراچی

الجواب:

گورنمنٹ ملازم کام کرنے کا ملازم ہے۔ اس کی وہ تنخواہ لیتا ہے، جن لوگوں کا کام اس سے پڑتا ہے یہ ان کا ملازم نہیں اور نہ ان سے کوئی معاوضہ لے سکتا ہے۔ لوگ اپنے مفاد کیلئے اسی طرح گورنمنٹ ملازمین کو رشوت دیتے ہیں اور فائدے اٹھاتے ہیں۔ عقل والا یہ تو سمجھتا ہے کہ کوئی شخص اپنا روپیہ کسی کو بلاوجہ نہیں دیتا ہے، کچھ نہ کچھ اسے فائدے کی امید ہوتی ہے فی الحال یا آئندہ۔ اس لئے یہ تمام صورتیں جو سوال میں مذکور ہیں، سب حرام ہیں۔ حدیث میں ہے، اس حدیث کو امام بخاری محمد بن اسماعیل متوفی ۲۵۶ھ نے صحیح بخاری میں نقل کیا ہے:

ایک صحابی کو حضور ﷺ نے زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا تھا وہ واپس آئے تو انہوں نے کچھ اموال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ میں یہ وصول کر کے لایا ہوں اور کچھ مال علیحدہ رکھ کر عرض کیا کہ یہ مال لوگوں نے مجھے تحفے میں دیا ہے۔ حضور ﷺ بہت سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اگر تو گھر میں بیٹھا رہتا جب بھی کوئی تجھے تحفہ دیتا؟ اور وہ سارا مال لے کر بیت المال میں جمع کروادیا۔

جلد (۲) کتاب الاحکام، باب محاسبۃ الامام عمالہ، صفحہ: ۱۰۶۸،

قدیمی کتب خانہ، کراچی



اس سے معلوم ہوا کہ گورنمنٹ ملازم! ملازمت میں تحفہ یا ہدیہ قبول کرے، وہ رشوت میں شمار ہوتا ہے۔ گزارہ نہ ہونا رشوت کو جائز نہ کر دے گا، جتنی آمدنی ہے اسی میں گزارہ کرنا مسلمان کو ضروری ہے اور زیادہ کیلئے جائز طریقہ سے کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بہتری کی امید رکھے۔ گورنمنٹ ملازم کیلئے دوسری ملازمت کی پابندی ہے نہ کہ اپنا کام کرنے کی۔

## حصولِ ملازمت کیلئے رشوت دینا

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
جو شخص ملازمت کا مستحق ہے اور اس عہدے کی قابلیت بھی رکھتا ہے لیکن بغیر رشوت ملازمت نہیں ملتی تو ایسی صورت میں رشوت دے کر ملازمت حاصل کرنا اور اس ملازمت سے ملنے والی تنخواہ کے جواز و عدم جواز کا کیا حکم ہے؟

سائل : غلام نبی قادری، لائڈھی، کراچی

الجواب :

اگر واقعی یہ ملازمین اپنی ذاتی قابلیت کی بناء پر اس ادارے کی ملازمت کے اہل تھے اور اس وقت ان سے زیادہ اور کوئی قابل نہ تھا، اس کے باوجود ان کو اس ادارے کی ملازمت بغیر کچھ دینے حاصل نہیں ہو رہی تھی، تو ان کا کچھ دیکر ملازمت حاصل کرنا درست ہے۔ اور انکی تنخواہ بھی جائز ہوگی۔

# ملازمت کا بیان

معاهدہ ملازمت

مفتی اسلام

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید ایک کمپنی کے مالی وسائل سے، چلنے والے تعلیمی ادارے میں، ایک مدرس کی حیثیت سے ملازم ہے۔ اس پر انٹرویو کے وقت یہ بات واضح کر دی گئی تھی کہ بنیادی تنخواہ اور الاؤنسز یہ، یہ ہوں گے۔ دوسرے کام کرنے والے ملازمین کی طرح اس کو بھی سال میں دوبارہ "بونس" ملے گا۔ ورکرز فنڈ میں وہ حصہ دار ہوگا۔ بغیر کرایہ کے کوارٹر چلی، پانی، گیس کی سہولت کچھ فرنیچر کچھ سفری الاؤنس بھی ملے گا اور علاج مفت ہوگا۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے وقت پراویڈنٹ گریجویٹ پنشن کا حقدار بھی ہوگا، وہ ان سہولتوں کے عوض وہ تمام فرائض سرانجام دے گا جو ایک مدرس تعلیمی اداروں میں دیتا ہے۔ نصابی و ہم نصابی تمام سرگرمیاں سرانجام دینی ہے اور ان فرائض کی ادائیگی کیلئے کوئی اور ٹائم نہیں ملے گا۔

برسوں تک وہ تمام کام انجام دیتا ہے، کچھ دنوں کے بعد اس کے رویہ میں تبدیلی ہوئی اور دیگر شعبوں میں ملازمین کو جو اور ٹائم وغیرہ پر معاوضے وغیرہ ملتے ہیں، ان کا بھی یہ مطالبہ کرنے لگتا ہے۔ آیا زید کی یہ تبدیلی از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

سائل: سید آل رسول واسطی

الجواب:

ملازمت میں کمپنی اور ملازم کے درمیان ملازمت کے وقت، جو شرائط طے کی جائیں گی، جب کوئی فریق ان شرائط کی پابندی نہیں کرتا ہے تو دوسرے فریق کو حق ہے کہ وہ ملازمت ختم کر دے۔ سوال میں جو صورت مذکور ہے کہ شرائط ملازمت کے خلاف ملازمین کام میں کوتاہی کر رہے ہیں اور کمپنی کو مجبور کر رہے ہیں، یہ ناجائز ہے۔ ملازم جب تک ملازمت کرے گا تو صحیح طور پر وقت کی پابندی کے ساتھ پورا کام کرے گا یا ملازمت چھوڑ دے گا۔ کام میں کوتاہی کر کے جو تنخواہ وصول کرے گا، وہ ناجائز ہوگی۔

## معاہدے کی اہمیت

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی حکومت کے قائم کردہ کمیشن نے ۱۹۷۷ء میں تمام پیشوں کے افسران کی تنخواہ اور دیگر مراعات نیز شرائط ملازمت کے بارے میں جو فیصلہ کیا، اس کا اعلان خود صدر مملکت نے کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ ”تمام آفیسرز کو کرایہ مکان تنخواہ کا ساٹھ فیصد حصہ دیا جائے گا“۔ آفیسرز ایسوسی ایشن نے اسے منظور کر لیا تھا اور اس پر عمل بھی ہوتا رہا۔ اب جنوری ۱۹۸۰ء میں بینک کی انتظامیہ نے اپنی مرضی سے کرایہ مکان گھٹا کر چالیس فیصد کر دیا ہے۔ جس سے اوسطاً ملازمین کو دو سے تین سو روپے تک ماہانہ نقصان ہو رہا ہے۔ اور یہ کمی تمام افسران کے حق میں نہیں ہے بلکہ بعض کے حق میں ہے۔ اور بعض لوگوں کو اب بھی وہی ساٹھ فیصد کرایہ مکان دیا جا رہا ہے۔ علمائے کرام سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا شرعی نقطہ نظر سے انتظامیہ کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب :

منتظمین و ملازمین کے درمیان، جو باتیں طے ہو جائیں، وہ ایک معاہدہ ہے۔ معاہدے کی پابندی کرنا مسلمان پر لازم ہے۔ اس کے خلاف کرنے پر قرآن و حدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے :

الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْتَقِضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ۝

(سورة (۸) الانفال ، آیت: ۵۶)

وہ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور ڈرتے نہیں۔ (کنز الایمان)

یہ آیت اگرچہ کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے، مگر اصول کا قاعدہ یہ ہے کہ عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے،

خصوص واقعہ کا نہیں اور مفسرین اپنی تفسیروں میں تحریر فرماتے ہیں :

كل آية نزلت في الكفار تجر في ذيلها العصاة

یعنی ہر وہ آیت جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ اپنے ضمن میں ان گناہ گار مسلمانوں کو بھی لیتی ہے

، جو اس جیسی معصیت میں مبتلا ہیں۔

کچھ بھی ہو آیت سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ معاہدے کی خلاف ورزی طریقہ کفار ہے۔ حدیث میں فرمایا،

اس حدیث کو امیر المؤمنین فی الحدیث امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ نے صحیح بخاری میں نقل

کیا ہے :

انَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ 'لِوَاءٌ' يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ

(جلد (۲) کتاب الادب، باب ما يدعى الناس بأبائهم، صفحہ: ۹۱۲،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر معاہدہ توڑنے والے کیلئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کر دیا جائے گا

اور یہ کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی معاہدہ شکنی ہے۔

نیز بخاری ہی میں ہے :

قال أربعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خِصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَ

فِيهِ خِصْلَةٌ مِّنَ الْبِفَاقِ حَتَّى يَدْعَهَا إِذَا أُوْتِمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ

(جلد ۱) کتاب الایمان ، باب علامۃ المنافق ، صفحہ: ۱۰ ، قدیمی کتب خانہ ،

(کراچی)

یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ چار باتیں ایسی ہیں کہ وہ جس میں ہوں گی، وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو اس میں منافق کی ایک خصلت پائی جائے گی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے۔ وہ چار باتیں یہ ہیں۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب معاہدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے اور جب کسی سے جھگڑا کرے تو فحش گوئی کرے۔

ان آیات اور احادیث کی روشنی میں منظمہ کو معاہدے کی پابندی کرنی چاہیے اور اخروی محاسبہ سے بچنا

چاہیے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## ملازمت اور پابندی کی وقت

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل سوال کے بارے میں کہ :

میں ایک مل میں حیثیت کنسٹرکشن سپروائزر کے ملازم ہوں۔ میری ڈیوٹی مل کی طرف سے کام کی نگرانی کرنا ہے اور جو بھی بل ٹھیکیداروں کے ہوں، ان کو چیک کر کے جنرل مینجر صاحب کو پیش کرنا ہے۔ جناب عالی مسئلہ یہ ہے کہ آج کل مل کی تو سبھی کام ہو رہا ہے، جس کا ٹھیکہ ایک صاحب کو دیا گیا ہے، جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے، مگر کام کی سوجھ بوجھ اچھی ہے۔ یہ ٹھیکیدار چاہتا ہے کہ میں اس کا کام نقشہ کے مطابق اپنی نگرانی میں کرادوں جو کہ ایک اضافی ذمہ داری ہے اور یہ ذمہ داری مل کی طرف سے مجھ پر عائد نہیں ہوتی ہے، ٹھیکیدار مجھے اس ذمہ داری کا معاوضہ دینے کو تیار ہے، جسے قبول کرنے میں مجھے تا مل ہے۔

ازراہ کرم مجھے اس کی شرعی حیثیت سے آگاہ کریں کہ کیا میں یہ ذمہ داری قبول کر کے اس کا معاوضہ وصول کر سکتا ہوں یا نہیں؟ اور کر سکتا ہوں تو کیا مجھے اپنی مل انتظامیہ کو آگاہ کرنا ہوگا کہ نہیں؟ جواب دیکر مشکور فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

سائل: محمد انور ولد علیم الدین

الجواب:

ملازمت کرنے والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کی ملازمت کے ڈیوٹی کا جتنا وقت مقرر کیا گیا ہے، اتنا وقت وہ ڈیوٹی پر گزاریں۔ کام نہ ہو، جب بھی وہ وقت پورا کریں۔ وقت پورا کرنا ان پر لازم ہے۔ ڈیوٹی کے علاوہ اوقات میں وہ جو چاہیں کریں مگر جس کمپنی میں ملازم ہیں اسی کے کام کرنے والے ٹھیکیداروں کا کام ڈیوٹی کے علاوہ اوقات میں کرتے وقت یہ خیال رکھیں جب ٹھیکیدار کے سپروائزر بھی ہیں اس ٹھیکیدار کے مفاد کیلئے کمپنی کے مفاد کو نقصان نہ پہنچے۔

## بینک میں ملازمت کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

بینک کی ملازمت جائز ہے یا نہیں؟ ایک عالم فرما رہے تھے کہ ”بینک کی ملازمت، جس میں سودی رقم آتی ہے، اس کو لکھنے والے، جمع کرنے والے سب سود میں ملوث ہیں، سوائے چوکیدار اور ڈرائیور کے“۔ پوچھنا یہ ہے کہ چوکیدار بھی تو حرام مال کی حفاظت کرتا ہے اور ڈرائیور بھی حرام مال کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا ہے۔ کیا یہ لوگ حرام کام میں ملوث نہیں، جبکہ ان لوگوں کو تنخواہ بھی سودی روپے سے دی جاتی ہے۔

سائل: الشیخ احمد رضا فاروقی

الجواب:

بینک کی ہر ”ملکیت“ حرام نہیں ہے اور نہ بینک کا تمام روپیہ حرام ہے۔ اس لئے کہ جب بینک کھولا جاتا ہے تو کچھ فنڈ بینک والے اپنے پاس سے جمع کرتے ہیں، اس سے بینک شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس میں سود کی رقم بھی شامل ہوتی ہے، اس طرح وہ مخلوط آمدنی ہے۔ مخلوط (حلال و حرام مکس) مال میں سے جائز کام کی مزدوری لینا جائز ہے۔ اگر مخلوط مال سے مزدوری ناجائز ہو تو اس وقت کون شخص ہے؟ جو یقین سے کہہ سکے کہ اس کے مال میں کوئی ناجائز پیسہ ملا ہوا نہیں ہے۔ یوں تو ساری دنیا کا نظام ختم ہو جائے گا اس لئے آپ کا یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
بینک میں کام کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ خاص کر کلرک یا پیون کا کام؟

سائل : محمد شفیق، جمائگیر روڈ، کراچی

## الجواب :

چونکہ حدیثوں میں سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس کاغذ کی گواہی دینے والے پر بھی لعنت آئی ہے، اس لئے بینک کی کوئی ایسی ملازمت جائز نہیں ہے، جہاں سود کے کاغذات لکھنا پڑیں اور جن لوگوں کو سود کے کاغذات لکھنا نہیں ہوتے ہیں مثلاً دربان، پیون اور ڈرائیور، ان کی ملازمتیں جائز ہیں۔

## بینک کے ملازم کی تنخواہ کا حکم

## الاستفتاء :

محترم جناب مفتی صاحب !  
ایک مسئلے کا جواب درپیش ہے :

مسئلہ یہ ہے کہ زید نے بینک میں ملازمت کی ہے مگر بچرنے یہ کہہ کر اعتراض کیا ہے کہ بینک والوں کو تنخواہ سود سے ملتی ہے نہ کہ گورنمنٹ کے خزانے سے، اس لئے زید کو ملنے والی تنخواہ ناجائز اور حرام پیسوں سے ہے۔ اس لئے اس کی تنخواہ قرآن و سنت کی رو سے ناجائز ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا :

الَّذِينَ يَا كُلُّونَ الرَّبِّوَا لَّا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَالِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرَّبِّوَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرَّبِّوَا  
(سورة البقرة، آیت: ۲۷۵)

یعنی وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ، جسے آسیب نے

چھو کر مخلوط بنا دیا ہو یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ بیع بھی تو سود کی مانند ہے اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود کو۔

اب علمائے کرام سے استفتاء ہے کہ بجر کا قول درست ہے یا زید کی تنخواہ جائز ہے؟ کیونکہ دوسرے محکموں کے ملازمین کو بھی بینک سے ہی تنخواہ ملتی ہے۔

سائل: غلام قادر میمن، گورنمنٹ ہائی اسکول مورو، نوابشاہ

الجواب:

بینکوں میں صرف سود کی ہی رقم نہیں ہوتی ہے۔ اسٹیٹ بینک میں تو ملک کے تمام ٹیکس جمع ہوتے ہیں اور دوسرے بینک جب کھولے جاتے ہیں تو ابتداءً اسکے شرکاء اپنے روپے سے شروع کرتے ہیں۔ اسکے بعد لوگوں کے روپے بھی اس میں جمع ہوتے ہیں اور لوگ بینک سے قرض بھی لیتے ہیں اور سود کا لینا دینا شروع ہوتا ہے۔ بینک اس کے علاوہ اور بہت سے کام کرتے ہیں۔ لہذا بینک کا سرمایہ مخلوط ہو جاتا ہے، اس سے تنخواہ لینے کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ مخلوط آمدنی سے دوسرے لوگوں کا لینا جائز نہیں ہوتا ہے اور اگر بینکوں سے تنخواہ وغیرہ لینا حرام ہو جائے تو پھر پاکستان کے کسی بھی شخص کی آمدنی حلال نہیں رہے گی۔ بینکوں میں ملازمت کر کے تنخواہ لینے کی دو صورتیں ہیں۔ اگر ملازم کو سود لکھنا پڑتا ہے تو اسکی ملازمت بھی ناجائز اور تنخواہ لینا بھی ناجائز۔ احادیث میں سود کا کاغذ لکھنے والے کے بارے میں سخت وعید آئی ہے اور جن ملازمین کو سود لکھنا نہیں پڑتا مثلاً دربان اور ڈرائیور وغیرہ تو ان کی ملازمت بھی جائز ہے اور تنخواہ بھی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بینک ملازم کے یہاں دعوت میں شرکت کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

بینک کا وہ ملازم جو سودی لین دین کا حساب کتاب رکھتا ہو اور سود طے کرتا ہو اس کی ملازمت جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر ناجائز ہے تو اس تنخواہ سے جو سامان خرید اوہ سامان اور اس کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز بینک ملازم کے یہاں دعوت میں شریک ہونا کیسا ہے؟



## الجواب :

بینک کے جو ملازم سود کا حساب کتاب لکھتے ہیں یا سود طے کرتے ہیں، ان کی ملازمت ناجائز ہے۔ مگر وہ چیزیں جو اپنی تنخواہ کے پیسوں سے خریدیں گے، ان چیزوں کے حرام ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ روپیہ معین کر کے کوئی چیزیں خریدیں۔ مثلاً نوٹ ہاتھ میں لے کر یہ کہے کہ ”اس نوٹ کے عوض دے دو“ اور وہی نوٹ ادا کر کے چیز لے لے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو خریدی ہوئی چیز جائز رہتی ہے۔ مثلاً دوکاندار سے کہا کہ پانچ روپے کی چیز دے دو۔ اس کے بعد تنخواہ سے اس چیز کی قیمت ادا کر دی، اس میں ”بیع“ ناجائز مال پر نہیں تھی ادا ناجائز مال کیا گیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ناجائز نوٹ دکھا کر کہا کہ ”اس نوٹ کے بدلے میں فلاں چیز دے دو“ اس کے بعد ادا یہ نوٹ نہیں کیا بلکہ دوسرا نوٹ کیا، اس میں بیع ناجائز مال پر ہے، مگر ادا اس معین مال کی نہیں ہے، تو خریدی گئی چیز میں کوئی قباحت شرعی نہیں۔ ہمارے ملک میں اس طرح خرید و فروخت نہیں ہوتی ہے، جس طرح پہلی صورت میں لکھا گیا ہے۔ اس لئے خریدی ہوئی چیز میں حرمت نہیں ہوتی ہے۔ لہذا دعوت کھانے میں تو کوئی حرج نہیں ہے، مگر ایسے ملازم سے تعلقات اور شادی بیاہ اس لئے مناسب نہیں کہ اس کی عزت کرنا ہوگی۔

## انشورنس کمپنی میں کام کرنا

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 انشورنس کمپنی میں کام کرنا، اس کا ایجنٹ بننا اور انشورنس کروانا، شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟  
 برائے مہربانی اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں۔

سائل : محمد جاوید

## الجواب :

بسمہ ہر قسم کا ناجائز ہے اور ناجائز کام کیلئے ملازمت کرنا اور اس سے تعاون کرنا بھی ناجائز ہے۔

## سود کی کتابت اور ملازمت

الاستفتاء:

جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

میں ایک فرم میں شعبہ اکاؤنٹ میں ملازم ہوں۔ میرے ذمہ فرم کی کتابیں وغیرہ لکھنے کی ذمہ داری کے ساتھ ماہانہ حساب کتاب پیش کرنے کی ذمہ داری بھی ہے۔ اس میں دو تین مہینے کے دوران ایک انٹری سود کے بارے میں بھی ہوتی ہے۔ اور پھر مزید ماہانہ حساب میں بھی پیش کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح مجھے صرف سود کی رقم لکھنا ہوتی ہے، رقم میرے پاس یا میرے ذریعہ سے نہیں آتی۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ شرع کی روشنی میں بتائیے کہ سود کی تحریر کا کیا حکم ہے؟ یہاں نوکری جاری رکھنا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟ بیینوا و توجروا

سائل: محمد جاوید قادری

الجواب:

اجارہ! جب کسی معصیت (گناہ) پر ہو تو اجرت بھی حرام ہوتی ہے۔ صورت مسئلہ میں صرف سود کا حساب لکھنے کیلئے معین کر کے نہیں رکھا گیا ہے۔ لہذا اجارہ تو جائز ہے اور تنخواہ بھی حلال۔ مگر جب سود کا حساب و کتاب کیا جائے تو یہ فعل ناجائز ہوگا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

## ملازمت میں ناجائز کام کرنا

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

بعد سلام عرض ہے کہ میں ایک سخت الجھن کا شکار ہوں۔ برائے مہربانی مجھے کوئی مفید مشورہ دیجئے۔

میں ایک دفتر میں ملازم ہوں جہاں درآمدات و برآمدات کا کام ہوتا ہے۔ میرے ذمہ تمام تر کام تحریر کا ہے۔ اس کے علاوہ بینک سے لان (قرض) لیا ہوا ہے اور بینک ہر تین ماہ بعد ہم سے سود لیتا ہے۔ مالک امریکہ میں ہے۔ بعض اوقات مالک کے دستخط کی ضرورت پڑتی ہے، تو وہ بھی مجھے ہی کرنے پڑتے ہیں۔ مختلف اداروں سے کام نکلوانے کیلئے رشوت دینی پڑتی ہے۔ رشوت میں اپنے ہاتھوں سے تو نہیں دیتا مگر اس مد کی رقم بینک سے میں ہی لاتا ہوں۔ یہ تمام تر کاروائی میرے ذریعہ ہوتی ہے۔ بعض مقامات پر جھوٹ بھی بولنا پڑتا ہے۔ مالک روپیہ حاصل کرنے کیلئے کیا کچھ کرتے ہیں، اس کی تفصیل کافی لمبی ہے۔ اس صورت حال سے میں بہت پریشان ہوں۔ ایک طرف مالک کا حکم ہے کہ جس کا وہ مجھے معاوضہ دیتا ہے اور دوسری طرف شریعت! سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ میں کیا کروں؟ نوکری چھوڑتا ہوں تو فتنہ کھڑا ہوگا۔ برائے مہربانی مجھے بتائیے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟

سائل: محمد امتیاز قادری

الجواب:

ایسی ملازمت، جس میں ناجائز کام کرنے پڑیں، وہ ناجائز ہے۔ لہذا مسلمان کو یہ عقیدہ پختہ رکھنا چاہیے کہ رازق اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ اسکی رضامندی کیلئے ایسی ناجائز ملازمت کو چھوڑ دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے رزقِ حلال کے اور ذرائع پیدا فرمادے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

واڑھی اور ملازمت

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ایک شخص ملک و قوم کی خدمت کے جذبہ سے فوج میں ملازمت کرنا چاہتا ہے اور جب بھرتی کیلئے آفس میں جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ٹریننگ کے دوران داڑھی نہیں رکھ سکتا۔ تربیت کے بعد داڑھی رکھنے کی اجازت ہے، دوران تربیت داڑھی منڈوانا ہوگی۔ کیا ایسی نوکری کرنی اور دوران تربیت جو تنخواہ ملے گی اس کا لینا جائز ہے؟

سائل: محمد جنید، نیو کراچی

الجواب:

داڑھی رکھنا مذہب صحیح میں واجب ہے۔ لہذا ایسی نوکری کرنا جائز نہیں، جس میں داڑھی نہ رکھنے کی

شرط ہو۔

قرض کی وصولی کیلئے کمیشن پر ملازم رکھنے کا حکم

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

ادھار کی وصولی کیلئے کرنے والے ملازم کو تنخواہ کے بجائے کمیشن دیا جاتا ہے۔ جیسے سو روپے پر پانچ روپے یا دس روپے۔ اس طریقہ کے بارے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں۔

سائل: محمد شاہد قادری

الجواب:

اس طرح کمیشن پر قرضہ وصول کرنا ناجائز ہے۔ حدیث میں فرمایا:

نہی رسول اللہ ﷺ عن قفیز الطہان

یعنی مزدور کے فعل سے جو چیز حاصل ہوگی، اس میں مزدوری مقرر کر کے اجارہ ناجائز ہے۔

برو کر! کی اجرت سے ملازمین کو کمیشن دینے کا حکم

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

گزارش عرض یہ ہے کہ زید کپڑا مارکیٹ میں نوکری کرتا ہے اور مارکیٹ میں ایک اصول بنا ہوا ہے کہ ”بروکر“ (دلال) کو اجرت دی جاتی ہے، اس میں وہ دو سو اسی حصہ دوکان کے دیگر ملازمین کو دیتا ہے اور بعض اوقات مالکان بروکر کو اجرت دینے سے پہلے ہی دو سو اسی حصہ کاٹ لیتے ہیں اور ملازمین کو دے دیتے ہیں۔ اس اصول سے مالک، ملازم اور بروکر سب واقف ہوتے ہیں۔ مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ رقم جو ہم ملازمین کو دی جاتی ہے، جائز ہے یا نہیں؟ مجھے امید ہے کہ آپ اس سوال کا جواب جلد ارسال کریں گے۔

سائل: محمد الطاف قادری رضوی

الجواب:

اگر مارکیٹ میں یہ بات متعارف ہے اور سب جانتے ہیں، دلال بھی راضی ہے اور مال خریدنے والے اور بیچنے والے بھی واقف ہیں، تو ملازمین کو یہ روپیہ لینا جائز ہے۔

## مع تنخواہ طویل رخصت کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ:

زید ایک کمپنی یا فرم میں ملازمت کرتا ہے، سال کے اختتام پر ایک ماہ کی چھٹی مع تنخواہ کے دی جاتی ہے۔ کیا شرعاً یہ تنخواہ لینا درست ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

سائل: حافظ حبیب احمد

الجواب:

کمپنی نے جو شرائط ملازمت طے کئے ہیں، ان پر عمل کیا جائے گا اور عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ سال میں ایک مہینے کی چھٹی مع تنخواہ دی جاتی ہے۔ کمپنی کے معاملات کو اس کی شرائط پر طے کرنا آسان ہے۔ لیکن وقف کا معاملہ مشکل ہوتا ہے، کیونکہ وقف کی آمدنی کو خرچ کرنے کی شرائط سخت ہوتی ہیں، اس میں فقہاء نے مدرسین، ائمہ اور قاضی وغیرہ کو چھٹی کے زمانے کی تنخواہ لینا جائز لکھا ہے۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ نے فتاویٰ شامی میں لکھا:

قال فی الاشباہ وقد اختلفوا فی اخذ القاضی مارتب له فی بیت المال فی  
یوم بطالته فقال فی المحيط انه یاخذ لانه یستریح للیوم الثانی  
اس کے بعد ہے :

فحیث كانت البطالة معروفة فی یوم الثلاثاء والجمعة وفی رمضان و  
العیدین یحل الاخذ

(کتاب الوقف، مطلب فی استحقاق القاضی والمدرس الوظیفۃ فی یوم البطالة،  
صفحہ: ۴۱۶، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

الاشباہ والظائر میں فرمایا کہ فقہاء نے قاضی کو چھٹیوں کے دن کی تنخواہ لینے میں اختلاف کیا ہے جو قاضی  
کیلئے بیت المال میں سے مقرر کیا گیا ہے تو محیط میں فرمایا کہ چھٹی کے دن کی تنخواہ لے گا کیونکہ دوسرے دن آرام  
کرے گا۔ بس اس طرح کی جو چھٹیاں مشہور معروف ہیں منگل، جمعہ، رمضان اور عیدین میں۔ تو ان دنوں کی تنخواہ  
لینا جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کمپنی کی اجازت کے بغیر اوور ٹائم کا معاوضہ لینا

مفتی اسلام

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!  
WWW.NAFSEISLAM.COM  
السلام علیکم

میرا دوست ایک پرائیویٹ کمپنی میں ملازمت کرتا ہے، اس کا ٹائم صبح آٹھ بجے سے دو بجے تک ہے، مگر اسکو  
وہاں کبھی ایک گھنٹہ اور کبھی دو گھنٹے اضافی دینے پڑتے ہیں۔ اس کیلئے کمپنی سے جب بات کی تو اس نے اوور ٹائم دینے  
سے انکار کر دیا۔ کام کمیشن کا ہے کہ اپنے ٹھیک ٹائم پر وہ نکل نہیں سکتا اور نہ کام چھوڑ سکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا وہ  
کمپنی کو بتائے بغیر کمیشن میں سے دو گھنٹہ زائد کام کرنے کا معاوضہ لے سکتا ہے؟

## الجواب :

کمپنی اگر لوور ٹائم کا معاوضہ نہیں دیتی ہے، تو آپ اس سے مطالبہ کر سکتے ہیں اور آپ کا مطالبہ کمپنی تسلیم نہ کرے، تو آپ ملازمت چھوڑ سکتے ہیں مگر کمپنی کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں لے سکتے۔

## اصل ڈیوٹی چھوڑ کر دوسری ڈیوٹی کی تنخواہ کا حکم

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
ایک شخص گورنمنٹ کے کسی شعبہ میں ملازمت کرتا ہے، لیکن وہ وہاں اپنی ڈیوٹی ادا نہیں کرتا بلکہ اس ادارے میں واقع مسجد میں امامت کرواتا ہے۔ جبکہ اس کو تنخواہ اس ڈیوٹی کی ملتی ہے نہ کہ امامت کی۔ اس صورت میں امام صاحب کیلئے تنخواہ وصول کرنا جائز ہو گا یا نہیں، اور ان امام صاحب کے پیچھے نماز ہو گی یا نہیں؟  
سائل: عبد الجلیل

## الجواب :

گورنمنٹ ملازمین اس بات کے پابند ہیں کہ جس کام کیلئے انھیں ملازم رکھا گیا ہے وہ کام کریں اور ڈیوٹی کا پورا وقت اس آفس میں گذاریں، ملازمین میں سے کسی ملازم کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے کو ایسی رخصت دیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ آفس کی ڈیوٹی پوری کرے اور جب نماز کا وقت آئے تو آفس والوں کی امامت بھی کرے۔ صورت مسئولہ میں امام گورنمنٹ کا، کام نہیں کرتا ہے اور تنخواہ وصول کرتا ہے اور سرکاری کام کی جگہ نماز پڑھاتا ہے، یہ ناجائز ہے۔ اسکے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعدہ (دوبارہ پڑھنا واجب) ہے۔

## مخلوط سرمایہ رکھنے والی کمپنی میں ملازمت کا حکم

## الاستفتاء :

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

میں جس کمپنی میں ملازم ہوں، وہ دو ایلیاں وغیرہ ہناتی ہے۔ میرے ذمہ کمپنی کے مندرجہ ذیل معاملات کو نبھانا ہے:

(۱) آمدن ٹیکس کے معاملات (۲) انشورنس (۳) واجب الادا قرضہ جات میں سود انشورنس اور قرضہ جات کے بارے میں وضاحت۔

میں بذات خود یہ کاروبار نہیں کرتا بلکہ محض کمپنی کے ملازم کی حیثیت سے، ان کا حساب و کتاب رکھتا ہوں اور تنخواہ میری محنت کا عوض ہے۔ لہذا معلوم یہ کرنا ہے کہ:

(۱) ایسی صورت میں میری تنخواہ کس نوعیت کی کہلائے گی؟ جائز، ناجائز، حرام، مکروہ، خبیث یا کچھ

اور؟

(۲) اگر صورت اس طرح جاری رہے تو اس آمدنی کے مصارف کے میری اور میری بیوی بچوں کی روح و

جسم پر کیا اثرات ہوں گے، حج، زکوٰۃ اور دیگر نفعی صدقات کی قبولیت کس درجہ کی ہوگی؟

(۳) اگر میری تنخواہ کسی صورت میں ناجائز ہے تو کیا ملکی، معاشی اور معاشرے کے اجتماعی بگاڑ کے پیش

نظر یا کسی اور مصلحت کے پیش نظر کوئی جواز کی صورت ہے کہ میں اپنی ملازمت اسی صورت میں جاری رکھ سکوں؟

اگر کوئی جواز ممکن نہیں تو ملازمت کی موجودہ ذمہ داریوں میں تبدیلی ضروری ہوگی۔ لہذا اب تک کی حاصل اور جمع

شدہ سرمایہ کے بارے میں میرے لئے کیا شرعی حکم ہے، کیا یہ میری ملکیت ہے، کیا میں اس میں تصرف کا مجاز ہوں

؟ میری ملکیت میں ایسی چیزیں ہیں مثلاً مکان، مکان سے کرایہ کی آمدنی، فارن سرمایہ، تجارت کا نفع، جمع رقم، نیز

میری موت کے بعد کیا وراثت کی منتقلی میں کوئی خلل واقع ہوگا؟

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

معصیت (گناہ) پر جو اجارہ ہوتا ہے، وہ فاسد ہے اور اسکی اجرت بھی ناجائز ہوتی ہے۔ مثلاً گانا جانا اور

تصویر بنانا وغیرہ۔ اکاؤنٹ کی ملازمت کمپنی کا حساب لکھنے کی ہوتی ہے، اس میں کوئی خاص معین فعل پر ملازمت

نہیں ہوتی۔ لہذا ملازمت جائز ہے۔

اس میں جن ذرائع سے آمدنی ہوتی ہے اور جس طرح خرچ ہوتا ہے، اس سب کا اندراج اکاؤنٹ کرتا



ہے۔ کمپنی کا ڈائریکٹر اور مالکان بیٹھوں سے سود کے روپے کی وصولی، سود کی شرح نیز سود کے کاغذات پر وہ خود دستخط کرتے ہیں، اکاؤنٹنٹ کو وہ بتادیتے ہیں کہ بیٹھوں سے اتنا روپیہ قرضہ لیا گیا ہے، وہ آمدنی میں لکھ دیتا ہے۔ پھر جب بیٹھوں کو ادا کیا جاتا ہے، بینک حساب کر کے بتادیتا ہے کہ اتنا سود ہوا اور اصل کے ساتھ مل کر یہ رقم ہو گئی، مالکان ادا کرتے ہیں، اکاؤنٹنٹ کو بتاتے ہیں کہ بیٹھوں کو اتنی رقم ادا کی گئی اور اس کی تفصیل بتاتے ہیں کہ اتنی اصل رقم ہے، اتنا سود ہے، اکاؤنٹنٹ خرچ کی مد میں اسے تفصیل سے لکھ دیتا ہے۔ اسی طرح مالک حضرات رشوت دیتے ہیں رشوت کھاتوں میں لکھی نہیں جاتی تو حکم دیتے ہیں کہ متفرق عنوان دیکر لکھ لو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اکاؤنٹنٹ سود کے حساب کتاب کا نقل کرنے والا ہے۔

حدیث میں سود کا کاغذ لکھنے والے پر لعنت آئی ہے، اس سے مراد وہ اقرار نامہ لکھنا ہے، جس میں سود کا حساب کتاب لکھنا ہوتا ہے۔ مثلاً اسٹامپ پیپر پر معاہدہ لکھنا ہے کہ میں فلاں ابن فلاں نے فلاں ابن فلاں سے اتنا روپیہ قرض لیا اور یہ شرح سود مقرر ہوئی اور دوسری شرائط جو طے ہوں، ایسا اقرار نامہ لکھنے والے پر لعنت ہوتی ہے۔

اسی طرح بیٹھوں میں مینیجر اختیارات کے مطابق قرض دیتے ہیں اور شرح سود طے کرتے ہیں۔ ٹائپ کرنے والوں کو مضمون بتادیتے ہیں وہ فارمز پر ٹائپ کر دیتے ہیں۔ یہ کاغذات لکھنے والے اور ٹائپ کرنے والے سود کا حساب کرنے والے بھی، اسی وعید میں داخل ہیں۔ اکاؤنٹنٹ اس قسم کی کوئی تحریر نہیں کرتا ہے۔ لہذا اس وعید میں تو داخل نہیں، مگر اس کیلئے یہ لکھنا بھی اچھا نہیں۔ بینک کی ملازمت چونکہ مطلقاً حساب کتاب کی ہے۔ بہر حال اکاؤنٹنٹ کی ملازمت اجارہ فاسدہ نہیں ہے اور اسکی اجرت بھی ناجائز نہیں ہوگی۔

## دفتر وغیرہ سے بلا اجازت ٹیلیفون کرنا

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

زید کے دفتر میں ٹیلیفون ہے۔ اگر وہ اپنے افسرانِ بالا سے پوچھ کر کرتا ہے، تو اس کو اجازت مل جاتی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ افسر دفتر سے جا چکا ہے اور دفتر کا وقت ختم ہو گیا ہے، اب زید وہیں ٹہر کر بلا اجازت چوری چھپے ٹیلی

فون کر لیتا ہے، جبکہ افسر بالا کو معلوم نہیں نہ ہی زید اسکو بتاتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ فون کا بل افسر کے نام نہیں آتا، بلکہ اس محکمہ کے کھاتے میں آتا ہے، جہاں زید اور اس کا افسر کام کر رہے ہیں۔ زید چاہتا ہے کہ فون کرنے کے پیسہ دے لیکن اس کی کوئی صورت نہیں کیونکہ فون کے بل کی ادائیگی محکمہ کرے گا۔ اب اس کا کفارہ کیا ہے، کیا وہ یہ رقم کسی غریب کو دے سکتا ہے، کہ اس کے سر پر گناہ نہ رہے؟ تفصیلی جواب سے مطلع فرمائیں۔

### الجواب:

گورنمنٹ کے محکموں میں تو کسی افسر کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے پرائیویٹ کاموں کیلئے فون کرے۔ صرف سرکاری کاموں کیلئے ٹیلیفون کر سکتا ہے، آفسر کو اپنے لئے استعمال کا اختیار نہیں ہے، دوسروں کو اجازت کس طرح دے سکتا ہے؟ پرائیویٹ کمپنی میں مالک کو اختیار ہے کہ وہ جس کو چاہے ٹیلی فون کرنے کی اجازت دے دے، اس کی بغیر اجازت نینبجہ اور دوسرے لوگوں کو بھی ٹیلی فون استعمال کرنا اور دوسروں کو اجازت دینا بھی جائز نہیں ہے۔ جتنی بار ٹیلی فون استعمال کر چکے ہیں، حساب کر کے یا اندازہ کر کے کسی غریب آدمی کو جو زکوٰۃ لینے کا ہو، مالک بنا کر اتنے روپے دے دیئے جائیں۔ یہ حکم ان کا لڑکا ہے، جو لا علمی میں کر چکا ہے۔ آئندہ یہ بھی جائز نہیں ہے کہ جان بوجہ کر کسی کا مال ضائع کرے اور اتنا مال فقیروں کو دے دے۔

### بونس اور چھٹیوں کی تنخواہ کا حکم

WWW.NAFSEISLAM.COM

### الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) اگر کوئی ادارہ اپنے ملازمین کو سالانہ بونس، وردی، جوتے اور ٹوپی کے پیسہ دیتا ہو لیکن وردی پہن کر

ڈیوٹی دینے کی سختی نہ ہو تو بونس اور ان چیزوں کے پیسے لینا جائز ہیں یا نہیں؟

(۲) منگائی وغیرہ کی وجہ سے پیسے بڑھانے کیلئے یونین کا مالکان سے معاہدہ کرنا نیز مروجہ چھٹیوں کے پیسے

لینا جائز ہیں یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر ممنون مشکور فرمائیں۔

سائل: غلام نبی قادری، لاندھی، کراچی

الجواب:

- (۱) سوال میں مذکورہ چیزوں کیلئے پیسہ لینا اور منگائی کی صورت میں اضافی رقم لینا درست ہے۔
- (۲) ہر ادارہ اپنے ملازمین کی ہفتہ واری چھٹی اور سرکاری چھٹی معہ تنخواہ کے دیتا ہے۔ لہذا اس ادارے کے مزدوروں کا بھی ان چھٹیوں کے پیسے لینا جائز ہے۔



## حدود کا بیان

### قاتل اور قتل کروانے والے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں کہ:

ایک شخص کسی کو قتل کروانے کیلئے کسی کو اجرت پر مامور کرتا ہے۔

(۱) جس نے قتل کیا وہ مجرم ہے یا قتل کروانے والا؟

(۲) قتل کروانے والا قتل کروانے کے بعد حج پر جانا چاہتا ہے۔ آیا اس کا حج ادا ہو گا یا نہیں؟

سائل: ضیاء الدین احمد، شیریں جناح کالونی، کلفٹن، کراچی

الجواب:

قصاص! کے احکام میں مجرم وہی ہے، جس نے قتل کیا۔ قصاص میں اسے قتل کیا جائے گا۔ مگر گناہ میں

دونوں شریک ہیں۔ اس کام کیلئے روپیہ خرچ کرنا اور قتل کا پیسہ لینا دونوں حرام ہیں۔ حقوق العباد حج سے بھی معاف

نہیں ہوتے ہیں۔ لہذا جس نے یہ قتل کر لیا اسے مقتول کے اولیاء سے معافی مانگنی چاہیے اور توبہ کر کے حج کو جانا چاہیے، اس سے اولیاء کا حق ساقط ہو جائے گا، لیکن مقتول کا حق پھر بھی باقی رہے گا۔ اور اس کا فیصلہ قیامت میں ہوگا۔

## غیر ارادی قتل کا کفارہ

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ایک شیر خوار بچہ اپنی ماں کے ساتھ پلنگ پر محو خواب تھا، ماں نے کروٹ بدلی اور بچہ ماں کے جسم کے نیچے دب کر مر گیا۔ ماں کو کچھ پتہ نہیں کہ بچہ کس طرح مر رہا ہے؟ اب اس کا کیا کفارہ ہے؟ میرے علاقہ ضلع ”دیر“ کے مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ ”ماں پر ۶۰ دن کے روزے رکھنا بطور کفارہ لازم ہیں“۔ برائے کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں مذکورہ مسئلے کے بارے میں فتویٰ لکھ کر ارسال فرمائیں۔

سائل: کرم دین، ساہیوال

الجواب:

قتل کی اقسام میں سے یہ قسم ”قائم مقام خطاء“ ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ سوئے ہوئے شخص پر کوئی گرے اور وہ سونے والا مر جائے، تو اس کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور قاتل کے عصبہ (ورثاء) پر دیت اور قاتل میراث سے بھی محروم ہوتا ہے۔ قتل کا گناہ نہیں ہوتا ہے۔ اسکی تفصیل عالمگیری کتاب الجنایات صفحہ: ۳، جلد ۶، بحر الرائق صفحہ ۲۹۲، جلد ۸، در مختار و شامی صفحہ: ۳۶۹، جلد ۵، تبیین الحقائق صفحہ: ۱۰۱، جلد ۶، درر غرر صفحہ: ۹۱، جلد ۲ میں ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں ماں کو کفارہ دینا ہوگا اور وہ یہی ہے کہ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## قصاص صرف تلوار سے لینے کا حکم

الاستفتاء:

مکرمی و محترمی حضرت مولانا مفتی وقار الدین صاحب!

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ جناب کے مزاج خیر ہوں گے۔ حضرت مولانا نذیب الرحمن نے مجھے بتایا کہ جناب نے میری ایک ریڈیو کی تقریر سماعت فرمائی تھی، اس تقریر میں میں نے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ ”قصاص میں جائے تلوار کے اگر مجرم کو پھانسی پر چڑھا دیا جائے یا کسی اور چیز سے مار دیا جائے تب بھی درست ہے۔“ جناب نے اس پر اعتراض کیا اور فرمایا کہ یہ مذہب اہل ضیفہ کے خلاف ہے اور ”لا قود الا بالسیف“ کے بھی خلاف ہے۔ فقیر استصواب کیلئے جناب کی خدمت میں چند سطور درج کر رہا ہے۔ امید ہے کہ جناب ان سطور پر غور کے بعد قیمتی رائے سے مطلع فرمائیں گے۔

میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ ”لا قود الا بالسیف“ میں حصر اضافی ہے اور صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ قصاص میں قتل کیلئے طریقہ قتل یا آلہ قتل میں مماثلت ضروری نہیں ہے جیسا کہ بعض ائمہ نے فرمایا ہے بلکہ صرف ”ازہاق روح“ (روح کا جسم سے نکلنا) مقصود ہے اور اس کیلئے شریعت کے عمومی احکام اور اس حدیث مذکور کے پیش نظر ”ایسر احسن“ (آسان ترین) طریقہ ازہاق روح کا یہی ہے اس لئے حنفیہ نے اسکو اختیار کیا لیکن ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس سے بھی ”ایسر“ (آسان) کوئی اور طریقہ موجود ہو تو اس پر عمل کی ممانعت انکے کلام کا مفہوم نہیں ہے۔ اس اجمال کے بعد گزارش ہے۔ اس حدیث کا ایک اور مفہوم بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے۔

معنی الحدیث ان القصاص لا يجب علی القاتل الا اذا قتل بالحديدة او ما فی معناه

(اعلاء السنن، جلد (۱۸) کتاب الجنایات، باب قوله لا قود الا بالسیف، صفحہ:

۷۶، ۷۷، مکتبہ عباس احمد باز، مکة المکرمة)

اس اعتبار سے یہ حدیث قاتل کے قتل کا طریقہ بتانے کیلئے نہیں ہے بلکہ اس میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ قتل

عند جب ہی ہوگا جبکہ تلوار سے ہو۔

عبدالقادر عودہ کہتے ہیں :

الاصل في اختيار السيف اداة للقصاص انها اسرع في القتل وانه يزهق روح الجاني بأيسر ما يمكن من الالم والعذاب فاذا وجدت اداة اخرى اسرع من السيف واقل ايلاًماً فلا مانع شرعاً من استعمالها فلا مانع من استثناء القصاص بالمقصلة والكرسي الكهربائي وغيرهما مما يفضي الى الموت بسهولة واسرع ولا يخلف الموت عنه عادة ولا يترتب عليه تمثيل بالقاتل ولا مضاعفة تعذيبه (التشريع الجنائي، جلد (۱) المبحث الرابع، صفحہ: ۱۵۴،

دار الكاتب العربي، بيروت)

ان معروضات کے ساتھ گزارش ہے کہ اس مسئلے پر مزید غور فرما کر فقیر کو مطلع فرمائیں۔

والسلام مع التحیات اللہ

سید شجاعت علی

الجواب :

محبتی جناب مفتی شجاعت علی صاحب قادری!

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

جب تک آپ کا خط نہیں آیا تھا تو میں حسن ظن کی بناء پر آپ کے جواب کو سو (بھول) سمجھتا تھا مگر آپ کا خط آنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ جواب عداویا گیا ہے۔ لہذا آپ کو یہ جواب لکھ رہا ہوں۔ آپ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ قصاص میں قتل کا کوئی مقرر طریقہ ہے یا نہیں؟ تو حنفی مفتی ہونے کے اعتبار سے آپ کو یہ جواب دینا چاہئے تھا کہ ”قصاص صرف تلوار کے ذریعہ لیا جائے گا“ اس لئے کہ ائمہ ثلاثہ (یعنی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم) کا یہی قول ہے اور اس کے خلاف فقہ حنفی میں منقول نہیں ہے۔ اور لا توذ الابالسیف (قصاص صرف تلوار کے ذریعہ ہے) اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ امام جعفر احمد بن محمد ازدی المصری طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے شرح معانی الآثار میں باب کا عنوان یہ مقرر کیا ”باب الرجل یقتل رجلاً کیف یقتل“ اور اس بارے میں ”لا توذ الابالسیف“ کو متعدد اسناد کے ساتھ بیان کرنے کے بعد تحریر فرمایا :

وہو قول ابی حنیفہ و ابی یوسف و محمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین  
(جلد ۲) کتاب الجنایات، باب الرجل یقتل رجلاً کیف قتل، صفحہ: ۱۰۲،  
مکتبہ حقانیہ، ملتان)

یعنی اور یہی امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد کا فرمان ہے۔

اسکے علاوہ بخاری و مسلم و صحاح کی اکثر کتابوں میں ایک واقعہ منقول ہے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کو  
قتل کر دیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس اس یہودی کو لایا گیا:

فقتلہ رسول اللہ ﷺ بین حجرین

تو رسول اللہ ﷺ نے اس یہودی کو پتھر کے درمیان قتل فرمادیا۔

اس واقعہ کی بناء پر حنفیہ کے علاوہ تمام ائمہ و محدثین کا مسلک یہ ہے کہ قاتل جیسے قتل کرے گا قصاص  
میں اسی طرح قتل کیا جائے گا۔ اس حدیث پر امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

وَمِنْهَا أَنَّ الْجَانِيَّ عَمْدًا يُقْتَلُ قِصَاصًا عَلَى الصِّفَةِ الَّتِي قُتِلَ فِيهَا قَتْلًا  
بِالسَّيْفِ قَتْلًا هُوَ بِالسَّيْفِ وَ إِنْ قُتِلَ بِحَجَرٍ أَوْ خَشَبٍ أَوْ نَحْوِهِمَا قُتِلَ بِمِثْلِهِ لِأَنَّ  
الْيَهُودِيَّ رَضَخَهَا فَرَضِخَ هُوَ

(مسلم شریف، جلد ۲) کتاب القسامۃ، باب ثبوت قصاص، صفحہ: ۵۸،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اور ان ہی مسائل میں سے یہ بھی ہے کہ قصداً زیادتی و جرم کرنے والا قصاصاً قتل کیا جائے اسی طرح جس  
طرح اس نے جرم کیا تھا پس اگر اس نے تلوار سے قتل کیا تھا تو وہ بھی تلوار سے قتل کیا جائے گا اور اگر پتھر، لکڑی یا ان  
جیسی کسی اور چیز سے قتل کرے تو اس کو بھی اس جیسی چیز سے قتل کیا جائے گا چونکہ یہودی نے اس عورت کا سر کچل  
دیا تھا اس لئے اس یہودی کا بھی سر کچل دیا گیا۔

درج بالا حدیث کی شرح عمدۃ القاری میں شارح بخاری الشیخ الامام علامہ بدر الدین ابی محمد محمد بن احمد  
العینی التوفی ۸۵۵ھ نے لکھا:

واختلف العلماء فی صفة القود فقال مالک انه یقتل بمثل ما قتل به فان  
قتله بعصا او بحجر او بالخنق او بالتغریق قتل بمثله وبه قال الشافعی و احمد و ابو



ثور واسحاق وابن المنذر وقال الشافعي ان طرحه في النار عمداً حتى مات طرح في النار حتى يموت وقال ابراهيم النخعي وعامر الشعبي والحسن البصري وسفيان الثوري وابو حنيفة واصحابه لا يقتل القاتل في جميع الصور الا بالسيف واحتجوا بما رواه الطحاوي

اور قصاص کے طریقہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک نے فرمایا جس طرح قاتل نے قتل کیا تھا بعینہ اسی طرح قاتل کو بھی قتل کیا جائے گا مثلاً اگر اس نے لاشی، پتھر یا گلا گھونٹ کر یا پانی میں ڈبو کر قتل کیا تھا تو اسی طرح اس کو بھی قتل کیا جائے گا اور یہی امام شافعی، امام احمد، امام ابو ثوری، امام اسحاق اور ابن منذر کا بھی قول ہے۔ اور امام شافعی نے فرمایا اگر اس نے قصداً آگ میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو قاتل کو بھی آگ میں ڈال دیا جائے گا یہاں تک کہ مر جائے اور امام ابراہیم نخعی، عامر شعبی، حسن بصری، امام سفيان ثوري، امام ابو حنيفه اور صاحبین نے فرمایا کہ قاتل تمام صورتوں میں تلوار ہی سے قتل کیا جائے گا اور ان لوگوں نے امام طحاوی کی روایت کو دلیل بنایا ہے۔ اس کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں:

وهؤلاء ستة انفس من الصحابة رووا عن النبي ﷺ ان القود لا يكون الا بالسيف ويشد بعضه بعضاً واكل احواله ان يكون حسناً فصح الاحتجاج به

(جلد ۲۲) کتاب الديات، باب سوال القاتل حتى يقر والقرار في الحدود، صفحه: ۲۹، مطبوعه دار احياء التراث العربی، بیروت)

اور ان چھ حضرات صحابہ نے حضور ﷺ سے روایت کی کہ قصاص تلوار ہی سے لیا جائے گا اور بعض روایتیں بعض کو تقویت دیتی ہیں اور اس کا کم از کم حال یہ ہو گا کہ وہ ”حسن“ ہے۔ لہذا اس کو دلیل بنانا صحیح ہے۔

ان دو اقوال کے علاوہ تیسرا کوئی قول نہیں ہے، آپ غور فرمائیں کہ ”لا قود الا بالسيف“ میں تاویل کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی جبکہ یہ قولی حدیث ہے اور چھ صحابہ کرام سے مروی ہے، درجہ حسن ہے۔ اور یہودی والی حدیث میں چونکہ یہ لفظ موجود تھا ”علی اوضاح“ یعنی چاندی کے زیور کی وجہ سے یہودی نے قتل کیا تھا اس لئے وہاں صرف قصاص نہ تھا بلکہ مال لوٹنا بھی تھا۔ لہذا قولی حدیث کے مقابلے میں وہ محتمل فعل (احتمال والا کام) حنیفہ کے نزدیک قابل استدلال نہ ہو اگر آپ کا جواب کہ ”قتل کیلئے کوئی طریقہ مقرر نہیں ہے“ کسی مذہب پر صحیح نہ ہو۔ کیونکہ حدیث کی روشنی میں دو طریقوں میں سے کوئی نہ کوئی طریقہ مقرر ہے اور بلاوجہ حدیث میں تاویل صحیح نہیں ہے۔

## بلاوجہ کافر کو قتل کرنے کا حکم

الاستفتاء :

محترم جناب مفتی صاحب! السلام علیکم

اگر کوئی مسلمان دارالحرب میں داخل ہو گیا ہو تو کیا وہ دارالحرب میں حرمی کافر کو قتل کر سکتا ہے نیز حرمی کمال چوری کر کے یا کسی اور طریقہ سے حاصل کر کے استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟

سائل: رشید محمد صدیقی

الجواب :

کسی شخص کو یہ جائز نہیں ہے کہ کسی کافر و مرتد کو دارالاسلام یا دارالکفر میں قتل کرے۔ کفار کو مندرجہ ذیل شکل و صورت میں قتل کیا جائے گا۔ اولاً انھیں دعوت اسلام دی جائے گی اگر قبول کر لیں تو وہ مسلمانوں کے بھائی ہوئے اور اگر اسلام قبول نہ کریں تو ان سے جزیہ کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر جزیہ دینے پر آمادگی ظاہر کی تو پھر بھی انھیں قتل نہیں کیا جائے گا لیکن اگر جزیہ دینے سے انکار کر دیں تو پھر ان سے جہاد کیا جائیگا۔ اور ان کو قتل کرنا جائز ہے جو مقابلے میں آئیں گے۔ اسی طرح کسی کافر کمال لوٹ کر، چوری کر کے یا وعدہ خلافی کر کے دارالحرب سے دارالاسلام میں لانا مسلمان کیلئے جائز نہیں۔ کیونکہ مسلمان و صو کہ باز نہیں ہوتا۔

WWW.AESEEISLAM.COM  
ضارب و مضروب کیلئے حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ :

حارصہ اور دامعہ میں قصاص ہے یا دیت یا دونوں سزائیں؟ چار افراد نے عمد ازید کو اتنے مکے مارے کہ زید نیم جان ہو گیا اور دو ماہ تک مضروب کے جسم پر نشان ضرب باقی رہے۔ حکومت عدل ضاربین پر شرعاً قصاص کا حکم کرے یا دیت کا یا ہر دو کا اور دیت کی ادائیگی مشترکہ کریں گے یا علیحدہ علیحدہ۔ ہر ایک ضارب پر قصاص ادا کرنے کا حکم کیا ہے؟

سائل: قاری عابد حسین، جامع مسجد شمس العارفین، کنٹلی والا، جی ٹی روڈ، گوجرانوالہ

الجواب :

صورت مسئولہ میں قصاص و دیت نہیں۔ حکومت! انصاف کی برتری کے لئے یہ اقدام کرے کہ شخص مضر و ب کے ٹھیک ہونے تک معالج اور ادویہ پر جتنا خرچ ہو گا وہ ان ضارین کو ادا کرنا لازمی ہو گا۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے الدر المختار میں لکھا:

والحارصة والدامعة والباضعة والمتلاحمة والسحاق حكومة عدل  
اسکے بعد آگے چل کر فرمایا:

تفسیر الحكومة هو ما يحتاج اليه من النفقة اجرة الطبيب والادوية الى ان

يبرأ

(بر حاشیہ شامی، جلد (۵) کتاب الدیات، فصل فی الشجاج، صفحہ: ۴۱۲، مکتبہ

رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی کھال پھٹنے والے زخم، خون بہنے، خون نکلنے، گوشت پھٹنے اور سر کی ہڈی کے زخم میں برابری کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور فیصلہ مساوات یہ ہے کہ جارج سے ڈاکٹر کی فیس اور ادویات کی قیمت وصول کی جائے گی۔

مفتی اعظم پاکستان  
رجم و سنگسار کا بیان

الاستفتاء :

WWW.NAFSEISLAM.COM

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

آپ کو معلوم ہے کہ بہت سارے پاکستانی عرب میں ہیں۔ اکثر اوقات دینی مسائل میں گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ بعض مسائل ہماری سمجھ میں نہیں آتے۔ ہمیں عربی زبان پر عبور حاصل نہیں اس لئے ہم سعودی علماء سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔ آج کل ہمارے یہاں رجم (سنگسار) کا موضوع چل رہا ہے۔ لہذا آپ سے درخواست ہے کہ قرآن و حدیث کی رو سے اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

مسائل: نصیر احمد، سعودی عرب

## الجواب :

رجم کا حکم قرآن کریم میں تھا اور الفاظ یہ تھے :

الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموها نکالاً من اللہ واللہ عزیز حکیم ۵  
یعنی بڑھامرد اور بڑھی عورت زنا کریں تو ان کو رجم کرو اللہ کی جانب سے یہ عتاب ہے اور اللہ غالب ہے

اور ۵ والا ہے۔

اس آیت کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔ حدیث پاک میں ہے اور اس حدیث کو عساکر الملت والدين ابو الحسنین امام مسلم بن الحجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ نے اپنی صحیح مسلم میں نقل کیا ہے :

عن عبد اللہ بن عباس یقول قال عمر بن الخطاب وهو جالس علی منبر رسول اللہ ﷺ ان اللہ بعث محمداً ﷺ بالحق وانزل علیہ الكتاب فكان مما انزل اللہ علیہ اية الرجم قرأناها وبها ووعیناها وعقلناها ورجمنا بعده فاخشی ان طال بالناس زمان ان یقول قائل ما نجد الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترك فريضة انزلها اللہ وان الرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنی اذا احصن من الرجال والنساء اذا قامت البینه او كان الحبل او الاعتراف

(جلد ۲) کتاب الحدود، باب حد الزنا، صفحہ: ۶۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ

) نے منبر رسول پر بیٹھے ہوئے فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب

نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو آیات نازل کیں، ان میں رجم کی آیت بھی تھی ہم نے اسکو پڑھا، یاد رکھا اور سمجھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے رجم فرمایا اور اس کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ سو مجھے خوف یہ ہے کہ زیادہ زمانہ گزرنے کے بعد کوئی کہنے والا یہ کہے گا کہ کتاب اللہ میں رجم کی آیت نہیں اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ فرض کو ترک کر کے لوگ گمراہ ہو جائیں گے بے شک رجم کا حکم اللہ کی کتاب میں باقی ہے ان شادی شدہ مرد و عورت کیلئے جو زنا کریں اور گواہی سے اسکا ثبوت ہو جائے یا وہ حاملہ ہو جائے یا ان میں سے کوئی بھی اعتراف کر لے۔

اور بخاری و مسلم ہی میں دوسرے واقعہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:  
اغدا یا انیس الی امرأة هذا فان اعترفت فارجمها قال فغدا علیها  
فاعترفت فامر بها رسول الله ﷺ فرجمت

(حوالہ بالا)

اور اے انیس اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ اور اگر وہ اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دو۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ صبح اس کے پاس گئے اس نے اقرار کر لیا اور پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اس کو رجم کر دیا گیا۔ نیز بخاری و مسلم میں ایک طویل حدیث میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ یہودیوں میں ایک مرد و عورت نے زنا کیا تھا وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور تورات کے بارے میں حضور ﷺ نے ان سے سوال کیا تھا کہ اس میں رجم کا حکم ہے یا نہیں تو انہوں نے انکار کیا تو تورات منگوائی گئی انہوں نے تورت کو کھولا اور آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر چھپا لیا اور اس کے بعد اور پہلے والی آیات پڑھ دیں جب ان کا ہاتھ اٹھوایا گیا تو اس میں آیت رجم لکھی ہوئی تھی تو ان دونوں زانیوں کو رجم کیا گیا۔

(حوالہ بالا)

اس سے معلوم ہوا کہ رجم کا حکم تورت میں بھی تھا اس کے بعد مسلمانوں کیلئے اس میں تردد کی کوئی وجہ

نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

WWW.NAFSEISLAM.COM

حد قذف

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زنا کی تہمت لگانے والے کی کیا سزا ہے؟ وضاحت فرمائیں جبکہ گواہی بھی مکمل نہ ہو۔

سائل: محمد عبداللہ، نار تھہ کراچی

الجواب :

زنا کیلئے چار مردوں کا گواہی دینا شرط ہے، اور وہ بھی اس طرح دیکھیں کہ جیسے سلائی، سرمدہ دانی میں ہوتی ہے۔ اگر گواہان چار بھی ہوں مگر اس طرح نہ دیکھیں بلکہ مرد و عورت کو کمرے میں کسی طرف دیکھیں اور وہ برہنہ ہوں تب بھی کسی پر زنا کی تہمت نہیں لگا سکتے اور اگر زنا کی تہمت لگائیں گے تو ان پر ”حد قذف“ لگائی جائے گی۔ اور وہ اسی کوڑے ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے :

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً  
وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

(سورۃ النور، آیت : ۴)

اور جو پارہ سا عورتوں پر عیب لگائیں پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں۔

## تہمت لگانے والے کیلئے شرعی حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک شخص کی شادی ہوئی اور میں بیوی خوش رہنے لگے۔ اس لڑکی کی ماں اپنی بیٹی کے گھر جاتی ہے اور وہاں رہتی ہے، پھر وہ الزام لگاتی ہے کہ میرے داماد نے میرے ساتھ زنا کیا ہے۔ اور اپنی لڑکی کو ساتھ لاتی ہے۔ داماد اس الزام پر قسم اٹھاتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے، جھوٹ ہے۔ ساس کا دعویٰ ہے کہ ایسا ہوا ہے۔ تو اس صورت میں شرعی فیصلہ کیا ہوگا۔ کیا اس صورت میں اس شخص کا نکاح باقی رہے گا یا نہیں اور کون مجرم ہوگا اور کس کی بات مانی جائے گی؟ براہ کرم شرعی فیصلے سے آگاہ فرمائیں۔ بینوا و توجروا

سائل : غلام قمر الدین، مدرس دارالعلوم امجدیہ

## الجواب:

کسی عورت کا کسی شخص پر بلا ثبوت یہ الزام لگانا کہ اس نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے، قابل قبول نہیں۔ شریعت میں زنا کے بارے میں یہ قانون مقرر کیا گیا ہے کہ زنا کا ثبوت چار مرد، عاقل، بالغ مسلمانوں کی شہادتوں سے ہو سکتا ہے۔ اگر گواہ چار سے کم ہوں تب بھی کسی شخص پر زنا کا الزام نہیں لگا سکتے ہیں۔ اگر چار سے کم گواہ ہوں اور وہ کسی شخص کے متعلق زنا کرنے کی بات کریں تو قرآن کریم نے ان کو جھوٹا کہا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو اسی کوڑے مارو اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔

لہذا ساس کا داماد پر الزام قابل قبول نہیں۔ اسے توبہ کرنی چاہیے اور داماد سے معافی مانگنی چاہیے۔ اس بارے میں شرعی حکم تو یہ ہے۔ لیکن داماد کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ اگر اس نے شہوت کے ساتھ ساس کو ہاتھ بھی لگایا ہے یا ”معاذ اللہ“ زنا کیا ہے، تو اسکی بیٹھی ہمیشہ کیلئے اس پر حرام ہو گئی۔ لہذا آخرت کا خیال کر کے اگر واقعی ایسا ہوا ہے جیسا ساس نے الزام لگایا ہے تو اسے فوراً اپنی بیوی سے جدا ہو جانا چاہیے، ساس پہلے ہی حرام تھی اور بیوی اب حرام ہو گئی ہے۔

## جانور کے ساتھ بد فعلی

## الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) ایک شخص ایسا ہے، جس نے ایک گائے سے غیر فطری فعل کیا۔ گائے کے مالک نے گائے کی قیمت وصول کی، اس شخص کے والد نے اس گائے کو دوسری جگہ فروخت کر دیا۔

(۲) گائے فروخت کر کے گھر نہیں پہنچا تھا کہ رستہ میں اس کے بیٹے کے دوسرے فعل کے بارے میں معلوم ہوا۔ اس نے بھری کے ساتھ بھی ایسا ہی فعل بد کیا ہے۔ شخص مذکور نے متعدد بار ایسے کام مختلف گایوں اور بھریوں کے ساتھ کئے ہیں۔ ایسے آدمی کیلئے شرع مطہرہ میں کیا حکم ہے؟ نیز ایسے بدخت شخص کی پشت پناہی کرنے والے کیلئے کیا حکم ہے؟

سائل: ملک امان

## الجواب :

حدیث شریف میں ایسے شخص کے بارے میں سخت توبیح فرمائی گئی، جس نے بار بار ایسی حرکت کی ہے وہ سخت گناہ گار ہے۔ اسے توبہ کرنی چاہئے۔ اور جب تک وہ توبہ نہ کرے لوگ اس کے ساتھ تعلقات نہ رکھیں۔ ایسے جانور کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اس کو ذبح کر کے جلا دیا جائے۔ علامہ علاء الدین <sup>حصہ چھٹی</sup> متوفی ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا ہے :

## تذبح ثم تحرق

(بر حاشیہ شامی، جلد (۳) کتاب الحدود، مطلب فی وطی الدابة، صفحہ: ۱۷۰، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

Nafse Islam

اس جانور کو ذبح کر کے جلا دیا جائے۔

اور اس جانور کی قیمت اس شخص سے لی جائے گی۔

نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM



## قسم اور گواہی کا بیان

حلف پر فیصلہ صادر کرنا

نافس اسلام

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

WWW.NAFSEISLAM.COM

السلام علیکم

گزارش عرض یہ ہے کہ کیا عدالت فریقین کو عدل و انصاف کے حصول کیلئے دستاویزی ثبوت کے حق سے محروم کر کے صرف حلف کے ذریعہ فیصلہ صادر کر سکتی ہے اور یہ فیصلہ از روئے شریعت درست اور قابل عمل ہو گا یا نہیں؟

سائل: محمد کفیل، قصبہ کالونی، کراچی

الجواب:

شریعت کا قانون یہ ہے کہ مدعی سے گواہ طلب کئے جائیں اگر وہ شریعت کی شرائط کے مطابق گواہ پیش

کردے گا تو اس کا دعویٰ ثابت ہو جاتا ہے اور اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکے اور مدعی علیہ (جس پر دعویٰ کیا گیا) اگر اس دعویٰ سے انکار کر رہا ہے تو اس سے حلف (قسم) لیا جائے گا اگر وہ حلف اٹھا لیتا ہے تو مدعی کا دعویٰ باطل ہو جائے گا۔ اور اگر وہ حلف سے انکار کر دے تو مدعی کا دعویٰ صحیح مان کر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے، اس حدیث کو امیر المؤمنین فی الحدیث امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اپنی صحیح بخاری میں نقل کیا:

الْبَيْتَةُ عَلَى الْمُدَّعَى وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ

(جلد ۱) کتاب الرهن، باب اذا اختلف الراهن والمرتهن، صفحہ: ۳۲۲،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی گواہی پیش کرنا دعویٰ کرنے والے پر ہے اور قسم اس کیلئے ہے جس پر دعویٰ کیا گیا۔

مدعی نے اگر تحریری دستاویزی ثبوت پیش کر دیا اور اس دستاویز کے گواہ بھی پیش کر دیئے تو اس سے بھی دعویٰ ثابت ہو جائے گا لیکن مدعی سے کسی صورت میں حلف نہیں لیا جائے گا۔ اس قانون شرع کے خلاف اگر کوئی قاضی فیصلہ کرے گا تو شرعاً وہ فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔

## صرف دعویٰ پر فیصلہ صادر کرنے کا حکم

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ:

فرض کریں کسی مکان میں صرف ایک مرد اور ایک عورت یعنی خاوند بیوی یا بہن بھائی رہتے ہیں۔ اب کوئی مرد کو قتل کر دے تو جس کی گواہ صرف وہ ایک عورت ہے، عورت قاتل کو اچھی طرح پہچانتی بھی ہے۔ آیا اس ایک عورت کی گواہی پر عدالت قاتل سے قصاص لے گی یا کہ نہیں؟ بینوا و توجروا

سائل: مقصود احمد

## الجواب :

کسی چیز کا واقعہ میں ہونا اور بات ہے اور دنیاوی کورٹ، پکھری یا قاضی کے سامنے واقعہ کا ثبوت ہونا اور بات ہے۔ تمام دنیا کے قوانین میں جج اور حاکم، شہادت (گواہی) کی بنیاد پر فیصلہ کرتے ہیں۔ شہادت نہ ہو تو دعویٰ ثابت نہیں ہوتا ہے۔ آپ نے جو فرضی صورت لکھی ہے، اس میں تو گواہ ہے ہی نہیں، وہ عورت تو مدعیہ ہے۔ مدعی اور گواہ کا فرق تو آپ سمجھتے ہی ہوں گے۔ اگر صرف مدعی کے کہنے پر دعویٰ کا ثبوت ہو جائے، تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اسی بات کو حدیث میں بیان کیا گیا اور اس حدیث کو عسا کر الملت والدين ابو الحسين امام مسلم بن الحجاج القشيري متوفی: ۲۶۱ھ نے اپنی صحیح مسلم میں نقل کیا ہے :

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَادَّعَى النَّاسُ دِمَاءَ رِجَالٍ وَأَمْوَالَهُمْ وَلَكِنَّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ

(جلد ۲) کتاب الاقضية، باب اليمين على المدعى عليه، صفحہ: ۷۴،

قدیمی کتب خانہ، کراچی

یعنی حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگوں کو صرف ان کے دعویٰ کی بناء پر ان کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے تو وہ لوگوں کے خون اور مال کا دعویٰ کر دیں گے اس لئے صرف دعویٰ کوئی چیز نہیں البتہ مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی۔

لذا آپ کی فرضی صورت دنیا میں کوئی بھی دعویٰ کے ثبوت کیلئے کافی نہیں سمجھے گا۔

خدا اور رسول! کو حاضر و ناظر کہہ کر جھوٹی گواہی دینا

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :  
اگر کوئی شخص کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دے اور کہے کہ خدا اور رسول کو حاضر و ناظر جان کر گواہی دیتا ہوں مگر اس کے دل میں احساس ہوتا ہے کہ میں نے غلطی کی ہے تو ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے ؟

## الجواب :

جھوٹی گواہی دینا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اور یہ کہہ کر کہ خدا اور رسول کو حاضر و ناظر جان کر بات کہہ رہا ہوں اور وہ بات جھوٹ ہو، تو ایسا کہنے والے کو تجدیدِ ایمان اور اگر شادی شدہ ہے تو تجدیدِ نکاح بھی ضروری ہے۔

## ایفائے عہد

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک آدمی دوسرے سے وعدہ کرے کہ میرے ہاں اگر چہ پیدا ہوا تو اس کو میں تمہیں دے دوں گا۔ اتفاقاً اس کے ہاں دو بچیاں پیدا ہوئیں، ان میں بڑی بچی کے بارے میں اس نے فیصلہ کیا کہ میں وعدے کے مطابق اس آدمی کو دے دوں گا مگر گھر والوں نے دینے سے انکار کر دیا اور اس بچی کا انتقال بھی ہو گیا۔ اب اس صورت میں اس کا وعدہ پورا ہو گیا یا نہیں اور ایسا وعدہ کرنا چاہیے یا نہیں؟

سائل: بابو دین قادری، لائڈھی، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

## الجواب :

اس طرح کے وعدے نہیں کرنے چاہئیں۔ چہ کب پیدا ہوگا، بڑے ہونے تک کیا حالات ہوں گے یہ سب کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ لہذا ایسا وعدہ نہ کرے اور اگر کرے تو انشاء اللہ کے ساتھ مقید کرے۔ بچی کا جب انتقال ہو گیا تو وعدہ پورا کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور ایفائے عہد کا بھی وجوب شرعی نہیں ہے۔ اخلاقیات میں سے ہے۔ لہذا اگر کسی وجہ سے وعدہ پورا نہ کر سکے تو گناہ نہیں ہوتا ہے۔ احادیث میں وعدہ خلافی کی جو وعیدیں آئی ہیں وہ ”اس صورت میں ہے کہ جب وعدہ کرنے والا زبان سے وعدہ کرے اور دل میں یہ طے کر لیا ہے کہ اس کو پورا نہیں کروں گا۔“

## قسم کا بیان

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 کوئی شخص گواہی دیتے ہوئے یوں کہے ”میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو بات کہوں گا سچ کہوں گا یا میں اللہ کو  
 حاضر و ناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں“ پھر وہ گواہی دیتے ہوئے واقعہ کے خاص پہلو کو ظاہر نہ کرے کہ جس  
 کا تعلق سزا یا رہائی سے ہو۔ شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا و توجروا

الجواب :

اس نے قسم کھاتے ہوئے جو کہا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بیان کرے گا، وہ سچ ہوگا جھوٹ نہیں  
 ہوگا۔ یہ نہیں کہا جو کچھ جانتا ہوں سب بیان کروں گا، اس میں سے چھپاؤں گا نہیں۔ لہذا صورت مسئولہ میں اگر کچھ  
 باتوں کو بیان نہ کرے تو اس کی قسم پر کچھ فرق نہیں پڑے گا یعنی کفارہ نہیں ہے۔

## جھوٹی قسم کا حکم

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 میں ایک سرکاری ملازم ہوں اور آج کل دفاتر وغیرہ کا جو حال ہے، اس سے آپ بھی بخوبی واقف ہوں  
 گے۔ غلط بیانی سے کام لیا جاتا ہے۔ میں نے حکام بالا کے مجبور کرنے پر غلط بیانی اور جھوٹا بیان حلفیہ دیا لیکن میرا ضمیر  
 مجھے ملامت کرتا ہے، آخرت کا اندیشہ ہے۔ نوکری باقی رکھنے کیلئے حکام بالا کے حکم اور زبردستی سے جھوٹی گواہیاں  
 دینی پڑتی ہیں۔ ان حالات میں بہتری کی کیا سبیل ہو سکتی ہے۔ جواب عنایت فرمائیں۔ آپ کا مشکور ہوں گا۔

سائل : صوبیدار محمد سرور، گوادر

## الجواب :

آپ نے جو باتیں لکھی ہیں، اگر یہ صحیح ہیں تو ایسی جھوٹی قسم جو جان بوجھ کر کھائی گئی، سخت ترین گناہ کبیرہ ہے۔ ”رزاق اللہ تعالیٰ ہے“۔ انسان پر لازم ہے کہ ملازمت باقی رکھنے یا دنیاوی مفاد کیلئے اس طرح کی جھوٹی قسمیں نہ کھائے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے۔ اگر ملازمت چلی جائے گی تو اللہ تعالیٰ حصول رزق کا کوئی اور ذریعہ بنا دے گا۔ جو گناہ کبیرہ آپ کر چکے ہیں، سچے دل سے توبہ کریں اور خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں۔ وہ توبہ قبول کرنے والا اور گناہ بخشنے والا ہے۔

## عمل مستقبل کیلئے کھائی جانے والی قسم کا حکم

## الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
میں نے ایک عورت سے قسم کھائی تھی کہ میں تم سے شادی کروں گا لیکن اس بات کا میرے گھر والوں کو علم نہ تھا۔ میرے گھر والوں نے میری شادی اپنی مرضی کے مطابق کر دی۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے کیونکہ میں نے جس عورت سے شادی کی قسم کھائی تھی، اس سے شادی نہ کر سکا۔ کیا قسم کا کفارہ دینا ہو گا یا کوئی اور حل ہے؟  
سائل : عبد الوحید، کورنگی، کراچی

## الجواب :

اس قسم میں یہ قید نہیں ہے کہ میں تم ہی سے شادی کروں گا۔ لہذا قسم ابھی ٹوٹی نہیں۔ اب بھی قسم پر عمل کرنا ممکن ہے کہ آپ اس عورت سے بھی شادی کر لیں۔ قسم کا کفارہ قسم توڑنے کے بعد واجب ہوتا ہے۔ اگر قسم اٹھانے والے کی نیت میں یہ ہے کہ میں تم ہی سے شادی کروں گا اور کسی سے نہیں کروں گا تو اس صورت میں قسم ٹوٹ گئی۔ اب کفارہ دیں۔ اور اگر یہ نیت نہ تھی تو قسم موت کے وقت ٹوٹ جائے گی اس وقت یہ ثابت ہو گا کہ اس عورت سے شادی نہ کی اس صورت میں کفارے کی وصیت کرنا ہو گی کہ مرنے کے بعد ادا کر دیا جائے۔  
کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں جس کو صبح کھلائیں اسی کو شام کے وقت

بھی کھلائیں۔ یہ اختیار ہے کہ دسوں کو ایک دن کھلا دیں یا ایک کو دس دن تک روزانہ دونوں وقت کھلائیں اور اگر کھانا کھانے کی استطاعت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھیں۔ اور قسم ٹوٹنے سے پہلے اگر کفارہ دے دیا جائے تو ادا نہیں ہوتا ہے۔

امین (امانت دار) سے چوری ہونے والے مال کے تاوان کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
مؤذن یا کوئی شخص مسجد کی بجلی کے بل کی رقم جمع کروانے جا رہا تھا، راستہ میں اس کی جیب کٹ گئی۔ کیا اسکو

تاوان دینا ہوگا؟

سائل : محمد احسان، جمشید روڈ، کراچی

الجواب :

علامہ حسین بن منصور اوزجندی متوفی : ۲۹۵ھ نے فتاویٰ قاضی خان میں لکھا :

وللمودع ان یسافر بسلام الودیعة

(بر حاشیہ عالمگیری، جلد (۲) کتاب الودیعة، فصل فیما یضمن المودع، صفحہ :

۳۷۳، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی امین کیلئے جائز ہے کہ وہ مال امانت کو ضرورتاً اپنے ساتھ سفر میں لے جائے۔

لہذا صورت مسئلہ میں شخص مذکور مسجد کے بل کی ادائیگی کیلئے جو رقم اپنے ہمراہ لے جا رہا تھا اور وہ اسی

طرح اس کی حفاظت کر رہا تھا، جس طرح کہ وہ خود اپنی رقم کی حفاظت کرتا ہے اور جیب کٹ گئی تو ایسی صورت میں

اس پر اس رقم کا تاوان نہیں۔

## امانت ضائع ہونے پر امین سے تاوان لینے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک آدمی اپنے گاؤں جا رہا تھا، لوگوں نے اس کو اپنا کچھ سامان وغیرہ اپنے گھر والوں کے لئے دیا۔ رات میں اسکو ریل گاڑی میں بے ہوش کر کے سارا سامان لوٹ لیا گیا۔ اب تمام لوگ اپنا سامان یا اس کی قیمت مانگ رہے ہیں۔ مال ضائع ہونے میں اس کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ کیا اس شخص پر سامان کا تاوان دینا ضروری ہے؟

سائل: کالو خان، منظور کالونی، کراچی

الجواب :

صورت مسئلہ میں شخص مذکور نے اگر واقعی اپنے حوالے کی جانے والی امانتوں کی، اسی طرح حفاظت کی تھی، جیسا کہ وہ اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے باوجود، اس سے یہ امانتیں چھین لی گئیں، تو ایسی صورت میں اس شخص پر تاوان نہیں۔ اور اگر اس شخص نے ان امانتوں کی اس طرح حفاظت نہیں کی، جس طرح یہ اپنے مال اور سامان کی حفاظت کرتا ہے، تو اس صورت میں اس پر تاوان ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM



# زندگی میں تقسیم وراثت کا بیان

زندگی میں تقسیم وراثت کے بارے میں اصول

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
میرے بھائی کی بیوی کے انتقال کو عرصہ دراز ہو گیا ہے، ان کے بطن سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے، جو کہ اس وقت شادی شدہ ہے۔ میرے بھائی نے ایک مکان خریدا جو کہ میری بھانجی مرحومہ کے نام تھا۔ میری بھانجی کے انتقال کے بعد میرے بھائی نے نکاح ثانی کیا۔ دوسری بھانجی کے بطن سے ۳ لڑکے ہیں۔ میرے بھائی کا کہنا ہے کہ میں اس مکان کا حصہ اپنے بچوں کو شریعت محمدی ﷺ کے مطابق دینا چاہتا ہوں۔ لہذا انتہائی ادب کے ساتھ حضور والا سے استدعا ہے کہ شریعت کے مطابق فیصلہ صادر فرمائیں۔

درخواست گزار: اظہار احمد عرف محمد شبیر ولد حافظ نور احمد مرحوم، لیاقت آباد، کراچی

## الجواب :

مکان جب بیوی کے نام سے خرید گیا تھا تو ظاہر یہی ہے کہ وہ بیوی کی ملکیت تھا۔ بیوی کے مرنے کے بعد اس کی ایک لڑکی اور ایک لڑکا اور خود شوہر وارث ہوئے۔ اس مکان کا ایک چوتھائی حصہ شوہر کو ترکہ میں ملا ایک چوتھائی لڑکی کو اور آدھا لڑکے کو۔ اب شوہر اپنے اس چوتھائی حصہ کو اگر زندگی میں دینا چاہتا ہے تو اسے پہلی بیوی کی اولاد اور دوسری بیوی کی اولاد سب کو برابر دینا ہوگا۔ لڑکے اور لڑکی کے حصہ میں فرق مرنے کے بعد ترکہ تقسیم کرنے میں ہوتا ہے۔ زندگی میں برابر دینا ہوگا۔ کمی و زیادتی کرنے کو یا کسی کو دینے اور کسی کو نہ دینے کو حدیث میں ظلم قرار دیا گیا ہے۔ لہذا اگر وہ دینا چاہتا ہے تو اپنا حصہ دونوں بیویوں کی اولادوں کو برابر برابر دے دے۔

نوٹ :

زندگی میں مال کی جو تقسیم ہوتی ہے اسے عطیہ کہا جاتا ہے اور جو مرنے کے بعد مال کی تقسیم ہوتی ہے اسے ورثہ کہا جاتا ہے۔ لہذا زندگی کی تقسیم میں لڑکے کو برابر برابر دینا پڑتا ہے جبکہ وراثت میں لڑکی کے مقابل لڑکے کو دو گنا ملتا ہے۔ (مرتب)

واللہ تعالیٰ اعلم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
WWW.NATSEISLAM.COM  
میں نے تقریباً ۲۰ سال قبل شادی کی۔ اولاد نہ ہونے کے سبب بیوی کی اجازت سے دوسری شادی کی، جس سے دو بچیاں ہیں۔ دونوں بیویوں سے برابری کا سلوک کرتا ہوں۔ میرے پاس ایک مکان اور کچھ بینک بیلنس بھی ہے، میں چاہتا ہوں کہ زندگی میں یہ شرعی تقاضوں کے مطابق تقسیم ہو جائے۔ براہ کرم رہنمائی فرمائیں کہ شریعت کے مطابق دونوں بیویوں اور بچیوں کو کتنا کتنا حصہ آئے گا۔

سائل : محمود حسین

## الجواب:

ترکہ کے احکام مرنے کے بعد ہوتے ہیں۔ زندگی میں ہر شخص کو اپنے مال میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن اولاد میں برابر تقسیم کرے گا یہاں تک کہ لڑکے اور لڑکی کو برابر دے گا۔ بیویوں کو جتنا چاہے دے سکتا ہے۔ مگر دونوں بیویوں کو برابر دے۔

## الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

گزارش عرض یہ ہے کہ زندگی میں اپنا مال ورثاء میں تقسیم کرنا ہو، تو کیسے تقسیم کیا جائے؟

سائل: خالد رفیق، ملیرشٹی، کراچی

## الجواب:

زندگی میں اگر کوئی شخص اپنی اولاد میں مال تقسیم کرنا چاہتا ہو تو لڑکے اور لڑکی کو برابر دے، کم زیادہ نہ دے۔ اور کسی کو دے اور کسی کو نہ دے، اس کو حدیث میں ظلم فرمایا ہے۔ صرف دینی فضیلت کی وجہ سے زیادہ دے سکتا ہے یعنی جو اولاد دینداری میں زیادہ ہو، اس کو زیادہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے، اس حدیث کو امام ابی جعفر احمد بن محمد ازدی المصری الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے شرح مغانی الآثار میں نقل کیا:

يعطى الابنة مثل ما يعطى الابن

بیٹی کو بیٹے کے مثل دیا جائے گا۔

(طحاوی ج ۳، ص ۴۰۰)

اسی قول کو مفتی بہ بتایا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## زندگی میں تقسیم وراثت اور وراثت کو قبضہ دینے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
میری چھ اولادیں ہیں۔ چار لڑکیاں اور دو لڑکے۔ ایک لڑکے کے علاوہ باقی سب کی شادیاں ہو گئی ہیں۔  
میری کچھ جائیداد ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی زندگی میں اس کو فروخت کر کے جس کا جو حصہ بنتا ہے اس کو دے  
دوں۔ تاکہ آخرت میں جو لہ نہ ہوں۔

سوال یہ ہے کہ جو لڑکا غیر شادی شدہ ہے، اس کی شادی کے اخراجات نکال کر بقیہ رقم تمام وراثت میں  
تقسیم کر دوں؟ نیز لڑکیوں اور لڑکوں کا حصہ کتنا کتنا بنتا ہے؟  
سائل : عبدالکریم، حیدرآباد، سندھ

الجواب :

شریعت کا اصول یہ ہے کہ ترکہ کو مورث کے مرنے کے بعد اس کے وراثت میں تقسیم کیا جاتا ہے۔  
زندگی میں مرض الموت سے پہلے پہلے ہر شخص کو اپنے مال میں تصرف کرنے کا اختیار ہے۔ لیکن باپ اپنی زندگی میں  
اپنی اولاد کو اگر کچھ دینا چاہے تو لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر برابر دے۔ اور جس کو دے گا اس کے قبضے میں دے دینا بھی  
شرط ہے۔ ورنہ ہبہ باطل ہو جائیگا۔ جس لڑکے کی شادی نہیں ہوئی ہے، اس کی شادی کیلئے رقم علیحدہ کرنے میں کوئی  
خرچ نہیں ہے۔

## اپنی اولاد میں سے کسی کو دینا اور کسی کو نہ دینے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
زید اپنی ماں کیلئے مکان بنانا چاہتا ہے، اپنے خرچ سے۔ یعنی مکان کی زمین بھی خرید رہا ہے اور مکان بنانے کا  
خرچہ بھی برداشت کرے گا۔ اب ماں یہ چاہتی ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں یہ مکان میرے نام پر رہے اور میرے

مرنے کے بعد یہ مکان اپنے کسی ایک یا ایک سے زائد بیٹوں کو دے دوں یعنی ابھی وصیت لکھ دوں تو کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ جبکہ ان کے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں موجود ہیں۔

الجواب:

ماں کے نام سے مکان بنا دینا بہت اچھی بات ہے مگر ماں مالک ہونے کے بعد اپنی اولاد میں سے کسی کیلئے وصیت نہیں کر سکتی ہے اور اگر وصیت کرے گی تو وہ وصیت باطل ہو جائے گی۔ حدیث میں ہے، اور اس حدیث کو ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۵۷۵ھ نے سنن ابی داؤد میں نقل کیا:

فَلَا وَصِيَّةَ لِبَوَارِثٍ

(حصہ دوم، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصیة لبوارث، صفحہ: ۴۰، مکتبہ حقانیہ، ملتان)

یعنی وارث کے حق میں کوئی وصیت قابل قبول نہیں۔

اور اگر اپنی زندگی میں کسی کو ہبہ کرے گی تو تمام اولاد کو ہبہ کرنا ہو گا اور لڑکے اور لڑکیوں کو برابر دینا ہو گا کسی کو دینے اور کسی کو نہ دینے کو حدیث میں ظلم فرمایا اور پھر جن کو ہبہ کرے گی ان کو قبضہ بھی دینا ہو گا ورنہ ہبہ باطل ہو جائے گا۔

نافرمان اولاد کو میراث سے محروم کرنے کا حکم

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

گزارش عرض یہ ہے کہ اگر کسی کی اولاد نافرمان ہو، تو کیا باپ ان کو میراث سے محروم کر سکتا ہے اور کیا

اولاد کو دینے کے بجائے اپنا مال و اسباب کسی نیک کام میں لگا دے مثلاً مسجد بنانا وغیرہ کیا یہ جائز ہے؟ از روئے شرع وضاحت فرمائیں۔

سائل: حافظ فخر الدین، ڈرگ کالونی، کراچی

الجواب:

اولاد اگر فاسق ہو اور باپ کی نافرمان ہو تو باپ کیلئے یہ جائز ہے کہ اپنا مال کسی نیک کام میں خرچ کر دے اور اولاد کو میراث سے محروم کر دے۔ علامہ زین الدین المعروف ابن نجیم متوفی ۷۷۰ھ نے بحر الرائق میں لکھا:

ولو كان ولده فاسقا فاراد ان يصرف ماله الى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث هذا خير من تركه

(جلد ۷) کتاب الہبۃ، صفحہ: ۲۸۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

یعنی اگر کسی کی اولاد فاسق ہو اور باپ چاہتا ہو کہ اپنے مال کو نیکی کے کاموں میں لگا دے اور انھیں میراث سے محروم کر دے تو ان کو دینے سے یہ بہتر ہے۔

لہذا صورت مسئلہ میں اولاد کے جو حالات لکھے ہیں ایسی اولاد کو نہ دینا ہی بہتر ہے اور مسجد کیلئے وقف کر دینا اچھا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

عاق! کی شرعی حیثیت

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

کیا والدین اپنی اولاد میں سے کسی کو اپنی جائیداد سے عاق کر سکتے ہیں یعنی نافرمان قرار دے کر جائیداد سے محروم کرنا اور ان کا یہ فیصلہ شرعی طور پر نافذ العمل ہو گا یا نہیں؟

سائل: ایوب انصاری

## الجواب:

عاق کے معنی نافرمان کے ہیں۔ لیکن باپ کا اولاد کو عاق کر دینا اور اخباروں میں چھاپ دینا، اولاد کو وراثت سے محروم نہیں کرتا۔ ہر شخص زندگی میں اپنے مال کا مالک ہے، جو چاہے تصرف کرے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے مال کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی اور سب کے حصے قرآن پاک میں مقرر کر دیئے۔ لہذا اسی کے مطابق سب کو حصہ ملے گا۔

## مورث کا برابر تقسیم نہ کرنا

## الاستفتاء:

جناب عالی!

السلام علیکم

گزارش عرض یہ ہے کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے۔ وراثت میں دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ میرے والد مرحوم نے ایک دوکان اور اس میں تجارتی سامان، جس کی مالیت تقریباً ۲۵ لاکھ روپے ہے، میرے بھائیوں کے نام کر دی۔ مگر ابھی انہوں نے بھی اس کو آپس میں تقسیم نہیں کیا۔ میرا حصہ اس دوکان کے علاوہ جو جائیداد ہے، تقریباً تین لاکھ ہے۔ اس میں میرا حصہ صرف ساٹھ ہزار رکھا ہے۔ اور تیسری جائیداد جو تقریباً پانچ لاکھ مالیت کی ہے۔ اس میں والد مرحوم نے بھائیوں کے کہنے کے مطابق اس میں سے تہائی حصہ اپنی پوتیوں کیلئے وصیت کر دی۔ یعنی تقریباً کل جائیداد ۳۳ لاکھ ہے اور میرے حصے میں تین لاکھ ساٹھ ہزار آئی ہے۔ کیا میرے والد کو اس قسم کی تقسیم کرنے کا شرعاً کوئی حق حاصل تھا یا نہیں؟ بیٹنوا وتوجروا

سائلہ: شمیم اختر، پتو وسط امتیاز حسن، ماڈل کالونی، کراچی

## الجواب:

جو دوکان والد نے اپنی زندگی میں اپنے لڑکوں کو دے دی تھی اگر اس پر لڑکوں کو قبضہ بھی دے دیا تھا تو یہ

یہ صحیح ہو گیا تھا اور لڑکے اس کے مالک ہو گئے تھے۔ والد نے یہ گناہ کیا کہ صرف لڑکوں کو اتنی مالیت کی دوکان دے دی اور لڑکی کو کچھ نہ دیا۔ حدیث شریف میں اس کو ظلم کہا گیا۔ اور اگر قبضہ نہیں دیا تھا صرف زبانی یا تحریری طور پر دیدی تھی تو یہ دینا باطل ہے۔ بہرہ بغیر قبضہ کے باطل ہوتا ہے۔ لہذا اس میں ترکہ تقسیم ہو گا پانچ حصے کر کے دو دو حصے دونوں بھائیوں کے اور ایک بہن کا ہو گا۔ اور تین لاکھ میں سے آپ کو ساٹھ ہزار دے دیئے وہ صحیح دیئے۔ باقی جائیداد جسکے متعلق وصیت کا تذکرہ سوال میں ہے اگر اس وصیت کا ثبوت شرعی طور پر گواہوں سے ہو جائے تو وصیت پر اس طرح عمل کیا جائے گا کہ کل ترکہ میں سے ایک تہائی مال میں وصیت پر عمل ہو گا باقی دو تہائی وارثوں میں تقسیم ہو جائیگا۔

سوال میں جو صورت لکھی اسکے اعتبار سے اگر دوکان کا بہرہ صحیح ہو گیا تھا تو ترکہ تین لاکھ روپیہ نقد کا مکان ہے تو آٹھ لاکھ میں سے ایک تہائی یعنی دو لاکھ چھیاٹھ ہزار چھ سو چھیاٹھ روپے پوتیوں کو دے دیئے جائیں گے۔ باقی مکان کی قیمت کے پانچ حصے کر کے دو دو حصے لڑکوں کو اور ایک حصہ لڑکی کو مل جائے گا اور اگر دوکان کا بہرہ صحیح نہیں ہوا تھا یعنی قبضہ نہیں دیا تھا تو ۲۵ لاکھ کی دوکان اور نقد اور مکان سب ملکر ۳۳ لاکھ ترکہ ہو گیا، اس میں سے پانچ لاکھ کے مکان کی وصیت تہائی سے کم ہے۔ لہذا پورا مکان پوتیوں کو دے دیا جائے گا۔ باقی دوکان اور نقد روپیہ ۵ حصے کر کے دو دو حصے لڑکوں کو اور ایک حصہ لڑکی کو دے دیا جائے گا۔

نافس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM



## وصیت کا بیان

### مرحوم کی وصیت کی شرعی حیثیت

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ:

حاجی محمد ابراہیم کا انتقال ہو گیا۔ حاجی صاحب کی اولاد نرینہ نہیں ہے، صرف ایک لڑکی ہے، ایک بیوہ، برادر حقیقی اور بہن ہے۔ حاجی صاحب کی کوئی وصیت نہیں۔ صرف ایک کاغذ پر ضرور لکھا ہے کہ میرے بعد میرے بھائی میری بہن جو پنجاب میں ہیں میری بیوی اور میری لڑکی ہے۔ اور میری بیوی اور میری لڑکی زندگی تک مالک ہیں۔ اب حاجی صاحب مرحوم کی ملکیت اور مال کی تقسیم کس طرح وراثت میں ہو۔ کیا حاجی صاحب مرحوم کی بیوہ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی لڑکی کو تمام ملکیت کی مالک بنا دے یا لکھ دے۔ جبکہ حاجی صاحب مرحوم کی اس قسم کی کوئی تحریر نہیں ہے۔ خلاصہ کیفیت سے مطلع فرمائیں۔

سائل: جنید رفیق، ملیہر، کراچی

نوٹ:

حاجی محمد ابراہیم مرحوم کی بیوہ سخت بیمار ہے اگر اس دوران مرحوم کی بیوی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کا حصہ کس کو ملے گا۔ دوسرے اگر یہ جائیداد مرحوم کی موروثی ہے تو اس کی ذاتی جائیداد کی تقسیم کیسے ہوگی؟

سائل: محمد رفیق لطفی محمد اسلام، شہدادپور، ضلع ساٹکھڑ، سندھ

الجواب:

المسئلہ ۸

میت ..... حاجی محمد ابراہیم

بیوی	لڑکی	بھائی	بہن
۱	۳	۲	۱

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل و انحصار و رثاء و در مذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث حسب شرائط فرائض ترکہ حاجی محمد ابراہیم (مرحوم) آٹھ سهام (حصوں) پر منقسم ہو کر چار سهام (حصے) ان کی لڑکی کو ایک بیوی کو ایک بہن کو اور دو بھائی کو ملیں گے۔ محمد ابراہیم صاحب کا وہ مال جو انہوں نے کمایا اس طرح تقسیم ہوگا۔ اور جو مورثی مال ہے اس میں سے محمد ابراہیم صاحب کے حصے میں جو آئیگا وہ بھی اسی طرح تقسیم ہوگا۔ اور ان کی بیوی کے انتقال کے بعد اس کے وارثوں کی تفصیل معلوم ہونے کے بعد حکم بتایا جائے گا۔ ابراہیم صاحب کا وصیت کرنا اگر ثابت بھی ہو جائے تو بھی وصیت باطل ہے۔ اس لئے کہ وارث کے حق میں وصیت نہیں کی جاسکتی۔ حدیث میں ہے، اور اس حدیث کو ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۵۷۵ھ نے سنن ابی داؤد میں نقل کیا:

فَلَا وَصِيَّةَ لَوَارِثٍ

(حصہ دوم، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصیة لوارث، صفحہ: ۴۰،

مکتبہ حقانیہ، ملتان)

یعنی وارث کے حق میں کوئی وصیت قابل قبول نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## تقسیم وراثت اور متوفی کی وصیت پر عمل

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

میرا چچا زاد بھائی مسکمی جمعہ ولد شاد اللہ! کراچی میں ایک کمپنی میں ملازمت کرتا تھا۔ ریٹائرڈ یا مدت ملازمت کے بعد کمپنی کی طرف سے جو واجبات ملتے ہیں وہ کسی کے نام کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ میرے بھائی نے وہ واجبات ایک پیر صاحب کے نام کر دیئے۔ دوران ملازمت موصوف کا انتقال ہو گیا کمپنی کی طرف مرحوم کے تقریباً ۲۲ ہزار روپے بنتے ہیں۔ مرحوم کا میں واحد وارث ہوں اور عدالت نے مجھے وارث ثابت کر دیا ہے۔ اب پیر صاحب کے ایک خلیفہ مجھے مذکورہ رقم وصول کرنے نہیں دیتے۔ ازراہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں جو اب مرحمت فرمائیں کہ آیا میں مذکورہ رقم حاصل کرنے کا حق دار ہوں یا نہیں؟ بینوا و توجروا

سائل: رحمت اللہ ولد یاسین، شکارال، بالاکوٹ

الجواب:

گورنمنٹ یا کمپنی کے ملازمین کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تنخواہ کا کچھ حصہ پراویڈنٹ فنڈ کے نام پر کٹا جاتا ہے۔ ملازمین یہ بات جان کر ملازمت کرتے ہیں اور اس روپے کے کاٹے جانے پر راضی رہتے ہیں۔ ہر سال ملازمین کو ایک ہیلنس شیٹ دی جاتی ہے، اس میں لکھا ہوتا ہے کہ سال بھر میں تمہارے اتنے روپے کاٹے گئے، یہ کمپنی کے پاس ہیں اور اس پر اتنا سود دیا گیا۔ وہ بھی تمہاری امانت میں جمع ہے۔ جو لوگ سود نہیں لینا چاہتے، وہ لکھ کر دے دیتے ہیں۔ ان کے حساب میں سود شامل نہیں کیا جاتا۔

اب غور طلب معاملہ یہ ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ کیلئے کاٹی جانے والی رقم کس کی ملکیت ہے؟ کمپنی کی یا ملازم کی؟ پراویڈنٹ فنڈ پر ملکیت تو ملازم کی ہو جاتی ہے، لیکن قبضہ نہیں ہوتا ہے لہذا وہ تمام تصرفات جائز ہوتے ہیں، جن کا انحصار ملکیت پر ہوتا ہے تو صورت مسئلہ میں مسکمی جمعہ کی وصیت پیر صاحب کیلئے صحیح ہو گئی مگر وصیت میں حکم یہ ہے کہ ایک تہائی مال تک وصیت کی جاسکتی ہے۔ اگر اس سے زیادہ وصیت کرے گا تو تہائی میں نافذ ہوگی تہائی سے زیادہ میں وراثت کی اجازت پر موقوف ہوگی۔

صورت مسئلہ میں صرف ایک بیچازاد بھائی وارث ہے، وہ اپنا حق طلب کر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تمہاری سے زائد پر راضی نہیں ہے۔ ایک تمہاری مال پیر صاحب کو دے دیا جائے اور دو تمہاری مال سائل رحمت اللہ کو دے دیا جائے۔

## وارث کیلئے وصیت کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
باپ نے اپنے دو بیٹوں کیلئے کچھ رقم لگی وصیت کی اور لڑکوں نے وصیت کے مطابق وہ رقم وصول کر لی اور اس کو کاروبار میں لگا دیا اور کچھ رقم باپ نے اپنے عمرے کیلئے رکھ لی لیکن عمرے پر جانے سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد لڑکوں نے اسی رقم سے اپنی بہن کو عمرے پر بھیجا، اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟  
سائل: عبدالکریم، یوسف گوٹھ، کراچی

الجواب :

لڑکوں کیلئے وصیت کرنے کے متعلق باپ کی جو تحریر ملی، وہ وصیت باطل تھی۔ حدیث میں ہے، اور اس حدیث کو ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۵۷۵ھ نے سنن ابی داؤد میں نقل کیا :

فَلَا وَصِيَّةَ لَوَارِثٍ

(حصہ دوم، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصیة لوارث، صفحہ: ۴۰،

مکتبہ حقانیہ، ملتان)

یعنی وارث کے حق میں کوئی وصیت قابل قبول نہیں۔

لہذا اس وصیت پر عمل کرنا ناجائز تھا۔ ان لڑکوں نے جو روپیہ وصیت پر عمل کرتے ہوئے لیا وہ تمام وارثوں کے ساتھ ناانصافی کر کے ناجائز طور پر لیا۔ وہ روپیہ بھی تمام وارثوں میں اسی طرح تقسیم ہو گا جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ اس سے جو نفع کمایا، اس میں سے ترکہ تقسیم نہیں ہو گا۔ وہ ناجائز مال ان دونوں لڑکوں کی ناجائز کمائی ہے۔ اور عمرے کیلئے والد نے جو روپیہ رکھا تھا وہ بھی سب وارثوں کا تھا، بہن کو عمرے کیلئے اس روپے سے سب وارثوں کی

اجازت سے بھیجا گیا تو یہ جائز تھا۔ اور اگر بعض کی اجازت سے بھیجا اور بعض کی اجازت نہیں لی گئی تو جن لوگوں سے اجازت نہیں لی گئی ان کے حصے کے روپے اجازت دینے والے وارث ادا کریں گے۔

## وراثت میں وقف اور وصیت کا فرق

الاستفتاء:

جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

چند مسائل آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ شرعی طور پر ان کا جواب مطلوب ہے۔  
میرے بہوئی (محبوب احمد مرحوم) عرصہ دراز سے کراچی میں مقیم تھے لیکن رشتہ داروں سے بہت کم ملنا جلتا تھا اور انہوں نے پوری زندگی مست ملنگ گزار دی۔ بیوی ان کی بہت عرصہ پہلے ہی انتقال کر چکی تھیں۔ بچے وغیرہ بھی نہیں تھے۔ میرے علاوہ پاکستان میں مرحوم کا کوئی سگا رشتہ دار نہیں تھا۔ ہاں ان کے دو بھائی ہندوستان میں رہتے تھے۔ محمد یعقوب جو کہ مرحوم کے سگے بھائی ہیں دوسرے محمد ابراہیم جو کہ مرحوم کے باپ شریک بھائی ہیں۔ مرحوم اپنے سوتیلے بھائی سے ہی دلچسپی رکھتے تھے۔ اور ان ہی سے ©ت بھی اچھے تھے۔  
انتقال سے کچھ عرصہ پہلے مرحوم نے مجھے اپنی جائیداد کا نگران بنایا اور وصیت نامہ بھی تحریر کیا (جو کہ میرے پاس موجود ہے) وصیت نامہ یہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے سالے حبیب الرحمن کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ میری جائیداد میرے بھائی محمد ابراہیم تک پہنچا دے۔ کچھ عرصہ بعد میں حج پر جانے لگا تو میں نے مرحوم سے کہہ دیا کہ وصیت نامہ سے میں اپنی ذمہ داری ختم کرتا ہوں۔

اسکے بعد ہمیں پتا نہیں چلا کہ انہوں نے کیا انتظام کیا بہر حال مئی ۱۹۸۵ء جب انکا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے محلے میں بھی یہی مشہور کیا ہوا تھا کہ ان کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے بلکہ وہ تنہا ہیں اور بعد میں پتا چلا کہ انہوں نے اپنے مکان کی فائل رفاہی ادارے عبدالستار ایدھی ٹرسٹ کو دے دی تھی اور تحریر لکھا تھا کہ میرا کوئی رشتہ دار وغیرہ نہیں ہے۔ بہر حال اس عرصہ میں مرحوم کے بھائی ابراہیم بھی پاکستان آئے۔ اور میں انہیں لے کر ایدھی صاحب کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ میں مرحوم کا رشتہ دار ہوں اور یہ مرحوم کے بھائی ہیں تو ایدھی

صاحب نے کہا کہ مرحوم نے تو وصیت نامہ میں یہ لکھا ہے کہ ان کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔ ہم نے کہا کہ انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا تھا اور اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ مکان مرحوم کے بھائی کو مل جائے۔ جب ایدھی صاحب کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے مکان کی فائل ہمیں دے دی۔ اس مکان میں محمد رفیق نامی ایک شخص رہتا ہے۔ اب محمد ابراہیم نے تحریری طور پر لکھ کر دیا ہے کہ محمد رفیق یہ مکان اپنے نام پر ٹرانسفر کرالے اور پھر بیچ کر دونوں ہندوستان والے بھائیوں کو، محمد رفیق کو اور ایدھی ٹرسٹ کو حصہ دار بنایا جائے اور رقم تقسیم کی جائے۔

لہذا اب آپ بتائیں کہ مکان ایدھی کو دیا جائے؟ یا اسے فروخت کر کے مندرجہ بالا تحریر کردہ

صورتحال کے مطابق رقم تقسیم کر دی جائے نیز یہ بھی بتائیں کہ رقم کی تقسیم کا عمل کس تناسب سے کیا جائے؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مرحوم کی بینک میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ کی رقم موجود ہے اس رقم کو کس طرح

تقسیم کیا جائے؟ مرحوم نے اس کے بارے میں کوئی واضح وصیت وغیرہ تحریر نہیں کی ہے۔ لہذا آپ سے گزارش

ہے کہ آپ میری رہنمائی فرمائیں کیونکہ پاکستان میں ایک طرح سے میں بھی ان کا وارث یا ان کی دیکھ بھال کرنے والا

تھا۔ اب میں پریشان ہوں کہ مرحوم کی وصیت کے مطابق عمل کیا جائے یا مرحوم کے بھائیوں کو ان کا حق پہنچایا جائے

۔ امید ہے کہ آپ اس مشکل وقت میں میری رہنمائی فرما کر تاحیات شکر یہ کا موقع بخشیں۔

سائل: حبیب الرحمن، لیاقت آباد، کراچی

## مفتی اسلام

الجواب:

ایدھی ٹرسٹ کے نام محبوب احمد مرحوم نے جو اسٹامپ لکھا ہے، اس کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے

کہ یہ وقف نہیں ہے بلکہ وصیت ہے اور وصیت کا حکم یہ ہے کہ ایک تہائی ترکہ میں نافذ ہوتی ہے، اس سے زیادہ میں

نہیں۔ لہذا جب نصف مکان کی وصیت ایدھی ٹرسٹ کیلئے کی ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے۔ اور مرحوم کا ڈیڑھ

لاکھ روپیہ بھی ہے۔ لہذا مکان کی کل قیمت کا اندازہ کیا جائے اور اس قیمت کو ڈیڑھ لاکھ روپے کے ساتھ ملا کر دیکھا

جائے گا کہ نصف مکان کی قیمت اگر مجموعہ کے تہائی حصے کے برابر ہو یا اس سے کم تو یہ وصیت صحیح مانی جائے گی۔ اور

اگر تہائی سے زیادہ ہو تو جتنی مقدار زیادہ ہے اس میں وصیت نافذ نہیں ہوگی۔ اگر مرحوم کا ساگا بھائی جو وارث ہے، اس

زائد حصے کی وصیت کو جائز کر دے گا تو یہ وصیت جائز ہو جائے گی۔ وصیت کرنے والے نے وصیت کر دی اور ایدھی

نے جب کاغذات لے لئے تھے تو یہی وصیت کا قبول کرنا تھا لہذا وصیت صحیح ہو گئی۔ وصیت ایدھی ہسپتال اور ان کے

رفاہی کاموں کیلئے ہے، ایدھی صاحب کو یہ حق نہیں کہ وہ اس وصیت کو قبول کرنے سے انکار کریں۔ بہر حال اس وصیت پر عمل کیا جائے گا۔

سائل کے بیان اور کاغذات دیکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ ایک مکان بھی اس وصیت کرنے والے محبوب احمد کی ملکیت تھا اس کا وصیت نامہ مرحوم نے اپنے باپ شریک بھائی ابراہیم کے نام لکھا تھا مگر اس مکان کو بیچ دیا گیا۔ وصیت کرنے والا اپنی وصیت سے رجوع کر سکتا ہے۔ لہذا یہ وصیت سے رجوع ہو گیا اور وہ وصیت ختم ہو گئی۔ اور یہ نصف مکان جس کی وصیت ایدھی کیلئے کی ہے، بعد کو خرید ہے۔ لہذا اس مکان کا پہلے والی وصیت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور ابراہیم محبوب مرحوم کے وارث بھی نہیں ہیں۔ ایدھی صاحب کیلئے وصیت کئے گئے مکان کا کچھ حصہ اگر تہائی سے زیادہ ہوتا ہے تو وہ زائد حصہ اور نقد روپے مرحوم کے ماں باپ میں شریک بھائی محمد یعقوب کو ملیں گے۔ اور ابراہیم کو کچھ نہیں ملے گا۔ مکان میں جو شخص رہتا ہے اس کو فوراً مکان خالی کر کے حقداروں کو دیدینا لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## تقسیم وراثت میں ہبہ اور وصیت کا حکم

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
مسلمی حاجی قادر بخش مرحوم جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ از قسم اراضی زرعی دو کانات وغیرہ کے مالک تھے۔ مرحوم کے تین بیٹے ہیں۔ جو شادی اور صاحب اولاد ہیں پوتوں میں سے ایک پوتے محمد انیس کی والدہ کا انتقال ہو گیا اس نے دادی کی گود میں پرورش پائی اور حاجی صاحب مرحوم نے اسے اپنا بیٹا بنا لیا۔

(۲) حاجی قادر بخش کا انتقال حال ہی میں چند روز قبل ہوا ہے، انہوں نے وفات سے تقریباً ایک سال پہلے ایک تحریر بعنوان وصیت نامہ لکھ دی، جس کی فوٹو اسٹیٹ کا پی حاضر ہے۔

(۳) مرحوم نے زرعی اراضی ۲۱۰ بیگھے میں سے ۱۸۰ بیگھے اپنے تین بیٹوں میں تقسیم کر دی تھی اور باقی

ماندہ ۳۰ گجے بھی فروخت کر کے رقم خود لے لی تھی۔

(۴) مرحوم نے تین مکانات بھی اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیئے۔ ایک مکان اپنی بیویوں اور پوتے محمد انیس کیلئے رکھا۔

(۵) مرحوم کی ملکیت میں ایک سفید عمارت واقعہ بالمقابل بلد یہ احمد پور بھی شامل تھی، جسکے تین حصے مرحوم کے بیٹے محمد اکبر کے تھے اور ایک حصہ مرحوم کا تھا۔ اس کے بارے میں مرحوم نے لکھا کہ میں نے اپنا حصہ ۱۹۵۶ء میں محمد انیس کو دیدیا تھا۔

(۶) مرحوم کی ملکیت میں دو مکان رحیم یار خان میں بھی تھے۔

(۷) گھر کے تمام اثاثے اور نقد رقم کی تحریر بھی موجود ہے۔

مذکورہ بالا پوری تحریر کی نقل جناب کی خدمت میں پیش ہے، مرحوم نے جو کچھ اپنے پوتے محمد انیس کو دیا یادینے کیلئے لکھ کر گئے ہیں، وہ محمد انیس کو ملے گا یا اس میں وراثت جاری ہوگی۔ شرعی حکم سے آگاہ فرمایا جائے۔

سائل: یوسف مرزا، گولی مار، کراچی

### الجواب:

مرحوم حاجی قادر بخش صاحب نے طویل وصیت نامہ لکھا ہے نہ اس کا کوئی گواہ ہے نہ وہ تحریر رجسٹرڈ ہے۔ لہذا ان کے وارثاء اگر اس وصیت نامہ کو درست تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی یہ ان کا تحریر کردہ ہے، تو اس کا حکم یہ ہے کہ جن چیزوں کے متعلق انہوں نے یہ لکھا کہ میں نے اپنے پوتے انیس کو زبانی یہ چیزیں دے دیں تو وہ حصہ ہے۔ اور حصہ کی شرط یہ ہے کہ دینے کے بعد قبضہ بھی دے دیا جائے اور مشترک چیز میں سے اپنا حصہ علیحدہ معین کر کے حصہ کیا جائے۔ لہذا انہوں نے جو مشترکہ زمین میں سے اپنا حصہ جو چوتھائی تھا، انیس کو دینے کیلئے لکھا، یہ حصہ باطل ہے۔ اور دوسری چیزیں جن کو زبانی دینے کے متعلق لکھا ان پر اگر قبضہ دیدیا تھا تو یہ حصہ صحیح ہو گیا تھا اور اگر قبضہ نہیں دیا تھا تو یہ حصہ بھی باطل ہو گیا تھا۔

یہ حکم ان چیزوں کا ہے، جن کے متعلق انہوں نے لکھا کہ میں نے اپنے پوتے کو زبانی دے دیں، تو جب حصہ باطل ہو گیا تو وہ وارثوں میں ان کے حصہ کے مطابق تقسیم ہو جائے گا اور جن چیزوں کے متعلق یہ لکھا کہ میرے مرنے کے بعد میرے پوتے انیس کو دے دینا یہ وصیت ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ مرحوم اپنی زندگی میں جن



کو جو دے چکے تو وہ ترکہ سے خارج ہو گیا اس کے علاوہ مرحوم کے انتقال کے وقت انکی ملکیت میں جو زمین جائیداد وغیرہ تھی اور وہ زمین جس کا ہیہ باطل تھا یہ سب ترکہ ہے۔ کل ترکہ میں سے ایک تہائی حصہ تک کی وصیت پوتے کیلئے کر سکتے تھے۔ لہذا پوتے کیلئے جو وصیت کی ہے اگر اس کی قیمت کل ترکہ کی ایک تہائی یا اس سے کم ہے تو اس پر عمل کیا جائے گا اور پوتے کو وصیت کے مطابق وہ مال مل جائے گا۔ اور اگر ایک تہائی سے زیادہ ہے تو بقدر ایک تہائی کے اس کو دے دیا جائے گا اور بقیہ زیادہ ہو گا وہ وارثوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ اگر وارث چاہیں تو ایک تہائی سے زیادہ جو حصہ ہے وہ حصہ دے سکتے ہیں ورنہ انہیں اس میں کوئی حق نہیں ہے۔

## وقف کیلئے کی گئی وصیت کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک خاتون نے چار سونے کے کڑے یا اس کی مالیت مسجد میں دینے کا کہا اور پھر وہ انتقال کر گئی۔ اب یہ بتائیں کہ یہ پیسے یا کڑے اس کی بھانجی کی شادی میں لگائے جاسکتے ہیں یا ان کڑوں کی مالیت سے کسی عالم دین کو فقہ کی کتابیں یا قرآن کریم خرید کر دینا جائز ہے یا نہیں؟ یا ان کڑوں کی مالیت یا پیسے بالکل کسی کو بھی نہ دیں اور اپنے ہی مصرف میں رکھ لیں۔ از روئے شرع جواب سے نوازیں۔

الجواب :

صورت مسئلہ میں یہ دیکھا جائے گا کہ مرنے والی کا کل ترکہ ان کڑوں کے ساتھ ملا کر کتنا ہے اگر یہ چار کڑے کل ترکے کا ایک تہائی یا اس سے کم ہیں تو ان کو وصیت کے مطابق مسجد میں ہی دینا واجب ہے۔ کسی دوسرے کام میں خرچ نہیں کر سکتے۔ اور ایک تہائی سے زیادہ ہیں تو بقیہ ایک تہائی سے زیادہ ہے، وہ وارثوں کا ہے اور ایک تہائی میں بقیہ کڑے ہوں گے وہ مسجد میں دیئے جائیں گے۔

## مکان کی پرانی اور نئی قیمت سے ترکہ پانے کا حکم

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

بعد سلام گزارش ہے کہ ہم چھ بھائی اپنی والدہ کے ساتھ ایک گھر میں رہتے ہیں۔ تین بہنیں ہیں جن کی شادیاں ہو چکی ہیں وہ اپنے گھروں میں رہتی ہیں۔ ہمارے والد صاحب کی ملکیت ہے، والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے۔ موجودہ مکان سب کیلئے ناکافی ہے۔ بھائیوں نے از سر نو تعمیر کا فیصلہ کیا تو بہنوں نے اپنا حصہ مانگا۔ اور طویل عرصہ بعد بات چیت طے ہوئی کہ بھائی بہنوں کو حصے کی رقم ادا کریں گے۔ لیکن بھائیوں کے پاس ابھی تو رقم نہیں ہے، ارادہ ہے کہ مکان اور نیچے دوکانیں بنا کر انھیں فروخت کیا جائے گا اور پھر بہنوں کا حصہ شریعت کے حکم کے مطابق ادا کریں گے۔ لیکن نئی عمارت میں بھائیوں نے تقریباً دس لاکھ روپیہ ادھار کر کے اپنی طرف سے لگایا۔ بہنوں کا مطالبہ یہ ہے کہ نئی عمارت کی موجودہ قیمت کے حساب سے ہمیں ترکہ ملنا چاہیے۔

سوال یہ ہے کہ بہنوں کو پرانے والد کے بنائے ہوئے مکان کی قیمت میں سے حصہ ملے گا یا نئی عمارت کی

موجودہ قیمت سے؟

سائل: سید محمد امین قادری، میٹھادر، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

اگر واقعی اس وقت پرانے مکان کی قیمت طے کر کے ترکہ تقسیم کرنا سب نے تسلیم کیا تھا، تو اسی کو تقسیم کیا جائے گا۔ اگر اس کی تعمیر میں لڑکوں نے جو روپیہ خرچ کیا وہ والد کی کمائی کا تھا تو مکان کی موجود قیمت لگائی جائیگی اور اس رقم میں بھی ترکہ دیا جائیگا۔ اور اگر والد کی کمائی کا روپیہ نہیں تھا تو اس کی تفصیل بتانے کے بعد حکم بتایا جائیگا۔

## کسی کے پلاٹ پر قبضہ رکھ کر وراثت پانے کا حکم

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

گزارش عرض یہ ہے کہ ایک کمرشل پلاٹ خرید گیا، جو کہ مرحوم عبدالعزیز کے نام تھا لیکن پلاٹ پر قبضہ محبوب احمد کا تھا۔ جب عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا تو پلاٹ کی فائل محبوب احمد کے پاس لائی گئی اور اس سے کہا گیا یہ پلاٹ مرحوم عبدالعزیز کی بیوی کے نام کر دو۔ جس پر محبوب احمد نے کہا کہ اس پلاٹ پر عمارت میری لاگت سے بنوائی ہوئی ہے۔ لہذا جب تک میں زندہ رہوں گا اس پلاٹ و مکان کا کرایہ میں لیتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے بعد میرا کوئی عزیز کرائے کا مطالبہ نہیں کر سکے گا۔ اور اس کی مالکہ عبدالعزیز کی بیوی ہوگی۔ صورت مسئلہ میں آپ ارشاد فرمائیے کہ کیا محبوب احمد کو اس قسم کی کوئی شرط عائد کرنا یا اس پلاٹ میں شرعاً اس کا کوئی حصہ ہے؟

سائل: دلاور خان، سکندریہ، سرحد

مفتی اسلام

الجواب:

یہ پلاٹ عبدالعزیز کی ملکیت تھا، اس پر عمارت محبوب احمد نے بنوائی اور خود یہ کہہ دیا کہ ”اپنی زندگی میں اس کا کرایہ میں وصول کروں گا، اس کے مرنے کے بعد عبدالعزیز کی بیوی مالک ہو جائیگی۔“ محبوب کا یہ کہنا بالکل لغو اور باطل ہے۔ اس لئے کہ وہ پلاٹ کا مالک نہیں ہے۔ اس نے عبدالعزیز کی بیوی کے نام یہ پلاٹ منتقل کیا، یہ جعل سازی ہے۔ اور ورثہ کی حق تلفی ہے۔ لہذا یہ سب باطل ہے۔ اس میں محبوب کا کوئی حصہ نہیں۔ بلکہ یہ پلاٹ مع عمارت کے تمام عبدالعزیز کے وارثوں کا ہے۔

## تقسیم وراثت کی مختلف صورتوں کا بیان

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
محمد ناصر قریشی کا انتقال ہوا۔ مرحوم نے اپنے ورثاء میں ایک بیوی، تین لڑکیاں اور دو بھائی وارث  
چھوڑے ہیں۔ مرحوم کا ترکہ از روئے شرع کس طرح تقسیم ہوگا۔  
سائل: محمد قاسم قریشی، نزد سندھ مدرسۃ الاسلام

الجواب:

$$\text{المسئلہ } ۱۳۴ = ۶ \times ۲۲$$

میت ----- محمد ناصر

بیوی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	بھائی	بھائی
$\frac{۳}{۱۸}$	$\frac{۱۶}{۳۲}$	$\frac{۱۶}{۳۲}$	$\frac{۱۶}{۳۲}$	$\frac{۵}{۱۵}$	$\frac{۵}{۱۵}$

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل و انحصار و رثاء فی الذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث ترکہ محمد ناصر قریشی (مرحوم) ایک سو چوالیس سهام پر منقسم ہو کر اٹھارہ زوجہ کو اور ہر لڑکی کو تیس اور ہر بھائی کو پندرہ پندرہ سهام ملیں گے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

زید نے دو شادیاں کیں اور ان دونوں سے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ پہلی بیوی سے دو لڑکے اور ایک لڑکی اور دوسری سے تین لڑکے اور ایک لڑکی۔ پہلی بیوی کا انتقال شوہر کی حیات میں ہو گیا تھا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے ترکہ میں سے کس کس کو کتنا کتنا حصہ ملے گا۔

سائل: محمد شوکت علی، پاکستان کوآرٹز گارڈن ویسٹ، کراچی

الجواب:

مفتی اسلام

$$\text{المسئلہ } ۹۶ = ۱۲ \times ۸$$

WWW.NAFSEISLAM.COM

زید	میت					
	بیٹہ	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی
	۷	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
						۷
						۷

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل و انحصار و رثاء فی الذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث ترکہ زید چھیانوے سهام پر منقسم ہو کر بارہ سهام بیٹہ کو چودہ چودہ سهام لڑکے کو اور سات سهام ہر لڑکی کو ملیں گے۔

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

میری بہن بدر النساء کا انتقال ہوا، مرحومہ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ مرحومہ نے ایک مکان جو کہ پیر کالونی میں واقع ہے، ترکہ میں چھوڑا۔ پس ماندگان میں علاوہ میرے تین بھتیجے بھی ہیں جبکہ ان کے والد کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ ورنہ بالا تفصیل کی روشنی میں وراثت کے احکام سے مطلع فرمائیں۔ آپ کی مہربانی ہوگی۔

دعا گو: اقبال النساء، پیر کالونی، کراچی

الجواب:

مرحومہ کا کل ترکہ مکان وغیرہ جو کچھ بھی ہے اس کا نصف حصہ بہن (سائلہ) کو ملے گا اور نصف حصہ تینوں بھتیجوں پر برابر تقسیم ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

تقسیم وراثت کی صورتیں اور اصول

نافس اسلام

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب! السلام علیکم

WWW.NAFSEISLAM.COM

بعد سلام گزارش یہ ہے کہ وراثت کے بارے میں ہمیں کچھ شرعی معلومات درکار ہیں۔ ازراہ کرم آپ شرعی احکامات کی روشنی میں ہمارے حسب ذیل مسائل کے جوابات دیکر ہماری رہنمائی فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

ہم کل نو بھائی تھے اور ہماری کوئی بہن نہیں ہے۔ ہمارے والد محترم کا ۱۹۷۰ء میں انتقال ہو گیا تھا۔ اور والدہ محترمہ کا ۱۹۷۱ء میں۔ اسکے بعد ہمارے ایک بھائی کا انتقال ۱۹۷۶ء میں ہو گیا۔ ہمارے والد اور والدہ کے نام پر ایک ایک نجی مکانات ہیں جو کافی بڑے بیگے نما ہیں۔ ہماری دوکانیں اور فیکٹری بھی ہے، جو ہمارے والد، چچا، تایا اور

دوا کی شراکت میں چل رہی تھیں۔ مگر والد محترم اور والدہ محترمہ کے انتقال کے بعد چھوٹے بھائیوں نے ۱۹۷۵ء میں ہمارا کاروبار بند کروادیا۔ جب سے اب تک ہمارا کاروبار بند ہے۔ دونوں مکانات میں سے ایک مکان ہمارے بڑے بھائی کے قبضے میں ہے۔ اور دوسرا چھوٹے بھائیوں کے قبضے میں۔ دوکانیں اور فیکٹریاں بند پڑی ہوئی ہیں جن کی دیکھ بھال میں اور میرا بڑا بھائی کر رہے ہیں۔

والد صاحب نے اپنی زندگی میں مجھے اور میرے ایک چھوٹے بھائی کو مکان کی خریداری کیلئے کچھ رقم دی تھی۔ چنانچہ ہم دونوں بھائی الگ الگ پگڑی والا کرائے کا فلیٹ لے کر رہتے تھے۔ والد محترم کے انتقال کے بعد ایک بڑی رقم میرے سے چھوٹے سب بھائیوں نے اپنے قبضے میں کر لی کیونکہ وہ والد صاحب کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ مکان بھی انہوں نے اپنے قبضے میں کر لیا اور دو موٹر گاڑیاں، سب چیزوں پر اپنا قبضہ جما کر اپنی نجی ملکیت کی طرح آج تک استعمال کر رہے ہیں۔ والد محترم کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد میں نے اپنے سب بھائیوں سے کہا کہ میں نے جو مکان لے رکھا ہے، وہ میری فیملی کے لحاظ سے بہت چھوٹا ہے۔ لہذا مجھے میرے حصے میں سے یعنی میرے کھاتے میں لکھ کر تھوڑی اور رقم دی جائے، جس سے بڑا مکان لے سکوں۔ لیکن بھائیوں نے صاف انکار کر دیا۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ ایسا کریں کہ ایک اور مکان ہم سب باہمی طور پر اپنے نام خریدیں جس میں میں اور وہ چھوٹا بھائی جو میری ہی طرح پگڑی والے مکان میں رہتا تھا دونوں اس میں رہیں جیسے تم سب ہمارے والد اور والدہ کے نجی ہنگاموں میں رہتے ہو اور ذاتی ملکیت کے طور پر انھیں استعمال کر رہے ہو۔ اور ہماری مشترکہ گاڑیاں وغیرہ بھی مکمل طور پر تم لوگوں کے ذاتی تصرف میں ہیں۔ لیکن میرے بھائیوں نے میری مجبوری اور ضرورت کو کوئی اہمیت نہیں دی اور مجھے مکان کیلئے ایک پائی بھی دینے سے صاف انکار کر دیا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

والد محترم کے انتقال کے بعد بھائیوں کی نیت اور ارادے بھانپ کر اپنے والد والی دوکان جس پر وہ کاروبار کیا کرتے تھے میں بھی اس کی حصہ داری میں تھا اور وہیں اپنے والد کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا، میں نے وہاں کا کاروبار سنبھال لیا، جو ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۵ء تک کرتا رہا اور اسی کی بدولت میرے پاس بھی کچھ رقم اکٹھی ہو گئی، جس سے میں نے اپنے رہنے کیلئے دو چھوٹے فلیٹ پگڑی پر لے لئے۔ پہلا والا مکان جس میں میں رہتا تھا، وہ میں نے بیچ دیا اور اس کی پگڑی کی جو رقم آئی تھی، اس میں کچھ اور رقم ملا کر میں نے یہ دوسرے فلیٹ اپنی اور اپنے بچوں کی رہائش کیلئے خریدے۔ کافی عرصہ بعد میں نے بچوں کی شادیاں کیں اور کیونکہ میرے ماشاء اللہ چار لڑکے شادی شدہ ہیں جس کی وجہ سے میرے لئے رہائش کی جگہ پھر تنگ ہو گئی۔ چنانچہ میرے دو بچے جو بینک میں آفیسر کی پوسٹ پر کام کرتے ہیں

اور جنہیں انکے پیسے سے مکان کیلئے قرضہ ملا، اس میں تھوڑی رقم میں نے دی اور چھوٹے چھوٹے دو کمروں پر مشتمل فلیٹ دونوں کیلئے اور میری بیوی کو اسکے والد کے ورثہ میں کچھ رقم ملی تھی، اس میں بھی میں نے کچھ رقم ملا کر تیسرے لڑکے کیلئے بھی فلیٹ لے لیا۔ اب ایک لڑکا میرے ساتھ رہتا ہے یہاں پر میں آپ کو یہ بتاتا چلوں کہ میرے بڑے بھائی نے بھی اپنی بیٹی اور بیٹوں کی شادیاں کر دی ہیں اور میرا وہ بھائی جو پگڑی والے مکان میں رہتا تھا، اب بھی وہیں رہتا ہے اور وہ تین بھائی جو والد والے مکان میں انکے ساتھ رہتے تھے وہ بھی وہاں سے لڑجھگڑ کر اپنے لئے خاصی رقم سے پگڑی والے دو فلیٹ لے کر وہاں منتقل ہو گئے۔ اور اب اس والد والے مکان میں (جو بہت بڑا ہے) اس کے آدھے حصے میں صرف دو بھائی رہتے ہیں اور بقیہ حصے کا قبضہ اب بھی ان تین چھوٹے بھائیوں کے پاس ہے اور اس حصے میں انہوں نے اپنا کافی سامان رکھ چھوڑا ہے اور اپنے تالے لگا رکھے ہیں۔

محترم مفتی صاحب! تمام پس منظر آپ کے سامنے پیش کرنے کے بعد آپ سے یہ درخواست ہے کہ آپ یہ فرمائیں کہ:

(۱) ورثہ کی حصہ داری میں میری جانب جو حساب ہے اس میں میرے پاس جو رقم ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۵ء تک اکٹھی ہوئی تھی، وہ دینی ہے یا اس میں مکان وغیرہ کا حساب کتاب ہوگا جو گزرے ہوئے ناؤ (کھاتے) لکھ کر اپنی اور اپنے بچوں کی رہائش کیلئے لیا تھا، علاوہ ازیں بچوں کی شادی میں زیور اور دیگر اشیاء دی تھیں اور سامان جو استعمال کیلئے تھا، اس کیلئے کیا حکم ہے؟

(۲) میرے والدین کی موجودگی میں ہم چھ بھائیوں کی شادیاں ہوئی تھیں، جس میں والدین نے ہمیں کپڑے زیور شادی میں بطور بخشش کے دیئے تھے۔ کیا وہ زیورات وغیرہ سب سے واپس لے کر پھر سے والد اور والدہ کے چھوٹے ہوئے ترکہ میں شامل کر دیئے جائیں گے؟

(۳) میرے تین بھائیوں کی جو شادیاں ابھی تک نہیں ہوئی ہیں اور ان میں سب سے چھوٹا بھی تقریباً اس وقت چالیس سال کا ہے۔ کیا ان کی شادیوں کیلئے اخراجات اور زیور نکال کر ہوارہ ہو گیا نہیں؟

(۴) ہم بھائیوں کا آپس میں ایک زبانی معاہدہ ہوا تھا کہ ہم دو بڑے بھائی ہیں اور میرا بڑا بھائی جو ہمارے کاروبار کی نگرانی اور تمام اثاثوں کی نگرانی اور مینجمنٹ سنبھال رہے تھے اس کے معاوضے کے طور پر ایک طے شدہ رقم ہم دونوں بھائی اضافی طور پر لے سکتے ہیں۔ کیا یہ رقم ہم گزارے کیلئے لی جانیوالی رقم تک لے سکتے ہیں یا ورثے کے ہوارے تک۔ یہاں یہ بتادینا ضروری ہے کہ اب بھی تمام ملکیت یعنی کہ دوکانوں، فیکٹری اور پلاٹ وغیرہ



کی گمرانی ہم دونوں کر رہے ہیں۔ چھوٹے بھائی نہ تو کبھی دوکان پر آتے ہیں اور نہ ہی انھوں نے کوئی کام کیا ہے اور تمام ملکیت کے بھیزے ہمیں ہی سلجھانے پڑتے ہیں۔

(۵) ہمارے مکانوں، گاڑیوں اور دیگر اثاثوں کے ٹیکس اور دیگر اخراجات سب بھائیوں کی جانب سے دیئے گئے ہیں۔ کیا کرائے والے مکانوں کا کرایہ اور دیگر اخراجات سب بھائیوں کی جانب سے شمار ہوں گے؟

مکانوں کا کرایہ اور دیگر اخراجات اسی طرح ہمارے کے وقت ہم لے سکتے ہیں یا نہیں؟

براہ کرم مندرجہ بالا مسائل کا شرعی حل بتا کر ہماری صحیح رہنمائی فرمائیں۔ بہت بہت شکریہ

آپ کی دعاؤں کا طالب: حاجی طاہر محمد

الجواب:

المسئلہ ۳۶۰ = ۴۰ × ۹

پیتا	پیتا	پیتا	پیتا	پیتا	پیتا	پیتا	پیتا	پیتا
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰

المسئلہ ۴۰ = ۵ × ۸

بینھما داخل

بیٹی	بیٹی	بیٹی	پیتا	بیٹی
۷	۷	۷	۱۴	۱
۷	۷	۷	۱۴	۵

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صدق سائل وانحصار ورثہ فی الذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث حسب شرائط فرائض مرحوم کا تمام ترکہ تین سو ساٹھ سو ساٹھ پر منقسم ہوگا، ان میں سے چالیس چالیس حصے ہر ایک بیٹے کو اور

پانچ حصے مرحوم بیٹے کی بیوی کو چودہ حصے مرحوم بیٹے کے بیٹے کو اور سات سات حصے اس کی بیٹیوں کو ملیں گے۔ زندگی میں باپ اپنے بیٹوں یا بیٹیوں وغیرہ کی شادی پر جو خرچ کر دے یا گپڑی پر بیٹوں کو مکان دلوادے، اس کا حساب ترکہ میں نہیں کیا جائے گا۔ ترکہ اس مال میں تقسیم ہوتا ہے جو مرنے کے بعد مورث کی ملکیت میں ہوتا ہے۔ گپڑی کا مکان ملکیت میں نہیں ہوتا۔ کرایہ کا ہوتا ہے، اس میں بھی ترکہ تقسیم نہیں ہوگا۔

باپ کی زندگی میں جو کاروبار تھا، اس میں جو لڑکے بھی باپ کے ساتھ کام کرتے تھے وہ مال میں شریک نہیں ہیں۔ تمام مال باپ کی ملکیت میں ہوتا ہے اور باپ کے انتقال کے بعد بھی وہ سب وارثوں کا مال ہے، اس میں جتنا اضافہ ہو گا وہ وارثوں کا ہوگا۔ اگرچہ کاروبار کو سب لڑکوں نے نہ چلایا ہو بلکہ صرف بعض لڑکے اس کو چلاتے ہوں۔ اس میں سے باپ کے انتقال کے بعد جن لوگوں نے جو کچھ خرچ کیا ہو، ان کے حصے سے کاٹا جائے گا۔ باپ نے اپنی زندگی میں جن لڑکوں کی شادی کر دی تھی، اس میں جو کچھ خرچ ہوا تھا وہ اس کی بخشش تھی۔ اس کا مطالبہ کوئی وارث نہیں کر سکتا۔

والد کے انتقال کے بعد جن دو بھائیوں نے اس مشترکہ مال میں سے اپنے لئے تنخواہ مقرر کی تھی۔ اگر سب وارثوں کی اجازت سے کی تھی تو سب کے حصے میں چلی گئی اگر صرف دو بھائیوں نے دوسرے بھائیوں کی بغیر اجازت تنخواہ مقرر کر لی تھی تو یہ ان کے حصے سے کاٹی جائے گی۔ جن بھائیوں نے والد کے انتقال کے بعد اپنی لڑکیوں کی شادی پر روپیہ خرچ کیا، وہ انکے حصے سے کاٹا جائے گا۔ جن لڑکوں کی شادی نہیں ہوئی ہے، وہ اپنے حصے میں سے خرچ کر کے شادی کریں گے اور جس لڑکے نے دوبارہ اسی دوکان میں کاروبار شروع کیا، جس میں والد کاروبار کرتے تھے اور والد کے روپے سے کیا، وہ بھی سب ورثاء کا مانا جائے گا۔ اس میں سے جتنا روپیہ لیکر اپنے نام سے مکان وغیرہ خرید اتھا، وہ مکان انکی ملکیت ہو گیا وہ ترکہ میں تقسیم نہیں ہوگا۔ مگر جتنا روپیہ لیا تھا وہ روپیہ ترکہ میں شمار کیا جائے گا۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین المعروف علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے رد المحتار فی شرح در المختار میں لکھا:

يقع كثيراً في الفلاحين ونحوهم ان احدهم يموت فتنقوم اولاده على تركته بلا قسمة ويعملون فيها من حرث وزراعة وبيع وشراء واستدانة ونحو ذلك وتارة يكون كبيرهم هو الذي يتولى مهماتهم ويعملون عنده بامرهم وكل ذلك على وجه الاطلاق

کاشتکاروں اور ان ہی جیسے دیگر لوگوں میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو انکی اولاد

بغیر تقسیم کے ترکہ پر قابض ہو جاتی ہے اور وہ اس زمین میں کھیتی باڑی کرنے لگتے ہیں اور خرید و فروخت اور قرض وغیرہ کا لینا اور اسی جیسی اور باتیں۔ اور کبھی مرحوم کا بڑا بیٹا ان تمام کاموں کی نگرانی کرتا ہے اور چھوٹے اس کے کمنے کے مطابق چلتے ہیں اور یہ سب مشروط کئے بغیر ہوتا ہے۔

اسکے بعد لکھا:

يكون ما جمعه مشتركاً بينهم بالسوية وان اختلفوا في العمل والرأى كثرة  
وصواباً كما افتي به في الخيرية وما اشتراه احدهم لنفسه يكون له ويضمن حصة  
شركائه من ثمنه اذا دفعه من المال المشترك

(جلد ۳) کتاب الشركة، مطلب فی ما يقع كثيراً فی الفلاحین، صفحہ: ۳۷۰، مکتبہ

رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی جو انھوں نے جمع کیا ہے تمام شرکاء کے درمیان برابری کی بنیاد پر تقسیم ہو جائے گا اگرچہ کسی کا کام تھوڑا ہو یا زیادہ۔ جیسا کہ فتاویٰ خیر یہ میں ہے اور ان میں سے اگر کسی نے اپنی ذات کیلئے کچھ خرید تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر اس نے مال مشترک سے قیمت دے کر اس چیز کو خرید اتھا تو اتنی رقم کا وہ ضامن ہو گا۔

الاستفتاء:

عرض خدمت ہے کہ والد صاحب کا انتقال ۳۴ سال پہلے ہو چکا ہے اور والدہ صاحبہ کا انتقال ۳ سال پہلے ہوا ہے۔ والد کے ورثاء میں ایک بیوہ، ۸ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹی کا تقریباً ۱۵ سال پہلے انتقال ہو چکا ہے۔ مرحومہ کا شوہر عبدالعزیز، ۲ لڑکے قطب الدین اور رکن الدین اور چار لڑکیاں زینب، خورشیدہ، صوفیہ اور آمنہ بقید حیات ہیں۔

(الف) والد یا والدہ نے کسی اولاد کو اپنی حیات میں کوئی رقم یا کوئی چیز دے دی ہے، تو اسکے متعلق کیا حکم ہے؟  
(ب) والدہ اپنی حیات میں بار بار کہا کرتی تھیں کہ ”میرے پاس تھوڑا سا سامان اور رقم ہے میری موت کے بعد میرے لڑکے محمد شفیع جس نے میری خدمت اور دیکھ بھال کی ہے“ اس کیلئے ہے۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟ برائے کرم آپ ہمیں شریعت کے حکم سے نوازیں۔

سائل: سید مصطفیٰ قادری

الجواب:

$$\text{المسئلہ } 19 \times 8 = 13 \times 152 = 18 \times 1942 = 35568$$

میت ----- زید

پہلے	پہلے	پہلے	پہلے	پہلے	پہلے	پہلے	پہلے	پہلے
۱	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳
۱۸۲	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۲
۲۲۷۶	۲۲۷۶	۲۲۷۶	۲۲۷۶	۲۲۷۶	۲۲۷۶	۲۲۷۶	۲۲۷۶	۲۲۷۶

Nafse Islam

بیٹی	بیٹی	بیٹی
۷	۷	۷
۹۱	۹۱	۹۱
۱۹۳۸	۱۹۳۸	۳۲۷۶

$$\text{المسئلہ } 12 \quad \text{تقول لی ثلاثہ عشر تبارین } 2 + 7$$

میت ----- ہندہ

والدہ شوہر	پہلے	پہلے	پہلے	پہلے	پہلے	پہلے	پہلے
۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲
۲۱ ۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳
۳۷۸	۲۵۲	۲۵۲	۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶

$$\text{المسئلہ } 261 \quad \text{بینھما تبارین}$$

میت ----- ہندہ

بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا
۱	۱	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲
۲۶۱	۲۶۱	۵۲۲	۵۲۲	۵۲۲	۵۲۲	۵۲۲	۵۲۲	۵۲۲	۵۲۲

۳۵۵۶۸

الاحیاء					
بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا
۱	۱	۱	۱	۱	۱
۳۷۹۸	۳۷۹۸	۳۷۹۸	۳۷۹۸	۳۷۹۸	۳۷۹۸
				بیٹا	بیٹا
				۳۷۹۸	۳۷۹۸

عبدالعزیز	قطب الدین	رکن الدین	زینب	خورشید	صوفیہ	آمنہ
۳۷۸	۲۵۲	۲۵۲	۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶
بیٹی	بیٹی					
۱۸۹۹	۱۸۹۹					

WWW.NAFSEISLAM.COM

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل وانحصار ورثاء در مذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث حسب شرائط فرائض مرحوم کا تمام ترکہ پینتیس ہزار پانچ سواڑ سٹھ سهام پر منقسم ہوگا، ان میں سے ہر وارث کو نقشہ الاحیاء کے مطابق حصہ ملے گا۔ والدیہ والدہ نے اپنی اپنی زندگی میں جو کچھ اپنی اولاد کو دے دیا وہ انکی ملکیت ہو گیا۔ وہ ترکہ میں تقسیم نہیں ہوگا۔ محمد شفیع کے بارے میں انکی والدہ کی وصیت درست نہیں اس لئے کہ وارث کے حق میں وصیت باطل ہے۔ حدیث شریف میں ہے، جس کو ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ نے سنن ابی داؤد میں نقل کیا:

## فلا وصیة لوارث

(حصہ دوم، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصیة لوارث، صفحہ: ۴۰،

مکتبہ حقانیہ، ملتان)

یعنی وارث کیلئے وصیت نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مشائخ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

حاجی علم الدین مرحوم نے ایک جائیداد بعد از مرگ چھوڑی ہے دو بچوں کا یعنی ایک لڑکا فضل الدین کا انتقال حاجی علم الدین کے سامنے ہو گیا اور ایک لڑکی شاہ جہاں بھی حاجی صاحب کی زندگی میں انتقال کر گئی۔ حافظ محی الدین و قمر الدین کا انتقال والد کے انتقال کے بعد ہوا اب مرحوم کے بیٹے فہیم الدین، سراج الدین، چراغ الدین اور بیٹی تارا حیات ہیں۔

(۱) کیا جو بچے ان کے سامنے انتقال کر گئے، ترکہ پداری میں حصہ دار ہیں یا نہیں؟

(۲) باقی بچے ان کی جائیداد میں کتنے کتنے حصے کے شرعی حقدار ہیں؟

(۳) کیا دادا کی جائیداد میں ان پوتوں کا حصہ ہے جن کے والد کا انتقال اپنے والد کی حیات میں ہوا

ہو؟

جواب کا طالب: چراغ الدین، فہیم الدین، اورنگی ٹاؤن، کراچی

## الجواب:

المسئلہ ۱۱×۸ = ۵۴×۸۸ = ۷۲×۴۷۲ = ۳۴۲۱۴۴

میت \_\_\_\_\_ علم الدین

بیوہ بیٹا محی الدین قمر الدین بیٹا فہیم الدین بیٹا سراج الدین بیٹا چراغ الدین بیٹا تارا بیٹی

۷	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۱
۳۷۸	۷۵۶	۷۵۶	۷۵۶	۷۶۵		۵۳
۲۷۲۱۶	۵۳۳۳۲	۵۳۳۳۲	۵۳۳۳۲	۵۳۳۳۲		۳۲۷۶۸

المسئلہ ۱۲ x ۹ = ۱۰۸ - ۵۳ بینہما توافق بالنصف

محلّی الدین

میت

تارا بہن	چراغ الدین	سراج الدین	فہیم الدین	قمر الدین	والدہ	۹x۳
۷	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۲	۲۷
۳۹	۹۸	۹۸	۹۸	۹۸	۱۸	۱۸۹
۳۵۸۲	۷۰۵۶	۷۰۵۶	۷۰۵۶	۷۰۵۶	۱۲۶	۱۳۶۰۸

المسئلہ ۲۳ x ۶ = ۱۳۲ - ۷۲ بینہما توافق بالنصف

قمر الدین

میت

کشور	لڑکی علی علی	رشیدہ	غلام فرید فریدہ	والدہ	۳
۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۳۳	۱۸
۷۲۵۹	۷۲۵۹	۷۲۵۹	۷۲۵۹	۱۳۵۱۸	۷۲۸۶
۷۲۵۹	۷۲۵۹	۷۲۵۹	۷۲۵۹	۱۳۵۱۸	۷۲۸۶

۳۳۲۱۳۳

الاحیاء

بسم اللہ	بیٹی تارا	پنا چراغ الدین	پنا سراج الدین	پنا فہیم الدین	زوجہ علم الدین
۷۲۸۶	۳۰۷۳۳	۶۱۳۸۸	۶۱۳۸۸	۶۱۳۸۸	۶۲۰۸۸

غلام فرید	رشید	نبی ملی	فریدہ	کشور	بیوہ محی الدین
۱۳۵۱۸	۷۲۵۹	۷۲۵۹	۷۲۵۹	۷۲۵۹	۱۳۶۰۸

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل و انحصار و رثاء در مذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث حسب شرائط فرائض مرحوم علم الدین کا تمام ترکہ تین لاکھ بیالیس ہزار ایک سو چوالیس سهام پر منقسم ہوگا، ان میں سے ہر وارث کو نقشہ الاحیاء کے مطابق حصہ ملے گا۔ مرحوم کا جو بیٹا مسمی فضل الدین اور ان کی بیٹی شاجہاں جو ان کی زندگی میں وفات پا چکے تھے انکو اپنے والد علم الدین کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا اس لئے کہ ترکہ اس وارث کو ملتا ہے جو اپنے مورث کے انتقال کے وقت موجود ہو۔ اور جو اپنے مورث کے انتقال سے پہلے وفات پا جائے اس کو ترکہ نہیں ملتا۔ جب مرحوم کے بیٹے فضل الدین اور ان کی بیٹی شاجہاں کو ترکہ نہیں ملا تو انکی اولاد کو بھی ترکہ نہیں ملے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید کا انتقال ہو گیا۔ اس نے پسماندگان میں والدین، ایک بیوی اور ایک بیٹی چھوڑی ہے۔ زید کا کل ترکہ ۲۴۰،۰۰۰ روپے ہے۔ از روئے شرع و رثاء مذکورین میں ترکہ کی تقسیم کس حساب سے ہوگی؟ بینوا و توجروا

سائل: محمد ابرار، بہار کالونی، اورنگی ٹاؤن

الجواب:

المسئلہ ۲۴

میت-----زید

بیوہ	والد	والدہ	بیٹی
۳	۵	۴	۱۲



صورت مسئولہ میں بر تقدیر صدق سائل و انحصار و رثاء در مذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث محسب شرائط فرائض مرحوم کا کل ترکہ چوبیس حصوں پر منقسم ہوگا۔ ان میں سے تین حصے بیوہ کو، پانچ حصے والد کو، چار حصے والدہ اور بارہ حصے بیٹی کو ملیں گے۔

### الاستفتاء :

محترم جناب مفتی صاحب!

ایک مکان بالے شاہ مرحوم نے خریدا اور اسے بیویا۔ ان کی موت کے بعد رئیس احمد اور سعید احمد نے وقتاً فوقتاً اس گھر پر کچھ رقم خرچ کی۔ سعید احمد کا بھی انتقال ہو گیا۔ سات برس پہلے ۵ ہزار روپیہ اس مکان پر سعید احمد کے خرچ ہوئے تھے اور اب حال ہی میں رئیس نے گھر کی تنگی کی وجہ سے اس پر ۳۰ ہزار روپیہ لگا کر اسے ڈبل بیویا اور اپنی والدہ کے ہمراہ رہنے لگا۔ لیکن سعید احمد کی بیوہ اور رئیس احمد کی اہلہ میں نا اتفاقی کی وجہ سے گھر میں رہنا محال ہو گیا ہے اور رئیس احمد اپنے بچوں کو لے کر کرایہ کے مکان میں رہائش پذیر ہو گیا۔ وہ والدہ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا لیکن والدہ اپنے مرحوم شوہر کے مکان سے جانا پسند نہیں کرتی ہیں۔

اور رئیس احمد کے پاس اتنی R نش نہیں ہے کہ وہ مکان کے کرائے کے علاوہ اپنی والدہ اور ذہنی معذور بھائی کو اخراجات کیلئے معقول رقم فراہم کر سکے۔ کیونکہ وہ اپنی بیوہ بہن زریںہ کی بھی حسب توفیق مدد کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس کا بھی کوئی کفیل نہیں ہے۔ لہذا بالے شاہ کی بیوہ مالکہ مکان یہ چاہتی ہے کہ سعید احمد مرحوم کی بیوہ بھی مکان خالی کر دے تاکہ وہ اس مکان کے ایک کمرے میں رہائش رکھ کر باقی حصہ کرائے پر دیکر اپنے اخراجات پورے کر سکیں۔ لیکن سعید احمد کی بیوہ مکان خالی کرنے پر آمادہ نہیں۔ واضح رہے کہ سعید احمد کی بیوہ زیادہ ایام اپنے والدین کے یہاں گزارتی ہے اور اپنے کمرے میں تالا لگا کر جاتی ہے۔ آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ اس تحریر کی روشنی میں :

(۱) سعید احمد کی بیوہ سے مذکورہ بالا ضرورت کے تحت مکان خالی کروایا جاسکتا ہے؟

(۲) میرے مرنے کے بعد رئیس احمد کے ۳۰ ہزار روپے جو اس نے مکان کی تعمیر میں لگائے ہیں الگ کر کے باقی مالیت کو ورثہ میں تقسیم کیا جائے۔

(۳) میرے مرحوم بیٹے سعید احمد کے چھوڑے ہوئے مال میں سے اس کی بیوہ اور بچوں کے علاوہ میرا

اور میرے دیگر بیٹے یا بیٹیوں کا حصہ ہے یا نہیں؟ میرے بیٹے نے اچھا خاصا مال چھوڑا ہے اور میں اپنا حصہ لینا چاہتی ہوں۔ برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیلی جواب سے آگاہ فرمائیں۔

سائلہ: بیہ بالے شاہ

الجواب:

$$\text{مسئلہ } ۵۷۶۰ = ۷۲ \times ۸۰ = ۱۰ \times ۸$$

بالے شاہ

بیہ	سعید احمد	فرید احمد	رئیس احمد	سعیدہ	ر	زرینہ	فریدہ
۱	۱۳	۱۳	۱۳	۷	۷	۷	۷
۱۰	۱۰۰۸	۱۰۰۸	۱۰۰۸	۵۰۴	۵۰۴	۵۰۴	۵۰۴
۷۲							

$$\text{المسئلہ } ۷۲ - ۱۳۳ = ۶ \times ۲۳ \text{ بینہما توافق بالنصف}$$

سعید احمد

والدہ	بیہ	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۳	۳	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷
۲۳	۱۸	۳۳	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷
۱۶۸	۱۲۶	۲۳۸	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹

$$۵۷۶۰$$

الاحیاء

بیہ بالے شاہ	فرید احمد	رئیس احمد	سعیدہ	ر	زرینہ	فریدہ
۸۸۸	۱۰۰۸	۱۰۰۸	۷	۷	۷	۷
	۱۰۰۸	۱۰۰۸	۵۰۴	۵۰۴	۵۰۴	۵۰۴

بیوہ سعید احمد	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۱۲۶	۲۳۸	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل و انحصار و رثاء در مذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث حسب شرائط فرائض مرحوم ہالے شاہ کا تمام ترکہ پانچ ہزار سات سو ساٹھ سهام پر منقسم ہوگا۔ ان میں سے ہر وارث کو نقشہ الاحیاء کے مطابق اتنا حصہ ملے گا جو اس کے نام کے نیچے لکھ دیا گیا ہے۔ مشترک جائیداد میں اگر کوئی وارث دوسرے وارثوں کی اجازت کے بغیر کچھ خرچ کرے گا تو وہ خرچ سب وارثوں پر تقسیم کر کے وصول کیا جائے گا۔ اگر وارثوں کی اجازت کے بغیر خرچ کیا ہے تو یہ احسان ہے۔ کسی وارث سے اس خرچ کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ مکان کی موجودہ صورت میں جو قیمت ہوگی وہ سب ورثاء میں تقسیم ہوگی۔ شامی میں ہے:

فلو انفق علیہا الاخر بلا اذنه فهو مبتدع

### الاستفتاء:

میں مسماۃ فریدہ بیوہ محمد صدیق شکور ساکنہ کھارادر، کراچی۔ میرے شوہر محمد صدیق شکور کا پچھلے دنوں اچانک ایک حادثے میں انتقال ہو گیا۔ میں نے عدت اسلامی شعار کے مطابق مکمل کی۔ مرحوم سے میرا ایک لڑکا ہے جس کی عمر تین سال ہے مرحوم شادی کے بعد اپنی الگ رہائش گاہ یعنی الگ مکان میں اپنی ازدواجی زندگی بسر کر رہے تھے۔ مرحوم بینک میں ملازم تھے اور اپنی ذاتی تجارت بھی کرتے تھے بینک سے قرض لیکر یا اپنی ذاتی پخت سے

مرحوم کے لے پالک بھائی کے علاوہ تمام بہن بھائیوں کی شادی خانہ آبادی ہو چکی ہے تمام بھائی آسودہ حال ہیں۔ اور اپنے والدین کی کفالت کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل سوالات موجودہ حالات میں بینک کے روپے اور ذاتی کاروبار کے سلسلہ میں آپ سے وضاحت مطلوب ہے۔ آپ قرآن مبین اور شرع محمدی کی رو سے اپنا اظہار خیال فرمائیں۔

(۱) فیملی پنشن اسکیم کے تحت انتقال کے بعد بیوہ کو بینک سے رقم ملی ہے جو بینک کی رو سے بیوہ کے اکاؤنٹ میں جمع کر دی گئی ہے کیا اس میں بیوہ اور بچے کے علاوہ مرحوم کے والدین کا کوئی حصہ ہے؟

(۲) بینک کے قانون کی رو سے بقیہ بھی ہوئی چھٹیوں کا معاوضہ دیا جاتا ہے جو بینک نے بیوہ کو دے دیا ہے

اور رقم اس کے اکاؤنٹ میں جمع ہو گئی۔ کیا اس میں بیوہ اور بچے کے علاوہ والدین کا کوئی حق ہے؟

(۳) بینک یونین کی جانب سے مالیاتی فنڈ بھی بیوہ کو دے دیا گیا ہے اور اس کے اکاؤنٹ میں جمع کر دیا

گیا ہے۔ کیا بیوہ اور بچے کے علاوہ والدین بھی ہیں؟

(۴) مرحوم کے پاس گھر میں ایک صندوق تھی جو گھر کی حفاظت کیلئے تھی اسکو فروخت کر کے جو رقم

وصول ہوئی اس پر بیوہ اور بچے کے علاوہ کیا مرحوم کے والدین کا حق ہے؟

(۵) مرحوم کے پاس حادثے کے وقت جیب سے جو رقم برآمد ہوئی وہ کس کو ملے گی؟

(۶) مرحوم نے ڈیفنس سیونگ سرٹیفیکیٹ خرید رکھے تھے، ان کو فروخت کر کے میں نے رقم وصول

کی ہے کیونکہ میں ہی اس کی نامزد تھی، اس میں کوئی حق والدین کو دینا ہو تو تحریر فرمائیں۔

(۷) مرحوم کے لڑکے کو جو حصہ ملتا ہے اس کی دیکھ بھال کیلئے شرعی حق کس کا ہے؟

اپنی قیمتی رائے سے مندرجہ بالا سوالات کا جواب جلد از جلد قرآن و سنت کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

شکر گزار ہوں گی۔

سائلہ : فریدہ بیوہ مرحوم صدیق شکور، کھارادر، کراچی

مفتی اسلام

الجواب :

المسئلہ : ۲۴

WWW.NAFSEISLAM.COM

صدیق شکور

المیت

لڑکا

بیوہ

والدہ

والد

۱۳

۳

۴

۴

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائلہ و انحصار و رثاء در مذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث حسب

شرائط فرائض مرحوم کا تمام ترکہ علاوہ پنشن چوبیس سهام پر منقسم ہوگا، ان میں سے چار چار حصے والد، والدہ، تین حصے

بیوہ اور تیرہ حصے لڑکے کو ملیں گے۔ بینک قانون کے تحت بینک یونین کی جانب سے جو رقم حاصل ہوئی اور ڈیفنس

سرٹیفیکیٹ سب رقم ترکہ میں تقسیم ہوگی۔ مرحوم کے لڑکے کے حصے کی حفاظت کا حق اسکے دادا کو ہے۔

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ:

ایک شخص کا انتقال ہو گیا۔ اس کے ورثاء یہ ہیں:

ایک بیوہ اور پانچ لڑکے جس میں سے ایک کا انتقال ہو گیا اور تین لڑکیاں ہیں۔ عرض یہ ہے کہ بیوہ اور تین لڑکے اور تین لڑکیاں بقید حیات ہیں، انکا ترکہ ان ورثاء میں کیسے تقسیم ہوگا؟ از روئے شرع تقسیم فرما کر مشکور و ممنون فرمائیں۔ جائیداد مکان ہے جسکی مالیت ایک لاکھ چالیس ہزار روپے ہے۔ پھر مرحوم کے بیٹے شمس الدین کا وصال ہوا اور انھوں نے اپنے ورثاء میں والدہ بیوہ چھ بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی۔ ان میں سے ایک بیٹے راشد کا انتقال ہو اور انہوں نے ورثاء میں والدہ پانچ بھائی اور ایک بہن چھوڑی۔

سائل: رفیق الدین قریشی

الجواب:

المسئلہ ۸ × ۱۳ / ۱۰۴ × ۱۵۶ / ۱۶۲۲۴ × ۳۳ / ۵۳۵۳۹۲

بیوہ خاتون شمس الدین بیٹا رفیق الدین بیٹا ظہیر الدین بیٹا انیس الدین بیٹا رئیس الدین عین الدین قریشی میت

۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳
۲۱۸۴	۲۱۸۴	۲۱۸۴	۲۱۸۴	۲۱۸۴	۲۰۲۸
۷۲۰۷۲	۷۲۰۷۲	۷۲۰۷۰	۷۲۰۷۲		۶۶۹۲۴

زیتون بیٹی	افروز بیٹی	ریحانہ بیٹی
۷	۷	۷
۱۰۹۲	۱۰۹۲	۱۰۹۲
۳۶۰۳۶	۳۶۰۳۶	۳۶۰۳۶

المسئلہ ۲۲ x ۱۳ / ۳۱۲ / ۱۵۶ بینہما توافق بالنصف

شمس الدین

عاصم	شاہد	زاہد	پرویز الدین	پنجا جاوید	شمس الدین	والدہ خاتون
۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۹	۵۲
۲۳۸	۲۳۸	۲۳۸	۲۳۸	۲۳۸	۲۴۳	۳۶۳
۴۸۵۳	۴۸۵۳	۴۸۵۳	۴۸۵۳	۴۸۵۳	۹۰۰۹	۱۲۰۱۲
					بیٹی ثوبیہ	راشد
					۱۴	۳۳
					۱۱۹	۲۳۸
					۳۹۲۴	۴۸۵۳

المسئلہ ۶ x ۱۱ / ۶۶ / ۳۳ بینہما توافق بالنصف

راشد

عاصم	بہن ثوبیہ	بھائی عاصم	بھائی زاہد	بھائی شاہد	پرویز الدین	بھائی جاوید	والدہ
۵	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۱
۵۹۵	۱۱۹۰	۱۱۹۰	۱۱۹۰	۱۱۹۰	۱۱۹۰	۱۱۹۰	۱۳۰۹

الاحیاء

افروز	زیتون	رئیس	انیس	ظہیر	رفیق	خاتون
۳۶۰۳۶	۳۶۰۳۶	۴۲۰۴۲	۴۲۰۴۲	۴۲۰۴۲	۴۲۰۴۲	۴۸۹۳۶

ریحانہ والدہ راشد جاوید پرویز زاہد شاہد عاصم ثوبیہ  
۳۶۰۳۶ ۱۰۳۱۸ ۹۰۳۳ ۹۰۳۳ ۹۰۳۳ ۹۰۳۳ ۵۲۲

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل وانحصار ورثاء در مذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث حسب شرائط فرائض مرحوم کا تمام ترکہ پانچ لاکھ پینتیس ہزار تین سو بانوے سهام پر منقسم ہوگا، ان میں سے ہر وارث کو نقشہ الاحیاء کے مطابق حصہ ملے گا۔

### الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
زید کا انتقال ہو گیا ہے زید مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیوہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی ہے۔ ترکہ کی شرعی تقسیم کیا ہوگی؟ واضح فرمائیں کہ مرحوم کے صا آادے نے اپنی بہن کی شادی پر جو خرچ کیا ہے کیا یہ رقم ترکہ میں سے منھاکا جائے گی؟ یہ شادی زید کے انتقال کے بعد ہوئی۔ جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔  
سائل : گل محمد، گٹوگلی، میٹھادر، کراچی

### الجواب :

المسئلہ : ۸ x ۳ / ۲۲

میت ----- زید

بیوہ	لڑکا	لڑکی
۱	۷	۷
۳	۱۴	۷

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل وانحصار ورثاء در مذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث حسب شرائط فرائض مرحوم کا تمام ترکہ چوبیس سهام پر منقسم ہوگا، ان میں سے تین حصے بیوہ کو، چودہ حصے لڑکے کو اور سات

حصے لڑکی کو ملیں گے۔ مرحوم کے صاحبزادے نے اپنی بہن کی شادی پر جو خرچ کیا ہے اگر خرچ کرنے سے پہلے دوسرے ورثاء سے اس کی اجازت لے لی تھی تو یہ سب کے حصے سے منہا کیا جائے گا۔ اور اگر اجازت نہیں لی تھی تو جس نے خرچ کیا اس کے حصے سے لیا جائے گا۔

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

رفع الدین کا انتقال ہوا۔ وارثوں میں ایک بیوہ، ایک بیٹا اور تین بیٹیاں چھوڑیں۔ پھر مرحوم کے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا جس کے پسماندگان میں مرحوم کی ماں، بیوہ، تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ رفع الدین کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ برائے مہربانی وضاحت فرمائیں۔

سائل: رفع الدین

الجواب:

المسئلہ ۸ × ۵ / ۴۰ / ۱۲ / ۳۸۰

میت	غفور بن بیوی	باپ بیٹا	بیٹی کثیرہ	بیٹی فجو	بیٹی نجو	رفع الدین
۱	۱۳	۷	۷	۷	۷	۷
۵	۱۳	۷	۷	۷	۷	۷
۶۰	۱۳	۷	۷	۷	۷	۷

المسئلہ ۲۳ × ۷ / ۱۶۸ / ۱۲ / بیضات داخل

میت	والدہ غفور بن	بیوی محمودہ بیٹا عامر	بیٹا اقبال	بیٹا زبیر بیٹی عذرہ	باپ
۱	۱۳	۷	۷	۷	۷
۵	۱۳	۷	۷	۷	۷
۶۰	۱۳	۷	۷	۷	۷



۱۷	۳۳	۳۳	۳۳	۳	۲
				۲۱	۲۸

غذره	ذبیحہ	عامر	اقبال	نجو	نبو	کثیرہ	محمودہ	غفورن
۱۷	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۸۳	۸۳ ۸۳	۲۱	۸۸

صورت مسؤلہ میں بر تقدیر صدق سائل وانحصار ورثاء درندہ کورین بعد امور متقدمہ علی الارث حسب شرائط فرائض مرحوم کا تمام ترکہ چار سو اسی سام پر منقسم ہوگا۔ ان میں سے ہر وارث کو نقشہ الاحیاء کے مطابق حصہ ملے گا۔



## ورثاء کے حقوق کا بیان

### تقسیم وراثت میں مساوات کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 زید کی کل جائیداد چار کنال زمین ہے اور اس کے کئی بچے ہیں، جن میں تین نہایت قابل رحم ہیں، ایک لڑکی جو  
 دائمی مریضہ ہے۔ دوسرا لڑکا بھولا بھالا ہے یعنی مجذوب ہے اور تیسرا لڑکا ایک ٹانگ سے معذور ہے۔ زید چاہتا ہے کہ یہ  
 زمین ان تینوں بچوں کے نام کر دوں۔ کیا شریعت ایسا کرنے کی اجازت دیتی ہے؟

الجواب:

ہر شخص کو اپنی زندگی میں اپنے مال پر تصرف کا حق حاصل ہے لیکن اپنی زندگی میں کوئی شخص اپنی جائیداد وغیرہ  
 تقسیم کرنا چاہے تو تمام اولاد کو برابر دے گا۔ کسی کو دے یا کسی کو نہ دے یا کسی پیشی کے ساتھ دے، یہ جائز نہیں ہے۔

حدیث شریف میں اس فعل کو ظلم قرار دیا گیا ہے۔ یہ حکم زندگی میں اپنی اولاد کو مال تقسیم کرنے کا ہے۔ ترکہ کے احکام مرنے کے بعد جاری ہوتے ہیں اور وارث کے حق میں وصیت باطل ہوتی ہے اور اگر دوسرے وارثوں کی مالی حالت اچھی ہے اور اس زمین میں سے ان کو حصہ نہ دینے کی صورت میں بھی انکی گذر اوقات ہو سکتی ہے، تو یہ زمین ان معذوروں کو دے سکتا ہے۔ پھر بھی اچھا یہ ہے کہ ان وارثوں کو راضی کر کے معذوروں کو دے۔ اور اگر دوسرے وارث بھی غریب ہیں تو ان کو نہ دینا اور صرف معذوروں کو دینا جائز نہیں ہے۔

## حق وراثت کس کس کو حاصل ہے؟

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ:

محمد یسین کا کار کے حادثہ میں حجاز مقدس میں انتقال ہو گیا۔ اس وقت یسین کے ورثاء میں ماں آمنہ، باپ ابراہیم، بیوی، دو لڑکے اور دو لڑکیاں جسے دارتھے۔ بعد میں یسین کے باپ کا انتقال ہوا، اس کے کچھ عرصہ بعد سعودی حکومت نے موت کا معاوضہ دیا تو باپ ابراہیم کا حصہ اس رقم سے ہو گیا یا نہیں؟ باپ جو بعد میں انتقال کر گیا اسکے وارثوں میں رقم تقسیم ہوگی یا نہیں؟ باپ کے ورثاء میں دو بیویاں دونوں کے نام آمنہ ہیں، تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ مسئلے کی وضاحت فرمائیں۔

سائلہ: حلیمہ یسین، نیآباد، لیاری، کراچی

الجواب:

$$\text{المسئلہ } ۸۶۴ = ۶ \times ۱۴۴ = ۶ \times ۲۴$$

میت محمد یسین

بیوی	ماں آمنہ	باپ ابراہیم	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
۳	۴	۴					
۱۸	۲۴	۲۴					
			۲۶	۲۶	۲۶	۱۳	۱۳
						۱۳	۱۳

$$\begin{array}{r} \frac{48}{48} \quad \frac{48}{48} \quad \frac{156}{156} \quad \frac{156}{156} \end{array} \qquad \begin{array}{r} \frac{132}{132} \quad \frac{108}{108} \end{array}$$

$$\text{المسئلہ} \quad 864 = 6 \times 144 = 18 \times 48$$

میت ..... ابراہیم

لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	زوجہ آمنہ	زوجہ آمنہ
			۷			۱	۱
۱۳	۱۳	۱۳	۲۸	۲۸	۲۸	۹	۹

۸۶۴

الاحیاء ..... کل ہندسہ

لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	زوجہ آمنہ
۷۸	۷۸	۷۸	۱۵۶	۱۵۶	۱۵۶	۱۰۸

لڑکی	لڑکی	ابراہیم کی لڑکی	لڑکا	لڑکا	ابراہیم کا لڑکا
۱۳	۱۳	۱۳	۲۸	۲۸	۲۸

الجواب:

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل وانحصار ورثہ درندہ کورین بعد امور متقدمہ علی الارث حسب شرائط فرائض کل ترکہ مرحوم محمد یسین آٹھ سو چونسٹھ سهام پر تقسیم ہو کر ہو وارث کو اتنے حصے ملیں گے جتنے حصے نقشہ "الاحیاء" میں اسکے نام کے نیچے درج ہیں۔ مرحوم کی دیت کے طور پر جو رقم حکومت نے دی ہے، وہ اس کی موت کے وقت جو وارث موجود تھے ان سب کو ملے گی۔

## تقسیم وراثت میں ورثاء کو بتدریج حصے دینے کا حکم

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

ہمارے والد صاحب کے انتقال کو تقریباً ڈھائی سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ہماری والدہ صاحبہ اللہ کے فضل سے حیات ہیں۔ ہم لوگ چار بھائی اور چار بہنیں ہیں اور سب شادی شدہ ہیں۔ دو بھائی والدہ کے ساتھ رہتے ہیں اور بڑے بھائی صاحب رہائشی طور پر ہم سے علیحدہ رہتے ہیں۔ ہمارا سب سے چھوٹا بھائی شروع ہی سے ہر معاملے میں اپنی من مانی کرتا رہا ہے اور ہمارے والد صاحب کی اکثر معاملات میں نافرمانی کرتا رہا ہے۔ بیماری کے دوران والد صاحب نے ہماری والدہ کے اصرار پر اسکو اس کا حصہ دیکر ہم لوگوں سے الگ کرنے کا فیصلہ کیا اور کہا کہ اسکو اس کا حق ادا کر دو۔ لہذا ہم نے والد صاحب کے فیصلے کے مطابق اس کو فارغ کر دیا۔ اس عرصہ میں والد صاحب کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس وقت ہمارے والد صاحب کے وارثوں میں ہم تین بھائی، چار بہنیں ہیں اور ہماری والدہ ہیں۔ ہم تینوں بھائی ہمیشہ سے والد صاحب کے ساتھ کاروبار میں ملکر کام کر رہے تھے۔ اور اب بھی ہم تینوں کاروبار میں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں اور آپس میں مددگار ہیں۔ گھر کے، والدہ صاحبہ کے اور دوسرے تمام اخراجات ہم تینوں بھائیوں کی ذمہ داری میں شامل ہیں۔ اسکے علاوہ ہم تینوں بھائیوں کی اولاد میں لڑکیاں بھی ہیں جو کہ شادی کے لائق ہیں اور عنقریب ان کی متغنی اور شادی وغیرہ کے پروگرام ہونے والے ہیں، جو کہ ہم تینوں بھائیوں کی ذمہ داری ہے۔

اوپر بیان کردہ طویل تفصیل کے بعد اب مسئلہ یہ ہے کہ ہماری بہنوں اور والدہ صاحبہ کا اصرار ہے کہ ان کو ان کے حصے ادا کر دیئے جائیں۔ ہماری ایک بہن رہائشی اور مالی طور پر کچھ مسائل کا شکار ہے اور ہماری والدہ صاحبہ کا اصرار ہے کہ جلد از جلد اس کا حصہ ادا کر دیا جائے۔ اب اس وقت والد صاحب کی چھوڑی ہوئی جائیداد میں ایک دوکان ہے جس پر ہم تینوں بھائی ملکر کاروبار کر رہے ہیں اور خاندان بھر کا خرچ اسی دوکان سے پورا ہو رہا ہے اور دوسری ایک اور جگہ ہے۔ جہاں پر مال وغیرہ صاف ہوتا ہے۔ اور پھر دوکان میں فروخت کیا جاتا ہے۔ اور تیسری جگہ

پتور گودام زیر استعمال ہے۔ کچھ نقد رقم ہے جو کہ کاروبار میں زیر گردش رہتی ہے۔ ہم لوگ اس سلسلہ میں آپ سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں کہ موجودہ صورتحال میں وراثت کس طرح تقسیم ہوگی۔ جبکہ ہمارے پاس نہ تو نقد رقم اتنی ہے کہ اس میں سے کسی ایک کو بھی مکمل طور پر اس کا حصہ ادا کر دیں اور جو جائیداد ہے وہ سب ایک کاروبار کی صورت میں ہے، جس سے ہم کما کر اپنے اخراجات پورے کر رہے ہیں۔ اب بہنوں اور والدہ کے مطالبے کو سامنے رکھتے ہوئے کیا ہم کاروبار فروخت کر دیں یا فی الحال ایک بہن کو اس کے حصے کی کچھ رقم دے دیں یا پھر کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم ان لوگوں کا حصے رفتہ رفتہ ادا کرتے رہیں۔ ایسی صورت میں شریعت کے کیا احکام ہیں؟ اور ہم سب کا حصہ کتنا کتنا مقرر ہوگا؟ آپ برائے مہربانی اس مسئلے کا حل قرآن اور سنت کی روشنی میں تجویز فرمائیں اور ان معاملات میں ہماری مدد فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

سائل: نور محمد اینڈ سنز، دریا لال اسٹریٹ، جوڑیا بازار، میٹھادر چوک، کراچی

المسئلہ ۸ x ۱۲ / ۹۶

میت..... بندہ خدا

بیٹہ	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۱	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۷	۷	۷	۷
۱۲	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۷	۷	۷	۷

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل وانحصار ورثاء درند کورین بعد امور متقدمہ علی الارث محسب شرائط فرائض مرحوم کا تمام ترکہ چھیانوے سهام پر منقسم ہوگا۔ ان میں سے بارہ حصے بیوی کو چودہ چودہ ہر بیٹے کو اور سات سات حصے ہر ایک بیٹی کو ملیں گے۔ اگر ورثاء اپنے اپنے حصے قسط وار لینے پر رضامند ہوں تو ان کے حصے اقساط کی صورت میں دیئے جاسکتے ہیں اور اگر جائیداد کی صورت میں اپنے حصے کا مطالبہ کریں یا جس امر پر بھی متفق ہوں اس کے مطابق ان کے حصے ادا کئے جائیں گے۔ والد نے اپنی زندگی میں اپنی اولاد میں سے، جس کسی کو جو دیدیا وہ اس

کی ملکیت ہو گیا۔ اس بناء پر وہ ترکہ سے محروم نہیں ہوگا۔ ترکہ مورث کی وفات کے بعد تقسیم ہوتا ہے۔ لہذا والد نے جس بیٹے کو جو کچھ بھی دیا وہ ترکہ نہیں تھا وہ اس کیلئے ہبہ تھا، اب اسے بھی ترکہ میں سے حصہ ملے گا۔

## کسی وارث کا حق روکنے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک صاحب کی دو بیویاں تھیں اور وہ دو گھروں کے مالک تھے۔ انکے انتقال کے بعد ان کے ورثاء میں تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں جو کہ سب بالغ ہیں۔ ان کے ساتھ والدہ بھی ہیں۔ ایک لڑکے کی خواہش یہ تھی کہ دونوں گھر فروخت کر کے جس کا شرعاً جو حصہ بنتا ہے آپس میں تقسیم کر دیا جائے۔ مگر دو بھائیوں نے اس کی بات نہ مانی اور ایک گھر جو کہ کم مالیت کا ہے وہ تینوں لڑکیوں کو دے دیا گیا۔ اور ساتھ ہی پچاس ہزار روپے فی لڑکی دینے کا لڑکوں نے وعدہ کیا۔ اس واقعہ کو تقریباً تین سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے اور ابھی تک رقم کی ادائیگی نہیں ہوئی ہے۔ اب دوسرا مکان جس کی مالیت زیادہ ہے، اس میں تین لڑکے رہائش پذیر ہیں اور ان کے گھر یلو حالات بہت بگڑ چکے ہیں۔ ایک لڑکا جس نے شروع میں گھر فروخت کرنے کی بات کی تھی اسے روپوں کی اشد ضرورت ہے، اس بھائی کیلئے کیا حکم ہے جو تا تو گھر فروخت کر رہا ہے اور نہ بقیہ ورثاء کو حق دے رہا ہے؟ شریعت میں اس کیلئے کیا حکم اور سزا ہے؟ جواب عنایت فرما کر مشکل حل فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔ شکریہ

سائل: اکبر مرزا، کراچی

المسئلہ : ۸ × ۶ / ۲۸ × ۴ / ۱۹۲

بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	۵۵	۵۵
				۷			۱
			۱۳	۱۳	۱۳	۳	۳
			۵۶	۵۶	۵۶	۵۶	۱۲

اینا حصہ لیکر جدا ہو گئیں

## المسئلہ ۴ بیہماتباہن

سکندر جہاں معہ ۳

میت

بھائی	بہن	بہن
$\frac{2}{6}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$

## الجواب:

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل وانحصار ورثاء در مذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث حسب شرائط فرائض مرحوم کا تمام ترکہ ایک سوبانوںے سهام پر منقسم ہوگا، ان میں سے ایک بیوہ کے تین حصے ان کے بھائی بہوں پر اس طرح تقسیم ہو جائیں گے کہ کل ایک سوبانوںے حصے میں سے چھ بھائی کو اور تین تین حصے دونوں بہوں کو ملیں گے۔ دوسری بیوہ نے اپنا حصہ بیٹوں اور بیٹیوں کو دے دیا تھا اس کے بعد بیٹوں نے اپنا حصہ لے کر علیحدگی اختیار کی لہذا انکے حصے کے ۱۲ سهام بھائیوں کو مل جائیں گے اس طرح ہر بیٹے کے ساٹھ ساٹھ حصے ہو جائیں گے۔ مشترک ترکہ میں ہر وارث کو اس کا حق ویناسب وارثوں پر فرض ہے۔ کسی وارث کے حصے میں نہ کم کر سکتے ہیں نہ رکاوٹ ڈال سکتے ہیں۔ حدیث میں ہے، اس حدیث کو حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید الربیع ابن ماجہ القزوی نے متوفی ۲۷۳ھ نے ابن ماجہ میں نقل کیا:

WWW.NAFSEISLAM.COM

من فرض میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنة یوم القیمة

(ابواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیة، صفحہ: ۱۹۴،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

جو کسی وارث کے حصے کو کاٹے گا اللہ تعالیٰ اس کا حصہ جنت سے کاٹ لے گا۔

لہذا سب وارثوں کی مرضی سے مکان اور والد کا تمام متروکہ سامان، جو کچھ ان کی ملکیت تھا سب وارثوں پر اس طرح تقسیم کر دیا جائے کہ کوئی وارث مکان بچنے اور ترکہ تقسیم کرنے میں رکاوٹ نہ ڈال سکے۔



## دادا کی وراثت میں پوتے کا حق

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
 زید کہتا ہے کہ ”دادا چاہے تو اپنے پوتے کو جائیداد کا حصہ نہ دے یہ جائز ہے اس لئے کہ اس کا بیٹا فوت ہو گیا ہے“ جبکہ بکر کہتا ہے کہ ”پوتے کو جائیداد کا حصہ دینا ہو گا ورنہ یہ ظلم ہو گا“۔

سائل: عبد السلام، پاکستان چوک

الجواب:

زندگی میں ہر شخص کو اپنی جائیداد میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہے۔ جس کو چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے۔ وہ پوتے جن کا باپ انتقال کر چکا ہو، وہ اپنے دادا کے مال میں حصہ دار نہیں ہوتے ہیں۔ جبکہ دادا کے دوسرے بیٹے زندہ ہوں۔ جب پوتے یتیم ہوں تو دادا کو چاہیے کہ ان پوتوں کو کچھ دے دے یا ان کیلئے وصیت کر جائے۔

## تقسیم وراثت میں ورثاء کی رضامندی کا حکم

الاستفتاء:

WWW.NAFSEISLAM.COM

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

عرض یہ ہے کہ میرے والد مرحوم جنوری ۱۹۸۲ء میں انتقال فرما گئے۔ ( اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ) پسماندگان میں میرے علاوہ میری والدہ، دو بہنیں، میری بیوی اور دو بچے ہیں۔ صورت حال یوں ہے کہ ابتداء میں اور والد صاحب سائیکل پر پھیری لگایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے مقامی بابر مارکیٹ میں کیبن لگا کر دوکانداری شروع کی جو وقت آخر تک جاری رہی۔ گھریلو مجبوریوں کی بناء پر تقریباً اٹھارہ برس پہلے میں نے پندرہ سال کی عمر میں ملازمت شروع کی۔ جو آج تک مسلسل جاری ہے۔ بلکہ گذشتہ آٹھ سال سے پارٹ ٹائم جاب بھی

جاری ہے۔ والد صاحب نے ہم سب بہن بھائیوں کی شادی کا فریضہ ادا کر دیا۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد بڑی بہن نے مطالبہ کیا کہ مرحوم کی جائیداد میں سے ان کا حصہ ادا کیا جائے۔ جائیداد یہ ہے :

(۱) مکان جس میں والدہ، میں، میری بیوی اور چچے رہائش پذیر ہیں۔ اس کے علاوہ چھوٹی بہن اپنے بچوں اور شوہر سمیت گذشتہ سات سال سے مکان کے ایک حصے میں مقیم ہے اور مکان کے دو حصے والد صاحب نے کرائے پر اٹھائے تھے۔ تقریباً بیس سال پہلے مرحوم نے یہ مکان ۱۲۰۰ میں خریدا تھا۔ جس میں وقتاً فوقتاً ترمیم و اضافہ کیا جاتا رہا۔

(۲) ماچس فیکٹری کے قریب بازار میں ہمارے دو کیبن تھے، جنہیں بعد میں دوکانوں میں سب کے ساتھ والد صاحب نے بھی تبدیل کیا اور اب وہ کرائے پر ہیں۔ اسی طرح گھر کے سامنے واقع گندے تالے پر واقع دوکانوں میں ایک دوکان ہماری بھی ہے۔ یہ تینوں دوکانیں غیر الاٹ شدہ ہیں اور ناجائز تجاوزات میں ہیں۔

(۳) باہر مارکیٹ کی دوکانیں، والد مرحوم کے انتقال تک یہ پتھارا تھا جسے بعد میں انجمن نے دیگر پتھاروں کے ساتھ KDA سے الاٹ کرایا۔ ہمارا کیبن کرایہ دار کے زیر استعمال ہونے کی وجہ سے مارکیٹ سے باہر غیر کاروباری جگہ پر ہمیں پلاٹ الاٹ ہوا۔ لیکن میں نے ذاتی کوشش، بھاگ دوڑ اور اخراجات کر کے وہ پلاٹ کینسل کروایا اور مارکیٹ کے اندر اپنا تمام پلاٹ الاٹ کر دیا اور اس پر دوکان تعمیر کر کے کرایہ پر اٹھادی۔

(۴) ۶۰ مربع گز کا پلاٹ KDA نے گلستان جوہر میں قرضہ اندازی کے ذریعے میرے والد کو الاٹ

کیا، جس کی آدمی قیمت میں نے والد کے انتقال کے بعد ادا کی۔

(۵) بینک میں والد صاحب کے ۲۶ ہزار روپے تھے لیکن تقریباً ۲۹ ہزار روپے قرض بھی تھا جو بینک

سے رقم ملتے ہی ادا کر دیا گیا۔

(۶) انتقال کے وقت جو مال دوکان میں تھا اس کی مالیت تقریباً ۱۰,۰۰۰ روپے تھی جو میں نے کرایہ

دار کو دے دیا۔

اب آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ :

(۱) موجودہ جائیداد میں کس کس کا کتنا کتنا حصہ ہوگا؟ جبکہ والد مرحوم زبانی کئی بار یہ کہہ چکے ہیں۔ میں

یہ سب کچھ تمہاری والدہ اور تمہارے لئے کر رہا ہوں۔

(۲) جائیداد میں کون سی قیمت لگائی جائے گی؟ وہ قیمت جس پر والد صاحب نے خریدا تھا، ان کے

انتقال کے وقت کی قیمت یا موجودہ وقت کی؟ خصوصاً بلر مارکیٹ کی دوکانوں کی کون سی قیمت لگائی جائے گی؟ انتقال کے وقت کیسے کی قیمت کیسے کے بارے میں ملنے والے مکان کی قیمت یا موجودہ دوکان کی قیمت؟

(۳) دیگر ورثاء کے حق کے تعین کیلئے میں اپنی ۱۸ سالہ محنت کو کس حساب سے موجودہ جائیداد سے

علیحدہ کروں۔ آدھی، چوتھائی یا تہائی؟

(۴) والد صاحب کی تدفین، تعمیر قبر، دسویں اور چالیسویں کے اخراجات، والد صاحب کی بیماری میں چچا کی ہندوستان سے آمد اور والد صاحب کی نصیحت کے مطابق ان کی روانگی کے وقت مال و اسباب کی فراہمی کے اخراجات، والد صاحب کی شدید بیماری میں اسپتال کے خطیر اخراجات، انتقال کے فوراً بعد والدہ صاحبہ اور میرے سفر حج کے اخراجات وغیرہ والد صاحب کی جائیداد سے منھاکئے جائیں گے یا نہیں؟

(۵) بڑی بہن کو فوراً ان کا حصہ کیسے ادا کیا جائے کیونکہ نقد رقم پاس نہیں ہے۔ اور لائڈھی ریلوے کراسنگ پر پل (برج) بننے کی خبروں کے بعد کوئی شخص دوکانیں خریدنے پر راضی نہیں ہے۔ اور ہم اپنے ذاتی استعمال کی دوکان اور بلر مارکیٹ کی دوکانیں اس لئے فروخت نہیں کرنا چاہتے کہ صرف یہی دو چیزیں باقاعدہ الاٹ شدہ ہیں۔ اور والدہ صاحبہ کی شدید خواہش ہے کہ انھیں نہ بیچا جائے۔ واضح رہے کہ چھوٹی بہن اپنا حصہ لینے پر راضی نہیں۔ لیکن یہ تو صریحاً انصافی ہوگی کہ مانگنے والی بہن کو دے دیا جائے اور نہ مانگنے والی بہن کو نہ دیا جائے۔

ازراہ مہربانی پہلی فرصت میں جواب سے مستفید فرمائیے۔

سائل: محمد اقبال احمد، لائڈھی

WWW.NAFSEISLAM.COM

$$\text{المسئلہ } ۳۲ = ۴ \times ۸$$

میت

بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیوی
	۷		۱
		۱۳	۴
۷	۷		

## الجواب :

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل و انحصار و رثہ در مذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث مرحوم کا کل ترکہ بتیس حصوں میں تقسیم ہو کر چار حصے بیوی کو، چودہ حصے بیٹے کو اور سات سات حصے بیٹیوں کو ملیں گے۔ جائیداد کی قیمت اس وقت کی لگائی جائے گی، جس وقت وہ تقسیم کی جائے گی۔ انتقال کے بعد اب تک جو اضافہ ہوا ہے، وہ سب وارثوں کا ہے۔ وہ پلاٹ جو لڑکے نے اپنے نام الاٹ کروایا وہ بھی اس پلاٹ کے بدلے میں الاٹ کر لیا ہے جو والد صاحب کے زمانے کا ہے۔ لہذا وہ بھی سب وارثوں کا مشترک ہے، ان کے انتقال کے وقت تجزیہ و تکفین میں جو مصارف کئے گئے، وہ اس صورت میں کہ تمام ورثاء بالغ ہوں اور انکی اجازت سے یہ سب کام ہوا ہو تو وہ صحیح مان لئے جائیں گے۔

ہندوستان سے آنے والے چچا کو جو کچھ دیا گیا وہ بھی وصیت کی بناء پر مان لیا جائے گا۔ لیکن والدہ کے علاوہ کے مصارف انکے حصے سے کاٹے جائیں گے اسی طرح بیٹے اور والدہ نے حج پر جتنے مصارف کئے ہیں وہ بھی ان کے حصوں سے وصول کئے جائیں گے۔ تقسیم تمام وارثوں کی رضامندی سے ہوگی وہ جیسے راضی ہوں گے۔ ویسے تقسیم کریں گے۔ جو بہن اپنا حصہ نہیں لینا چاہتی، اس سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس کے حق میں اپنا حصہ چھوڑنا چاہتی ہے اگر سب کے حق میں چھوڑنا چاہتی ہے تو سب کو مل جائے گا اور اگر کسی خاص وارث کو دینا چاہتی ہے تو اس کو مل جائے گا۔ لڑکے نے ملازمت کر کے جو کمایا ہے اپنی بیوی اور بچوں پر خرچ کیا یا والدین پر بھی کچھ خرچ کیا ہوگا۔ اس کا کچھ عوض ترکہ میں سے نہیں لے سکتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

WWW.NAFSEISLAM.COM

کسی کے ترکہ پر ناجائز قبضہ کرنے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

میرے سگے بھائی مسکئی حبیب الرحمن ولد عبد اللہ کا ۱۹۶۷ء میں انتقال ہو گیا تھا۔ مرحوم نے انتقال پر مندرجہ ذیل جائیداد وغیرہ چھوڑی تھی۔

ایک مکان، دو دوکانیں اور ایک دوکان میں ڈیکوریشن کا سامان ہے جس کی مالیت تقریباً ۸۰ ہزار روپے ہے۔ اور زیور وغیرہ، مرحوم نے انتقال کے وقت بیوی اور ایک بہن (درخواست دہندہ) کے نام کر دیا تھا۔ مرحوم کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ بیوی کا بھی بعد میں انتقال ہو گیا۔ بہن ابھی زندہ ہے۔ مرحوم نے اپنی مذکورہ جائیداد وغیرہ کے بارے میں کوئی وصیت نہیں کی۔ لیکن بعد میں برادری اور محلے والوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جب تک مرحوم کی بیوی زندہ ہے یہ تمام جائیداد، سامان اور زیور اسکی تحویل میں رہے گا۔ لیکن بیوہ یہ جائیداد وغیرہ فروخت نہیں کر سکتی اور نہ ہی اپنے نام کروا سکتی ہے۔ البتہ جائیداد کی آمدنی سے اپنے ذاتی اخراجات پورے کر سکتی ہے۔ اور وہ یہ اخراجات اپنی حیات تک پورے کرتی رہی۔ بیوہ کے انتقال کے بعد، بیوہ کے بھائی نے مرحوم کی مذکورہ تمام جائیداد پر قبضہ کر لیا اور یہ جائیداد، سامان اور زیور اب بھی اسی کے قبضہ میں ہے۔ حالانکہ بیوہ کے بھائی کا اپنا ذاتی مکان ہے۔ بیوہ کے بھائی نے ڈیکوریشن کا تمام سامان نیلام کر دیا اور اسکی قیمت خود ہڑپ کر گیا۔ بہن کے علاوہ مرحوم حبیب الرحمن کا ایک سگا چچا بھی ہے۔ اب آپ سے فتویٰ درکار ہے کہ :

(۱) مذکورہ جائیداد پر از روئے شریعت مرحوم کی بہن اور چچا کا حق ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو دونوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

(۲) علاوہ ازیں بیوہ کا بھائی بھی جائیداد کا حق دار ہے یا نہیں؟

سائلہ: خالدہ بانو، صدر، کراچی

الجواب:

مسئلہ ۴

میت ----- حبیب الرحمن

بہن

چچا

بیوی

۲

۱

۱

## المسئلہ ۱

بیوی

بھائی

۱

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صدق سائلہ و انحصار ورثہ در مذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث حسب شرائط فرائض مرحوم حبیب الرحمن کا کل ترکہ چار حصوں پر منقسم ہو کر ایک حصہ مرحوم کی بیوی کو، ایک حصہ چچا کو اور دو حصے مرحوم کی بہن کو ملیں گے۔ حبیب الرحمن کے انتقال کے بعد جن لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کل مال بیوہ کے قبضے میں رہے گا، یہ ظلم تھا اور شریعت کے خلاف فیصلہ تھا۔ دوسرے وارثوں کی حق تلفی تھی، جسکے ذمہ دار یہ فیصلہ کرنے والے لوگ ہیں۔ اور سارا وبال ان کی گردنوں پر ہے۔

بیوہ کے بھائی نے کل ترکہ پر قبضہ کر کے دوسرے وارثوں پر ظلم کیا اور انکی حق تلفی کی۔ اسے عذاب آخرت سے ڈرنا چاہیے، جسکے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا کہ قیامت کے دن وہ لوگ جن کا حق دنیا میں کسی شخص نے مارا تھا اللہ تعالیٰ سے انصاف کیلئے عرض کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس ظالم (حق مارنے والے) کی نیکیاں ان حق والوں کو دے دے گا اور اگر اس سے بھی پورا نہ ہو تو ان حق والوں کے گناہ اس ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔ اس طرح وہ ظالم اپنی نیکیوں سے خالی ہاتھ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ لادھ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ لہذا دنیا ہی میں اسے چاہیے کہ وہ حق والوں کا حق دے دے یا ان سے معاف کرائے۔ لہذا بیوہ کے بھائی کو چاہیے کہ ان لوگوں کے پورے حصے واپس کر دے۔

ورثاء میں سے کسی وارث کے حق پر ناجائز قبضے کا حکم

الاستفتاء :

میرے ایک قریبی دوست جن کا نام عبدالعزیز (مرحوم) ولد محمد حنیف (مرحوم) تھا انھوں نے انڈیا میں ایک شادی کی، جس سے دو بیٹیاں ہیں۔ ان دونوں لڑکیوں کی شادی کر دی۔ ۳۵ سال کے بعد انھوں نے دوسری

شادی کی کیونکہ پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا۔ دوسری بیوی سے ایک بیٹا ہے اور اس بیٹے کی ولادت کے بعد عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا۔ مرنے والے نے ایک ۸۰ گز کا مکان چھوڑا ہے۔ کیا اس جائیداد میں سے پہلی بیوی کی دونوں بیٹیوں کا کچھ حصہ بنتا ہے؟ اگر بنتا ہے تو شرعی لحاظ سے کتنا حق ہو انگریزوں کے ساتھ ہی دوسری بیوی نے اس مکان کو اپنے نام منتقل کر لیا ہے۔ اور انہوں نے پہلی بیوی کی لڑکیوں کو جائیداد سے محروم کر دیا ہے۔ لہذا آپ مسئلے کا حل بتائیں۔

سائل: محمد اکرم، لائڈھی، کراچی

الجواب:

$$\text{المسئلہ } ۳۲ = ۴ \times ۸$$

میت			
بیوی	لڑکا	لڑکی	لڑکی
۱	۷	۷	۷
۳	۱۳	۷	۷

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل و انحصار ورثہ در مذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث حسب شرائط فرائض مرحوم کا کل ترکہ مکان، پلاٹ، نقد روپیہ اور گھریلو سامان وغیرہ بتیس حصوں پر منقسم ہو کر چار حصے بیوی کو چودہ حصے لڑکے کو اور سات سات حصے دونوں لڑکیوں کے ہیں۔ بیوی نے جو تصرف کیا، وہ ناجائز و حرام ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ سب وارثوں کا حصہ ان کو دے دے۔

حق وراثت اور ملکی قوانین

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے استدعا ہے کہ میرے مندرجہ ذیل سوال کا جواب اسلامی قانون کے مطابق دے کر سرفراز

فرمائیں۔ میں آپ کے فتویٰ کی روشنی میں فیڈرل شریعت کورٹ میں اس فیصلے کیلئے جانا چاہتا ہوں۔

میں پاکستانی نیشنلٹی رکھتا ہوں ہوں میرے بڑے بھائی مولوی نذیر حسین انڈیا میں مدرس میں رہتے تھے۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی، بیوی کا انتقال ان کی زندگی میں ہو گیا تھا۔ اس کے بعد میرے بھائی کا بھی انتقال ہو گیا۔ بھائی کے فوت ہونے پر ان کی جائیداد بذریعہ مدرس اس ہائی کورٹ مجھے، میرے بھائی اور بہن کو اسلامی قانون وراثت کے تحت ملی۔

۱۹۶۵ء کی جنگ میں جو کہ پاکستان اور ہندوستان کے مابین لڑی گئی، تمام پاکستانیوں کی جائیدادیں جو کہ اس وقت بھارت میں تھیں، وہ ہندوستان نے بطور دشمن املاک اپنی تحویل میں لے لیں اور اسی طرح بھارتیوں کی جائیدادیں جو کہ پاکستان میں تھیں وہ قانون دشمن املاک کے تحت اور ڈیفنس آف پاکستان رولز کے مطابق پاکستان نے اپنی تحویل میں لے لیں۔ یہ تمام جائیدادیں جو کہ پاکستان میں تھیں وہ غیر مسلم بھارتیوں کی تھیں۔

حکومت پاکستان نے، دشمن املاک فروخت کر دیں اور جو باقی بچی ہیں، وہ فروخت ہو رہی ہیں۔ بھارت کی دشمن املاک کی قیمت پاکستانی ضبط شدہ املاک سے ۹۹ فیصد سے بھی زیادہ ہے۔ اگر حکومت پاکستان چاہے تو اس رقم سے متعلقہ پاکستانیوں کو باسانی ان کی ضبط شدہ املاک کی قیمت کی رقومات ادا کی جاسکتی ہیں۔ مگر ۱۹۶۵ء کی جنگ سے اب تک یعنی گذشتہ اٹھارہ سال میں حکومت پاکستان نے پاکستانیوں کی ضبط شدہ غیر منقولہ املاک کے بدلے میں آج تک کسی قسم کا معاوضہ ادا نہیں کیا اور نہ ہی کوئی ایسی کارروائی بظاہر زیر تجویز ہے۔ اس ضمن میں اطلاعاً گزارش ہے کہ پریس نوٹ مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۸۳ء کے ذریعہ حکومت پاکستان نے فیصلہ کیا کہ جن پاکستانیوں کی رقومات بھارتی بیچوں میں ضبط ہوئی تھیں، وہ انھیں گورنمنٹ پاکستان ادا کرے گی۔ مگر تاحال غیر منقولہ جائیدادوں کے سلسلہ میں حکومت بالکل خاموش ہے۔

میں آپ کے عالمانہ فیصلے کے تحت تمام پاکستانیوں کی ان جائیدادوں کا جو کہ دشمن املاک قرار دی گئی ہیں، معاوضہ دلانا چاہتا ہوں۔ میں نے صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مرحوم اور بعد میں موجودہ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو درخواستیں دی تھیں مگر کوئی 3 نہیں نکلا۔ آپ اس سلسلہ میں مکمل رہنما جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: عبدالرحمن، میس روڈ، لاہور





ہندوستان میں مقیم بھائی بہنوں کو اس مال کے علاوہ جو زندگی میں انھیں مل چکا ہے، ترکہ میں سے کچھ حصہ ملے گا؟  
کیا نقل مکانی سے پاکستان منتقل پاکستانی حصہ دار ترکہ سے محروم ہوں گے۔

سائل: محمد یعقوب برنی، ایم اے جناح روڈ، کراچی

الجواب:

المسئلہ ۱۴

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱	۱

مرحوم کا کل ترکہ چودہ حصوں میں منقسم ہوگا، ان میں سے دو دو حصے ہر بیٹے کو اور ایک ایک حصہ ہر بیٹی کو ملے گا۔ ہندوستان پاکستان دو مختلف ملک ہونے کے باوجود پاکستان میں رہنے والے ورثاء ترکہ سے محروم نہیں ہوں گے۔ اختلاف ملک کی وجہ سے کافر محروم ہوتا ہے، مسلمان محروم نہیں ہوتے۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا:

واختلاف الدارين فيما بين الكفار عندنا

یعنی ہم احناف کے نزدیک اختلاف ملک کفار کے درمیان معتبر ہے۔

اسکے بعد فرماتے ہیں:

بخلاف المسلمين

یعنی مسلمانوں کیلئے اختلاف ملک معتبر نہیں۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ نے در مختار کی شرح رد المحتار میں لکھا:

ای اختلاف الدار لا يؤثر في حق المسلمين كما في عامة الشروح حتى ان

المسلم التاجر او الاسير لو مات في دار الحرب ورث منه ورثته الذين في دار

الاسلام

(شامی، جلد (۵) کتاب الفرائض، صفحہ: ۵۴۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)  
یعنی اختلاف لک مسلموں کے حق میں مؤثر نہیں ہوتا جیسا کہ عام شروحات میں لکھا ہوا ہے۔ یہاں  
تک کہ ایک مسلمان تاجر یا قیدی دار الحرب میں مراد تو اس کے ترکہ سے وہ تمام ورثاء وراثت پائیں گے جو دار  
الاسلام میں ہیں۔

لڑکی کے نام پنس ہزار روپیہ جو بینک میں جمع کیا تھا اگر بہہ کر کے قبضہ میں دے دیا تھا تو وہ اس کا ہو گیا۔  
ترکہ میں تقسیم نہیں ہو گا۔ اور اگر صرف بینک میں اسکے نام سے اکاؤنٹ کھولا تھا اور اسکے قبضے میں نہیں دیا تھا تو یہ بہہ  
باطل ہو گیا۔ وہ بھی ترکہ میں تقسیم ہو گا۔ جتنی زمین انھوں نے زندگی میں لڑکوں کے نام کر دی تھی اور قبضہ بھی  
دے دیا تھا تو وہ انکی ہے، جن کے نام کی تھی اور اگر قبضہ نہیں دیا تھا تو وہ بھی ترکہ میں تقسیم ہو گی۔ والد کے نام جو کچھ  
بھی باقی تھا اور نقد روپیہ سونا چاندی سامان وغیرہ جو مرتے وقت چھوڑ گئے، وہ سب وارثوں کا ہے اور اس کے کہہ دینے  
سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ پاکستان میں رہنے والے لڑکے کیلئے ہے، یہ بہہ تو ہے نہیں اور وصیت باطل ہے  
۔ حدیث میں ہے، اور اس حدیث کو ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۵۷۲ھ نے سنن ابی داؤد میں نقل کیا:

فَلَا وَصِيَّةَ لِبَوَارِثٍ

(حصہ دوم، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصیة لوارث، صفحہ: ۴۰،

مکتبہ حقانیہ، ملتان)

یعنی وارث کے حق میں کوئی وصیت قابل قبول نہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

## سو تیلی اولاد میں تقسیم وراثت

الاستفتاء:

خدمت جناب مفتی صاحب! دارالعلوم امجدیہ

مندرجہ ذیل مسئلے پر جناب عالی سے حکم شرعی درکار ہے۔ مکان B-77 ہاجرہ آباد میری دادی کے نام  
الاث ہے۔ وہ میرے بیٹے کے نام کرنا چاہتی ہیں۔ اور اس کی بلوغت تک مجھے مختار بنانا چاہتی ہیں۔ اس سلسلہ میں  
عرض ہے کہ یہ مکان اگرچہ میری دادی کی ملکیت ہے۔ مگر اس کی تعمیر میرے دادا نے ”کلیم“ کے پیسے سے ہو یا

تھا، جو کہ آبائی جائیداد تھی اور اس کلیم میں میرے پھوپھا کا حصہ بھی شامل تھا۔ دادا مرحوم نے اپنی حیات میں کئی مرتبہ میرے والد اور پھوپھیوں سے یہ کہا کہ میں ایسی وصیت کرنا چاہتا ہوں کہ بعد میں تم لوگوں کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ مگر سب لوگوں نے یہ کہا کہ ”اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب تک والدہ صاحبہ زندہ ہیں۔ (جو کہ سوتیلی ماں ہیں اور ان کی اپنی کوئی اولاد نہیں ہے) اسی طرح رہتی رہیں گی اور ان کی زندگی میں کوئی تقسیم نہیں ہوگی۔ انکے بعد جائیداد وراثت میں تقسیم ہو جائے گی۔“ اب چونکہ میری دادی یہ جائیداد میرے بیٹے یعنی اپنے پڑپوتے کے نام منتقل کرنا چاہتی ہیں۔ اور وراثت اپنا حق چاہتے ہیں تو ایسی صورت میں آپ سے شرعی احکامات کی رو سے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

- (۱) کیا ایسی جائیداد، جس میں اور دعویٰ بھی ہوں کسی ایک کے نام کی جاسکتی ہے؟ ایسی صورت میں کیا منتقل کرنے والا اور جس کو منتقل کی جا رہی ہے، اللہ کے یہاں ان کی پکڑ ہوگی؟
- (۲) مکان چونکہ دادی کے نام ہے تو اس پر جو تعمیر ”کلیم“ کے روپیہ سے کی گئی، اس کی مالیت کا تخمینہ اس وقت کے حساب سے لگایا جائے گا جب مکان تعمیر ہوا تھا یا موجودہ قیمت سے لگایا جائے گا؟
- (۳) پھوپھا کے کلیم کا جو حصہ شامل ہے، اس کی کیا صورت ہوگی؟
- (۴) کیا وراثت کا حصہ دادی صاحبہ کو تقسیم کرنا ہو گا یا مجھ کو بطور ”اثارنی“ ادا کرنا ہو گا۔
- (۵) کیا حقداروں سے حق معاف کر لیا جاسکتا ہے اور اگر کوئی حقدار معاف کرنے پر رضامند نہ ہو تو صرف اس کا حصہ ہی ادا کرنا ہو گا یا سب کا حصہ نکالنا ہو گا؟
- (۶) وراثت میں ایک بیٹا جو وفات پا چکا ہے، ایک بیٹا جو حیات میں ہے یعنی میرے والد اور چار لڑکیاں جن میں سے ایک وفات پا چکی ہیں۔ ان وراثت کے حصے کس طرح تقسیم ہوں گے؟

سائل: سیف ا d، ہاجرہ آباد، کراچی

الجواب:

شاہجہاں بیگم جن کو سائل نے دادی لکھا ہے، وہ حقیقتاً اس کی دادی نہیں ہے۔ اس کے دادا کی دوسری بیوی ہیں، جن سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ یہ لوگ پہلی بیوی کی اولاد ہیں۔ لہذا ان کا کوئی رشتہ شاہجہاں سے نہیں ہے۔ شاہجہاں کے شوہر نے جو مکان اپنے نام سے خریدا تھا اور اس میں یہ رہتی تھیں وہ شاہجہاں کی ملکیت ہو گیا تھا ان

کے شوہر نے جو روپیہ، اس مکان کی تعمیر میں لگایا، وہ بھی شہجہاں کی ملکیت پر خرچ ہوا، ان سب کی مالکہ وہ ہو گئیں۔ انہیں اپنی زندگی میں اس مکان میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا حق حاصل ہے۔ جس کو چاہیں دے دیں کسی کا کوئی حق اس مکان میں نہیں ہے۔ اس لئے کسی کی رضامندی کا سوال نہیں ہوتا۔

## وراثت میں سوتیلی اولاد کا حق

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ : میرے والد نے دو شادیاں کی ہیں۔ میری والدہ کا انتقال والد صاحب کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا جبکہ میری سوتیلی والدہ کا انتقال والد کے انتقال کے بعد ہوا۔ وراثت میں ہم دو حقیقی بھائی ہیں۔ سوتیلی ماں سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ جائیداد میں اور کوئی حصہ دار نہیں۔ ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

سائل : محمد اسلم، نیو کراچی

الجواب :

سوتیلی والدہ جب والد کے انتقال کے وقت موجود تھیں تو بیوی کا اثناواں حصہ تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا ترکہ اسکے وراثت کو ملے گا۔ سوتیلے بیٹوں کا اس میں کچھ حصہ نہیں۔ ہاں یہ اپنے والد کی جائیداد آپس میں برابر تقسیم کر لیں گے۔

## لے پالک کا ترکہ میں حصہ

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ : زید کا ایک بڑا بھائی اور ایک بہن ہندوستان میں رہتے ہیں۔ زید اور اسکی بہن دونوں کی اولاد ہیں۔ بڑے بھائی کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ بڑے بھائی نے بچر کو پال کر جوان کیا۔ بڑے بھائی کا انتقال ہو گیا۔ اس نے کوئی وصیت

کی ہے یا نہیں، اس کا ہمیں کوئی علم نہیں۔ مرنے والے کی بیوی بقید حیات ہے۔ سوال یہ ہے کہ مرنے والے کی جائیداد کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟ اس میں زید کا اور اس کی بہن کا کتنا حصہ ہوگا اور مرنے والے کی بیوی کا کتنا حصہ ہوگا؟

(۲) نیز لے پالک بچر کا کتنا حصہ ہوگا؟

(۳) اگر زید کا انتقال ہو جائے تو بصورت دیگر اس کی اولاد وراثت میں حصے دار ہوگی یا نہیں؟

(۴) مرنے والے کی وراثت پر بچر قبضہ کر لے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔

برائے کرم ان سوالات کے جوابات قرآن و حدیث کی روشنی میں - تحریر فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

سائل: عبدالرحمن اجمیری

الجواب:

المسئلہ ۴

بیوی بھائی بہن

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل و انحصار و وراثت در مذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث مرحوم کا ترکہ و جائیداد چار حصوں پر منقسم ہو کر ایک حصہ مرحوم کی بیوہ اور دو حصے مرحوم کے بھائی زید کو اور ایک حصہ مرحوم کی بہن کو ملے گا۔ اور بچر جو کہ اس کے رشتہ میں کچھ نہیں، اس کو محض پال پوس کر بڑا کیا ہے، اس کا کوئی حصہ شرع کی طرف سے نہیں ہے۔ اور جب زید کا انتقال ہو جائے تو اس کے وراثت کے بارے میں بتا کر مسئلہ دریافت کیا جائے۔

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

میری شادی تقریباً بیس سال قبل ہوئی، اولاد نہ ہونے کے سبب اپنی سالی کی لڑکی کو گود لے لیا جو ماشاء

اللہ جو ان ہو گئی۔ پھر میں نے دوسری شادی بھی کر لی۔ دوسری بیوی سے میری دو بیٹیاں ہیں۔ کیا میری گود لی ہوئی بیٹی کا شرعی طور پر جائیداد میں حق ہے یا نہیں؟ اور کیا وہ اپنی ولدیت میں اسکول سرٹیفیکیٹ پر میرا نام لکھ سکتی ہے یا نہیں؟ شرعی طور پر رہنمائی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب :

پالی ہوئی بیٹی کو جائیداد میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا ہے۔ زندگی میں جو چاہے دے مگر اپنے وارثوں کا حق تلف کرنے کیلئے زیادہ نہیں دے گا۔ پالی ہوئی بیٹی کو اپنے اصل باپ کا نام لکھنا چاہئے اور نکاح میں بھی اصل باپ کو ولایت حاصل ہوتی ہے۔

مرحوم کی ملکیت میں آنے والی تمام چیزوں کی تقسیم کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں کہ :

ایک شخص کا انتقال ہو گیا۔ ورثاء میں مرحوم کے والدین، مرحوم کی بیوہ، ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں۔ مرحوم نے کچھ زیورات ہجوں کے نام کر کے کسی کے ہاں امانت رکھوائے تھے۔ کیا مرحوم کی بیوہ ان کو واپس لے سکتی ہے؟ جو واجبات بیوہ نے نقد اور روپے کی صورت میں دفتر سے وصول کئے اس میں کس کا حق ہے؟ نیز مرحوم کے استعمال کی تمام چیزیں ترکہ میں تقسیم ہوں گی یا نہیں؟ امید ہے تفصیل سے جواب دے کر شکر یہ کا موقع عنایت فرمائیں گے۔

سائل : محمد زاہد، کراچی

الجواب :

المسئلہ ۲۳ × ۳ = ۷۲

میت

بیوی ماں باپ بیٹا بیٹی

$$\frac{13}{13} \quad \frac{2}{12} \quad \frac{2}{12} \quad \frac{3}{9}$$

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صدق سائل و انحصار ورثہ در مذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث حسب شرائط فرائض مرحوم کا کل ترکہ اور سامان بہتر حصوں پر منقسم ہو کر نو حصے بیوی کے اور بارہ بارہ حصے ماں اور باپ کے، چھبیس لڑکے کے اور تیرہ لڑکی کے ہیں۔ شادی کے وقت دونوں جانب سے زیورات کپڑے اور جینز وغیرہ کا سامان دیا جاتا ہے اس سب کی مالک بیوی ہوتی ہے۔ لہذا وہ اس کا حق ہے، اس سے واپس نہیں لیا جاسکتا۔ صرف وہ چیزیں جو مردوں کے استعمال کیلئے ہوتی ہیں { مردانہ کپڑے، گھڑی، قلم اور وہ انگوٹھی جو دوڑ کو دی جاتی ہے، اس سب کا مالک شوہر ہوتا ہے۔ وہ سب وارثوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ جو واجبات بیوہ نے وصول کئے وہ مندرجہ بالا طریقہ سے سب کے ہیں۔ مرحوم نے گھریلو استعمال کیلئے جو چیزیں خود خریدیں تھیں، وہ سب وارثوں میں تقسیم ہوں گی۔

### بیوی کے ترکہ میں شوہر کا حصہ

الاستفتاء:

ایک عورت کا انتقال ہو گیا۔ نزدیکی رشتہ داروں میں ماں، باپ، بہن، بھائی، لڑکا، لڑکی اور شوہر زندہ ہیں مرحومہ کی جائیداد ہے۔ کس کس کو جائیداد میں حصہ ملے گا اور کتنا؟ از روئے شرع حکم خداوندی کے بموجب ارشاد فرمائیں۔

$$\frac{36}{5} = 3 \times 12 \quad \text{المسئلہ} \quad \text{WWW.NAFSEISLAM.COM}$$

ماں	باپ	شوہر	لڑکا	لڑکی	بہن	بھائی
$\frac{2}{6}$	$\frac{2}{6}$	$\frac{3}{9}$	$\frac{5}{10}$	$\frac{5}{10}$	محروم	محروم

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صدق سائل و انحصار ورثہ در مذکورین بعد امور متقدمہ علی الارث مرحوم کا کل ترکہ چھبیس حصوں پر منقسم ہو کر چھ حصے ماں اور باپ کو اور نو حصے شوہر کو ملیں گے۔ دس حصے لڑکے کو اور پانچ حصے لڑکی کو ملیں گے۔ جبکہ مرحومہ کے بہن اور بھائی محروم ہو جائیں گے۔



## مجنونہ بیوی کا ترکہ حاصل کرنے کا حکم نیز ولی کی ترتیب

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی وقار الدین صاحب!

السلام علیکم

آپ سے گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلے پر قرآن و حدیث کی روشنی میں فتویٰ صادر فرما کر مشکور فرمائیں۔

میری شادی کو ۳۳ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ میری بیوی کا شروع سے دماغی توازن درست نہیں، جنونی کیفیت کبھی زیادہ ہوتی ہے کبھی کم۔ فی الحال عرصہ ڈیڑھ سال سے پھر نیم پاگل ہے۔ اب اسکی عمر ۵۰ سال سے تجاوز ہے اور اسکے بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے خطرہ ہے کہ شاید وہ اپنے ہوش و حواس میں واپس نہ آسکے۔ اس کا ترکہ جو کہ مبلغ ۲۵۰۰ روپیہ بنتا ہے اس کی بڑی بہن نے روک رکھا ہے اور دینے سے انکاری ہے۔

(۱) کیا شوہر کو جو کہ اپنے مکمل ہوش و حواس میں ہے۔ اپنی پاگل بیوی کا ترکہ بحق شرع اپنی بیوی کی طرف سے وصول کر سکتا ہے اور ضمانت دیتا ہے کہ بیوی کا دماغی توازن درست ہونے کے بعد یہ امانت اسکے حوالے کر دی جائے گی۔ جبکہ بوقت تحریر وراثت نامہ پر شوہر نے ہی داکٹرنے تھے۔ یا اسکے بچے جو اب بالغ ہو چکے ہیں، انھیں شرعی طور پر وصول کرنے کا حق ہے؟

(۲) جبکہ میری سالی کا کہنا ہے کہ وہ از خود یہ رقم بہن کے حوالے کر دے گی۔ کیا شرعی قوانین روشنی میں وہ اسکی رقم اپنے قبضے میں رکھ سکتی ہے۔ جبکہ اسکے بچے موجود ہیں۔ خطرہ ہے کہ اگر وہ درست نہ ہو سکی تو اسکے بچے جو میری نگاہ میں اس کے ترکہ کے حقدار ہیں حق سے محروم ہو جائیں گے۔ جبکہ شوہر اسکے درست نہ ہونے پر یہ رقم اس کی بچیوں پر لگانا چاہتا ہے اور صدقہ جاریہ پر خرچ کرنا چاہتا ہے۔ لب لباب یہ ہے کہ کیا اس کی بہن رقم اپنے قبضے میں رکھنے کی مجاز ہے؟ کیا یہ رقم اسکے بچوں کی حق وراثت بنتی ہے؟

الجواب:

جنون تین قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) ایسا جنون جو کسی وقت دور نہیں ہوتا۔

(۲) کبھی جنون طاری ہو جاتا ہے اور کبھی دور ہو جاتا ہے۔

(۳) بیوقوف قسم کا مجنون۔

تیسری قسم کے جنون میں مجنون کے تمام معاملات اسکا ولی طے کرے گا۔ دوسری قسم کے مجنون کے وہ تصرفات جائز ہیں، جو اس نے حالت صحت میں کئے۔ اور حالت جنون میں کئے گئے تصرفات باطل ہیں۔ اور پہلی قسم میں ظاہر ہے کہ مجنون تصرف کے لائق ہی نہیں۔ تو اس کے تصرفات بھی ولی کرتا ہے۔

ولایت میں باپ مقدم ہے۔ اگر باپ نہ ہو تو دوسرے عصبات ولی ہوتے ہیں۔ اور عصبات میں ترتیب اسی طرح ہوتی ہے جس طرح وراثت میں ہوتی ہے۔ پہلے بیٹے پوتے وغیرہ مذکر اولادیں۔ یہ نہ ہوں تو باپ، دادا وغیرہ۔ یہ بھی نہ ہوں تو باپ کی مذکر اولادیں یعنی بھائی بھتیجے وغیرہ۔ یہ بھی نہ ہوں تو دادا کی مذکر اولادیں یعنی چچا اور چچا زاد بھائی وغیرہ۔

لہذا صورت مسئلہ میں اگر عورت پہلی قسم کی مجنونہ ہے اور اس کا باپ نہیں ہے تو اس کا جوان بیٹا ترکہ کا روپیہ تقسیم کرے گا۔ مگر اس میں کوئی تصرف نہیں کرے گا۔ اگر ماں کا جنون دور ہو جائے تو اسکو دے دے۔ اگر جنون دور نہ ہو تو اسکے مرنے کے بعد وارثوں میں تقسیم کر دے۔ اور اگر دوسرے قسم کا جنون ہے تو جس وقت جنون نہ ہو تو اس وقت اپنے مال پر قبضہ کرے گی اور اس حالت میں جو چاہے تصرف کرے گی۔ بہر حال مجنونہ کی بہن کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ مجنونہ کے ترکہ کو اپنے پاس رکھے اور نہ مجنونہ کے شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس روپے پر قبضہ کرے۔

## پگڑی والی چیز میں ورثاء کا حق

الاستفتاء:

جناب مفتی صاحب! ادارہ العلوم امجدیہ، کراچی

السلام علیکم

بعد سلام و آداب کے گزارش ہے کہ ایک عورت جو ہماری برادری سے تعلق رکھتی ہے، اسکے پاس ایک مکان ہے۔ جس کی قیمت تقریباً پچاس ہزار روپے بنتی ہے۔ عورت کا خاوند وفات پا چکا ہے۔ اس عورت کی تین

لڑکیاں اور دولڑکے ہیں، جو سب شادی شدہ ہیں۔ اگر یہ عورت اپنا مکان بیچ دے تو اپنے لئے کتنی رقم رکھے اور اولاد میں کیا تقسیم کرے۔ اس مکان کے علاوہ عورت کے پاس اور کسی قسم کی کوئی مالیت نہیں ہے۔

الجواب:

اگر مکان پگڑی کا ہے تو جو اس میں رہتا ہے، وہ اس میں رہے گا۔ یہ ترکہ میں تقسیم نہیں ہوگا اس لئے کہ ترکہ ملکیت میں تقسیم ہوتا ہے۔ پگڑی پر مکان لینے والا کرایہ دار ہوتا ہے اگر اس کو پگڑی پر دے کر روپیہ حاصل کرنا ہے تو یہ حرام ہے۔ شریعت حرام مال نہیں بانٹتی ہے۔ اور اگر یہ مکان ملکیت کا ہے تو یہ بتایا جائے کہ مرنے والے شوہر کی ملکیت تھا اور اسکے مرنے کے بعد کون کون وارث تھے تو اسکا حکم بتایا جائے گا۔ اور اگر بیوہ کی ملکیت ہے تو زندگی میں کسی کا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا ہے نہ اس پر یہ لازم ہے کہ وہ مکان بیچ کر وارثوں کو روپیہ تقسیم کرے مرنے کے بعد جو وارث زندہ ہوں گے، انہیں ترکہ مل جائیگا۔ اور اگر اپنی زندگی میں مکان بیچ دیا تو اس رقم سے جتنا چاہے اپنے لئے رکھ کر بقیہ بیٹیوں اور بیٹیوں میں برابر برابر تقسیم کرے۔

پگڑی اور ترکہ

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب! عفتس اسلام  
السلام علیکم

گزارش عرض یہ ہے کہ ایک عورت نے KDA کا ایک کواٹر پگڑی میں لیا تھا۔ اس عورت کا انتقال ہو گیا۔ مرحومہ کی دو لڑکیاں ہیں جن میں سے ایک شادی شدہ ہے۔ جبکہ دوسری لڑکی ابھی دس برس کی ہے۔ مرحومہ کے بھائی بہن مذکورہ کواٹر میں اپنا حصہ مانگتے ہیں۔ لہذا آپ فتویٰ عنایت فرمائیں کہ کیا کیا جائے؟ آپ کی مہربانی ہوگی۔

الجواب:

ترکہ ان چیزوں میں تقسیم ہوتا ہے جو مرنے والے کی ملکیت میں ہوں۔ پگڑی میں لیا ہوا مکان ملکیت میں نہیں ہوتا، کرایہ پر ہوتا ہے۔ لہذا اس میں ترکہ تقسیم نہیں ہوگا، جس کے قبضہ میں ہے وہ اسی کے پاس رہے گا۔

## وراثت میں باپ اور بھائی کے ورثہ کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
میری ہمیشہ مرحومہ دس سال سے بیوہ تھی، ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ انہوں نے میرا ایک بیٹا گود لیا  
ہوا تھا۔ مرحومہ کی ملکیت میں ایک مکان اور تقریباً بارہ تولے سونا تھا۔ مکان انتقال سے چار سال پہلے گود لئے  
ہوئے بیٹے کو ہبہ کر دیا اور اس کے عوض پچاس ہزار روپے اپنی سیفٹی کیلئے مجھ سے لئے۔ لیکن تھے وہ میرے  
پاس ہی۔ مرحومہ کے انتقال کے بعد میرے والد صاحب کا کہنا ہے کہ وہ پچاس ہزار روپیہ مجھے دے دو۔ مرحومہ نے  
ورثاء میں والد، والدہ، دو بھائی، دو بہنیں اور ایک گود لیا ہوا بیٹا چھوڑا ہے۔

اب برائے مہربانی شریعت محمدی کے مطابق فتویٰ صادر فرمائیں کہ مرحومہ کا وارث کون ہو گا اور ان کا کتنا  
حصہ ہو گا؟ یہاں میں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمیشہ مرحومہ کے تمام اخراجات یہاں تک کہ میت اور اس کے  
بعد کے سارے اخراجات میں نے ادا کئے ہیں۔ اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ مرحومہ کو میں نے قرض بھی  
دیا ہوا تھا۔ اگر میں معاف کرنا چاہوں تو معاف کر سکتا ہوں یا ترکہ سے قرض لے کر خیرات کر دوں۔ جواب عنایت  
فرمائیں۔

سائل: خیر اللہ، کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

المسئلہ ۶

المیت ----- خالده

والده

والد

۵

۱

الجواب :

صورت مسئلہ میں مرحومہ کا کوئی ہبہ نامہ یا وصیت نامہ تو نہیں ہے۔ اس کے بھائی کے لڑکے کی ایک

رجسٹری شدہ تحریر ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرحومہ نے اپنا مکان اس بھتیجے کو ہبہ کیا تھا اور اسکے بدلے میں پچاس ہزار روپے لئے۔ یہ تحریر لکھ کر اپنے پاس رکھی تھی کہ جب مرحومہ مانگے گی تو مکان کے ہبے کے بدلے میں اسکو بطور ہبہ دے دے گا۔ یہ دونوں ہبے مکمل نہ ہوئے اسلئے کہ ہبہ کی شرط یہ ہے کہ ہبہ کرنے کے بعد قبضہ بھی دے دیا جائے۔ شیخ الاسلام برہان الدین ابوالدین علی بن ابی بکر الفرغانی متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا:

وتصح بالایجاب والقبول والقبض

(آخرین، کتاب الہبۃ، صفحہ: ۲۸۳، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

ہبہ! ایجاب و قبول اور قبضے سے صحیح ہو جاتا ہے۔

نہ مرحومہ نے مکان پر قبضہ دیا اور نہ بھتیجے نے روپے پر۔ لہذا دونوں ہبے صحیح نہ ہوئے اور مرحومہ کے پاس جو سونا تھا اس کے متعلق اس کا ارادہ اور نیت یہ تھی کہ پالے ہوئے بچے کی شادی میں خرچ کرے گی، وہ بھی نہ ہبہ ہے اور نہ وصیت۔ لہذا مکان اور سونا سب مرحومہ کی ملکیت میں تھے اب اسکے مرنے کے بعد ماں، باپ، بھائی، بہن اور بھتیجے وغیرہ وارث ہیں۔ اس میں سے چھٹا حصہ ماں کو ملے گا اور باقی پانچ حصے باپ کو ملیں گے۔ بھائی، بہن اور بھتیجے محروم ہیں (مرحومہ کے ترکہ میں سے انھیں کچھ نہیں ملے گا) اور پالا ہوا بیٹا شریعت میں ترکہ نہیں پاتا ہے، اس لئے اسے بھی کچھ نہیں ملے گا۔

مرحومہ کی تجمین و تکلفین میں جو خرچ ہوا ہے، اگر خرچ کرتے وقت یہ نیت تھی کہ ترکے میں سے لوں گا تو ضروری مصارف یعنی کفن کی قیمت، قبر کھودنے کی مزدوری اور میت کو قبرستان لے جانے کی گاڑی کا کرایہ ترکہ میں سے وصول کر سکتا ہے اور اگر یہ نیت نہ تھی تو یہ اس کا احسان ہے اور وہ اس کو وصول نہیں کرے گا۔ مرحومہ کو جو قرض دیا تھا وہ ترکہ میں سے وصول کر سکتا ہے اور اسکو لینے کے بعد ترکہ ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا اور اگر معاف کرنا چاہتا ہے تو اچھا ہے۔

## بھائی اور نواسے کی وراثت کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید کا وصال ہوا۔ اس نے ورثاء میں ایک حقیقی بھائی اور دو نواسے چھوڑے۔ از روئے شرع زید کا ترکہ ورثاء میں کس طرح تقسیم ہوگا؟

سائل: محمد خالد، حیدرآباد، سندھ

الجواب:

سوال میں مذکور مرحوم کا کل ترکہ مرحوم کے حقیقی بھائی کو ملے گا، نواسوں کو کچھ نہیں ملے گا۔



## متفرقات

### کعبہ کی شبیہ اور اس کا احترام

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقیمان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) کعبۃ اللہ کی طرف ٹانگیں کر کے سونا، کعبۃ اللہ کی طرف تھوکنایا پیشاب کرنا کیسا ہے؟

(۲) ایک جائے نماز ایسی ہے کہ اس پر (پوری جائے نماز پر) کعبۃ اللہ کی تصویر ہے لوگ اس پر سے گذر

جاتے ہیں۔ جمعہ کے روز امام صاحب کے لئے پھھائی جاتی ہے۔ آیا اس کے اوپر نماز پڑھنا یا پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: ظہیر احمد، جٹ لائن، کراچی

الجواب:

(۱) یہ تمام باتیں ممنوع ہیں اور خلاف ادب ہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے وضو کرنا

مستحب ہے، مگر کلی کرتے وقت منہ زمین کی طرف کر کے کلی کرے گا۔ قبلہ کی جانب منہ کر کے کلی کا پانی نہیں پھینکے

گا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کے متعلق سنا، تو ان سے ملاقات کے شوق میں گئے، راستے

میں وہ بزرگ آتے ہوئے نظر آئے اور یہ دیکھا کہ انھیں تھوکنے کی ضرورت پیش آئی، تو انھوں نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوک دیا، تو حضرت بایزید ان بزرگ سے ملاقات کئے بغیر واپس آگئے اور فرمایا کہ یہ بزرگ نہیں ہو سکتا۔  
(۲) تصویر کا حکم اصل شے کا حکم نہیں ہوتا ہے۔ کعبہ کے احکام کعبہ کی تصویر پر عائد نہیں ہوتے ہیں۔ لہذا ایسی جائے نمازوں پر جن پر کعبہ کی تصویر ہے، ان پر نماز پڑھنے اور ان پر چلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن نماز اس لئے نقش و نگار والی جائے نمازوں پر پڑھنا اچھا نہیں ہے کہ توجہ اسکی طرف ہوگی اور خشوع اور خضوع میں فرق آئے گا۔

## غیر مسلم کو سلام کا جواب دینے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ :

(۱) کیا حضور ﷺ نے کبھی کفار و مشرکین یا منافقین کو سلام کیا؟

(۲) اگر کوئی منافق یا مشرک و کافر سلام کرے تو اس کا جواب کس طرح دیں گے؟

سائل: فاروق، کاغذی بازار، کراچی

الجواب :

حضور ﷺ نے کفار و مشرکین یا منافقوں کو کبھی سلام نہیں کیا اور ان کو سلام کرنا جائز ہی نہیں ہے۔ بلکہ فاسق کو بھی ابتداءً اپنی طرف سے سلام کرنا مکروہ ہے۔ یہ بات حدیث شریف میں ہے، اس حدیث کو رئیس الحدیثین محمد طن اسماعیلابخاری متوفی ۲۵۶ھ نے بخاری میں نقل کیا :

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَهْطٌ مِّنَ الْيَهُودِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالُوا: السَّامُ عَلَيْكَ فَفَهِمْتُهَا فَقُلْتُ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَهْلًا يَا عَائِشَةُ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَدْ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ

(جلد ۲) کتاب الاستیذان، باب کیف الرد علی اهل الذمة السلام، صفحہ: ۹۲۵،

قدیمی کتب خانہ، کراچی



حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے فرماتی ہیں یہودیوں کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا۔ پس انہوں نے کہا ”السام علیک“۔ (سام کے معنی موت کے ہیں) پس میں نے اس کو سن لیا اور میں نے کہا کہ تم پر موت اور لعنت ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ ایسا نہ کہو بے شک اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ وہ کیا کہہ رہے تھے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تحقیق میں نے ان کے جواب میں وعلیکم کہہ دیا۔

لذا اگر کوئی غیر مسلم سلام کرے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام نہیں کہنا چاہیے بلکہ صرف ”وعلیکم ما شاء اللہ“ کہنا چاہیے۔

## دین اور دنیا کے بارے میں دوسروں کو آئیڈیل بنانا

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب! دارالعلوم امجدیہ، کراچی

گزارش یہ ہے کہ جمعہ کے دن آپ نے فرمایا کہ حدیث میں ہے ”تم دنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے کے درجے کے لوگوں کو مد نظر رکھو اور دین کے معاملے میں اپنے سے اونچے درجے کے لوگوں کو مد نظر رکھو۔ اس طرح تم دین اور دنیا دونوں میں فلاح پا جاؤ گے“ آپ سے عرض یہ ہے کہ براہ کرم پوری حدیث ترجمہ و حوالے کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

سائل: فقیر محمد عرفان الحق، فیڈرل کینٹنل ہاؤس، کراچی

الجواب:

حدیث شریف میں ہے، اس حدیث کو صاحب مشکوٰۃ ولی الدین امی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ متوفی ۷۴۲ھ نے ترمذی شریف سے نقل کیا:

عن عمرو بن شعیب عن أبيه عن جده عن رسول الله ﷺ قال: خصلتان من كانتا فيه كتبه الله شاكراً صابراً من نظر في دينه إلى من هو فوقه، فاقتدى به ونظر في دنياه، إلى من هو دونه، فحمد الله على ما فضله الله عليه كتبه الله

شاکراً صابراً ومن نظر فی دینہ الی من ذونہ و نظر فی دنیاہ الی من ہو فوقہ  
فاسف علی ما فاتہ منہ لم یکتبہ اللہ شاکراً ولا صابراً  
(مشکوۃ المصابیح ، باب فضل الفقراء ، الفصل الثانی ، صفحہ : ۴۴۸ ،

قدیمی کتب خانہ ، کراچی)

یعنی حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے اور ان کے دادا نے رسول اللہ ﷺ سے  
روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دو شخصائیں جس کسی میں ہوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ صابر و شاکر ہے۔  
ایک وہ شخص جو اپنے دین کے بارے میں اپنے سے اوپر والے شخص کی طرف نظر کرے اور پھر وہ اسکی اقتدا کرے  
(یعنی ویسا بننے کی کوشش کرے) اور دنیاوی مال و دولت کے حوالے سے اپنے سے کمزور کو دیکھے تو اللہ کا شکر کرے جو  
اللہ نے اسے رزق میں اس سے برتری دی تو اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر لکھتا ہے اور جس نے دین کے معاملے میں  
اپنے سے کم دیندار کو اور دنیاوی مال کے اعتبار سے اپنے سے زیادہ مال والے کو <sup>مطمئن</sup> نظر بنایا اور اس نے مال کی کمی پر  
افسوس کیا تو اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں صابر و شاکر نہیں لکھا جاتا۔

## بغیر تعلیم کے معالج بننے کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

ایک صاحب جنہوں نے ملی فارمیسی کیا ہوا ہے (قانونی طور پر ملی فارمسٹ کو کسی دواؤں کی کمپنی میں کام یا  
کوئی دواؤں کی دوکان کھولنے کی اجازت ہوتی ہے وہ علاج معالجہ کیلئے نسخہ تجویز نہیں کر سکتا) انہوں نے کلینک کھولا  
ہوا ہے ، جس میں وہ مریضوں کو دیکھتے ہیں ، ویسے ان کو اچھا خاصا تجربہ ہے اور لوگوں کا اعتماد حاصل ہے۔

کلینک اچھا چلتا ہے ، انہوں نے اپنے کلینک پر کوئی بورڈ وغیرہ نہیں لگایا اور ویسے بھی وہ جھوٹ نہیں بولتے  
۔ اگر کوئی پوچھتا ہے کہ آپ ایم ، بی ، بی ، ایس ہیں تو وہ بتا دیتے ہیں کہ میں ایک ”ملی فارمسٹ“ ہوں۔ بس لوگوں کا  
علاج کرنے کا ہی تجربہ ہے۔ لوگ میرے پاس آتے ہیں بغیر کوئی بورڈ دیکھے ہوئے مجھ پر اعتماد کرتے ہیں اور ارد گرد  
کے ایم ، بی ، بی ، ایس ڈاکٹروں سے بھی زیادہ لوگ میرے پاس آتے ہیں۔ میں بفضلہ تعالیٰ ان کا اچھا علاج کرتا ہوں

۔ اب ڈگری ہونا تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ ایم، بی، بی، ایس کی ڈگری ہو تبھی علاج کر سکتا ہے۔ علاج تو ہر وہ شخص کر سکتا ہے جس کو تجربہ ہو، لوگوں کا اعتماد حاصل ہو۔“

اب آپ سے یہ فتویٰ لینا ہے کہ شریعت مطہرہ کے مطابق ان صاحب کا یہ علاج معالجہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کی کمائی حلال ہے یا حرام؟ مہربانی فرما کر ذرا۔ -جواب دیجئے۔ جزاک اللہ خیر الجزاء

الجواب:

علاج کیلئے تشخیص یعنی امراض و اسباب امراض اور ادویات کے خواص اور ادویات کی تیاری وغیرہ جاننے کی ضرورت ہے۔ فارمیسی میں صرف دواؤں کی تیاری اور ان کی خاصیتیں اور اثرات کے بارے میں تعلیم دی جاتی ہے۔ لہذا فارمیسی والا ڈاکٹر نہیں ہے اور جو ڈاکٹر نہ ہو، وہ علاج نہیں کر سکتا۔ ہماری فقہ کی کتابوں میں اسکے متعلق مسائل لکھے ہیں کہ جو شخص طب جانتا ہو اور اس میں مہارت نہ رکھتا ہو اور وہ دوسروں کا علاج کرے اور اس سے مریض کو نقصان ہو جائے تو معالج (علاج کرنے والا) سے قصاص لیا جائے گا۔ حدیث میں ہے، اس حدیث کو حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید الربیع ابن ماجہ القزوی نے متوفی: ۳۷۳ھ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے:

”مَنْ تَطِيبُ وَلَمْ يَعْلَمْ مِنْهُ طِبٌ“ قَبْلَ ذَلِكَ فَهُوَ ضَامِنٌ

(ابن ماجہ، ابواب الطب، باب من تطیب ولم یعلم منه طب، صفحہ: ۲۳۸، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی جو علاج کرتا ہے اور پہلے سے وہ طب نہیں جانتا ہے، وہ ضامن ہے۔

اس کے علاوہ ملکی قانون کے اعتبار سے بھی یہ جرم ہے۔ علاج وہ شخص کر سکتا ہے جس نے رجسٹریشن کروایا ہو، جو ڈاکٹر نہیں ہے وہ جھوٹ بول کر رجسٹریشن کروالیتا ہے اگر کبھی پکڑا جائے تو پھر یہ جھوٹ بولے گا یا رشوت دے گا یا جیل چلا جائے گا۔ لہذا مسلمان کو ملکی قانون کے خلاف کام کرنا جائز نہیں ہے۔ ورنہ اسکی عزت خراب ہو جائے گی۔ اور یہ گناہ بھی کرنا پڑیں گے۔ لہذا صورت مسئولہ میں اس شخص کو علاج معالجہ کا کام نہیں کرنا چاہئے۔

## علم جفر اور دیگر علوم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حسب ذیل سوالات کے بارے میں کہ:

(۱) علم الاعداد اور علم جفر کی مدد سے قیمتی پتھر، عطر، رنگ اور دوست و ساتھی کا انتخاب کیا جاسکتا ہے یا

نہیں؟

(۲) علم جفر اور رمل کے ذریعہ سے سوالات کے جوابات اور مطلوبہ مقاصد حاصل کرنا کیسا ہے؟

(۳) زانچہ ہو کر اپنے پاس رکھنا کیسا ہے؟

(۴) علم نجوم حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) ایسے تعلیمی اداروں میں جہاں بڑے طلبہ و طالبات کی جماعت مخلوط ہو وہاں ملازمت اختیار کرنا کیسا

ہے؟

الجواب:

سوال میں مذکورہ علوم میں صرف ”علم جفر“ صحیح ہے۔ مگر اس کے جوابات صرف علم پڑھ لینے سے صحیح

نہیں نکلتے ہیں بلکہ اس کیلئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اجازت لینا پڑتی ہے۔ اگر اجازت مل جاتی ہے تو جوابات

صحیح برآمد ہوتے ہیں اور اجازت نہیں ملتی تو جواب بھی صحیح برآمد نہیں ہوتے۔ جفر کے علاوہ جن امور کا تذکرہ آپ نے

کیا ہے، شریعت میں ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ نجومی اور کاہن وغیرہ لوگوں سے تو سوال کرنے کی بھی ممانعت ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا، اس حدیث کو عساکر الملت والدين ابو الحسين امام مسلم بن الحجاج القشيري متوفی: ۲۶۱ھ نے

اپنی صحیح مسلم میں نقل کیا:

مَنْ اتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ، عَنْ شَيْءٍ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ، صَلَوةٌ، أَرْبَعِينَ لَيْلَةً

(جلد ۲)، کتاب السلام، باب تحريم الكهانة واتبان الكهان، صفحہ: ۲۳۳، قدیمی

کتب خانہ، کراچی)

یعنی جو کاہن (نجومی) کے پاس آئے اور اس سے کچھ دریافت کرے، اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول

نہیں ہوتیں۔

ایک اور حدیث میں ہے جسے امیر المؤمنین فی الحدیث امام ابو عبد اللہ محمد بن ا <sup>ؓ</sup> البخاری متوفی: ۲۵۶ھ نے صحیح بخاری میں نقل کیا:

عن عائشة زوج النبي <sup>ﷺ</sup> أننا سمعت رسول الله يقول ان الملائكة تنزل في العنان وهو السحاب فتذكر الامر قضي في السماء فتسترق الشياطين السمع فتسعه فتوحيه الى الكهان فيكذبون معها مائة كذبة من عند انفسهم

(جلد (۱) کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة، صفحہ: ۴۵۶،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ <sup>ﷺ</sup> کو فرماتے ہوئے سنا کہ عنان میں فرشتے اترتے ہیں اور وہ ایک باطل ہے پھر وہ اس امر خاص کا تذکرہ کرتے ہیں جس کا فیصلہ آسمانوں میں ہوا ہوتا ہے۔ شیطان اس گفتگو کو سن لیتے ہیں اور کابھوں کو اس کا القاء کرتے ہیں اور اس میں اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

مشکوٰۃ المصابیح میں ہے:

حضرت ربیع سے ایک روایت میں ہے قسم اللہ کی، اللہ تعالیٰ نے کسی ستارے میں کسی کی زندگی نہیں رکھی، نہ ہی اس کا رزق اور نہ ہی اس کی موت اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور وہ ستاروں کو علت قرار دیتے ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطب والرقی، باب الکہانة، الفصل الثالث، صفحہ:

۳۹۳، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

مشکوٰۃ میں ایک اور حدیث میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس نے علم نجوم کا کچھ حصہ سیکھا جو اللہ تعالیٰ نے نہیں بیان فرمایا۔ پس تحقیق اس نے ایک حصہ جادو حاصل کیا۔ نجومی کا ہن ہے اور کابھن جادو گر ہے اور جادو گر (جو جادو کے کفریات پر اعتقاد رکھتا ہے) کافر ہے۔

(حوالہ بالا)

لہذا علم جفر کے علاوہ باقی علم کو جن کا سوال میں تذکرہ ہے، سیکھنا ناجائز ہے۔ بعض صحیح تعویذات کسی تاریخ معین یا وقت پر لکھنے کی شرط ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مخلوط تعلیمی اداروں میں مرد و عورت دونوں کو ملازمت کرنا ناجائز ہے۔

## بچیوں کو لکھنا سکھانے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
ہمارے علاقہ میں عرصہ دراز سے ایک دینی مدرسہ قائم ہے، اب مدرسہ والوں کا خیال ہے کہ اس کی ایک  
برانچ قائم کی جائے، جس میں شہر کی ۵ سال سے ۷ سال کی بچیوں کی تعلیم کا انتظام کیا جائے اور اپنے شہر کی بچیوں  
کیلئے تعلیم حاصل کرنا لازمی قرار دیا جائے، اس میں شرعی پردے کا مکمل نظام ہوگا۔ پڑھانے والی بھی عورتیں ہوں گی  
، جو شہر میں موجود ہیں، لیکن تعلیم کو مؤثر بنانے کیلئے تحریر کا سیکھنا سکھانا لازمی ہوتا ہے، تو عورتوں کو تحریر سیکھنا  
سکھانا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹنوا و تو جروا  
سائل: مولوی محمد سعید بخش، نواب شاہ، سندھ

الجواب:

دینی تعلیم کا مرد و عورت دونوں پر بقدر ضرورت حاصل کرنا فرض ہے۔ اور دنیاوی تعلیم حاصل کرنا  
جائز ہے۔ اس لئے لڑکیوں کا اسکول قائم کرنا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ تعلیم دینے کیلئے عورتیں مقرر کی جائیں۔ ہاں  
چھوٹی بچیوں کو مرد بھی پڑھا سکتے ہیں۔ لکھنا سکھانے کے بارے میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے، جس میں فرمایا:

لا تعلموهن الكتابة ولا تسكنوهن في الغرف

یعنی عورتوں کو لکھنا سکھاؤ اور نہ انہیں بالامنز لوں میں ٹھراؤ۔

اس حدیث سے بظاہر عورتوں کو لکھنا سکھانے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ مگر ضرورت زمانہ اور ابتلاء  
عام کی وجہ سے مناسب یہ ہے کہ حدیث کو ”نہی تنزیہی“ پر محمول کیا جائے۔ یعنی عورتوں کو کتابت سکھانا اچھی بات  
نہیں ہے۔

## طلبہ کیلئے سفری رعایتی کارڈ

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

آج کل دینی اداروں کے منظمین طلبہ کو سفری کرایہ میں رعایت کیلئے سرکاری ادارے سے مطبوعہ کارڈ حاصل کر کے جاری کرتے ہیں۔ اگر طالب علم دوران سال مدرسہ چھوڑ کر چلا جائے اور کارڈ ساتھ لے جائے اور اسے استعمال کرے تو کیا اس کے اس فعل سے منظمین مدرسہ از روئے شرع قصور وار ہوں گے یا نہیں؟

سائلین: منظمین مدرسہ دارالعلوم فاروق اعظم، گلستان مصطفیٰ، کراچی

الجواب:

منظمین کو چاہیے کہ جب کوئی طالب علم مدرسہ چھوڑ کر جائے، تو اس وقت کارڈ اس سے واپس لے لیں۔ اگر انہوں نے قدرت کے باوجود کارڈ واپس نہیں لیا تو جب تک وہ طالب علم اس کارڈ کو استعمال کرتا رہے گا، منظمہ بھی اس گناہ میں شریک رہے گی، اور اگر طالب علم اس طرح مدرسہ چھوڑ کر چلا جاتا ہے کہ منظمین کو معلوم نہیں ہوا، تو پھر اس کا کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

کرکٹ وغیرہ کھیلنے اور دیکھنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ہاکی، فٹبال اور کرکٹ کھیلنا، دیکھنا اور کنٹری سننا کیسا ہے؟ جبکہ دیکھنے اور سننے سے دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے، اس بارے میں آپ سے گزارش ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مسئلے کا تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

سائل: محمد سلیم کاسانی

الجواب:

حدیث میں ہے، اس حدیث کو حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید الربیع ابن ماجہ القزوی نے متوفی ۲۷۳ھ نے سنن ابن ماجہ میں نقل کیا:

كُلُّ مَا يَلْهُوُ بِهِ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ بَاطِلٌ إِلَّا رَمِيَهُ بِقَوْسِهِ وَتَادِيْبُهُ فَرَسُهُ

وَمَلَأَعْبَتَهُ امْرَأَتَهُ فَانْتَهَنَ مِنَ الْحَقِّ

(ابواب الجهاد، الرمی فی سبیل اللہ، صفحہ: ۲۰۲، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی ہر وہ شے جس سے کوئی مسلمان غفلت میں پڑ جائے، باطل ہے مگر کمان سے تیر اندازی کرنا اپنے

گھوڑے کو سکھانا اور اپنی بیوی سے ملاعبت (کھیل کود) کرنا یہ تین کام حق ہیں۔

حدیث میں واضح طور پر بتا دیا کہ مومن کی زندگی لہو و لعب کیلئے نہیں ہے۔ لہذا تندرستی کیلئے ٹھنڈا پانی اور زرش

کیلئے تھوڑا کھیلنا تو جائز ہے۔ مگر کرکٹ، ہاکی جس طرح کھیلی جاتی ہے، اس میں کوئی مقصد صحیح نہیں ہے۔ بلکہ قوم اور

ملک کا بہت بڑا نقصان ہے۔ کروڑوں روپے اسٹیڈیم بنانے اور ٹیم تیار کرنے پر خرچ کئے جاتے ہیں۔ پھر جب ملک یا

بیرون ملک پانچ روزہ، تین روزہ اور ایک روزہ جو میچز ہوتے ہیں، آفس میں بیٹھے ہوئے ملازمین، کام کے بجائے ریڈیو یا

ٹیلیوژن سے کنٹری سننے اور دیکھنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ اس میں قوم کے مال کی بربادی اور وقت کو ضائع کرنا

ہے۔ اور دین کے نقصان کا تو عالم یہ ہے کہ ہزاروں آدمی اسٹیڈیم میں بیٹھے دن بھر کھیل دیکھتے رہتے ہیں، نہ نماز کی

پرواہ نہ اپنا وقت ضائع ہونے کی پرواہ۔

اسلام کا نام لینے والی حکومت پر افسوس ہے کہ میچ کو جمعہ کے دن ضرور رکھا جاتا ہے، اس کی یہ مصلحت

بتائی جاتی ہے کہ جمعہ کے دن عام چھٹی ہوتی ہے، حالانکہ جمعہ کے علاوہ بھی، جس دن میچ ہوتا ہے، عموماً بغیر اعلان

دفتر میں کام نہیں ہوتا ہے۔ حکومت نے اپنے طور پر جمعہ کی چھٹی کی وجہ سے جمعہ کو میچ کا دن قرار دیا ہے۔ مگر یہ نہ

سوچا کہ ہزاروں لاکھوں آدمیوں کی جمعہ کی نماز چھوڑنے کا گناہ حکومت کے اوپر بھی ہے۔ بہر صورت یہ سب کھیل

کھیلنا ناجائز و حرام ہیں اور ان کو دیکھنے اور سننے میں وقت ضائع کرنا بھی ناجائز ہے۔

## وصیت نامہ کی شرعی حیثیت

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

کبھی کبھی ایک وصیت نامہ لکھتا ہے جس کا عنوان عموماً یوں ہوتا ہے کہ فلاں بزرگ نے خواب میں حضور

ﷺ کو دیکھا یا حضرت فاطمہ کو دیکھا اور انہوں نے فرمایا ہے کہ بس قیامت قریب ہے اور اس پر کچھ مزید باتیں ہوتی



ہیں پھر آخر میں تحریر ہوتا ہے کہ جن صاحب کو یہ وصیت نامہ ملے وہ اس کی سات، دس یا پندرہ کاپیاں کروا کر تقسیم کریں تو انہیں چند ایام میں بہت خوشی حاصل ہوگی اور اگر تقسیم نہ کیا تو پھر پریشانیوں اور نمودوں سے دوچار ہوں گے۔ چنانچہ یہ پڑچہ دوبارہ کل مجھے ملا ہے۔ اس کے متعلق تحریر فرمائیں کہ یہ کیا ہے؟ کیا ایسا کرنا ضروری ہے؟ امید ہے کہ تحقیقی جواب سے نوازیں گے۔

سائل: حیدر حسن خان

الجواب:

یہ وصیت نامہ لغو ہے۔ اور یہ تقریباً ساٹھ سال پہلے ہندوستان سے چھپنا شروع ہوا۔ اس وقت تحقیق کی گئی تھی تو معلوم ہوا تھا کہ یہ یہودی سازش ہے۔ انہوں نے مسلمانوں میں بیجان (بے چینی) پیدا کرنے اور جب یہ عذاب نہ آئے تو مسلمانوں کی عقیدت میں خلل ڈالنے کیلئے اسے چھاپنا شروع کیا تھا۔ لہذا اس وصیت نامہ پر کسی قسم کی کوئی توجہ نہ دی جائے۔

جسم پر انٹ سیاہی سے نام وغیرہ کندہ کروانا

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: جسم پر انٹ سیاہی سے نام کندہ کروانا کیسا ہے؟ جسم پر اگر تصویر وغیرہ کندہ ہو تو کیا وضو و غسل ہو جاتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

حدیث شریف میں نام وغیرہ کندہ کروانے والے اور کرنے والے دونوں پر لعنت کی گئی ہے۔ حدیث میں ہے، اور اس حدیث کو امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی: ۲۷۹ھ نے جامع ترمذی میں نقل کیا ہے: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

قال لعن اللہ الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة

(جلد ۱) ابواب اللباس، باب ما جاء فی مواصلة الشعر، صفحہ: ۲۰۸،

فاروقی کتب خانہ، کراچی)

یعنی بال لگانے والی اور لگوانے والی، گوند نے والی اور گوندوانے والی پر اللہ کی لعنت ہو۔  
لہذا صورت مسکولہ میں جسم پر نام وغیرہ کندہ کروانا حرام ہے۔

## سیاہ خضاب لگانے کا حکم

### الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :

سیاہ خضاب لگانا جائز ہے یا ناجائز و حرام ہے؟ بینوا و توجروا

سائل: حبیب احمد قریشی، شاہ فیصل کالونی، کراچی

### الجواب:

کالا خضاب لگانا مردوں کیلئے حرام ہے۔ کالا خضاب لگانے والوں کیلئے حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔ اس حدیث کو ابو داؤد سلیمان بن الأشعث متوفی ۲۷۵ھ نے سنن ابو داؤد میں نقل کیا :

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ يَكُونُ قَوْمٌ يَخْضِبُونَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يَرِيحُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ

(حصہ ۲) کتاب الترجل، باب ما جاء في خضاب السواد، صفحہ: ۲۲۶،

مکتبہ حقانیہ، ملتان) [WWW.NAFSEISLAM.COM](http://WWW.NAFSEISLAM.COM)

یعنی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے آخر زمانہ میں ایک ایسی قوم ہوگی جو کالا خضاب لگائے گی مثل کبوتر کے پونوں کے، وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکیں گے۔

علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا :

ویکرہ بالسواد

یعنی کالا خضاب مکروہ تحریمی ہے۔

اس پر علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا :

فمکروہ و علیہ عامة المشائخ

(جلد ۵) کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، صفحہ: ۲۹۹،

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

سیاہ خضاب مکروہ ہے اور اسی پر اکثر مشائخ کا فتویٰ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## گناہ کی تعریف

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

گناہ کبیرہ کی کیا تعریف ہے؟ معروف گناہ کبیرہ کون کون سے ہیں نیز داڑھی منڈوانا، پنک سے سود لینا یا

دینا گناہ کبیرہ میں شامل ہیں یا نہیں؟ براہ کرم فتویٰ کی صورت میں جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: عبدالعزیز حسنی، کلفٹن

الجواب:

کبیرہ گناہ کی تعریف میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جن گناہوں پر جہنم کی وعید آئی ہے، وہ گناہ کبیرہ

ہیں۔ اور ہر صغیرہ گناہ بلا توبہ کے تین مرتبہ کرنے سے گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ داڑھی منڈوانا یا حد شرع سے کم کرنا فسق ہے۔ سود لینا یا دینا دونوں حرام ہیں۔

## جادو اور بے مقصد علم حاصل کرنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

(۱) کیا جادو، سفلی، سحر، مسمریزم، پناٹا نزم وغیرہ سیکھنا جبکہ نیت اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی ہو

جائز ہے؟ یعنی لوگوں پر کئے گئے گندے عملیات کو دفع کرنے کی غرض سے۔

(۲) ہمارے ایک دوست فرماتے ہیں کہ حضور نے گندے اور بے فائدہ علم سیکھنے سے اللہ کی پناہ مانگی ہے

اور دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں ایسے علم سے چھائے اسلئے ان کا کہنا ہے کہ ”جادو سیکھنا ناجائز ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ

آیت الکرسی جس میں مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی ہی شان اور کبریائی ہے جادو ختم کرنے میں اکسیر ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟  
یعنی:

کیا حضور ﷺ نے ایسے علم سے بچنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے؟

کیا آیت الکرسی واقعی اللہ کی تعریف ہے؟ امید ہے جناب جلد از جلد جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں  
گے۔

سائل: احمد علی میمن، کراچی

الجواب:

ایسے جادو وغیرہ کا علم جسکے کلمات و اعتقادات موجب کفر نہ ہوں لوگوں سے دفع ضرر کیلئے ان کا سیکھنا جائز ہے اور ایسا جادو جسکے کلمات موجب کفر ہوں، اسکو کرنا کفر ہے۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے فتاویٰ شامی میں لکھا:

وفی شرح الزعفرانی السحر حق عندنا وجوده و تصورہ و اثرہ و فی ذخیرة الناظر تعلمہ فرض لرد ساحر اهل الحرب و حرام لیفرق بہ بین المرأة و زوجها و جائز لیوفق بینہما  
اسکے بعد فرماتے ہیں:

فان کان فی ذالک رد مالزم فی شرط الايمان فہو کفر و الا فلا

(جلد ۱) مقدمہ، مطلب السحر انواع، صفحہ: ۲۳، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(۲) یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بے مقصد اور بے فائدہ علم سے اللہ کی پناہ مانگی ہے۔ حدیث میں

ہے اور اس حدیث کو ابو داؤد سلیمان بن الاشعث متوفی: ۲۷۵ھ نے اپنی سنن ابو داؤد میں نقل کیا ہے:

اللَّهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْاَرْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ وَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ وَ

مِنْ نَفْسٍ لَا تَتَّبِعُ وَ مِنْ دُعَاءٍ لَا یُسْمَعُ

(جلد ۱) ابواب الوتر، باب فی الاستعاذۃ، صفحہ: ۲۲۳، مکتبہ حقانیہ، ملتان)

یعنی اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں چار چیزوں سے۔ ایک ایسے علم سے جو نفع نہ دے اور ایسے دل سے جس

میں خوف نہ ہو اور اس جان سے جو حبال سے سیر نہ ہو اور ایسی دعاء سے جو سنی نہ جائے۔

نفع کا لفظ مطلق ہے جس علم میں دین و دنیا کا کوئی فائدہ نہ ہو ظاہر بات ہے کہ وہ عبث و لغو ہے اور مسلمان اپنی زندگی کو فضول کام میں ضائع نہیں کرتا ہے۔ اسکولوں کی تعلیم، انگریزی، انجینئرنگ، ڈاکٹری وغیرہ علوم ملک و قوم اور اپنے فائدے کیلئے حاصل کئے جاتے ہیں اسلئے یہ عبث نہیں ہے۔ اس طرح جادو دوسرے مسلمان سے جادو دفع کرنے کیلئے اور مسلمانوں کو جائز فائدہ پہنچانے کیلئے سیکھا جائے تو وہ بھی عبث نہیں ہے۔ آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہی ہے اور وہ جادو دفع کرنے میں دوسری سورتوں کے ساتھ پڑھ کر عمل کرنے میں مفید ہے۔

## بسم اللہ کے بجائے اسکے اعداد لکھنے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :

بسم اللہ شریف کے اعداد عموماً لوگ خطوط اور دوسری کتب وغیرہ میں برکت حاصل کرنے کیلئے لکھتے ہیں۔ { بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ۷۸۶ اسی طرح اسم محمد ﷺ کے ۹۲ عدد لکھتے ہیں۔ براہ کرم آپ ہمیں یہ بتلائے کہ اسم شریف وغیرہ کے عدد لکھنے جائز ہیں یا نہیں؟

(۲) اگر قرآنی آیات کے اعداد لکھنے ہوں تو بے وضو عدد لکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم (حرف، عرف) تاپا کی کی حالت میں لکھنا کیسا ہے؟

(۴) بوقت ضرورت اسم محمد ﷺ کے ۹۲ عدد لکھے جائیں تو علیحدہ کے عدد بھی لکھنے ضروری ہیں

یا نہیں؟

الجواب:

احادیث میں فرمایا جو کام بسم اللہ الرحمن الرحیم اور الحمد للہ سے شروع نہ کیا جائے، وہ نامکمل رہتا ہے اور خیر و برکت سے خالی ہوتا ہے۔ اس حدیث پر عمل کرنے کیلئے ہر جائز کام کو بسم اللہ اور الحمد للہ پڑھ کر شروع کرنا چاہئے، ان کا لکھنا ضروری نہیں ہے۔ لیکن لکھنا بھی باعث برکت ہے۔ چونکہ عام طور پر کاغذات کو احتیاط سے نہیں رکھا جاتا تو اس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم e ہونے کی صورت میں اس کی بے ادبلی ہے۔ اس لئے لوگوں نے اعداد لکھنا شروع

کر دیئے لیکن عدد کا وہ حکم نہیں جو حروف کا ہے۔ لہذا اعداد کو بے وضو لکھنا اور چھوٹا جائز ہے۔ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ قرآن کی آیت ہے، لہذا اسے بے وضو لکھنا اور چھوٹا جائز نہیں ہے۔

## میت پر رونے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: کسی کے انتقال پر جو اسکے عزیز و اقارب روتے ہیں۔ کیا انکے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے؟ اگر واقعی ایسا ہے تو وہ کس قسم کے رونے سے ہوتا ہے نیز انبیاء سابقین کی شریعتوں میں ایسا حکم پایا جاتا تھا یا نہیں؟ میت پر رونے میں اگر کوئی اپنا چہرہ، سینہ پیٹے یا کپڑے پھاڑے تو اس کیلئے کیا حکم ہے؟

سائل: اسلم خان، صدر، کراچی

الجواب:

انبیاء سابقین کی شریعت یا انکے افعال ہمارے لئے اس وقت تک دلیل ہوتے ہیں جب تک ہماری شریعت میں اس کے متعلق کوئی حکم نہ ہو اور جب ہماری شریعت میں حکم آجائے تو ہمارے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ہماری شریعت میں رونے کا حکم یہ ہے۔ بخاری اور مسلم وغیرہ تمام حدیثوں کی کتابوں میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ

(بخاری شریف، جلد (۱) کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ يعذب الميت ببعض بكاء اهله عليه، صفحہ: ۱۷۲، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی کسی گھر والے کے رونے کے سبب سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

اس کا مطلب آواز سے رونا ہے۔ محبت میں بغیر آواز صرف آنسو نکل جانا غیر اختیاری فعل ہے، اسکا

مسلمان مکلف نہیں ہے اور دوسری حدیث میں فرمایا:

ليس منّا من ضرب الخدود وشقّ الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية  
(بخاری شریف، جلد ۱) کتاب الجنائز، باب ليس منّا من ضرب الخدود، صفحہ:

۱۷۳، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

جو چہرہ پیٹے، سینہ چاک کرے اور زمانہ جاہلیت والی باتیں کرے، اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

## نماز کے بعد مصافحہ کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ہم لوگ اپنی مسجد کے پیش امام صاحب سے بعد نماز مصافحہ کرتے ہیں ابھی چند روز سے ایک صاحب دینی مسائل بیان فرمانے لگے ہیں۔ انہوں نے بتایا مسجد میں مصافحہ کرنا بدعت ہے۔ کیا نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے مصافحہ کرنے کو بدعت قرار دیا ہے؟ براہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں احادیث کا حوالہ دیتے ہوئے وضاحت فرمائیں کہ مصافحہ کرنا جائز ہے یا بدعت؟ آپ کی عین نوازش ہوگی۔

سائل: اعظم خان، لیاقت آباد، کراچی

الجواب:

مصافحہ کا حکم سمجھنے سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ شریعت مطہرہ میں ناجائز ہونے کیلئے قرآن و حدیث میں ممانعت اور نہی آنا ضروری ہے۔ یعنی منع وہ کام ہوتا ہے جسے اللہ اور رسول نے منع کیا ہو اور جائز ہونے کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ بلکہ قرآن و حدیث میں ممانعت نہ آنا ہی جواز کی دلیل ہے۔ شیخ ولی الدین ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب صاحب مشکوٰۃ متوفی ۷۴۲ھ نے حدیث نقل کی:

الْحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَنَى عَنْهُ

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الاطعمہ، الفصل الثانی، صفحہ: ۳۶۷،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمادیا اور حرام وہ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی

کتاب میں بیان فرمادیا اور جن کاموں سے سکوت فرمایا یعنی ان کا حکم نہ بیان کیا تو وہ ان کاموں میں سے ہیں، جن پر مؤاخذہ نہیں ہے۔ یعنی مباح ہیں۔

اسی لئے جمہور حنفیہ اور شافعیہ کا مختار مسلک یہ ہے کہ اصل ہر چیز میں اباحت ہے۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ نے فتاویٰ شامی میں لکھا:

اقول وصرح فی التحریر بان المختار ان الاصل الاباحۃ عند الجمہور من الحنفیۃ والشافعیۃ وتبعہ تلمیذہ العلامة قاسم وجرى علیہ فی الهدایۃ من الفصل الحداد وفی الخانیۃ من اوائل الحظر والاباحۃ

(جلد ۱) کتاب الطہارۃ، مطلب المختار ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ،

صفحہ: ۷۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی علامہ شامی فرماتے ہیں کہ تحریر (کتاب کا نام) میں صراحت ہے کہ جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اشیاء میں اصلاً اباحت (جائز ہونا) ہے اور اسی کی پیروی کی ہے ان کے شاگرد علامہ قاسم نے اور یہی بات صاحب ہدایہ نے فصل حداد میں بیان فرمائی۔ اور فتاویٰ قاضی خان کی بحث الحظر والاباحۃ کے شروع میں بھی یہی بات مذکور ہے۔

اس اصول اور اباحت کے بعد جو مصافحہ کو ناجائز کہتا ہے، اسکی ذمہ داری ہے کہ قرآن و حدیث میں ممانعت کی دلیل دکھائے اور جب کوئی دلیل نہ لاسکے تو مباح ہونا ثابت ہو گیا اور پھر یہ کہنا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں یا صحابہ کرام کے زمانہ میں یہ کام نہ تھا، اسلئے ناجائز ہے، بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ ناجائز ممانعت سے ہوتا ہے۔ صرف کسی کام کا اس زمانے میں نہ ہونا عدم جواز کیلئے کافی نہیں ہے۔ سینکڑوں کام ہیں جنہیں تمام مسلمان جائز و مستحسن سمجھ کر کرتے ہیں حالانکہ وہ حضور ﷺ اور صحابہ کے زمانے میں نہ تھے مثلاً چھ کلمے، قرآن کو تیس پاروں میں تقسیم کرنا، ان میں رکوع قائم کرنا، قرآن پر زبر، زیر، پیش وغیرہ لگانا، قرآن کو چھاپنا اور جلد بندی کرنا یہ سب کام قرون اولیٰ میں نہ تھے۔ حدیث شریف کی کتابیں جمع کرنا اور اصول حدیث مقرر کرنا، حدیث کی قسمیں بیان کرنا، فقہ کی تدوین کرنا، اصول فقہ و علم کلام کے قواعد و ضوابط مقرر کرنا، نماز میں زبان سے نیت کرنا، افطاری کے وقت اللهم لك صمت پڑھنا اور سحری کے وقت و بصوم غد نویت سے نیت کرنا، حج کرنے ریل گاڑی، ہوائی جہاز، پانی کے جہاز، موٹروں، بسوں کے ذریعے جانا اور عرفات کو بسوں اور کاروں سے جانا وغیرہ وغیرہ، ان تمام کاموں کو سب جائز



کہتے ہیں۔ حالانکہ اس طرح سے کوئی بھی کام حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں نہ تھا۔ صرف اس لئے جائز کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں اس کی مخالفت نہیں آئی ہے اور اصل اشیاء میں اباحت (جائز ہونا) ہے تو یہ سب کام جائز رہے۔ تو جو شخص یہ کہے کہ جو کام حضور اور صحابہ کے زمانے میں نہ ہو وہ ناجائز و بدعت ہوتا ہے تو وہ مذکورہ بالا سب کام چھوڑ دے۔ ہماری بیان کردہ دلیل ان کاموں کیلئے دلیل کلی ہے، جن کو اہلسنت و جماعت کرتے ہیں اور دیوبندی اہل حدیث وغیرہ منع کرتے ہیں۔

مصافحہ عصر اور فجر کے نمازوں کے بعد کرنے کی دلیل ہماری کتب فقہ میں موجود ہے۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا ہے:

ای کما یجوز المصافحة لانها سنة قديمة متواترة لقوله عليه الصلوة والسلام "من صافح اخاه المسلم وحرك يده تناثرت ذنوبه" واطلاق المصنف تبعاً للدرر والکنز والوقایة والنقایة والمجمع الملتقی وغیرها ینید جوازها مطلقاً ولو بعد العصر وقولهم انه بدعة ای مباحة حسنة كما افاده النووی فی اذکاره یعنی جیسے مصافحہ جائز ہے اس لئے کہ مصافحہ ایک سنت متواترہ قدیمہ ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور اس نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی تو اس سے اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ اور مصنف کا مطلق بیان کرنا صاحب درود، کنز، وقایہ، نقایہ، مجمع اور ملتقی وغیرہا کا اتباع ہے۔ یہ مطلق مصافحہ کے جواز کا فائدہ دیتا ہے۔ اگرچہ نماز عصر کے بعد ہو۔ اور فقہاء کا قول کہ بیشک یہ بدعت ہے یعنی وہ جائز اور اچھی بدعت ہے، جیسے کہ امام نووی نے اسے اپنی کتاب الاذکار وغیرہ میں بیان کیا۔

در مختار کی اس عبارت پر علامہ سید محمد امین ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا:

( قوله كما افاده النووی فی اذکاره ) حیث قال اعلم ان المصافحة مستحبة عند كل لقاء واما ما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلوة الصبح والعصر فلا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه ولكن لا بأس به فان اصل المصافحة سنة وكونهم حافظوا علیها فی بعض الاحوال وفرطوا فی كثير من الاحوال او اكثرها لا یخرج ذالك البعض عن كونه من المصافحة التي ورد الشرع باصلها قال الشيخ ابو الحسن البکری تقييده بما بعد الصبح والعصر

علی عاده كانت في زمنه والا فعقب الصلوات كلها  
ان عبارات پر علامہ نووی، علامہ شامی اور علامہ طحطاوی نے یہ بیان فرمایا کہ مصافحہ ہر ملاقات کے وقت  
جائزہ مستحب ہے۔ اور لوگوں میں فجر اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کی جو عادت پڑ گئی ہے، اس کی اس انداز سے  
شریعت میں کوئی اصل موجود نہیں ہے۔ لیکن اس مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ مصافحہ کرنا تو سنت  
ہے اور مسلمانوں کو ایسا کرنا کہ بعض حالتوں میں اس کی محافظت کرتے ہیں اور بہت سی حالتوں میں چھوڑ دیتے ہیں  
فجر کے بعد مصافحہ کرنے کو اس قاعدے سے نہیں نکالے گا کہ مصافحہ کرنا شریعت میں وارد ہے اور ان ہی کتابوں میں  
آگے یہ لکھا کہ علامہ نووی نے صبح اور عصر کے بعد مصافحہ کرنے کا تذکرہ اس لئے کیا ہے کہ ان کے زمانے میں عادت  
یہی تھی ورنہ ہر نماز کے بعد بھی جائز ہے۔

علامہ نووی ۶۳۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۷۶ھ میں وفات پائی ان کے زمانے میں مسلمانوں کی یہ عادت  
تھی کہ فجر و عصر کے بعد مصافحہ کرتے تھے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا یہ طریقہ بھی تقریباً ساڑھے سات  
سوسال سے چلا آرہا ہے اور کسی کو یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ یہ ناجائز ہے۔ درمختار و طحطاوی نے تو اس کی مخالفت میں کچھ  
نقل ہی نہ کیا۔ علامہ شامی نے اس قول کی تائید میں پہلے مذکورہ بالا عبارت لکھی اسکے بعد یہ لکھا:

كذا في رسالة الشرنبلالی في المصافحة ونقل مثله عن الشمس  
الحنوتی وانہ افنی بہ مستدلاً بعموم النصوص الواردة فی مشروعیتها وهو  
الموافق لما ذکره الشارح من اطلاق المتون

(جلد ۵) کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، صفحہ: ۲۷۰،

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی اس طرح لکھا ہے شرنبلالی کے رسالے میں مصافحہ کے بارے میں اور اسی کے مثل شمس حانوتی سے  
مروی ہے کہ انہوں نے اس مصافحہ کے جواز کا فتویٰ دیا اور مصافحہ کی مشروعیت کے بارے میں جو نصوص تھیں ان  
کے عموم سے استدلال کیا ہے اور یہی اس کے مطابق ہے جو صاحب درمختار نے متون کے اطلاق سے نقل کیا۔

یہاں تک تو شامی کی وہ گفتگو تھی، جو انہوں نے درمختار کی تائید و تصدیق کیلئے لکھی اس کے بعد قد یقال  
کر کے ایک قول ضعیف کی طرف اشارہ کیا اور ابن حجر شافعی اور ابن الحجاج مالکی کے اقوال بدعت ہونے کے بارے  
میں لکھے۔ ہمیں ان کے اقوال سے نہ کوئی مطلب اور نہ وہ ہمارے لئے دلیل، اس لئے ان سے استدلال کرنا ہی غلط

حاصل کلام یہ ہوا کہ صاحب درمختار جو فقہ حنفی کے ممتاز فقہاء میں سے ہیں، انہوں نے اس مصنفہ کو جائز قرار دیا اور متون، ورد، کنز، وقایہ، نقایہ، مجمع اور ملتفی وغیرہ فقہ حنفی کی مشہور کتابوں کا تذکرہ کرنے کے بعد تنصیح کر دی کہ عصر کے بعد مصنفہ کرنا بدعت حسہ ہے اور مباح ہے۔ لہذا اس کو ناجائز کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے جو ناجائز کہتے ہیں، وہ کسی حدیث سے مخالفت ثابت کریں۔

## امام زین العابدین کو امام ماننے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: ایک شخص کہتا ہے کہ ”حضرت امام زین العابدین کو امام کہنا ناجائز ہے“۔ لہذا آپ سے التماس ہے کہ وضاحت سے اس کے بارے میں تحریر فرمائیں۔

سائل: محمد رضا خادم اہلسنت

الجواب:

”امام“ کے معنی مقتدا، پیشوا، راہ نما اور بزرگ کے ہیں۔ اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا ذکر اکثر سلاسل طریقت میں آتا ہے اور شجروں میں ان کا تذکرہ ہوتا ہے، اس لئے وہ بھی ہمارے بزرگوں میں ممتاز ہیں۔ لہذا ان کو امام کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

## باہر کے لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانا

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ہمارے امام صاحب کا موقف ہے کہ باہر کیلئے استعمال ہونے والے اسپیکروں پر نماز پڑھانا درست ہے۔ اور اس مسئلے کے بارے میں احادیث سے ثابت کرتے ہیں کہ نماز بلند آواز سے پڑھانی جائز ہے۔ یاد رہے کہ ہماری مسجد میں چھوٹے اسپیکر موجود ہیں۔ جہاں بڑے اسپیکر صرف اذان کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ آیا ہمارے امام صاحب کا

موقف درست ہے یا کہ اہل محلہ کا؟ آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔  
سائلین: اہلیان علاقہ، گوہر آباد، کراچی

الجواب:

امام کا کہنا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ نماز بلند آواز سے پڑھانی جائز ہے، یہ غلط ہے۔ قرآن اور فقہ کے بھی خلاف ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتُ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا

(سورة (۱۷) بنی اسرائیل، آیت: ۱۱۰)

اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔ (کنز الایمان)  
قرآن کریم نے زیادہ بلند آواز سے نماز پڑھنے کو منع کیا ہے۔ ہم انسانی طاقت کے علاوہ مشین کی مدد سے آواز میں فرق کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بحر الرائق میں علامہ زین الدین المعروف ابن نجیم متوفی ۷۹۷ھ نے لکھا:

ولا يجهد الامام نفسه بالجهر

امام جہر کیلئے اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالے۔

اس کے بعد فرمایا:

الامام اذا جهر فوق حاجة الناس فقد اساء

(جلد (۱) کتاب الصلوة، فصل واذا اراد الدخول في الصلوة كبر، صفحہ: ۳۳۵،

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ) [WWW.NAFSEISLAM.COM](http://WWW.NAFSEISLAM.COM)

یعنی اور اگر امام نے مقتدیوں کی ضرورت سے زیادہ آواز کو بلند کیا تو برا کیا۔

بعینہ یہی عبارت عالمگیری میں بھی ہے۔ دیکھئے:

(جلد (۱) کتاب الصلوة، الباب الرابع، الفصل الثانی فی واجبات الصلوة،

صفحہ: ۷۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اور مراقی الفلاح میں بھی ہے:

والاولی ان لا يجهد نفسه بالجهر بل بقدر الطاقة لان اسماع بعض القوم

یکفی

اسکے بعد فرمایا:

والمستحب ان يجهر بحسب الجماعة فان زاد فوق حاجة الجماعة فقد

اساء

(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی بیان واجب

الصلوة، صفحہ: ۱۳۷، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی اور بہتر یہ ہے کہ جہر کیلئے اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالے بلکہ بقدر طاقت (جہر کرے) اس لئے کہ

کچھ مقتدیوں کا سن لینا کافی ہے۔ اور امام کیلئے مستحب ہے کہ مقتدیوں کی مناسب سے آواز اونچی کرے اور اگر ضرورت سے زیادہ جہر کیا تو برا کیا۔

لہذا قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے اور فقہاء کی عبارات سے یہ معلوم ہو گیا کہ صرف اتنا جہر

کرنا چاہئے کہ مقتدی سن لیں اور امام مشقت کے ساتھ جہر نہ کرے۔ ہم مانیک کے ذریعہ سارے محلے کو قرآن سنانے کی کوشش کرتے ہیں اور امام اس کو شرعی حکم بتاتا ہے، یہ افسوسناک ہے۔

## حالت نماز میں دونوں ہاتھوں سے کپڑا وغیرہ درست کرنا

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید جب سجدے سے قیام کی طرف آتا ہے تو کھڑے ہوتے ہوئے اپنا پچھلا دامن جھٹکتا ہے۔ یعنی اپنی

قمیض وغیرہ کو درست کرنے کیلئے دونوں ہاتھ استعمال کرتا ہے۔ زید کا یہ عمل از روئے شرع مطہرہ کیا حکم رکھتا ہے؟

سائل: محمد علی، بھینس کالونی، کراچی

الجواب:

اس کا یہ عمل عبث (بیکار) ہے اور فعل عبث نماز میں ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہے اور یہ کراہت تحریمی ہے۔

اور جو نماز کراہت تحریمی سے ادا کی جائے، اس کا اعادہ (لوٹانا) واجب ہوتا ہے۔

## اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
قرآن مجید فرقان حمید میں سورہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ الْخ

اس آیت کریمہ کا اطلاق کس اذان پر ہوتا ہے جبکہ سرکارِ دو عالم نور مجسم ﷺ کی حیات طیبہ میں ایک ہی اذان خطبہ کے وقت ہوتی تھی۔ اور یہ عمل حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانہ تک قائم رہا۔ حضرت عثمان غنی کے زمانہ خلافت میں دوسری یعنی جو آجکل پہلی اذان کہلاتی ہے، شروع ہوئی۔ لیکن بعض علماء حضرات فرماتے ہیں کہ ”اس آیت کریمہ کا اطلاق پہلی اذان پر ہوتا ہے“ اور بعض کا فرمان ہے کہ ”خطبہ کی اذان پر ہوتا ہے“۔ کیونکہ قرآن محبوب خدا پر نازل ہوا ہے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں صرف خطبہ کی اذان ہوتی تھی۔ چونکہ مسئلہ حلال و حرام کا ہے۔ قرآن پاک کے حکم کے مطابق اذان کے بعد خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے، اس وجہ سے وضاحت درکار ہے۔ حدیث مبارکہ کی روشنی میں کتابوں کے حوالے سے فتویٰ عنایت فرمائیں۔

جزاكم الله خير الجزاء

مفتی اسلام

الجواب:

وہ اذان جو حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے شروع ہوئی، جسے عرف عام میں پہلی اذان کہا جاتا ہے، اس اذان کے ہو جانے پر خرید و فروخت وغیرہ ترک کرنے کا حکم ہے۔ صاحب ہدایہ شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی ابن ابی بکر الفرغانی متوفی ۵۹۳ھ نے ہدایہ میں لکھا:

إذا اذن المؤذنون الاذان الاول ترك الناس البيع والشراء

جب مؤذنین اذان اول دیں تو لوگ خرید و فروخت چھوڑ دیں۔

اس کے بعد فرمایا:

والاصح ان المعتبر هو الاول اذا كان بعد الزوال لحصول الاعلام به

(اولین، باب صلوة الجمعة، صفحہ: ۱۷۱، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)  
 اور صحیح ترین یہ ہے کہ اعتبار پہلی اذان کا ہے جب وہ وقت زوال کے بعد ہو تا کہ لوگوں کو علم ہو جائے۔  
 اور آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ ”جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے“ یہ درست نہیں۔  
 صحیح یہ ہے کہ بیع و شراء حرام نہیں ہوتی بلکہ مکروہ ہوتی ہے۔

## مسافر کیلئے قصر کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:  
 زید کراچی سے تقریباً ایک سو کلومیٹر دور ملازمت کرتا ہے۔ لیکن اس کے اہل و عیال وغیرہ سب کراچی  
 میں ہیں۔ ہفتہ میں چھ دن فیکٹری میں رہتا ہے۔ ایسی صورت میں اسکو قصر پڑھنا چاہیے یا پوری نماز؟ فیکٹری میں  
 باجماعت نماز بھی ہوتی ہے۔

سائل: نعیم حسین

الجواب:

صورت مسئولہ میں یہ شخص، جب جماعت سے نماز پڑھے گا تو امام کی اتباع میں پوری نماز پڑھے گا، قصر  
 نہیں کرے گا۔ اور جب جماعت سے نہ پڑھے تو قصر پڑھے یعنی چار رکعت والے فرض دو پڑھے۔ گھر سے جب کوئی  
 شخص ساڑھے ستاون میل کی دوری کا ارادہ کر کے نکلے گا تو اپنے شہر کی حدود سے باہر نکلنے کے بعد قصر کرنا واجب  
 ہے۔ وہاں پہنچ کر اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ شہر نے کا ارادہ کر لے تو پوری نماز پڑھنا فرض ہے۔ اور اگر اس سے کم  
 رہنے کا ارادہ ہے تو قصر کرنا واجب ہے۔

## کچھ پونجی رکھنے والوں کیلئے زکوٰۃ کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ایک شخص تنخواہ میں اپنے خاندان کا گزارہ نہیں کر سکتا لیکن اس کے پاس تین ہزار روپے کا سونا، چاندی، نقدی یا تینوں ملا کر موجود ہوں تو کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ فنڈ سے مدد دی جاسکتی ہے؟

سائل: دھوراجی ایسوسی ایشن، کراچی

الجواب:

کسی شخص کے پاس سونا چاندی اور نقد روپے ملا کر اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہوں تو وہ صاحب نصاب ہے۔ اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اس کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ چاندی کی قیمت کم زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت اس وقت دیکھی جائے گی، جس وقت حساب کیا جائے گا۔

کھڑے کھڑے کھانے پینے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ: ایک شخص کھڑے ہو کر کھاتا پیتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ ”ایسا کرنا جائز ہے۔ میں نے ایک مولوی صاحب سے پوچھا تو انہوں نے بھی اسکو جائز قرار دیا ہے“۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

الجواب:

حدیث میں ہے اور اس حدیث کو عساکر الملت والدين ابو الحسين امام مسلم بن الحجاج قشیری متوفی: ۲۶۱ نے صحیح مسلم میں نقل کیا:

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا قَالَ قَتَادَةُ فَقُلْنَا فَالْأَكْلُ فَقَالَ ذَلِكَ أَشْرٌ وَأَخْبَثٌ

(جلد (۲) کتاب الاشریة، باب فی الشرب قائما، صفحہ: ۱۷۳،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)



حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا حضرت قتادہ کہتے ہیں ہم نے عرض کی کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو ارشاد فرمایا اور زیادہ سخت ناپسندیدہ اور برا ہے۔

## حج بدل سے حاجی کہلوانے کا حکم

الاستفتاء:

جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

ایک شخص اپنی والدہ کی ضعیفی کی وجہ سے اپنی والدہ کی جانب سے حج کرتا ہے وہ حجاز مقدس میں سروس بھی کرتا ہے، کچھ عرصہ کے بعد والدہ کا انتقال ہو جاتا ہے، اور قبر کے کتبہ پر حاجیانی تحریر کرایا جاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے یا ہٹا دیا جائے؟ برائے مہربانی جو اب مسلک حنفی کے مطابق دیجئے۔

سائل: محمد سلیم ولد حاجی قاسم

الجواب:

حج کرنے کے بعد اپنے نام کے ساتھ حاجی لگانا یا قبر کی تختی پر لگوانا جائز ہے، جبکہ ”ریا“ کی نیت نہ ہو۔ مگر صورت مسئولہ میں مرحومہ نے خود توجیح کیا نہیں ہے بلکہ بیٹے نے ماں کی طرف سے حج کیا ہے۔ اگر ماں پر حج فرض تھا اور ماں بڑھاپے یا کمزوری کی وجہ سے حج کرنے کے قابل نہ تھی تو اس کا فرض حج ادا ہونے کیلئے یہاں سے آدمی بھیج کر حج کرنے سے حج ہوتا ہے۔ بیٹے کے سعودی عرب میں رہنے کی وجہ سے ماں پر حج فرض نہ تھا لیکن بیٹے نے ماں کی طرف سے حج کیا، تو ماں کو حج کا ثواب مل جائے گا۔ اس سے ماں حاجیانی نہیں کہلائے گی۔ لہذا اچھا یہی ہے کہ یہ کتبہ قبر پر نہ لگایا جائے۔

## امامت اور مذہبی پابندیاں

الاستفتاء :

جناب مفتی صاحب! ایک مسئلہ درپیش ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جو اب دے کر مشکور فرمائیں اگر کوئی امام مذہبی پابندیوں کا جان بوجھ کر خیال نہ کرے جبکہ اس کے مقتدیوں میں اس سے زیادہ تقویٰ و پرہیزگاری والے لوگ موجود ہوں تو ایسا شخص امامت کا حقدار ہے یا نہیں؟ اور جن لوگوں کو اس کی حقیقت کا علم ہو تو ان کی نماز اس کے پیچھے ہو جائے گی یا نہیں؟

سائل : عقیل احمد، کیناڑی، کراچی

الجواب :

امامت وہ شخص کر سکتا ہے، جو متقی، پرہیزگار ہو، مسائل نماز جانتا ہو اور قرآن کریم درست پڑھتا ہو۔ جس شخص کے بارے میں سوال کیا ہے وہ کن احکام کی پیروی نہیں کرتا ہے، ان کے بیان کرنے کے بعد ہی اس کا حکم بتایا جاسکتا ہے۔

برتن وغیرہ پر نام لکھوا کر تحفے میں دینا

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
بچے حفظ قرآن کرتے ہیں تو شیرینی کے ساتھ برتنوں وغیرہ پر بچے کا نام اور سلسلہ لکھوا کر تقسیم کئے جاتے ہیں۔ کیا اس میں دکھاوے کا عنصر ہے نیز کیا یہ جائز ہے؟ اسی طرح کا عمل ناظرہ قرآن ختم کرنے اور رمضانوں میں پہلا روزہ رکھنے کے مواقع پر بھی کیا جاتا ہے۔ بیٹنوا وتوجروا

سائل : عبدالعزیز

الجواب:

حدیث شریف میں ہے، اور اس حدیث کو رئیس الحدیثین امام ابو عبد اللہ اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اپنی صحیح بخاری میں نقل کیا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

(جلد ۱) باب کیف کان بدء الوحي الی رسول اللہ ﷺ، صفحہ: ۲، مطبوعہ

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے۔

دلوں کا حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، ہمیں نیک گمان رکھنے کا حکم ہے۔ لہذا اگر کوئی خوشی کے موقع پر ایسا کرتا ہے جیسا سوال میں مذکور ہے تو شرعاً کوئی حرج نہیں۔ لیکن جس برتن میں کچھ لکھ دیا گیا ہو، اس میں کوئی چیز رکھنا اور کھانا جائز نہیں۔ اس لئے برتنوں میں کچھ لکھو اگر نہیں دینا چاہیے۔

مخنت! کی نماز جنازہ کا حکم

مفتی اسلام

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

مخنت یعنی نیچرے کا جنازہ مذکور کے زمرے میں پر مہایا جائے گا یا مؤنث، قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی

میں جواب دیں؟

الجواب:

بالغ کے جنازے میں مذکور مؤنث میں کوئی فرق نہیں ہے، دونوں کی نماز جنازہ ایک ہی طرح سے پڑھی جاتی ہے۔ ہاں اگر نابالغ کی نماز جنازہ ہے تو اگر اس میں علامت مذکور کا غلبہ ہے تو لڑکے کی اور اگر علامت مؤنث کا غلبہ ہے تو لڑکی والی دعا پڑھی جائے گی۔ اور اگر فرق کرنا مشکل ہے کہ لڑکی ہے یا لڑکا تو پھر لڑکے والی دعا پڑھی جائے گی۔

## بندوق سے کئے گئے شکار کا حکم

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
گولی سے مارا ہوا شکار کھانا جائز ہے یا نہیں؟ گولی چلانے سے پہلے تکبیر پڑھ لی تھی تو کیا حکم ہے اور اگر  
نہیں پڑھی تھی کہ ذبح سے پہلے پرندہ مر گیا، تو کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب :

ذبح کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اختیاری دوسری اضطراری۔ اختیاری میں ایسے جانور، جن کو پکڑ کر ذبح کیا  
جاتا ہے، اس میں دھار دار آکھ سے ذبح کرنا شرط ہے۔ ذبح اضطراری میں یعنی شکار وغیرہ جن پر قابو پا کر حلق سے ذبح  
نہیں کیا جاسکتا ہے جیسے جنگلی جانور پرندے وغیرہ ان کیلئے یہ شرط ہے کہ دھار دار چیز کو تکبیر کہہ کر مارا جائے۔ جیسے  
تیر، نیزہ اور بھالا وغیرہ۔ تو اگر پرندہ وغیرہ ذبح سے پہلے مر بھی گیا تو حلال شمار ہوگا۔

بندوق کی گولی پھاڑتی نہیں ہے، توڑتی ہے۔ جیسے لائٹنی ماری جائے تو خون نکال دے گی، سر توڑ دے گی  
لہذا گولی کو بسم اللہ کہہ کر مارنے سے جانور اگر مر گیا تو حلال نہ ہوگا ہاں اگر زخمی حالت میں اسے پکڑ لیا اور ذبح کر لیا تو  
حلال ہو جائیگا۔ قرآن کریم میں ہے کہ بے دھار دار چیز سے مارا ہوا جانور حرام ہے۔ حدیث میں بھی فرمایا نیزہ جب  
مارا جائے گا اگر وہ دھار کی جانب سے لگا گیا تو کھال اور اگر لائٹنی کی جانب عرض میں لگے اور جانور مر جائے تو نہ کھاؤ۔  
حدیث میں ہے، اس حدیث کو امام الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اپنی صحیح بخاری میں  
نقل کیا :

عدی بن ابی حاتم رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے سوال کیا :

قُلْتُ اِنَّا نَرْمِي بِالْمِعْرَاضِ قَالَ كُلُّ مَا خَرَقَ وَمَا اَصَابَ بِعَرَضِهِ فَلَا تَاْكُلُ

(جلد ۲) کتاب الذبائح، باب ما اصاب المعراض بعرضه، صفحہ: ۸۲۳،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی میں نے عرض کیا کہ ہم بے پر کے تیر کو شکار پر مارتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو چیز پھاڑ دے وہ کھاو اور جو عرض کی طرف سے لگے (یعنی تیر کا لکڑی والا حصہ) لائٹھی کی طرح جا کر شکار پر لگ جائے (تو اس کو نہ کھاؤ۔

”دقیذہ“ کے معنی سخت چوٹ کے ہیں۔ اہل جاہلیت جانور کو لائٹھی اور پتھر کی ضرب سے بھی قتل کرتے اور پھر کھا لیتے تھے۔ قرآن کریم میں اس سے منع کیا گیا۔ اور ”موقوذہ“ کے معنی بے دھار دار چیز سے مارنا ہے۔ لہذا گوئی اگر بسم اللہ کہہ کر بھی چلائی جائے اور جانور مر جائے تو جانور حرام ہوگا۔

## عورت کی حکمرانی اور مجرم کو شہید کہنا

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عنایت فرمائیے۔ نوازش ہوگی۔

(۱) اسلامی مملکت ہو اور بہت سے مسلمان مرد اس قابل ہوں کہ ملک کی باگ دوڑ سنبھال سکتے ہوں تو مردوں کے ہوتے ہوئے عورت ملک کی سربراہ بن سکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ عورت کو اسلام سے بھی کوئی لگاؤ نہیں، ایسی عورت کی سرپرستی میں مرد رہیں گے یا نہیں؟

(۲) سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو! جن پر قتل کا جرم ثابت ہو جانے کے بعد پھانسی دی گئی ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ”جرم کی سزا مل گئی ہے، اب وہ شہید ہے“۔ کچھ کا کہنا ہے کہ ”جرم کی سزا میں مرنے والے آدمی کو شہید نہیں کہا جاسکتا“۔

الجواب:

(۱) مسلمانوں کا عورت کو اپنا سربراہ مملکت بنانا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے، اور اس حدیث کو رئیس الحدیث امین امام ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اپنی صحیح بخاری میں نقل کیا:

عن ابی بکرۃ قال لما بلغ رسول اللہ ﷺ ان اهل فارس قد ملكوا عليهم

بنت کسری قال لن یفلح قوم ولوا امرهم امرأة  
(جلد ۲) کتاب المغازی، باب کتاب النبی ﷺ الی کسری و قیصر، صفحہ: ۶۳۷،

قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ابن بجرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کمرای کی لڑکی کو اپنا بادشاہ بنا لیا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو قوم اپنے معاملات عورت کے سپرد کر دے گی وہ ہرگز فلاح نہیں پائے گی۔

(۲) کسی کے قتل کرنے کی سزا میں قاتل کو قصاص میں قتل کر دیا جائے یا پھانسی دے دی جائے، تو اس سے وہ شہید نہیں ہوتا۔ شہید وہ مسلمان کہلاتا ہے، جس کو ظلماً قتل کر دیا جائے یعنی وہ مظلوم ہو، جس نے مسلمانوں کو قتل کیا ہو وہ خود ظالم ہے وہ شہید نہیں ہو سکتا۔

## عصبیت پھیلانے والوں سے تعاون کا حکم

الاستفتاء:

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

آجکل جو لسانی جھگڑے چل رہے ہیں، یہ سب عصبیت پر مبنی ہیں، اس لئے جناب والا سے چند باتیں معلوم کرنی ہیں کہ ہم اپنی عاقبت سنوار سکیں۔

جن لوگوں نے عصبیت کے نام پر ووٹ دیئے، ان کے بارے میں حدیث میں ہے:

”جس نے عصبیت پر جمع کیا، وہ ہم میں سے نہیں۔ جس نے عصبیت میں قدم رکھا وہ ہم میں سے

نہیں“ اب جناب سے معلوم یہ کرنا ہے کہ وہ لوگ جو عصبیت کے نام پر منتخب ہوئے اور وہ لوگ جنہوں نے

عصبیت کے نام پر ووٹ دیئے۔ کیا انکا نکاح باقی رہا اور کلمہ شریف دوبارہ پڑھنا پڑے گا یا صرف توبہ سے کام

ہو جائے گا یا کوئی کفار ہے؟ حدیث میں جو ارشاد ہے ”فلیس منا (وہ ہم میں سے نہیں) اس کا کیا مطلب

ہے؟ جناب والا سے پوری امید ہے کہ انشاء اللہ آپ صحیح جواب سے آگاہ فرما کر امت مسلمہ کی رہنمائی کریں گے۔ اللہ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

سائل: اعجاز احمد نقشبندی

الجواب:

احادیث شریفہ میں عصبیت کی سخت ممانعت آئی ہے، جیسا کہ آپ نے بھی سوال میں تذکرہ کیا ہے۔ عصبیت گناہ کبیرہ ہے۔ ”فلیس منا“ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص ہمارے طریقہ پر نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مسلمان نہیں۔ لہذا ایسے لوگوں کو توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ عصبیت چھوڑ کر اسلامی اخوت و ہمدردی کو فروغ دینا چاہیے۔

ناصح! کو نصیحت کا ثواب

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقتدیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: نابالغ اولاد کے اعمال حسنہ، اس کے والدین کے نامہ اعمال میں لکھے جاتے ہیں۔ کیا اولاد کے بالغ ہونے کے بعد بھی والدین کو اجر و ثواب ملتا رہے گا؟

الجواب:

اچھی باتیں سکھانے کا اور عمل کرانے کا ثواب والدین کو ملتا ہے۔ اور بالغ اولاد اچھی باتوں پر عمل کریں گے تو والدین کو بھی اس کا ثواب ملے گا اور بچوں کو بھی، ان اچھے اعمال کا ثواب ملے گا، جو انہوں نے نابالغی کی حالت میں کئے تھے۔

## لقطہ (گری پڑی چیز) کو اٹھانے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
اگر کوئی گری پڑی چیز مل جائے، تو اسے اٹھالینا چاہیے یا نہیں؟

الجواب:

زمین پر پڑی ہوئی چیز کو اس خیال سے اٹھانا کہ اس کے مالک کو تلاش کر کے اسے دے دوں گا، تو اٹھالینا مستحب ہے۔

## مسجد میں دوبارہ جماعت کرانے کا حکم

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ :  
ہمارا محلہ غریبوں کا محلہ ہے۔ وقت مقررہ پر مسجد میں نہیں پہنچ سکتے۔ جماعت ہونے کے بعد کبھی کبھی چار چھ آدمی جمع ہو کر باہر برآمدے میں دوسری جماعت کرتے ہیں۔ مسجد کے امام صاحب منع کرتے ہیں کہ دوسری جماعت جائز نہیں۔ اکیلے اکیلے نماز پڑھو یا اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ اس بارے میں حکم شرع سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب:

ہمارے فقہائے حنفیہ کا معتمد مذہب یہ ہے کہ دوسری جماعت اذان کے اعادہ سے مکروہ ہے اور بلا اعادہ اذان دوبارہ جماعت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ علامہ ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ نے بحر الرائق میں لکھا:

ولاتکررها فی مسجد محلۃ باذان ثان



(جلد ۱) کتاب الصلوة ، باب الامامة ، صفحہ: ۳۲۶، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

یعنی محلے کی مسجد میں جماعت ثانی اذان ثانی کے ساتھ درست نہیں۔

علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا:

یکرہ تکرار الجماعة باذان و اقامة فی مسجد محلة

(جلد ۱) بر حاشیہ شامی ، کتاب الصلوة ، باب الامامة ، مطلب فی تکرار

الجماعة فی المسجد ، صفحہ: ۴۰۸، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

مسجد محلہ میں اذان و اقامت کے ساتھ دوسری جماعت مکروہ ہے۔

درر میں ہے:

او تکرار الجماعة فی مسجد محلة باذان و اقامة

یعنی مسجد محلہ میں اذان و اقامت کیساتھ جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔

ملائقہ نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ نے عالمگیری میں لکھا:

المسجد اذا كان له امام معلوم و جماعة معلومة فی محلة فصلی

امله فيه بالجماعة لا یباح تکرارها فيه باذان ثان اما اذا صلوا بغير اذان یباح

اجماعاً و کذا فی مسجد قارعة الطریق

(جلد ۱) کتاب الصلوة ، الباب الخامس فی الامامة ، الفصل الاول فی

الجماعة ، صفحہ: ۸۳، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

مسجد میں جب امام مقرر ہو اور پابندی سے جماعت ہوتی ہو اور وہاں کے رہنے والے باجماعت نماز

پڑھتے ہوں تو ایسی مسجد میں اذان ثانی کے ساتھ جماعت ثانیہ جائز نہیں۔ البتہ جب انہوں نے بغیر اذان کے

جماعت پڑھی ہو تو اجماعاً دوسری جماعت جائز ہے جیسے راستہ وغیرہ کی مسجد میں جائز ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایسی مساجد میں جن میں ہر وقت لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہو، ان میں اذان ثانی

کے ساتھ جماعت کو قائم کیا جاسکتا ہے۔